ادب اُردو کا باتصویر ماہوار رسالہ

مرتبہ

نوبت رائے نظر لکھنوی

جلد دویم نمبر ۱ - ۶

جولائی لغایت دسمبر ۱۹۱۰ء

جسمین ۵۳ نامور اہل قلم کے ۹۴ مضامین ۲۹۶ صفحون پر درج ہین
اور ۵۰ رنگین وسادہ قابل دید ہاف ٹون تصاویر شامل ہین

مطبوعۂ انڈین پریس الہ آباد

قیمت فی جلد — مع محصول — دو روپیہ

جلد ۲ — جولائی سنہ ۱۹۱۰ء — نمبر ۱

ادیب

ادیب اُردو کا باتصویر ماہوار رسالہ — ایڈیٹر نوبت رائے نظر لکھنوی

فہرست تصاویر

فہرست مضامین

قیمت سالانہ چار روپیہ — پنچکوڑی متر پرنٹر و پبلشر نے انڈین پریس الہ آباد میں چھاپکر شائع کیا — فی پرچہ چھ آنہ

ادیب کے قواعد

یہ باتصویر ماہوار رسالہ جو اُردو علم ادب کی ترقی کا اعلیٰ نمونہ ہے ہر انگریزی مہینے کی پندرھوین تاریخ کو شایع ہوتا ہے - ملک کے نامور انشا پرداز اسے مفید و دلچسپ بنانے مین سرگرم ہین - اسکے مضامین عورت و مرد دونون طبقون کیلئے خاص طور پر خوشگوار ہوتے ہین ضخامت ۸۰ صفحات ہے اور ہر صفحے مین دو کالم ہونیکی وجہ سے معمولی تقطیع کے ایک سو صفحات کے قریب عبارت دیجاتی ہے - اسکے علاوہ ہر ماہ التزاماً ایک رنگین اور متعدد عکسی تصاویر ہوتی ہین جنمین اکثر فن مصوری کے اعلیٰ نمونے پیش کئے جاتے ہین - اسکی سالانہ قیمت چار روپیہ مع محصول ہے - اس قیمت مین ان خصوصیات کے ساتھ کوئی اُردو رسالہ نہین مل سکتا - خریداری کے لئے پیشگی قیمت آنا ضروری ہے نمونہ مفت نہین دیا جائیگا بلکہ ۵ر کے ٹکٹ وصول ہونے پر ارسال ہوگا - نام اور پتہ خوشخط لکھا جائے کہ پرچہ آسانی سے پہونچ سکے - خط و کتابت کے ساتھ نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا جاے - اگر ایک دو ماہ کے لئے پتہ تبدیل کرانا ہو تو مقامی ڈاکخانہ سے بندوبست کر لیا جاے اور اگر ہمیشہ یا زیادہ عرصہ کے لئے ضرورت ہو تو منیجر ادیب کو اطلاع دیجاے - اس رسالے مین مذہبی مباحث اور موجودہ پالٹیکس پر کوئی مضمون نہ چھاپا جائیگا - ناتمام مضامین بھی نہین لئے جائین گے - جس مضمون کے ساتھ تصویر کی ضرورت ہو اُسکا مضمون نگار حضرات خود ہی بندوبست فرمائین - جس مہینے کا پرچہ نہ پہونچے اُسکی اطلاع اُس مہینے کی آخری تاریخ تک آجانا چاہئے - بعد کو قیمت لیجائیگی -

منیجر ادیب انڈین پریس الہ آباد

لڑکیون کا تعلیمی کورس

خوشی کا مقام ہے کہ ہندوستان مین لڑکیونکی تعلیم ترقی کر رہی ہے اور ہر شہر ہر قصبہ اور ہر گانون مین لڑکیون کے مدرسے جاری ہو رہے ہین - اس ترقی تعلیم کا نتیجہ جسقدر مفید ثابت ہوا ہے وہ محتاج تصریح نہین تاہم عام طور پر یہ شکایت بھی سُنی جاتی تھی کہ لڑکیونکی تعلیم کیلئے ابھی تک کوئی ایسا نصاب نہین تیار ہوا ہے جو اُنکی دماغی اور اخلاقی حالت کے مناسب حال ہو اور اُنہین خاطر خواہ فائدہ پہونچا سکے - اسی شکایت کی بنا پر ہمنے لڑکیون کیلئے ایک ایسا نصاب بصرف کثیر تیار کرایا ہے جو ہر طرح اور ہر حیثیت سے مکمل ہے اور جسے صوبہ جات کی تعلیمی کمیٹی نے نہ صرف پسند کر کے بلکہ تمام دیگر ریڈرون پر ترجیح دیکر مدارس نسوان مین جاری کر دیا ہے - ان ریڈرون کی زبان کی نسبت اُتنا ہی کہنا کافی ہے کہ ایڈیٹر صاحب ادیب کی اصلاح و نظر ثانی سے مزین ہین - انمین اخلاقی اور نصیحت آمیز کہانیون اور سبقون کے علاوہ تمیزداری معاشرت - امور خانہ داری بچون کی پرورش - مریضون کی تیمارداری - خاوند کی اطاعت - شرم و حیا عفت و عصمت اور بیشمار کار آمد باتین لکھی گئی ہین - علاوہ برین ان ریڈرون مین سیتا جی - دمینتی - سکنتلا - ساوتری - لیلاوتی - اہلیا بائی وغیرہ کی سوانح عمریان اور چین و جاپان کی لڑکیون کے حالات نہایت سلیس اور بچون کی سمجھ مین آنیوالی زبان مین درج ہین - کاغذ لکھائی چھپائی وغیرہ سب اعلیٰ درجے کی ہین جو انڈین پریس کا حصہ ہے - ان ریڈرون مین ۱۱۰ تصاویر بھی ہین جنمین ۳۰ تصاویر پورے صفحون پر علیحدہ چھاپکر شامل کیگئی ہین پورا نصاب حسب ذیل ہے -

۱ - اُردو کا نیا قاعدہ .... قیمت ۹ پائی

۲ - لوئر پرائمری ریڈر (پہلی اور دوسری جماعت کا نصاب) ۶ر

۳ - اپر پرائمری ریڈر (تیسری اور چوتھی جماعت کا نصاب) ۷ر

۴ - لوئر مڈل ریڈر (پانچوین اور چھٹی جماعت کا نصاب) ۸ر

منیجر انڈین پریس الہ آباد

ضرورت - انڈین پریس کو چند عمدہ خوشخط کاپی نویس اور مصلح سنگ درکار ہین - تنخواہین مناسب دیجائینگی جنکا تصفیہ خط و کتابت سے ہو سکتا ہے - درخواست کے ساتھ تحریر کا نمونہ ضرور آنا چاہئے - معمولی کاپی نویسون کی ضرورت نہین ہے -

منیجر انڈین پریس الہ آباد

شکار گاہ

جولائی سنہ ۱۹۱۱ء

جلد ۲ — نمبر ۱

معمۂ ہستی

(۱)

سرہانے تیرے ماتا رووے پائینت رووے گوری
ہاتھ پکڑکے بھائی رووے آج بچھڑ گئی جوڑی

اس شعر سے ایک نہایت ہی دردناک سین کا حال کھلتا ہے۔کسی کا جنم بچھوہا ہوگیا ہے۔جسم تو پڑا ہے مگر جنبش حرکت بظاہر تمام علامات زندگی کے مفقود ہین اور کوئی آس باقی نہیں رہی ہے کہ پیارا بیٹا پیارا خاوند پیارا بھائی جی اُٹھیگا۔ لیکن پھر بھی ساری نگاہ جسم کی طرف ہی ہے۔ اُسی کیطرف ٹکٹکی بندھی ہوئی ہے اور اُسی کو ایک حسرت بھری نگاہ سے سب دیکھ رہے ہین اور دل مین مسوس مسوس کر یہ خیالات اُٹھتے ہین کہ اس جسم کے ساتھ کیسے کیسے گہرے تعلقات تھے۔اسکے ساتھ کیسے کیسے عیش کئے گئے۔اب اس سے جدائی ہمیشہ کے لئے ہوتی ہے۔کچھ دیر مین یہ جلا کر خاکستر یا زیر زمین دفن کر دیا جائیگا۔اس آخری وقت مین جس حسرت کی نگاہ سے اس جسم کی طرف دیکھا جاتا ہے اُس سے ظاہر ہے کہ گویا یہ سمجھا جا رہا ہے کہ جو کچھ ہے یہ جسم ہی ہے اور موت کے ایسے نظارون مین دیکھا گیا ہے کہ جسم کے اُٹھتے ہی وہ ماتم بپا ہوتا ہے اور وہ شور و شیون کی صدائین بلند ہوتی ہین کہ سننے والون کا کلیجہ پھٹتا ہے۔

سوامی دویکانند فرماتے ہین کہ دو طرح کے خیالات کے آدمی دُنیا مین دیکھے جاتے ہین۔قطع نظر اُس خیال سے جسمین بعد مرگ کوئی ہستی نہین مانی جاتی ہے۔بعض کا یہ خیال ہے کہ آدمی روح ہے اور جسم رکھتا ہے یعنی مجسم ہے اور بعض کا یہ کہ آدمی جسم ہے اور روح رکھتا ہے یعنی ذی روح ہے۔ پہلے خیال کے لوگ کسی کے مرنے کا ذکر کرتے وقت یون کہتے ہین کہ فلان نے جسم کو چھوڑا یا یون کہو کہ فلان نے چولا چھوڑ دیا یا فلان کا دیہانت (انتقال) ہوگیا۔ دوسرے

خیال کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ "جان بحق تسلیم کرد - یا جان داد" ایک خیال مین روح پر زیادہ زور دیا گیا ہے اور دوسرے مین جسم پر - دوسری طرح کا خیال فارسی اور اُردو شعرا کے کلام مین بیشتر پایا جاتا ہے چنانچہ نظیر اکبر آبادی کے چند اشعار تمثیلاً بطور اقتباس درج کئے جاتے ہین -

اشعار

کیا کہین عالم مین ہم انسان یا حیوان تھے
خاک تھے کیا تھے غرض اک آن کے مہمان تھے
ایک دن اک استخوان پر جا پڑا میرا جو پانون
کیا کہون اُسوقت میرے دلمیں کیا کیا دھیان تھے
پانون پڑتے ہی غرض اُس استخوان نے آہ کی
اور کہا ظالم کبھی ہم بھی تو صاحب جان تھے
دست و بازو سر و گردن شکم پُشت و کمر
دیکھنے کو آنکھ اور سُننے کے خاطر کان تھے
ابرو و بینی جبین نقش و نگار و خال و خط
لعل و مروارید سے بہتر لب و دندان تھے
رات کو سونے کو کیا کیا نرم و نازک تھے پلنگ
دن کی خاطر بیٹھنے کو طاق اور ایوان تھے
لگ رہا تھا دل کہین چنچل پریزادونکے ساتھ
کچھ کسی سے عہد تھے اور کچھ کہین پیمان تھے
گلبدن اور گلعذارون سے کنار و واسطہ
کچھ نکالی تھی ہوس کچھ اور بھی ارمان تھے
ہو رہے تھے چہچہے اور مچ رہے تھے قہقہے
ساقی اور ساغر صراحی عطر پھول اور پان تھے
ایک ہی چلکر اجل نے آن کر ایسا دیا
نہ تو ہم تھے نہ وہ سارے عیش کے سامان تھے
ایسی بیرحمی سے مت رکھ پانون ہم پہ اے **نظیر**
او میان ہم بھی کبھی تیری طرح انسان تھے

ان اشعار مین استخوان کا یہ کہنا کہ "ہم بھی تو صاحب جان تھے" سوامی وویکانند کے ارشاد کی پوری تائید کرتا ہے - لیکن تعجب کے ساتھ دیکھا جاتا ہے کہ ایسا ہی خیال فارسی اور اُردو کے ہندو شعرا کے کلامون مین بھی باندھا گیا ہے جسکی ظاہر وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ مسلمان شاعرون کے کلام کا تتبع اُنہون نے بھی کیا ہے - چنانچہ ایک ہندو[ع] شاعر کے یہ چند اشعار خود ادیب سے منتخب کرکے نمونۃً ذیل مین درج کئے جاتے ہیں - ؎

غیرتِ خلد برین تھی جنکے قدمون سے زمین
اب وہ دہقان آہ ہین شہر خموشان مین مکین
جھونپڑون میں رہنے والے اب کہان ہین وہ غریب
سوگئے کیون گوشۂ مرقد مین وہ حرمان نصیب
کنج تاریک لحد مین اب بسیرا اُن کا ہے
نقش عبرت خاک پر اب آہ پُتلا اُن کا ہے
کیا ابد تک آ[...]ون سوتے رہین گے خاک مین
کیا نہ آئے گا تغیر گردش افلاک مین

جنکی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ وہ شہر خموشان مین مکین ہین یا گوشۂ مرقد مین سوگئے ہین وہ تو ہندؤن کے عقیدہ مین اپنے اپنے افعال کے مطابق یا تو بہشت کو گئے ہین یا آدمی یا جانور ہوکر پھر پیدا ہوئے ہونگے - وہ کہان اور گوشۂ مرقد کہان اور پھر اس مرقد سے اُن کا اُٹھنا کیسا جنکی جُدائی کا افسوس کیا جا رہا ہے - وہ کچھ اجسام نہ تھے جو زیر زمین

[ع] ہندو نہین عیسائی - ایڈیٹر

کئے گئے بلکہ وہ ایک ایسی ذات تھی جسکو نہ معلوم ایسے کتنے
اجسام حاصل ہوئے ہونگے جو یکے بعد دیگرے فنا ہوئے
اور اسوجہ سے کہ کہین جسم ہی کو عین ذات نہ سمجھ لیا جاسے
ہندو اُسکو جلا کر خاکستر کر دیتے ہیں۔

پہلا خیال جسمین روح پر بمقابلہ جسم کے زیادہ زور دیا
گیا ہے بلکہ روح ہی عین حقیقت سمجھی گئی ہے اور جسم کچھ نہین۔
ہندوؤن کے تصوفانہ وشاعرانہ کلام مین بیشتر پایا جاتا ہے۔
چنانچہ تمثیلاً گورو نانک کا ایک پد ذیل مین درج کیا جاتا ہے۔

پد

سادھو یہ تن متھیا جانو
یا بھیتر جو رام بست ہے سانچو (بمعنی جھوٹا) تاہہ پہچانو
یہ جگ ہے سمپت سپنے کی دیکھ کہا ایڑانو
سنگ تہارے کچھو نا چالے تاہہ کہا لپٹانو
استُت (یعنی مدح) نندا (و مذمت) دوؤ پرہر (بمعنی چھوڑ کر) ہری کیرت اُر (یعنی دل) آنو
جونانک سب ہی مین پورن ایک پُرش بھگوانو

साधो इह तन मिथ्या जानो ।
या भीतर जो राम बसत हैं सांचो ताहि पछानो !
इह जग है संपति सुपने की देख कहा ऐड़ानो ।
संग तिहारे कछु ना चाले ताहि कहा लपटानो ।
अस्तुति निन्दा दोऊ परिहरि हरिकीरति उर आनो।
जो नानक सबही में पूरन एक पुरुष भगवानो ।

اگرچہ یہ ایک ایسا معمّا ہے جسکے متعلق حافظ شیرازنے
یہ فرمایا ہے **مصرع** کہ کس نکشود ونکشاید بحکمت این معمّارا + مگر ہم
یہ دیکھنا چاہتے ہین کہ حکماے قدیم وحال دونون نے جنہون
نے اس معمّے کو حل کرنے کی کوشش کی ہے آخر کیا راے اس
مسئلے کے متعلق قائم کی ہے اور پھر اُسکے بعد ہم یہ دیکھنا چاہتے ہین
کہ اگرچہ بقول حافظ شیراز کسی نے بذریعہ حکمت اس معمے کو حل
نہین کیا ہے لیکن جنکی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ اُنکو اس قسم کے
اسرار کی خبر بذریعہ القا ہوئی ہے اور اُنہون نے اصل
حقیقت کو دریافت کر لیا ہے ۔ اُن لوگون کا اس بارہ مین کیا
بیان ہے۔

اگرچہ زمانہ حال مین جبکہ سائینس کی بہت ترقی ہو رہی
ہے جگہ جگہ یہی غور ہو رہا ہے کہ آسایش جسم کی غرض سے اچھی
اور کون کونسی تدابیر اختیار کی جائین اور کون سے نئے نئے علوم
کا سہارا لیا جاسے جس سے ہم اپنے اس جسم کی ایسی حفاظت
کر سکیں کہ اُسمین کوئی خرابی نہ پیدا ہو اور اگر ہو تو اُسکا دفعیہ
فوراً ہی علم کے زور سے کر دیا جاسے ۔ تاہم اس ترقی یافتہ دَور
مین اب بھی کبھی کبھی یہ سوال لوگون کے دلون مین اُٹھتا ہے کہ کیا
یہ جسمانی یا ظاہری حظایظ وہ انتہائی حظایظ نہیں جنکے پرے
کوئی راحت یا آنند نہین ہے ؟ جب یہ سوال جاگزین ہوتا ہے
تو ہمارے دلون مین یہ خیال بھی بڑے زور سے پیدا ہوتا ہے
کہ اگر کوئی ایسا سُکھ یا آنند ہے جو ہمارے ان جسمانی یا ظاہری
حظایظ سے پرے ہے یا جُدا ہے تو وہ ہمکو کیسے حاصل ہو۔
سب سے پہلے تو یہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے اس
جسم کثیف کے چھوٹنے کے بعد ہماری کوئی ہستی رہتی ہے
یا نہین ۔ یہی سوال زمانہ قدیم مین رشیون کے دلون مین
پیدا ہوا تھا "جب کوئی آدمی مر جاتا ہے تو وہ کہان جاتا ہے؟
بعض کہتے ہین کہ وہ موجود ہے اور بعض کہتے ہین کہ وہ نہین
رہا ہے ۔ اے ایم دیوتا کہو سچ بات کیا ہے"؟ اس سوال
سے ظاہر ہے کہ دو طرح کے عقائد رکھنے والے زمانہ قدیم سے

چلے آرہے ہین - ایک وہ جو ہستی بعد مرگ کے قائل نہین ہین
کیونکہ اُنکا یہ بیان ہے کہ اسکا کوئی ثبوت نہین ہے کہ جسکو
کانشس نس Consciousness یعنی قوت
ہستی خود کہتے ہین وہ بعد مرگ قائم رہتی ہے - دوسرے
وہ لوگ ہین جو نہ صرف اس بات کے قائل ہین کہ ہستی
بعد مرگ ہے بلکہ اس بات کے بھی کہ وہ ہستی یا زندگی ابدی
ہے - فرقۂ اول الذکر مین - ہندوستان کے قدیم چارواکی -
سوبھ با دی - درون مت الو یائی اور بودھ اور یورپ کے
زمانۂ حال کے حکماے مادئین شامل ہین - اور فرقۂ ثانی الذکر
مین ہندوستان کے دویت - وششتا دویت وادویت
وغیرہ مت والے اور دیگر وہ لوگ شامل ہین جو کسی نہ کسی شکل مین
ہستی بعد مرگ یا عقبیٰ کے قائل ہین -

اب دیکھنا چاہئے کہ جو لوگ ہستی بعد مرگ یا یون کہو کہ روح
کے قائل نہین ہین اُنکے کیا خیالات ہین - ان لوگون کا یہ
بیان ہے کہ ہمکو صرف صفات کا علم ہوتا ہے جسکو ذات
کہتے ہین ہمکو اُسکا علم نہین اور اسلئے اُسکے وجود کو ماننا فضول
ہے - وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمکو صرف تغیرات کا علم ہے - کسی
غیر متغیر شے کا ہمکو علم نہین ہے اور اسلئے ہم اُسکے وجود
کے قائل نہین اور چونکہ یہ لوگ صرف صفات کے قائل ہین اسلئے وہ
صرف شواہد یعنی ظاہری باتونکے ماننے والے ہین اور اسیوجہ سے
وہ نہ خدا کے قائل ہین اور نہ روح کے یہی عقیدہ زمانۂ قدیم مین
بودھ مذہب کے لوگون کا تھا اور زمانۂ حال مین میٹریلسٹ
Materialist حکماے یورپ کا بھی یہی عقیدہ ہے -

بُدھ مذہب مین آدمی کیا ہے ایک مجموعہ ہے صفات
کا - صفات پانچ اقسام کے ہین (۱) صفات مادی جسکو روپ
نام دیا گیا ہے - (۲) محسوسات جسکو ویدن वेदन کہتے ہین
یعنی جنکا علم ہمکو حواس خمسہ کے ذریعہ سے ہوتا ہے - (۳) خیالات
(۴) سنسکار संस्कार یعنی افعال وخیالات کے نقش
جو من یا چت پر ہوجاتے ہیں اور (۵) وگیان विज्ञान
یعنی ادراک یہ پانچ اسکندہ स्कंध کہلاتے ہیں جنکا
مجموعہ آدمی ہوتا ہے - اسمین جسم - من - بُدھی یعنی قوت
خیال وادراک وغیرہ سب شامل ہین - چونکہ یہ سب صفات
لمحہ لمحہ یعنی چھن چھن پر بدلتے ہین اسلئے اس مذہب کے لوگون
کو چھنک وگیان وادی क्षणिक विज्ञानवादी کہتے
ہین - کوئی آدمی دو لمحون مین ایک ہی نہین رہتا ہے یعنی ایک
لمحہ مین جو تھا دوسرے لمحہ مین وہ نہین ہے اور اسکے اندر
کوئی ایسی شے نہین ہے جو اُن دو لمحون مین بلا تغیر برابر
قائم رہتی ہے - یعنی کوئی ہمیشہ رہنے والی چیز جسکو روح کہتے
ہین نہین ہے - اگرچہ یہ لوگ روح کے قائل نہین ہین مگر ایک
معنی مین یہ بھی ہستی بعد مرگ کے قائل ہین کیونکہ انکے یہاں
بھی تناسخ کا عقیدہ ہے جو اسطرح ہوتا ہے کہ جب کوئی جانور یا
آدمی مرتا ہے تو اُسکے افعال کے مطابق سُکھی یا دُکھی حالت مین
ایک نیا آدمی یا جانور پیدا ہوجاتا ہے - یہ جو حواس خمسہ ہین اُنکے بیرونی
دُنیا سے ملنے کیوجہ سے محسوسات کی ابتدا ہوتی ہے اور ان محسوسات
سے خواہشات کو پورا کرنے کے لئے ایک طبعی ہوس پیدا ہوتی ہے جسکو
ترشنا (तृष्णा) نام دیا ہے - جب یہ ہوس پیدا ہوگئی تو
اس ہوس کو بجھانے کے لئے خواہشات کی طرف من کی
روانی شروع ہوتی ہے جسکا نام اُپادان उपादान ۴
اور یہی اُپادان نئے آدمی یا جانور کی پیدایش کا باعث ہوتا
ہے - یہ کچھ نئی روح نہین ہے بلکہ جسطرح اوپر ذکر ہوا ایک

جدید مجموعہ اسکندھون کا پیدا ہوجاتا ہے۔ آدمی کی زندگی بھی تیل
بودھون کے مثل چراغ کی لَو کے ہے - چراغ ایک دیالی ہے
اور اُس دیالی مین تیل پڑا ہوا ہے، اور تیل کے اندر بتّی ہے جو
جلتی ہے - جیسے ایک چراغ سے دوسرا چراغ جلایا جاتا ہے
اور پھر اُس دوسرے سے تیسرا اسیطرح ایک نیا جاندار پہلے جاندار
کے مرنے کے بعد پیدا ہوتا ہے - دوسرے چراغ کی لَو پہلے
چراغ کی لَو نہین ہوتی ہے لیکن پہلی لَو کے بغیر دوسری لَو پیدا
نہیں ہوسکتی - کسی لَو کا وجود بغیر تیل کے قائم نہین رہ سکتا
بلکہ جب تک چراغ مین تیل ہے تب تک وہ لَو ہے - اسی طرح
ہر جاندار کا وجود بھی دنیوی خواہشات کے ساتھ تعلقات
پر منحصر ہے - جب چراغ مین تیل نہ رہیگا تو لَو خود بخود بجھ جائیگی
اور پھر اُس سے کوئی نئی لَو پیدا نہین ہوسکتی - اسیطرح خواہشات
کے مٹ جانے پر آدمی کے کُل اجزا اور اُسکی کل قوتین درہم
برہم ہوجاتی ہین اور کوئی نیا جاندار دُکھ اُٹھانے کے لئے
نہین پیدا ہوگا - کیونکہ بودھون کے عقیدہ مین زندگی کے
معنی ہی دُکھ ہین - اسطرح فنا ہوجانے یا مٹ جانے کو نجات
کہتے ہین جسکا نام بودھون مین نِروان ہے -

اب دیکھنا چاہئے کہ حال کے میٹیریلسٹ حکماے یورپ کے اس
بارہ مین کیا خیالات ہین ارنسٹ ہیکل (Ernest Haekal)
نامے جرمنی کے ایک فلاسفر نے تھوڑا عرصہ ہوا ایک کتاب
لکھی ہے جسمین وہ یہ لکھتے ہین کہ خدا، روح، اور عالم کے متعلق
جو غور ہوا ہے وہ دو طرح کا ہے اور دو طرح کے خیالات کے
آدمی دُنیا مین ہین - ایک وہ جو دوئی کے قائل ہین اور
دوسرے وہ جو صرف وحدت کے قائل ہین - دوئی کے
قائل وہ لوگ ہین جو یہ سمجھتے ہین کہ جسم جُدا ہے - روح
جُدا ہے - جسم فانی ہے - روح غیر فانی - اور ان دونون کا
ایک خالق ہے جسکو وہ خدا کے نام سے موسوم کرتے ہین -
اسکے برخلاف وحدت کے قائل لوگون کا یہ عقیدہ ہے کہ دُنیا مین صرف
ایک چیز ہے جو ایک ہی وقت مین خدا بھی ہے، عالم بھی ہے، جسم بھی ہے
اور روح بھی ہے، مادّہ بھی ہے اور قوت بھی ہے اور دونوں ایک
دوسرے سے کبھی جُدا نہین ہوسکتے - دوئی کے قائل لوگون کا خدا عالم
سے خارج ہے اور وحدت کے قائل لوگون کا خدا عالم کے
اندر ہے - ہیکل صاحب کہتے ہین کہ ہمارا یعنی وحدت کے قائل
لوگون کا یہ عقیدہ ہے کہ بغیر اسپرٹ یعنی روح کے مادہ کا وجود
قائم نہین رہ سکتا اور نہ وہ عمل پذیر ہوسکتا ہے اور اسیطرح
مادہ سے علیحدہ روح کی ہستی ممکن نہین ہے اور نہ وہ عمل پذیر
ہوسکتی ہے - وہ یہ کہتے ہین کہ ہمارا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ
مادّہ یعنی غیر محدود پھیلی ہوئی چیز اور روح یا قوت یا خیال
کرنے والی قوت جو کہ دو بڑی صفتین اُس محیط عالم موجود
بالذات شے کی ہین جسکو آپ چاہے جوہر الوہیت کہہ سکتے
ہین چاہے کچھ اور - اور جو تمام عالم مین پھیلی ہوئی ایک ہی
چیز ہے - یہ تمام عالم مین پھیلی ہوئی شے اپنے وجود کے دو
مختلف صفات ہم پر ظاہر کرتی ہے - ایک مادّہ یعنی غیر محدود
پھیلے ہوئے اجسام - اور دوسری روح یعنی کل کو محیط کرنیوالی
خیال کی قوت، یا اور کوئی دوسری قوت - تمام چیزین جو ہمارے
علم مین آتی ہین اور تمام افراد جنکی کوئی ہستی ہے، محض عارضی
اشکال یا حالتین اُسی ایک محیط عالم موجود بالذات شے کی
ہین - یہی حالتین مادّی اشیا ہین، جب ہمکو اُنکی نسبت وسعت
کا خیال ہوتا ہے - مگر وہ حالتین قوت ہین جبکہ خیال کی
یا قوت کی شکل مین ہین - ہمارے نزدیک مادّہ اور تحریک

پیدا کرنے والی قوتین ایک ہی شے کی جسمین اُنکا قیام ہے ایسی
دو صفتین ہین جو ایک دوسرے سے جدا نہین ہو سکتین یہ خیال
ویدانت سے کسقدر مشابہ ہے۔ اسے ہم آگے بتائینگے۔

ہیکل صاحب کے نزدیک بعد مرگ کچھ باقی نہین رہتا۔
اُنکے نزدیک کوئی عقبیٰ نہین ہے جیسے جسم فنا ہوتا ہے ویسے ہی
روح بھی فنا ہو جاتی ہے۔ تخم پدر و خون مادر کے ملنے سے
جیسے ایک نئے شخص کا جسم پیدا ہوتا ہے ویسے ہی اُسی
تخم اور اُسی خون کے ذریعہ سے جنمین والدین کی روحانی
قوتون کا اثر رہتا ہے ایک نئی روح پیدا ہوتی ہے۔ کہین
باہر سے نہین آتی ہے اور اگر کسی کا سلسلہ توالد بند ہو گیا تو
جاننا چاہئے کہ جسم اور روح دونون کا سلسلہ منقطع ہو گیا پھر
نہ کوئی جسم ہے اور نہ کوئی روح ہے جہانتک اُسکے سلسلہ سے
تعلق ہے۔

اب دیکھنا چاہئے کہ جو لوگ ہستی بعد مرگ کے قائل نہین
ہین۔ اُنکا یہ خیال کہانتک صحیح مانا جا سکتا ہے۔ پروفیسر ہیکل
نے علمی طور پر عالم کی تنقیح کرتے وقت اپنی ایک کتاب مین یہ
لکھا ہے کہ ہمکو علم صرف تین چیزون کا ہے یعنی یہ کہ مادہ ہے۔ قوت ہے
اور کانشنس نس (Consciousness) یعنی اپنی ہستی کا
وقوف ہے اور ان تینون کا آپسمین تعلق ہے۔ علمی تجربات
سے ہمکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اینمین سے مادہ ازلی و ابدی
ہے اور اسیطرح قوت بھی لافانی ہے۔ اس پر سے طبعی طور پر
یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کانشنس نس ہی جسکے ذریعہ سے
ہمکو مادہ اور قوت کا علم ہوتا ہے ازلی و ابدی نہین ہے؟ کیا
یہ برخلاف مادہ اور قوت کے فنا پذیر ہے۔ البتہ مادہ کی ابدیت
کو ہم کیمیائی ترازو کے ذریعہ سے ثابت کر سکتے ہین اور اسیطرح
جب ہمکو ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی قوت ضائع ہو رہی ہے
تو ہم فوراً یہ ثابت کر سکتے ہین کہ وہ ضائع نہین ہوئی ہے۔ بلکہ
وہ ایک دوسری قوت مین منتقل ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ ہم کسطرح
ثابت کرین کہ کانشنس نس یعنی وقوف ہستی کو بھی بقا ہے؟
اسکو تو ترازو مین تول کر نہین بتا سکتے ہین۔ لیکن یہ قرین عقل
نہین معلوم ہوتا ہے کہ جب مادہ اور قوت کو بقا رہتی ہے
تو صرف کانشنس نس ہی کو بقا نہین ہے۔ باوجود اس بات کے
کہ ہم یہ جانتے ہین کہ ہمارا علم جو کچھ ہے وہ کانشنس نس کی کسی
نہ کسی حالت سے باہر نہین ہے تعجب ہے کہ جس کانشنس نس کی
مدد سے ہمنے مادہ اور قوت کی ابدیت کو معلوم کیا ہے خود اُسی
کانشنس نس کی ابدیت کے متعلق ہم کچھ نہین کہہ سکتے۔ غرض کہ
حال کے علم کی یہ ایک عجب کمزوری ہے۔ یہ کہنا کہ مادہ اور قوت
دونون غیر فانی ہے اور پھر یہ کہنا کہ کانشنس نس جسکی یہ دونون
یعنی مادہ اور قوت حالتین ہین غیر فانی نہین ہین یہی معنی رکھتا
ہے کہ کسی درخت کے پھول پتے تو غیر فانی نہین مگر اُسکی جڑ
فانی ہے۔ بھگوت گیتا کا یہ قول ہے۔ "موجود سے غیر موجود
اور غیر موجود سے موجود نہین ہو سکتا" یعنی وجود سے عدم اور
عدم سے وجود نہین ہو سکتا چنانچہ جو ہیکلے کا نتیجہ ہے وہی ہندو
فلاسفی کا بھی ہے۔ اور اگر یہ صحیح ہے تو کیا وجہ ہے کہ کانشنس نس
کی نسبت جسکے ہست ہونے مین کوئی شبہ نہین کیا جا سکتا
ایسا کیون نہ کہا جائے کہ "چونکہ وہ موجود ہے اسلئے وہ
غیر موجود یعنی معدوم نہین ہو سکتی"۔

اب دیکھنا چاہئے کہ جو لوگ ہستی بعد مرگ کے قائل نہین
اُنکے کیا عقائد ہین۔ انمین سے کچھ تو یہ مانتے ہین کہ صرف
ایک ہی ہستی یا حقیقت ہے جو ازلی و ابدی ہے اور اگر بعض

دوسری جداگانہ ہستیان محسوس ہوتی ہین تو وہ یا تو اُسی ایک ہستی کے ظاہری شواہد یا اصلی تغیرات ہین۔اور بعض کا یہ عقیدہ ہے کہ جتنے اجسام ہین اُتنی ہی ہستیان جداگانہ ہین۔ ان عقائد کا ذکر تفصیل سے آگے آئیگا۔

غرضکہ متذکرہ صدر بحث سے یہ نتیجہ مستنبط ہوتا ہے کہ دو تھیوریان ہین یعنی دو قسم کے خیالات ہین۔

(۱) ایک یہ کہ ایک ہی شے کا وجود مانا جاسکتا ہے جسکی کوئی واقعی ہستی ہے چاہے وہ اسپرٹ یعنی روح ہو اور چاہے وہ میٹر یعنی مادہ ہو۔جو لوگ یہ مانتے ہین کہ روح ہی کا حقیقی وجود ہے اور دیگر وجود محض اعتباری یا مجازی ہین اُنکے نزدیک باقی دوسری چیزین جو محسوس ہوتی ہین وہ یا تو اُسی ایک حقیقی وجود کی محض ظاہری صورتین ہین یا اُسکے حقیقی تغیریافتہ اشکال ہین اور جو لوگ صرف مادہ کی ہستی کے قائل ہین اور باقی کسی چیز کے قائل نہین وہ یہ کہتے ہین کہ جسکو عام اصطلاح مین روح کہتے ہین یا من یا مائنڈ وہ اسی مادہ کی جسمانی ترکیب کا نسخہ ہے۔یا یون کہو کہ مادہ ہی کی ایک صفت ہے یا ارنسٹ ہیکل ایک محیط عالم شے کی ایک صفت ہے جسطرح جسطرح کہ خود مادہ اُسکی ایک صفت ہے۔یہ خیال اُن لوگون کو جو ظاہر بین ہین مقبول ہوتا ہے اور برخلاف اسکے عقیدہ اول الذکر اُن لوگون کو مقبول ہوتا ہے جو باطن بین ہین۔

(۲) دوسرا خیال یہ ہے کہ دو علیحدہ علیحدہ چیزون کا حقیقی وجود ہے۔یعنی یہ کہ روح علیحدہ ہے، مادہ علیحدہ ہے اور یہ دونون ایک دوسرے سے علیحدہ علیحدہ ہو کر رہ سکتے ہین۔کوئی تو مادہ اور روح دونون کے ازلی و ابدی ہونے کا قائل ہے اور کسی کا یہ عقیدہ ہے کہ مادہ اور روح دونون کا حقیقی وجود تو ہے مگر دونون مخلوق ہین۔یعنی یہ کہ اُنکی ابتدا ہے اور ان دونون کا پیدا کرنے والا بھی ایک ہے جو صرف ازلی و ابدی ہے۔باقی اور کوئی چیزین ازلی و ابدی نہین ہین۔ یہ تو حکما کے خیالات ہوئے۔اب دیکھنا چاہئے کہ رشیون کی نسبت ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اُنکو اس قسم کے حقائق کی دہارنا (الہام) ہوئی ہے یا یہ کہ اُنھون نے ان حقائق کو خود اوہیو (قیاس) کیا ہے جسکے یہ معنی نہین کہ بذریعہ القا یا الہام اُنپر سارے حقائق کھلے ہوئے تھے آخر اُن رشیون نے وید مقدس مین اس بارہ مین کیا فرمایا ہے۔ لیکن چونکہ یہ خود ایک طویل مضمون ہے اسلئے اسکو دوسرے نمبر پر ملتوی رکھا جاتا ہے۔انشاءاللہ تعالےٰ پھر لکھا جاتے گا۔

پربھولال

ستدرشن۔یعنی ویدارحق۔یہ ایک عارفانہ تصنیف ہے جسے ویدانت کا ماخذ سمجھنا چاہئے۔مصنف نے اپنا نام نہین ظاہر کیا لیکن کتاب زبان حال سے کہہ رہی ہے کہ مین کسی واقف کار کے قلم سے نکلی ہون طرز بیان سلیس و دلچسپ ہے اور باتون باتون مین عرفان و حقیقت کے بڑے بڑے مسئلے طے کئے گئے ہین۔انسان کی اصلیت ست چدانند ہے۔قیود مکان و زمان۔خودی کی ہتکلی۔مسئلہ جبر و قدر۔روح کی تعلیم و تربیت۔مراحل عرفان۔طمانیت قلب۔نجات اور سرور ابدی ایسے مہتم بالشان مسائل پر بالترتیب بحث کی گئی ہے۔جابجا اخلاقی نکتے اور سائنس کے بعض نازک اصول بھی بیان کئے گئے ہین۔ تزکیۂ نفس اور صفائے باطنی کو زندگی کا اعلی مقصد قرار دیا گیا ہے۔اور یہی سرور ابدی کا ذریعہ ہے۔کتاب دو حصون پر ختم ہوئی ہے اور مجموعی ضخامت ۳۷۰ صفحات ہے۔چھپائی صاف۔زبان کسیقدر قابل ترمیم۔شائقین "مینجر صاحب تھیاسوفیکل سوسائٹی بنارس" سے خط و کتابت فرمائیں۔

حُبِّ وطن

اسے فطرت کا خاصہ کہئے یا قدرت کا تقاضا- اسمین ذرا شک نہین کہ ہمین کوئی مقام ایسا پیارا دلفریب اور خوشنما نظر نہین آتا جیسا ہمارا وطن جسکی آب و گل ہمارے وجود کا جزء اعظم اور جسکی جان نواز ہوا- دلکش فضا- سہانا موسم- شاداب زمین یہ سب ہماری نظر اوّلین کا منظر بنی تھین- اور جب ہمنے کتم عدم سے نکلکر یہان آنکھین کھولی تھین- بھلا وہ خطّہ ہماری جانب سے ازدیاد محبت کا کیون دم نہ بھرے- جسنے سب سے پہلے ہمین دُنیا کا سبق دیا- جسکے آغوش مین ہمارا نشو و نما ہوا- جہان ہمنے بہار طفلی کے مزے لوٹے اور جس جگہہ وہ سادہ لوحی کا زمانہ گذرا جسے بچپن کہتے ہین- جسمین ہم غم جہان سے آزاد تھے- ہماری خوشیون مین رنج کا خلاملا نہ تھا اور ہمپر مشاغل اور تعلقات دنیوی کی گرانباری نہ تھی- بقول سروالٹراسکاٹ صفحۂ روزگار پر ایسا افسردہ دل اور پژمردہ خاطر ایک بشر بھی نہ ملیگا جسنے فخر اور مسرت کے ساتھ اپنی زبان سے کبھی یہ جملہ نہ کہا ہو "یہی میرا پیارا وطن ہے یہی میرا گھر ہے" کوئی سینہ ایسا نہین جسمین وطن کی محبت جاگزین نہ ہو اور کوئی انسانی طبیعت ایسی نہین جسمین اسکی الفت کے جذبات موجزن نہون- ادنی سے اعلی تک- بچّے سے بوڑھے تک کیا عالم کیا جاہل- سب کے سب بالعموم اپنے وطن کے جان نثار اور دلدادہ ہوتے ہین- اسکی محبت کا دم بھرتے ہین اور اسکی خدمت پر ہمیشہ کمربستہ رہتے ہین- عشق وطن مین نہ جہالت سدّراہ ہوسکتی ہے- نہ دنیا کی صعوبتین اُسمین خلل اندازی کرسکتی ہین- انسان کہین ہو- کیسی ہی حالت مین ہو وطن کی یاد نہین بھول سکتا- وطن سے باہر ایک عالم اُس سے سرد مہری کرے- وہ آوارۂ جہان ہوجائے- وہ مصائب جھیلے اُسکا سفر وسیلۃ الظفر ہو یا نموتۃ السفر اُسکا حال اس شعر کا مصداق ہوگا- ؎

بسکہ شد زنجیر پائم رشتۂ حُبِّ وطن

درسفر دائم چو سوزن چشم دارم در قفا

ہرحال مین اس خطہ کا اُنس- اس زمین کی الفت ضرور اُسکے دل مین جگہہ کئے ہوئے ہوگی- وہ یاد وطن مین محزون ہوگا اور بیرون وطن کے آلام و آفات یا عشرت و نشاط سے مُنہ موڑکر ایک روز مجبور ہوجائیگا کہ وطن کے رنج و راحت کا حظ اُٹھائے اور اُسمین حصّہ لے- اسی محبت کے ولولے نے بہت سی قومون کو زاویۂ گمنامی مین چین نہ لینے دیا- اُنھین بیدار کرکے ادبار و ذلّت سے نکال دیا- اور سطح زمین پر اُنکا نام روشن کردیا- گو انقلاب زمانہ اور کج رفتاری فلک سے اُنھین وہی بلند پایگی اور رفعت حاصل نہ رہی- اس گردش چرخ کی وجہ سے کمال و زوال باری باری سے اقوام پر مسلط رہے اور اسنے جسے اُبھارا- اُسے غرقاب کرکے دکھا دیا- تاہم اگر کسی قوم کا چار دانگ مین ڈنکا بجا ہے یا بج رہا ہے تو وہ حُبِّ وطن کی وجہ سے- ورنہ وہ قومین جنھون نے وطن پرستی نہین کی- یا جذبات حُبِّ وطن سے جنکے سینے خالی رہ گئے یا جنکی طبائع مین دریاے جوش قومی موجزن نہین ہوا- مٹتی چلی گئین اور کبھی نہ اُبھرین-

یونان اور روما کی عظیم الشان سلطنتیں اب نیست و نابود ہو چکی ہین مگر جس زمانہ مین اُنکی کشورکشائی اور فرمانروائی کا آفتاب نصف النہار پر درخشان تھا اور ایک عالم اُنکی قومی ترقی کا لوہا مانے ہوئے تھا-جب اُنکے جھنڈے بڑے بڑے ملکون پر لہرارہے تھے تو اُن اسباب مین جو اس قابل رشک عروج کی بنیاد ڈالنے مین محرک ہوئے تھے ایک بڑا سبب حب وطن بھی تھا-یونان کے بچے بچے کو اپنے ملک پر فدا ہونے کا سبق الف بے کے ساتھ ہی دیا جاتا تھا-پیریکلیز نے اپنی ایک تقریر مین کہا تھا کہ ہم اپنے ملک کے اُن باشندون کو جنھین ملک کا خیال نہین اور جو اسکی بہتری اور بہبودی کے معاملات مین دلچسپی نہین لیتے-صرف غیر ضروری ہی نہین سمجھتے بلکہ اُنکے عدم اور وجود کو مساوی جانتے ہین اور فی الحقیقت ملک کو ایسے اشخاص سے کوئی فائدہ نہین پہونچتا-روما کہنے کو ایک شہر تھا مگر ایک زمانہ ایسا بھی ہو چکا ہے جب سات پہاڑیون کی اس چھوٹی سی آبادی نے تمام عالم کو ہلا ڈالا تھا-جاپان ایک صدی پہلے ایک تیرہ و تار وشہ مین پڑا تھا اور اب تمام دُنیا کے مُدبّر-عقلمند اور طاقتور ملکون مین اُسکا شمار ہوتا ہے-اسکی ترقی اور عروج کے اسباب کو بھی جب آپ غایر نظر سے دیکھین گے تو حُبّ الوطنی کو ضرور جزو اعظم پائین گے-وہان کے بچون کو مان کی گود ہی مین بارہا اس قسم کی باتین سُننا پڑتی ہین کہ "اے میرے پیارے بچے جاپان کا سپوت ہے-تیرے بزرگون کی عزت و آبرو تیرے تھ ہے اور جاپان کی ترقی اور حفاظت کا انحصار تیری ذات پر ہے" جب اوائل عمر سے ایسی ذمہ داریان وہان کے ہر بشر گردن پر رکھدیجاتی ہین اور وہ اُنھین اپنی زیست مین نہایت کوشش اور جانفشانی کے ساتھ پورا کرتا ہے تو اُس ملک کا ستارہ اوج پر کیون نہو-

یہ تو ممالک غیر کے حالات ہین کچھ زمانۂ سلف کے اور کچھ حال کے-ہمین حُبّ الوطن کا سبق اپنی حاکم قوم سے بھی لینا چاہئے-انگلش قوم اگر آج روے زمین کے ایک بڑے حصہ پر حکمران ہے تو یہ کوئی تعجب خیز امر نہین-فی الحقیقت وہ ہزارہا خوبیان جنسے یہ بلند مرتبہ قوم مملو ہے اس بات کے متقاضی ہین کہ اسکا اقبال اور بڑھے، اسکی حدود سلطنت اور وسیع ہون، یہ اپنے محکومون پر ایک زمانۂ نامعلوم تک سایہ فگن رہے، اور اسکی برکتون سے ایک عالم یون ہی فیضیاب ہوتا رہے-جس جگہ ملک اپنے ہر باشندے سے یہ کہے کہ "اے برطانیہ کے رہنے والے-دیکھ مین نے تیرے لئے کیا کیا کردیا' اب تو دکھا کہ تو نے میرے لئے کیا کیا کام کئے-مین تجھ سے امید رکھتا ہون کہ تو اپنے فرض کو بجا لائیگا" جس جگہ نیلسن ایسے کئی محبّانِ وطن دمِ واپسین تک اپنے فرائض ملکی انجام دینے مین سرگرم رہے ہون-جہان ملٹن کی یہ دعا صبح و مساہر بچہ کی زبان سے ادا ہو کہ "اے خدا جسنے اپنے افضال بے پایان سے اس سلطنت برطانیہ کو بنایا ہے اور رفیع الشان اور شایان رشک کر دکھایا ہے اُسے مع اُسکے مقبوضات کے قائم رکھ" جہان ٹینیسن اپنے چھوٹے سے جزیرے-اپنی قوم کی یکجہتی-ہم خیالی ہمدردی اور آزادی پر نازاں اور دیگر اقوام یورپ کی خانہ جنگیون اور انقلاب حکومت کی تضحیک کرتا ہوا خدا سے اُسکے تحفظ اور بقا کے لئے استدعا کرے-جس جگہ ہر متنفس اس بات کا قائل ہو کہ ذاتی فرائض کی پابندی اور انجام دہی قومی عظمت اور قومی ناموری کے راستے پر لے جاتی ہے، ایسی قوم اگر فرمانرواے ہفت کشور ہو جاے تو کونسی انوکھی بات ہے-

مختلف ممالک اور مختلف اقوام کی تاریخ کے اوراق اُلٹ پلٹ کر دیکھنے سے اس امر کا علم ہو جائیگا کہ کوئی ملک کسی زمانے مین محبّانِ وطن سے خالی نہین رہا۔ ہمارے ہندوستان مین بھی بہت سی مثالین ایسے وسازان ویارانِ وطن کی ملین گی جنھون نے اپنی زندگیان ایثار نفسی اور ملکی خدمت پر وقف کر رکھی تھین اور کر رکھی ہین۔ قلت اور زیادتی کے ساتھ یہ خوبیان ہر قوم مین طبعی ہوتی ہین۔ زمانۂ گذشتہ مین اس ملک مین بھی انکا اظہار ایک معمولی رفتار پر ہوتا رہا۔ اصلی کام کرنے والے اپنے اپنے دھندون مین مشغولیت رکھتے تھے۔ انکی جانب سے نہ جوش تھا نہ خروش نہ ناظرین کی نگاہین اُنسے لڑی رہتی تھین۔ اب پانچ چھ سال سے یہان کا عالم جُدا ہو گیا۔ ادھر ہمالیہ سے راس کماری تک۔ اُدھر بنگال سے گجرات تک دیش بھگتی اور حُبِّ وطن کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ ہر دیوار و در بآوازِ دل پکار رہا ہے کہ ملک پر فدا ہو جاؤ۔ اپنی قوم کو ادبار سے نکالو، جاگو اُٹھو ع ہکل جلو رستہ ابھی بے خطر ہے + اس ہمّت اور جرأت دلانیوالی خوشگوار اور دلپذیر آواز کے ساتھ ہی ایک نا عاقبت اندیش اور گمراہ گروہ کی ایک وحشت ناک صدا بھی کانون مین آتی ہے کہ اے اہل قوم بہت سو چکے اب ہوشیار ہو جاؤ۔ حاکمون سے حکومت طلب کرو۔ ندین تو جبراً لو۔ ہتھیار سنبھالو پھانسی چڑھو فنا ہو جاؤ مگر ملک کو نجات دلا دو۔ لیکن ہمین اپنی شومی طالع پر سخت افسوس آتا ہے کہ ایک زمانہ کی کش مکش کے بعد سدیشی تحریک کی بنیاد پڑی مگر اسکے بھی دو متضاد پہلو نکلے۔ یہ ایک نہایت نیک سعید اور پاک خیالات اور محسوسات کا نتیجہ ہے جسکا موضوع نیک نیتی آشتی اور صلح پر مبنی ہے، جسکی ترقی مین علی العموم تمام باشندگانِ ہند کیا ہندو کیا مسلمان سب شریک حال ہین اور جسکی نسبت ایک روشن دماغ اور نازک خیال کی رائے سے سب کو اتفاق ہے جو یہ ہے۔ ؎

داخل مری دانست مین یہ کام ہے پُن مین
پہونچائیگا قوت شجرِ ملک کی بُن مین
تحریک سدیشی پہ مجھے وجد ہے اکبر
کیا خوب یہ نغمہ ہے چھڑا دیس کی دُھن مین

مگر جب یہ محبّت مغویانہ خیالات سے پُر ہو گئی اور عقل کا غلبہ اُس پر نہ رہا تو اس تحریک کا دوسرا پہلو پیدا ہوا جسنے پہلے بائیکاٹ کی صورت اختیار کی اور پھر انارکی کا ہیولی تیار ہوا۔ اس نیک کوشش کا یہ دوسرا حصّہ بہت شرمناک ہے۔ ہمارے مذہب وعقائد۔ ہمارے عادات و آداب کے بالکل برعکس ہے۔ ہماری فلاح مین حائل اور ہماری ترقی کے لئے نہایت ہی نحس اور زبون ہے۔ اس راہ پر چلنے والی بدخواہ جماعت نے جو کجروی اختیار کی ہے وہ بہر طور قابل نفرت وحقارت ہے۔ برٹش قوم کی بے لوث حکومت۔ انصاف اور رعایا پروری سے کونسا بشر ہے جو منکر ہو گا۔ چورون اور رہزنون سے نجات۔ جان ومال کی حفاظت۔ مذہب کی آزادی۔ دیگر ممالک کے حملون سے بیفکری۔ تعلیمی اور تمدنی ترقی۔ خوابِ غفلت سے ہماری بیداری اور فلاح عامہ کے بہت سے کام تار۔ ڈاک۔ ریلوے۔ آبپاشی۔ رلیف فنڈ۔ شفاخانجات وغیرہ یہ چند اُن بے شمار فوائد مین سے ہین جو ہمین انگریزی سلطنت کی بدولت نصیب ہوئے۔ اُس گروہ سے کوئی پوچھے کہ ایسی رحمدل اور شفیق حاکم جماعت سے برسرِ پیکار ہونا کونسی عقلمندی ہے۔ اس سے زیادہ حکومت کی جانب سے اور مراحم خسروانہ کیا ہو سکتے ہین۔ اگر ملک کی ترقّی کے لئے ایک گروہ نے گشت وخون ہی کو

اپنا مسلک ٹھہرایا ہے۔ تو اُسے باب کامرانی تک پہونچنے کی اُمید
منقطع کردینی چاہیے۔ حاکم قوم اور اُسکے اختیارات کے مقابل
چند بداندیش اشخاص کا اجتماع کچھ نہین کرسکتا۔ گورنمنٹ اور
ملک کے سربرآوردہ اصحاب اسکی بیخکنی اور انسداد مین کوشان
ہین۔ ایک نہ ایک دن فرداً فرداً اس جماعت کے ممبر کالعدم
ہوجائینگے۔ نہ انکی ذات سے کسی کو استفادہ پہونچے گا۔
نہ اُنسے وطن کی خدمت ہوسکے گی۔ انھین اب بھی اپنی حرکات
ناجائزہ سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ کیونکہ صبح کا بھولا اگر شام کو
گھر آجاے تو اُسے بھولا نہین کہتے۔

ان دنون اپنے ملک کی محبت اور خدمت کے متعلق
کچھ ایسے لغو خیالات ملک مین پھیلے ہوئے ہین جنسے ہمین سراسر
نقصان پہونچ رہا ہے اور آیندہ اس سے زائد نقصان
پہونچنے کا احتمال ہے۔ حُب الوطنی اور محبِ وطن ان دو الفاظ
کا اطلاق فی زمانہ ہمین عجب طرح سے ہوا ہے۔ عموماً آجکل
وہ لوگ محبانِ وطن مین شمار کئے جاتے ہین جو پلیٹ فارم
پر کھڑے ہوکر تقریرین کرتے ہین یا پریس مین جاکر اخبار کی ایڈیٹری
کے اہم فرائض کو انجام دینے لگتے ہین خواہ وہ نوعمر اور
ناتجربہ کار ہی کیون نہون۔ کسی آدمی نے ایک معنویانہ مضمون
لکھا اور وہ قید کرلیا گیا تو اُسکا نام فنا فی القوم افراد مین لکھ
لیا جاتا ہے اور ایک جماعت کی جماعت اندھی ہوکر اسکی تحریر
کو وردِ زبان کرتی ہے اور اسکے لفظ لفظ پر فدا ہوتی ہے۔
یہان کے نوجوان اپنے اپنے خیال سے اٹلی کے میزینی بنے
ہوئے ہین اور اُنھین بھروسہ ہے کہ ملک کو ایسی ہی باتون
سے آزاد کرینگے اور خود اپنے حاکم ہوجاینگے۔ مگر "این خیال است و
محال است و جنون" جو قوم آشوب زمانہ سے کئی صدیان ہوئین پست ہوچکی ہو
جسکی ہمت ٹوٹ چکی ہے۔ جسمین ہزارہا کمزوریان موجود ہین وہ
کیونکر جلد ہوشیار ہوسکتی ہے۔ ہنوز بیدار ہوئے روز اول ہے
اور صدہا برس کی نیند کا خمار ابھی دور نہ ہوا تھا کہ سیلف گورنمنٹ کا
دعوی کرنے لگی۔ سمجھدار آدمی اس قسم کی کارروائیون کو جنکا
انحصار سراسر کم فہمی تعلیمی کمزوری اور ناعاقبت اندیشی پر ہے
کب حُب الوطنی کہین گے۔ محبِ وطن بنجانا آسان کام نہین
ہے۔ ایک فاضل انگریز مصنف کے خیال سے صرف وہی سچا
شیدائے وطن یا خادم قوم ہے "جو سب سے پہلے اپنے
حاکم کی نہایت فرمانبردار اور وفاکیش رعایا ہونے کی ذاتی مثال
عوام کے روبرو پیش کرسکے۔ قوانین رائج الوقت کا پابند
اور اُنپر پورا پورا کاربند ہو، اپنے وطن کے رسم ورواج کی مودبانہ
اطاعت کے ساتھ قدر کرے۔ اُن بدطینت اشخاص کی مخالفت
کو اپنا عین فرض سمجھے جو غیر تعلیم یافتہ جماعت مین ناراضی، ناموافقت،
ہلچل اور شورش کا بیج بوتے ہین۔ جو ایسے کامون کا جن سے
سلطنت کی پالیسی کو نقصان پہونچے انسداد کرے، خلقت
مین امن وصلح قائم رکھنے اور اسکے ساتھ انصاف کئے جانے
مین مدد کرے، اپنے ملک کی معلومات کے وسائل وذرائع کو
وسیع کرے، اُسکی اخلاقی اور تمدنی برائیون کے مٹانے مین
ہمہ تن کوشان ہو۔ صرف ایک ایسی ذات اس متبرک اور
معزز نام سے موسوم کئے جانے کا حق رکھتی ہے۔ اور یہ تمام
باتین اُنھین مین موجود ہونگی جو وطن کے سچے بہی خواہ ہونگے"۔
پس اس روش پر چلتے ہوئے جو بندگان خدا اپنے ملک کی
خدمت مین مصروف ہین وہ سب محبانِ وطن ہین۔ اسمین
نہ فصیح البیان کی تخصیص ہے نہ ایڈیٹری کا تفوق۔ ایک مذہبی
ریفارمر بھی پیٹریٹ Patriot کا کام کر رہا ہے۔ ایک

شاعر یا مصنف ملک کی ادبی خدمت انجام دے رہا ہے تاجر
ملک کو اُس شعبہ مین بلند پایہ بنا رہا ہے اور اسکے سرمایہ کی فزونی
اور فراوانی کی دُھن مین لگا ہوا ہے۔ کسی ماہر فن کی خدمت
جداگانہ ملک کو مشہور کر رہی ہے۔ مصور خاموشی کے ساتھ
چار دیواری مین رہکر بھی اپنی حیرت انگیز اور اچھوتی صناعیون
سے اپنے وطن کے نام کو شہرۂ آفاق کر رہا ہے۔ اسیطرح ہر شخص
جو ملک کیلئے خاص خاص باتون کے لحاظ سے مایہ ناز ہے
خادم وطن کہلائے جانے کے قابل ہے۔ انگلستان جب
نیلسن۔ ولینگٹن۔ گلیڈ اسٹون۔ برک جیسے صدہا ملکی خدمت انجام
دینے والے اشخاص پر فخر کرتا ہے تو ساتھ ہی شکسپیر۔ ملٹن۔
چاسر۔ واٹ۔ ولیم ہاروے۔ بیکن۔ نیوٹن۔ ڈارون۔ ہکسلے۔
ہرشل ایسے یگانۂ روزگار افراد کے نام پُکارے جانے
پر بھی فرط انبساط سے جامے مین نہین سماتا اور اُنھین سے
ہر ایک کی ذات پر اُسے یکسان ناز ہے۔

اسمائل صاحب نے کسی سال پیشتر حُبِ الوطن پر ایک مضمون
لکھکر اسکے نیک و بد دونون پہلو ظاہر کئے تھے۔ اُس مضمون
کے ایک حصہ کا ترجمہ اس موقع پر کچھ بیجا نہو گا۔ وہ لکھتے ہین
کہ مدت سے جس چیز کا نام حُبِ الوطن ہے وہ صرف قومی تعصب
اور بدظنی ہے جو آپس کے حسد۔ نفاق۔ غرور اور تنفر سے پیدا
ہوتی ہے۔ اسکا اظہار کسی کام کے کرنے سے نہین کیا جاتا
بلکہ صرف شیخیت سے۔ شور وشغب سے۔ ہاتھ پاؤن
پیٹنے سے۔ مدد کے لئے چلانے پکارنے سے۔ جھنڈے
ہلانے سے۔ گیت گانے سے۔ زمانۂ ماضیہ کی صعوبتون
پر اور اس ظلم و تعدی پر جسکا ایک عرصہ ہوا ادا کردیا گیا،
زبان شکایت کھولنے سے حُبِ وطن کا راگ الاپا جاتا ہے۔
ایسی حُبِ الوطنی کے لئے دق ہونا اور درد سر مول لینا ایک بدترین
عذاب ہے جو کسی ملک پر نازل ہو سکتا ہے۔ مگر ایسی حقیر حُبِ الوطنی
کے ساتھ ایک نیک حُبِ الوطنی بھی ہے جو اُس ملک کو نیک
کامون سے تقویت دیتی اور بلند کرتی ہے۔ جو قوم اپنے فرائض
کو خلوص اور مردانگی سے پورا کرتی ہے، جو راست بازی، فراست
اور دیانت داری سے بسر اوقات کرتی ہے اور اپنی ترقی کیلئے
اُن وسائل اور مواقع سے مستفیض ہونے مین کوشش بلیغ
کرتی ہے جو وقتاً فوقتاً ہر چہار طرف سے آتی جاتی ہین۔ اور
وہ حُبِ الوطنی جو زمانہ سلف کے اُن بزرگان قوم کی یاد دلاتی
ہے اور اُنکی مثال پیش نظر کرتی ہے جنھون نے مذہب اور
آزادی کے معاملے مین کڑی سہکر اور تکالیف اُٹھا کر اپنے
لئے شہرت لازوال اور اپنی قومون کے لئے وہ حقوق اور
مراسم زندگانی جنپر وہ عقب سے قابض ہوئین۔ حاصل کئے۔
کسی قوم کی بزرگی اُسکے افراد کے قد و قامت اور اسکے مقبوضات
کی وسعت پر موقوف نہین ہے۔ ایک قوم اپنی آبادی اور ملک کے لحاظ
سے ممتاز ہونے پر بھی اصلی عظمت سے عاری رہتی ہے۔
یونان کچھ بڑا ملک نہ تھا۔ اٹیکا کی آبادی جنوبی لنکا شایر سے
کم تھی۔ مگر علم ادب فلسفہ اور حُبِ الوطنی کے خیال سے اُسکی
عظمت اپنی نظیر نہین رکھتی۔ قومی ترقی بھی شخصی محنت۔ قوت
اور راستبازی کا مجموعہ ہے جسطرح سے کہ قومی زوال شخصی کاہلی
خود غرضی اور گنہگاری کے یکجا ہونے کا نتیجہ ہے۔ جن باتون
کو ہم سوسائٹی کی بڑی بڑی بُرائیان شمار کرتے ہین وہ اکثر
پتہ لگانے پر کسی نہ کسی واحد شخص کی گمراہ زندگی کا ثمرہ ثابت
ہوتی ہے اور اُسوقت اُنکی بیخ کنی گو از روے قانون کردیجاتی
ہے مگر وہ بُرائیان کسی نہ کسی وقت دوسری صورتون مین

نمودار ہوئے بغیر نہین رہتین تاوقتیکہ ہر بشر اپنے طرز زیست
اور چال چلن کی پوری پوری اصلاح نہ کرے - اگر یہ خیال درست
ہے تو حُبّ الوطنی اور ہمدردی سے صرف یہی مراد نہین ہے
کہ قوانین مین تغیر و تبدل اور مراسم مین ترمیم و تنسیخ کیجاے بلکہ
ہر انسان کو ذاتی ترقی کے لئے اُکسانے اور مدد دینے کا نام
حُبّ الوطنی اور ہمدردی ہے - انسان پر بیرونی حکومت کا اثر
بالمقابل اتنا زیادہ نہین پڑتا جتنا کہ اسکی حکومت کا اثر خود اُسپر
پڑتا ہے - وہ آدمی غلام نہین ہے جسپر ایک خود مختار بادشاہ
حکمران ہو - بلکہ غلام وہ ہے جو اخلاقی جہالت - خود غرضی اور دیگر
بیشمار عیوب سے خوار و ذلیل ہے - وہ قومین جو دل کی غلام
ہین اپنے حاکم یا اپنے قوانین کے بدل جانے سے آزاد
نہین ہو سکتین اور تاوقتیکہ یہ خیال خام کہ قوم کی حُرّیت قطعاً
گورنمنٹ پر منحصر ہے واقع نہ ہو جائے - کسی ملک کی جماعت پر
حکام یا وہان کے قوانین کی تبدیلی کا اثر اتنا ہی کم دیرپا ہوگا
جتنا میجک لینٹرن کے تماشے مین تصاویر کا ادھر اُدھر ہٹا دینا
آزادی کی محکم بنیاد شخصی چال چلن پر دار و مدار رکھتی ہے اور
شخصی چال چلن ہی معاشرتی حفاظت اور قومی ترقی کا یقینی ضامن
ہے - جان اسٹوارٹ مل کا قول ہے اور سچا قول ہے کہ
جبر و تشدد کی حکومت کا کوئی اثر اُسوقت تک نہین پڑ سکتا
جب تک شخصیت اُسکی محکوم ہے اور وہ حکومت جو شخصیت
کو کچل دے اُسے حکومت خواختیاری کہہ سکتے ہو یا کسی اور
نام سے موسوم کر لو -

تمام قومون کی موجودہ صورت انسان کی پشت ہا پشت
کے افعال اور غور و خوض کا نتیجہ ہے - مستقل مزاج اور جفاکش
متقدمین نے اس کار عظیم کو انجام دینے مین ایک دوسرے کا ہاتھ
بٹایا ہے اور ہر ایک نسل پہلی نسلون کی مشقت سے تعمیر کی ہوئی
عمارت کو درجہ بدرجہ اونچا اُٹھاتی چلی گئی ہے - ایسے نیک کام
کرنیوالون کے لگاتار سلسلے نے صنعت و حرفت اور علم و ہنر
کے نامکمل ڈھیر مین ایک قسم کی ترتیب اور باقاعدگی پیدا
کر دی ہے - یون ہی رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ حال کی
نسلون کو اپنے بزرگون کی محنت شاقہ اور دانشمندی سے
کمائی ہوئی بیش بہا جاگیر بحق ورثہ سپرد ہوئی ہے کہ اُسے اور
آراستہ کرین اور آیندہ نسل کو نہ صرف جیسی کی تیسی سونپین
بلکہ پہلے کے بہ نسبت ایک بہتر صورت مین اُسے حوالہ کرین"-

ناظرین ملاحظہ کرینگے کہ اسمائل صاحب کی تحریر کا پہلا
حصہ کسقدر ہمارے حسب حال ہے - موجودہ حُبّ الوطنی کا خاکہ
ہندیون کے دماغ مین بجنسہ اسی صورت مین موجود ہے -
جیسا اوپر لکھا جا چکا ہے - ہمین چاہئے کہ اس سے سبق لین
اپنے اعمال و افعال کو درست کرین، فرداً فرداً اخلاقی ترقی
کرین، اکتساب علوم و فنون مین مصروف ہون، اور جن باتون
مین ہم دیگر اقوام سے پیچھے ہین اُنمین اپنی سعی وافر اور قوت بازو
سے برابر آ جائین - وطن کی سچی خدمت کے لئے آمادہ ہو جائین
اور استیصال انارکزم مین کوشش کرین - ایسا کرنے پر ہمین
یقین واثق ہے کہ زمانہ ہماری مدد کریگا اور ہم آستانۂ مرام
تک خود بخود پہونچ جائین گے -

قومی تعصب اور آپس کے تنفر کیوجہ سے ہم خود اپنے
عیوب و اسقام کے دیکھنے سے محروم رہ جائین گے اور وہ
ترقی جو پستی سے بلندی پر آنے کے لئے لابدی ہے ہمین
میسر نہو گی - دوسرون کے دست نگر اور محتاج ہونے پر بھی
بائیکاٹ کر دینا ہماری تجارت کے لئے کسقدر مضر ہو سکتا ہے؟

اسکا احساس صرف وہی اشخاص کرسکتے ہین جنھین ذاتی نقصان پہونچا ہے - ہمارا یہ خیال بالکل باطل ہے کہ ہم دیگر ممالک کو نقصان پہونچا کر خود استفادہ اُٹھا سکین گے - ایک ملک کی فلاح اور نمود ایک حد تک دیگر ممالک کی امداد پر منحصر ہے - ہندوستان کو ابھی کئی قرن درکار ہین - اس سے پیشتر کہ وہ جاپان - انگلستان اور امریکہ کی طرح اپنے حوائج ضروریات کو خود فراہم کرسکے اور ایسا ہونے پر بھی مبادلہ پیداوار کا مختلف ممالک کے درمیان جاری رہنا ایک دوسرے کے تجارتی کاروبار کے لئے نہایت ہی ضروری اور مفید ہے - ہندوستان کی موجودہ بدعملی اور بدامنی - انارکسٹ لوگون کی سرکشانہ اور سازشانہ حرکتین ہمارے ملک کی خدمت نہین کرتین بلکہ اسکی ترقی کی راہ مین حائل ہین - ہمکو یہ امر ذہن نشین کرلینا چاہئے کہ سلطنت برطانیہ ہمارے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے - بھارت ورش کی بگڑی حالت درست کرنے کے لئے اس حکومت کا وجود اور قیام بڑی امداد کا باعث ہوا ہے اور ہوگا - ابھی زمانہ نے وہ خانہ جنگیان - خونخوار لڑائیان جہالت کے دن - باہمی مخالفتین - غیر مطمین حالتین جو اس سلطنت سے پہلے ہند مین نظر آتی تھین بُھلا نہین دین اور اتنک اس صدی ڈیڑھ صدی کے بعد بھی اُنکی یاد اسے متوحش کردیتی ہے -

جے دیال سکسینہ

اشتہار

ہوم ڈپارٹمنٹ - گورنمنٹ ہند پبلک نمبر ۱۶۹۲ مقام شملہ - مورخہ ۲۴ - مئی ۱۹۱۱ء عیسوی

اعلیحضرت اقدس بادشاہ انگلستان اور قیصر ہندوستان نے پیغام مندرجہ ذیل ہندوستان کے مہاراجگان اور راجگان اور نوابان اور والیان ریاستہا اور روسا اور باشندگان کو ارسال فرمایا ہے -

مہاراجگان اور راجگان اور نوابان اور والیان ریاستہا اور باشندگان ہندوستان - ہمارے عزیز والد ماجد کی پُر غم اور ناگہانی وفات کے باعث ہم بہ حیثیت ایک عظیم الشان اور قدیمی خاندان کے وارث ہونیکے تخت نشین ہوتے ہین - بہ حیثیت بادشاہ اور قیصر ہونیکے ہم مہاراجگان اور راجگان اور نوابان اور والیان ریاستہا اور اپنی سلطنت ہندوستان کے تمام باشندگان کو سلام بھیجتے ہین - بعد ازان ہم تمام اقوام اور طبقات اور مذاہب مختلفہ ہندوستان کا دلی شکریہ ادا کرتے ہین - اُس موثر اور کثیر وفاداری اور دلبستگی کیلئے جو اُنھون نے اس موقع پر تاج سلطنت اور صاحبان تاج کی نسبت ظاہر کی ہے - علیا حضرت ملکہ وکٹوریہ مرحومہ نے جب ۱۸۵۸ء عیسوی مین زمام سلطنت ہندوستان کو اپنے دست مبارک مین لیا تھا تو اپنی رعایائے ہندوستان اور والیان ریاستہا کو خطاب فرمایا تھا اور اُنکے فرزند گرامی نے جو ہمارے والد محترم اور محبوب تھے اُسکے پچاس سال بعد اُس واقعۂ عظیم کی یادگار مین دوبارہ آپکو خطاب فرمایا تھا - یہ خطابات سلطنت شاہنشاہی کے مقاصد اور عزائم خسروانہ کے نشانات ہین اور اپنے تمام عہد سلطنت مین ہم نہایت دیانت سے اُنھین مقاصد کے پابند رہینگے - اعلیحضرت مرحوم کی فرمایش سے اور اُنھین کی مثال پر عمل کرکے ہم پانچ سال قبل اپنی ملکہ محترمہ کے ساتھ ہندوستان کو تشریف لے گئے تھے - اُس موقع پر ہمنے بڑی بڑی سلطنتون سے جنکا تواریخ مین ذکر ہے اور اس تمدن کی یادگارون سے جو ہمارے تمدن سے زیادہ قدیم ہے اور بود و باش قدیمی کے آداب اور رسوم سے اور والیان ریاستہائے ہندوستان اور اُن ممالک وسیعہ کے شہرون اور قصبون اور دیہات اور باشندگان سے ذاتی واقفیت حاصل کی تھی اور اُس عجیب سفر کے نہایت موثر حسیات و محبت آگین واقعات کبھی ہماری یاد سے کم یا فراموش نہین ہوسکتے - اُن اُمور عظیمہ اور مہمہ مین جنکی انجام دہی ہمارے ذمہ ہوگی ہمکو آپکی یادوفا اور باہمت ہمراہی پر پورا اعتماد ہے اور ہمکو یقین ہے کہ ہندوستان کی بہبودی مین جو ہمیشہ ہمارے مدنظر رہیگی ہم آپ سے پوری امداد کی توقع رکھ سکتے ہین -

حسب الحکم عالی جناب نواب گورنر جنرل بہادر اجلاس کونسل　　　اے - ارل - قائم مقام سیکریٹری گورنمنٹ ہند -

نینی تال

پیارے وددو!

قیامِ نینی تال اب اسقدر مختصر رہ گیا ہے کہ شاید یہان سے یہ آخری خط ہے۔ تمہارے یہان آنیکی مجھکو حسرت رہ گئی عجب جانفزا و نزہت افزا مقام ہے۔ تم دیکھکر بہت خوش ہوتے اور دل پر ایک کیفیت لیکر جاتے۔ بہرحال جب کبھی بھی آؤگے تو یہان کے مناظرِ زیبا تمکو مست و مخمور کردینگے۔ نیلا آسمان، ہواے جان پرور کے سرد جھونکے، برگہاے نوخیز کی ٹھنڈی و فرحناک سبزی، پھولوں کی نازک و رنگین پتّیان، سایہ دار کنجون کی تخیّل پرور تنہائی، فاختۂ دردمند کی دلدوز آواز، تمہین وارفتہ و مدہوش کردیگی! چونکہ فضا عموماً گرد سے صاف رہتی ہے، اسلئے چاندنی اتنی اُجلی، موثر و توبہ شکن ہوتی ہے، کہ تم دیوانہ وار گھر سے باہر نکل پڑوگے، نظر اُٹھا اُٹھا کر کبھی تارون کو دیکھوگے، کبھی ماہِ تابان کو، کبھی بیٹھ جاؤگے، کبھی کھڑے رہ جاؤگے، یہانتک کہ اسیطرح ساری رات آنکھون مین کٹ جائیگی!!

نسیم سحری طلوعِ آفتاب سے بہت پہلے تمہاری خوابگاہ مین آکر تمہین جگائیگی، کہ آس پاس کے درخت کی چڑیان نغمہ سنجیان کر رہی ہین، شبنم آلود گھاس پر موتیون کا انبار پڑا ہے، اُفقِ مشرق مین دولتِ ضیا لُٹ رہی ہے، گلہاے نازک و رنگین بے پردہ کھڑے ہین اور تم سو رہے ہو؟ یہانتک کہ ہواے شوق تمہین دور دور لیجائیگی، ناہموار بلندیون پر چڑھا کر دامنِ صحرا کا لطف دکھلائیگی۔ کمرِ کوہ پر پُرخم اور پُرپیچ راستے بتائیگی صاف و سرد پانی کے جھرنے دیکھوگے، جگہ جگہ پر چھوٹی چھوٹی کھیتیان نظر آئینگی، چڑیون کی میٹھی اور رسیلی آواز سنوگے، یہان وہان گلہاے خوشرنگ تمہین آگے بڑھنے سے روکین گے اُنکو دیکھوگے۔ مسرت سے مسکراؤگے، اُنکی نزاکت مانع ہوگی، مگر تمسے صبر نہوسکے گا، تم اُنھین توڑوگے، سونگھوگے اور بدمست ہوکر میٹھے رہوگے!

دوپہر اور جگہون کی طرح یہان کی بھی کسیقدر افسردہ اور سُنسان معلوم ہوگی، مگر یہان اُسوقت بھی ایک عالم ہوتا ہے۔ مناظرِ قدرت کا دلدادہ کسی بلند، سایہ دار، اور ٹھنڈے کُنج مین نرم گھاسون پر پڑا ہوا ہے اور تخیّل کی باگ چھوڑ دی ہے! کسی پاس کے پتھر سے پانی کے رسنے اور گرنے کی نرم آواز کانون مین پڑ رہی ہے اور ہواے خوشگوار کے خواب آور جھونکے اُسکے سر کے بالون کو اُلجھا رہے ہین کہ دفعتاً کسانون اور گلہ بانون کی تندرست لڑکیون کی بشاشت آمیز صدا کانون مین پڑتی ہے، وہ اُٹھ بیٹھتا ہے اور دیر تک محوِ نظارہ رہتا ہے، اسلئے کہ وہ عموماً خوش گلو، موزون اندام اور نظر فریب ہوتی ہین، اور گو اُنکا لباس بد قطع ہے، مگر اُنکا تناسبِ اعضا اہلِ نظر کے لئے صبر آزما ہوتا ہے! وہ عموماً بکریان چراتی ہوتی ہین، درختون کے نیچے بیٹھکر کپڑے سیتی ہین، بے باکانہ اُچکتی ہین، کودتی ہین، اور پھر غائب ہوجاتی ہین!!

پہاڑیون کی بولیان تمہاری سمجھ مین نہین آئینگی، مگر اُنکے پہاڑی گیت مین تم سادگی، گھُلاوٹ اور درد پاؤگے جسکے اثر سے تمہارا دل بھی محفوظ نہین رہیگا۔ وہ سناٹے کے عالم

مین جسوقت اونچی اور ولولہ انگیز لَے سے گاتے ہین تو اُنکی آوازین چٹانون سے اُچٹ اُچٹ کر دلون سے ٹکراتی ہین اور دیر تک ریشہ ہاے دل کانپتے رہتے ہین!

ان وقتون مین ہمارے پردار دوستون کی ادائین بھی کچھ کم دلفریب نہین ہوتین۔ حریص و بلا نوش گِدّ اونچی اور نکیلی چٹانون پر بیٹھے ہوے کسی جان بلب جانور کی موت کا انتظار کر رہے ہین۔ بدنیت اور دھوکہ باز کوّا اس طرح گردن موڑے بیٹھا ہے گویا کچھ نہین جانتا، مگر حقیقت مین اس تاک مین ہے کہ چیل نے جو شکار کیا ہے اُسے کھا لے۔ گلہری اُکڑو بیٹھی ہوئی اخروٹ کے چھلکے کتر رہی ہے۔ پہاڑی مینا کسی شاخ پر بیٹھی زبانہاے مختلفہ کی مشق کر رہی ہے اور اُدھر چند نفاست پسند طیور ٹھنڈے پانی مین غسل کر رہے ہین!

انھین تماشون مین تمھین شام ہو جائیگی اور غروبِ آفتاب کا عالم دیکھکر پھر تم سر دُھننے لگوگے، کیونکہ یہ وقت بھی یہان نہایت ہی نشاط انگیز ہوتا ہے۔ اُدھر آفتاب سر کوہ کی طرف جھُکا اور اُفقِ مغرب مین آگ لگی! لپکتی ہوئی سنہری کرنون سے تمام جنگل گلزار و روشن ہوگیا، تیتریان اُڑنے لگین، ہواے سرد کے جھونکے چلنے لگے، بلند نشین و تنہائی پسند طیور آشیانون کے قریب آبیٹھے۔ شفق پھولنی شروع ہوئی، ابابیلین اُڑنے لگین اور آفتاب غروب ہوگیا! اب گھاس نم ہونے لگی، پھول سرنگون ہوگئے، تاریکی پھیلنے لگی، چڑیان چُپ ہوگئین اور چارون طرف اندھیرا اور سناٹا ہوگیا! گہرے گہرے غار تاریک ہوگئے اور ویران بلندیون پر ہولناک سکوت چھا گیا۔

یہ نہ سمجھنا کہ فرصت ہوگئی۔ ابھی سر پر تارون بھری رات بیچین کرنے کو کھڑی ہے۔ مدّت کے جذبات خفتہ جاگ اُٹھین گے، حسرت دامنگیر ہو جائیگی، ہزارون آرزوؤن اور تمنّاؤن کا ہجوم ہو جائیگا اور خدا جانے تمہارا دل کیا کیا چاہنے لگے گا!

مگر تم کہوگے کہ ابھی تک مجھکو شہر نہین دکھایا۔ مین نے اسلیئے نہین دکھایا کہ وہان کچھ دیکھنے کے لائق نہین۔ بازارون کے مکانات عموماً پست، تاریک و بے فضا ہین جنمین کم مایہ اور ملازم پیشہ لوگ گرمیون بھر خانہ گیر رہتے ہین۔ تم اگر کسی ضرورت سے ان مکانات مین جاؤگے تو کئی بار تمہارے سر مین چوٹ لگے گی، اکثر سیڑھیون پر سے پیر پھسلین گے اور تھوڑی دیر کہین بیٹھنے نہین پاؤگے کہ دھوئین سے گھبرا کر اُٹھ کھڑے ہوگے۔ وجہ یہ ہے کہ جگہہ کی قلّت کے سبب باورچیخانہ قریب ہے اور نہ صرف باورچیخانہ ——— باورچیخانہ، نعمت خانہ، غسل خانہ، صحت خانہ۔ سب ایک جگہہ پر ہے، اور اس روش کے مکانات اسقدر کثیف اور گھنونے ہین کہ دیکھکر دم گھٹنے لگتا ہے۔ مگر غربت و افلاس نے صفائی و نفاست پسندی کے احساس کو اتنا کُند کر دیا ہے کہ اسطرح کا بھی کوئی مکان خالی نہین۔ البتہ انگریزون کی کوٹھیان اور با مذاق اہل وطن کے بنگلے، جو بازارون سے دور اور ایک دوسرے سے الگ الگ بلندیون پر واقع ہین، وہ حقیقت مین عیش و راحت کے ایوان ہین، جنمین ہر وقت ایک کیفیت رہتی ہے۔ رات کے وقت ان مکانات کی روشنیون سے پہاڑون پر چراغان ہو جاتا ہے۔ کسی بنگلے سے پیانو کی آواز آرہی ہے، کہین بادہ پرست انگریزون کے گلاس اور بوتل ٹکرا رہے ہین۔ روشن و آراستہ کمرون مین بتانِ فرنگ محوِ آرایش و سرگرمِ ناز ہین۔ ایکطرف افسرانِ اعلیٰ اور

فیل مرغ

انڈین پریس الہ آباد

جلیل القدر حکام سگارکشی واخبار بینی مین مصروف ہین، دوسری طرف سائبانون مین فراعنت پسند و دولت مند انگریز آرام کرسیون پر لیٹے ہوئے قہقہے لگا رہے ہین - انہین بنگلون کے قریب اور پہاڑون کی گود مین وہ بڑا اور خوشنما تالاب یا "تال" ہے جسمین رات کے وقت تارے نہاتے اور ماہتاب مُنہ دیکھتا ہے! اسکے چارون طرف ایک سڑک گھوم گئی ہے جسپر سایہ وار درخت لگے ہوئے ہین جنمین ارباب محبت شکایتہاے رنگین کے لیئے آبیٹھتے ہین - شام کے وقت سطح آب پر چھوٹی چھوٹی کشتیان دوڑتی پھرتی ہین اور اُنمین بادشاہان ملاحت تفریح و تعشق کا وقت گذارتے ہین!

آج تم تمام دن مناظر پرستی مین مصروف رہے کل کچھ احباب تمہین محفل رقص وسرود مین شریک کرینگے - مگر یہان تمہین گانے کا کچھ بہت زیادہ لطف نہین آئیگا - کیونکہ زبان و لہجہ کی ناقص واقفیت کے سبب اکثر ہمارے گیت اور غزلون کا خون ہوجاتا ہے - گو اُنمین بعض مستثنیات بھی ہین، خیر گانا نہ سہی مگر تم دیکھوگے کہ اہل محفل بہ ارباب ذوق و اہل نظر محو نظارہ ہوگئے - اسلیے کہ کیکی نگاہ غلط انداز دل مین اُتر گئی اور کسیکا قد رعنا آنکھون مین کھُب گیا!

فغان کین لولیانِ شوخ شیرین کار و شہر آشوب
چنان بردند صبر از دل کہ ترکان خوان یغما را

علی محمود

املاے اُردو

عبارتون کے ہر اک لفظ کو درست پڑھو
لکھو تو صاف لکھو اور پڑھو تو چُست پڑھو

عبارت کی لکھاوٹ کی اصل تعریف یہ ہے کہ پڑھنے والا (عام ازین کہ اُس لفظ کے معنی نہ بھی سمجھتا ہو تاہم) پوری اور صحیح آواز سے اُسکو ادا کرسکے - اگر محض معنی و مطلب و سیاق کلام سے لفظون کو صحیح پڑھا تو املا کا تکلف کیا ہوا - جہان تک مجھے اطلاع ہے مذکورہ بالا عیب ہر زبان کے املا مین ہے مگر کسی مین کم اور کسی مین زیادہ اور کسی مین بہت زیادہ - ستر اسی برس قبل تک کی فارسی معمولی تحریرین میرے پاس موجود ہین ہرچند اُنمین اشارات املائی و دیگر فوائد حسن املا سے کام نہین لیا گیا ہے تو بھی وہ تحریرین ایسی صاف و واضح ہین کہ پڑھنے والے کو بہت کم وقت ہوتی ہے مگر اُسکے بعد سے تو فارسی اور اُردو لکھنے والون نے رسم الخط کو اپنی بے اعتنائی سے ایسا بگاڑا کہ خصوص اُردو کی تحریر و املا پر سیکڑون الزام اور اعتراض وارد ہوگئے - مجبور ہوکر سرکار نے بھی صوبہ بہار کے سرکاری دفترون سے اُردو تحریر کو قطعاً نکال دیا - اس سے زیادہ غریب اُردو کی اور کیا بدقسمتی ہوسکتی ہے - گو اُردو کے موقوف ہوجانے سے چندان فائدہ نہوا بلکہ دقتین اور مشکلین اُس سے کہین زیادہ بڑھ گیئن -

مجھکو خوب یاد ہے کہ اُردو کے برخلاف جو موید اس وقت

سر چرچارلس ایلیٹ صاحب لفٹننٹ گورنر بنگال کے حضور میں پیش کیا گیا تھا۔ اُسپر علاوہ ہمارے ہم وطن ہندو بھائیون کے مسلمان بھائیون کے بھی دستخط تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سرکاری آفسون میں طوالتین اور پریشانیان دو لون کے لئے بڑھگئین۔

اس مین شک وشبہ نہین کہ میموریل مین اُردو کے املا پر جو الزام واعتراض کئے گئے تھے۔ اُنمین بہت سے اعتراض ناقابل قبول اور بہت سے اعتراض قابل تسلیم اور بہت سے اعتراض ایسے تھے جو دوسری زبانون پر بھی بطور عامۃُ الورود کے وارد ہوتے ہین۔

مین یقیناً کہتا ہون کہ اسمین نہ تو میموریل دینے والون پر چندان اعتراض ہے نہ سرکار پر۔ بلکہ سارا الزام اُن اُردو نویسون پر ہے جنھون نے اپنی کہالت یا زود نویسی یا بے اعتنائی یا ناواقفیت سے اُردو کی لکھاوٹ کو موردالزام بنادیا۔

منجملہ اعتراضون کے جو میموریل مین مذکور تھے یہ بھی اعتراض تھا کہ اُردو کی تحریر مین جعل بنا لینے اور لفظون کو دو تین طرح پڑھنے اور بہ اندک تغیّر معنی ومطلب کے بدل دینے کی بڑی گنجایش ہے اور اس دعوے پر چند مقدماتِ عدالت کی نظیرین بھی بطور دلیل پیش کی تھین۔ ایسے قابل تسلیم اعتراض اُسی زمانے سے میرے دل مین کھٹکتے تھے۔ ایک مجھی پر کیا منحصر ہے اکثر اُردو کے خوش خیال مویّدون نے اس بدنما داغ کو اُسکے نورانی چہرے سے دھونے کی تدبیر کی۔ لیکن یہ ایک ایسا مشکل کام ہے کہ جبتک قریب قریب کل انشا پرداز اس کام پر متفق نہ ہوجائین صرف دو چار شخصون کے اتفاق کرلینے سے کام چلنا دشوار ہے۔ اب سے چودہ پندرہ برس قبل مین نے کتاب اُردو تعلیم مین حتی الوسع اُن اصلاحون اور تدارکون کو مذکور بھی کیا جن سے بہت کچھ اُن قابلِ قبول اعتراضون کا دفعیہ ہوسکتا ہے۔ مگر افسوس چونکہ یہ پہلی کتاب محض بچون کی تعلیم کے لئے لکھی گئی تھی۔ پڑھے لکھے حضرات نے اُن اصلاحون اور ہدایتون پر یا تو سرسری نظر ڈالی اور بھیانک ہوگئے یا سرے سے ملاحظہ ہی نہ کیا۔

بالفرض معمولی خط وکتابت مین اگر اُن ہدایات پر عمل نہ کرین تو چندان قباحت نہین ہے۔ کیونکہ نئی بات پر عمل درآمد کرنا تا وقتیکہ عادت نہ ہو سخت دشوار ہے۔ لیکن دستاویزون اور چھپی ہوئی کتابون مین اس کالحاظ نہ رکھنا تو اُردو تحریرون کو بے چھُری ذبح کرنا ہے۔ یاد رہے کہ بغیر رسم الخط کی درستی اور اشاراتِ املائی کے اُردو کا لٹریچر بالکل ناتمام اور ہمیشہ مُوردالزام ہے۔

مجھکو ہرگز یہ دعوی نہین ہے کہ اُردو کے سیاق ورسم الخط کو مین پورا پورا درست کرسکتا ہون۔ لیکن ہان ہمارے ہم قلم چندے ہمارا ساتھ دین اور اپنی بیش قیمت رایون سے اس بارہ مین مدد کیا کرین تو لامحالہ باتفاق راے بہت سے نقائص املاے اُردو کے دُور ہوسکتے ہین۔ ذیل مین جو ہدایات ہین درج کرتا ہون اگرچہ اُن مین بعض ایسے بھی ہین جنکو چند خوش خیال مطبع والون نے جاری کیا ہے ورنہ باقی ہدایات غالباً نئے ہین۔ مجھکو اُمید ہے کہ ہندوستان کے مشاہیر انشا پرداز عموماً میرے ان ناچیز نوٹون پر غور فرما کر کوئی ایسی صورت جلد قائم کردین گے کہ اُردو کے املا سے یہ نقائص بہت جلد دفع ہوجائین گے۔

مین نے حتی الوسع ذیل کی ہدایتون مین بھی اس جدید رسم الخط کا کسیقدر التزام کیا ہے ملاحظہ ہو۔

پہلی ہدایت

اکثر لکھنے والے لفظ (اُس) بہ ضم الف و سکون سین مہملہ بہ معنی اشارۂ بعید کو واؤ کے ساتھ لکھا کرتے ہیں یعنی (اوس) حالانکہ حرف واؤ کے بڑھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ حرف الف ماقبل پر پیش دینا اور اشارۂ قریب کے لئے الف کو زیر دینا کافی ہے۔

دوسری ہدایت

کسی زمانے میں کہا گیا تھا کہ ؎ عاقلان در پے نقطہ نہ روند۔ مگر اس روشن زمانے میں یوں سمجھنا چاہیے کہ ؎ عاقلاں صد نکتہ می گیرند بر ہر نقطہ۔ بے اعتنائی سے نقطہ دار حرفوں کے نقطوں کو چھوڑ دینا یا دو خواہ تین نقطوں کی جگہ ایک ہی نقطہ پر قناعت کرنا یا ٹھیک جگہ پر نقطہ نہ دینا سلیقۂ تحریر کے بالکل خلاف ہے نقطہ دار حرفوں کی ٹھیک ٹھیک پر نقطے دینے چاہئیں۔ حرفوں کے شوشے ہرگز مشتبہ نہ ہونے پائیں تاکہ پڑھنے والے کو امتیاز تام رہے۔

تیسری ہدایت

الف کا بیان

جو الف شروع لفظ میں آئے اور اس کی آواز دو الف کی طرح نکلے یعنی الف الف زبر آ تو حقیقت میں بھی وہ دو ہے۔ مگر ایک لکھا جاتا ہے ایسے الف کے اوپر مد دینا ضرور ہے جیسے آج آہ آم اور جو الف کھڑی آواز کے ساتھ یوں نہ پڑھا جائے اور ابتدا میں واقع ہو تو اس پر وہی حرکت دے دینی ضرور ہے جو اس کی ہو جیسے امتحان۔ اُستاد۔ ابتر۔ الف ساکن کے ماقبل حرکت دینا کچھ ضرور نہیں ہے کیونکہ ایسے الف کے پہلے ہمیشہ زبر ہی ہوا کرتا ہے جیسے شام۔ دام۔ دُعا۔ دَوا۔

چوتھی ہدایت

حرف واؤ کا املا

واؤ ہمیشہ پوری لکھی جاتی ہے۔ جس واؤ ساکن کے پہلے حرف پر پیش ہو اور خوب کھینچ کر پڑھی جاتی ہو جیسے دودھ تو اس پر جزم معکوس دینا چاہیے جیسے جوتا۔ سوت۔ نور وغیرہ۔

اور اگر ایسی واؤ ساکن خوب کھینچ کر نہ پڑھی جائے جیسے ہوش۔ بھور۔ تو اس واؤ پر جزم معمولی دینا چاہیے مثال گویا۔ زور۔ شور وغیرہ۔ اگر واؤ ساکن کے قبل زبر ہو جیسے غور۔ طور۔ وغیرہ تو اس پر جزم منقلب دینا چاہیے مثال۔ موج۔ فوج۔ دور۔ قوم وغیرہ۔

اگر واؤ ساکن لکھی تو جائے مگر آواز اس کی پڑھنے میں نہ آئے تو اس واؤ پر جزم معلق دینا چاہیے جیسے خود۔ خویش خواہ وغیرہ

پانچویں ہدایت

حرف یا (ی) کا املا

جو حرف یا (ی) لفظ کے آخر میں ہو اور خوب کھینچ کر پڑھی جاتی ہو پوری اور گول لکھی جائے گی ایسی یا کو یاے معروف کہتے ہیں جیسے ولی۔ گھڑی۔ دہلی وغیرہ۔

اور جب ایسی ساکن یا لفظ کے بیچ میں آئے جیسے زینہ۔ تیر وغیرہ تو اس پر جزم معکوس دینا چاہیے مثال دین۔ مہین۔ جینا۔ پینا وغیرہ۔

جب یا (ے) آخر لفظ میں ہو اور خوب کھینچ کر نہ پڑھی جائے تو وہ یا ہمیشہ بادگشتی لکھی جائے گی ایسی یا کو یاے مجہول کہتے ہیں مثال گھوڑے۔ قصے۔ بچے۔

اور جب مذکورۂ بالا یا درمیان میں آئے اور شوشہ دار ہو تو اُس پر جزم معمولی دینا چاہیے مثال میرا - تیرا - کھیل - بیل وغیرہ -

جو یا کہ ساکن ہو اور قبل اُسکے زیر ہو اور آخر لفظ میں آئے وہ ہمیشہ نصف دائرہ لکھی جائیگی مثال - حی - ای - می - شی وغیرہ -

اور جب مذکورۂ بالا یا درمیان میں لفظ کے واقع ہو تو اُس پر جزم منقلب دینا چاہیے مثال - ذیل - بیل - ایسا - میل وغیرہ -

اگر شروع لفظ میں ایسی شوشہ دار یا آئے تو جو اُس کی حرکت (زبر - زیر - پیش) ہو اُس پر ضرور دے دینی چاہیے مثال یکے - یانی - یل وغیرہ -

چھٹھی ہدایت

حرف نون کا املا

اگر نون دامن دار ہو اور اُس کی خوب پوری آواز نہ نکلتی ہو جیسے گانوں - پانوں وغیرہ تو اُس نون کے دامن میں نقطہ نہ دیا جائے گا - مثلاً میں - چھاؤں - ہمیں - کہاں -

اور اگر اُس نون کی پوری آواز ظاہر ہوتی ہو تو نقطہ ضرور دیں گے جیسے جان - مہمان - زمین - مہین وغیرہ -

جو نون ساکن کہ لفظ کے اندر ہو اور بہ طور غنہ کم آواز کے ساتھ پڑھا جائے جیسے گونڈ - چاند وغیرہ اُس نون پر جزم معلق دینا چاہیے مثلاً آنکھ - بانس - دانت -

جو نون ساکن درمیانِ لفظ میں اپنی پوری آواز سے پڑھا جائے اُس پر جزم معمولی دینا چاہیے جیسے فرزند - چندہ انداز - ہند - وغیرہ -

ساتویں ہدایت

ہاے ہوز کا املا

جو ہا مخلوط التلفظ یعنی اپنے پہلے کے حرف سے ملا کر پڑھی جاتی ہو جیسے جھاڑو - پنکھا - تو وہ ہمیشہ دو چشمی لکھی جائے گی ایسی ہا ہندی لفظوں میں آتی ہے جیسے جھاڑ - دودھ - گھر - ٹھوکر - ڈھونڈھ - واضح رہے کہ ایسی ہا کو بہ جز مقام مذکور کے دوسری جگہہ نہ لکھنا چاہیے ورنہ اشتباہ ہوگا

جو ہاے ساکن آخر لفظ میں ہو اور اپنے پہلے حرف سے ملی ہوئی لکھی جائے اور اُسکی آواز دبی ہوئی نکلتی ہو اُس کا شوشہ بہت ذرا سا نکالنا چاہیے جیسے تو بہ - ترکہ - غلہ - نہ - چنانچہ وغیرہ -

اور اگر اُس ہا کی آواز زیادہ نکلتی ہو تو شوشہ اُس کا زیادہ کیا جائے گا جیسے گنہہ - سہہ - کہہ - شہہ - لیکن اُس کے قبل کے حرف پر جو حرکت ہوگی وہ ضرور دی جائے گی -

جو ہاے ہوز آخر میں ہو اور لفظ کے ساتھ لکھی نہ جاتی ہو بہ شرطے کہ آواز اُس کی کم نکلے تو وہ مدور یعنی گول لکھی جائے گی جیسے بندہ - پردہ - برآمدہ - کجاوہ وغیرہ - اور اگر زیادہ آواز دیتی ہو تو اُس ہا کا الگ شوشہ نکال دینا چاہیے جیسے بے راہ یا الف آخر میں بڑھا دینا چاہیے جیسے بُلاہا -

آٹھویں ہدایت

لفظوں کا ایک ساتھ ملا کر لکھنا

اکثر لکھنے والے دو دو لفظوں یا لفظوں کے ایسے ٹکڑوں کو بھی جو الگ الگ لکھے جا سکتے ہوں بے کار ایک ساتھ ملا کر لکھ دیا کرتے ہیں - جس پڑھنے والے کو اس زبان سے کم لگاؤ ہو وہ ضرور اُلجھے گا - جہاں تک ہو سکے

لکھتے وقت یہ ضرور خیال رکھے کہ پڑھنے والا عبارت کو آسانی سے پڑھ لے۔

ذیل میں چند مثالیں لکھی جاتی ہیں انھیں پہ باقی کو قیاس کر لیجیے۔

یوں نہ لکھے	یوں لکھے	یوں نہ لکھے	یوں لکھے
کیونکر	کیوں کر	اوجھکر	اُلجھ کر
اونکیساتھ	اُن کے ساتھ	نکر	نہ کر
غرضکہ	غرض کہ	دیکھکر	دیکھ کر
جمعدار	جماعہ دار	بطور	بہ طور

نویں ہدایت

اشاراتِ املائے و علامات قرأت

جس طرح آدمی باتیں کرتے وقت کہیں ذرا سا کہیں زیادہ ٹھہر جاتا ہے۔ کہیں کسی لفظ کو کھینچ کر کہیں مختصر آواز سے کہیں کسی لفظ کو بلند صدا سے کہیں آہستہ بول جاتا ہے، چاہیے کہ لکھنے میں بھی وہی بات پیدا ہو۔ اس لئے یہاں لکھنے کے چند ایسے قاعدے لکھے جاتے ہیں جن کی پابندی سے بہت اشتباہ مٹ جائیں گے

(نجم و نجمین)

یہ تو معلوم ہو کہ پوری بات کو جملہ کہتے ہیں۔ جب جملہ ختم ہو جائے تو وہاں سطر کی سیدھ میں ایک نقطہ دے دینا چاہیے جیسے بخشو بہت نیک بخت لڑکا ہے. اُس کا گھر دہلی میں ہے،، ایسے نقطہ کا نام نجم رکھنا چاہیے یہ بھی واضح رہے کہ جب پہلے اور دوسرے جملہ میں کچھ لگاؤ ہو تب ایک نقطہ (نجم) دیں گے اور اگر بعد کا جملہ بے لگاؤ ہو تو دو نقطے دینے چاہئیں اِن نقطوں کا نام نجمین ہو گا۔ مثال" اِمامن کو آج جھوٹھ بولنے کی سزا مل گئی۔ گل میں نے ایک کتاب مول لی" واضح رہے کہ نجم والے جملہ کے بعد بہت کم ٹھہر کر دوسرا جملہ پڑھنا چاہیے اور نجمین والے جملوں کے درمیان کسی قدر زیادہ ٹھہرنا چاہیے۔

دسویں ہدایت

نجم السوال خطِ فصل خطِ وصل

اگر عبارت میں کوئی بات بہ طور سوال یعنی پوچھنے کے آجائے تو وہاں ایک نشان یوں بنا دینا چاہیے ؟ کہ خبر اور استفہام میں امتیاز رہے ایسے نشان کو نجم السوال کہیں جیسے" آپ کا مزاج تو اچھا ہی" میں تو آج سیر کو نہ جاؤں گا۔ اور آپ ؟

مختلف دو بیانوں یا مختلف دو مضمونوں کے بیچ میں ایک چھوٹا سا خط کھینچ دینا چاہیے جیسے "غرض کہ دنیا میں سلیقہ بڑی نعمت ہی"—"اب ہم محبت کا بیان کرتے ہیں" ایسے خط کو خطِ فصل کہنا چاہیے۔

جب کسی عبارت میں کئی لفظ ایسے آجائیں کہ سب ایک ہی طرح یا ایک ہی قسم کے معنی اور حکم میں داخل ہوں تو اُن سب لفظوں پر چھوٹے چھوٹے ایک ہی طرح کے نشان بنا دینے چاہئیں جن سے معلوم ہو جائے کہ یہ سب لفظ ایک ہی حکم میں داخل ہیں. ان نشانوں کو خط وصل کہنا چاہیے. جیسے "کیا آپ امیر غریب عالم جاہل سب کو برابر جانتے ہیں۔

گیارھویں ہدایت

خط المتن خطِ تمیز خط الجلی

اگر کسی عبارت کے معنی و مطلب بیان کرنے مقصود

بعض اہل علم کی راے ہو کہ انگریزی میں جو اشارات املائے میں جوں کا توں اُن کو اُردو میں بھی استعمال کرنا چاہیے ۱۲ منہ

ہیں۔ اِس طرح پر کہ پہلے اُس عبارت کو لکھیں اور اُس کے معنی و مطلب کی شرح کریں تو اس پہچان کے لئے کہ یہاں سے یہاں تک وہ عبارت ہے جس کا ہم مطلب کہتے یا شرح لکھتے ہیں تو اصل عبارت یعنی متن پر برابر ایک سیدھا لمبا اور صاف خط کھینچ دیں گے اُس خط کو خط المتن کہیں گے۔ جیسے "علم تمام نعمتوں اور دولتوں کی کنجی ہے۔ جاننا چاہیئے کہ جتنی چیزیں آنکھوں سے دکھائی دیتی یا جو چیزیں چھپی ہوئی ہیں۔ اُن کی کُنہ تک پہونچنے کا نام علم ہے۔

جب عبارت میں کوئی ایسا لفظ یا جملہ لکھیں جس سے یہ مقصود ہو کہ پڑھنے والا سمجھ لے کہ لکھنے والے نے خاص کر کے اس لفظ یا اس جملہ پر زیادہ توجہ دلوائی ہے تو اُس لفظ یا جملہ کے نیچے ایک سیدھا خط کھینچ دیں گے اور ایسے خط کو خط تمیز کہیں گے۔ جیسے "یوں تو دنیا میں سب نیک صفتیں انسان کو انسان بناتی ہیں لیکن سب سے بڑھ کر سچ بولنا ہے"

اگر عبارت کے شروع یا بیچ میں ایسا لفظ آ گیا ہو کہ خواہی نخواہی پڑھنے والے کی توجہ اُس پر بہت زیادہ دلوانی منظور ہو تو اُس لفظ یا جملے کو اُس عبارت کے قلم کے اعتبار سے کسی قدر جلی قلم سے لکھ دیں گے یا خط شکست یا خط نسخ یا اُس خط میں لکھ دیں گے جو اُس عبارت کے خط کے شیوے سے الگ ہے۔ اور ایسے لفظ کو خط الجلی کہیں گے۔ سب کی مثالیں برسات کا موسم شروع ہو گیا۔ دریا کا پانی بڑے زور پر ہے آپ پیرنا موقوف کیجئے۔ اس سال پانی بہت کم برسا پیداوار کی طرف سے بالکل یاس ہے۔

بارھویں ہدایت

توسین - واوین - کواکب

اگر عبارت میں کوئی ایسی زائد بات آ جائے کہ اگر اُس بات کو وہاں سے نکال بھی ڈالیں تو معنی میں کوئی خلل نہ ہو۔ خواہ وہ لفظ یا جملہ کسی پہلے لفظ کی شرح یا معنی یا کسی گنجلک بات کے کھول دینے کے لئے لائے ہوں تو اُس لفظ یا جملے کو دو ٹھیرے نشانوں سے گھیر دیں گے تاکہ پڑھنے والا سمجھ لے کہ یہ لفظ یا جملہ عبارت میں زائد ہے اِن ٹھیرے نشانوں کو توسین کہیں گے۔ جیسے "سبحان (کریمن کا بیٹا) آیا تھا - سخنِ حق (سچی بات) تلخ (کڑوی) ہوتی ہے

اگر اپنی عبارت میں کسی دوسرے کی عبارت یا مثل یا کہاوت یا کسی خاص اپنے ہی مضمون کو لے آئیں اور مقصود ہو کہ وہ جملہ یا لفظ نمایاں رہے تو جہاں سے وہ لفظ یا عبارت شروع کی ہے اُس جگہ سیدھے میں یا لفظ کے اوپر دو اُلٹے واو لکھ دیں گے اور جہاں وہ لفظ یا جملہ ختم ہوا ہے وہاں بھی ایسے ہی دو اُلٹے واو بنا دیں گے اور اسے واوین کہیں گے۔ جیسے ماسٹر صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ "تعطیل میں بھی کتابوں کو ضرور دیکھنا چاہیے"۔ آدمی اگر شریف ہے تو اُس کا طور طریق شرفا کا ہو نہ کہ اونچی دُکان پھیکا پکوان"

اگر اپنی یا غیر کی عبارت میں کچھ الفاظ طوالت یا اور کسی سبب سے چھوڑ کر لکھیں گے تو چھوڑی ہوئی عبارت کی جگہ مسلسل پانچ سات یا دس بارہ نقطے دے دیں گے تاکہ معلوم ہو کہ یہاں سے عبارت چھوڑ دی ہے۔ ایسے نقطوں کو کواکب کہیں گے۔ جیسے۔ ماسٹر صاحب نے کہا کہ "یاد کر کے جمن سے کہہ دینا کہ اگر اب کسی لڑکے کی شان میں کوئی خلافِ ادب

بات کہی تو ہیں خوب ....

تیرھویں ہدایت

خط الخطاب خط العتاب خط الانکشاف

اکثر جگہ منادے میں حرف ندا کو محذوف کر کے لکھتے ہیں جیسے "اے دوست" کی جگہ صرف "دوست" "ای میرے بھائی" کی جگہ "میرے بھائی" تو ایسی جگہ بعد منادے کے ایک نشان بنا دیں گے۔ مثال۔ دوست! تم کیا کہتے ہو؟ "ناظرین! میں پھر اس عبارت کو نقل کرتا ہوں" یعنی ای دوست اور ای ناظرین ایسے خط کو خط الخطاب کہیں گے۔

اگر عبارت میں کوئی ایسا لفظ یا جملہ آجائے کہ زبانی کہتے تو ڈانٹ کر یا غل مچا کر کہتے۔ ایسی جگہ اس لفظ یا جملے کے بعد ایک نشان بنا دیں گے اور ایسے نشان کو خط العتاب کہیں گے۔ جیسے "انھوں نے کہا کہ ایں مردود تو پڑھتا نہیں ہے؟ یہ کہہ کر رمضانی کو پکارا" رمضانی! او رمضانی ؟ -

جب عبارت میں خوشی یا تعجب یا افسوس کا کلمہ آجائے تو اس لفظ کے بعد خط الخطاب کی طرح دو نشان یا تین یا چار (جیسا مقتضا ہو) بنا دینا چاہیے۔ اس خط کو خط الانکشاف کہیں گے۔ جیسے۔ سید علی نے بی۔اے کا امتحان پاس کر لیا!! اور سب سے اول رہا!!! مگر اس کا بھائی فیل ہو گیا!!!!

چودھویں ہدایت

نقطۂ اختصار۔ خط تہدید۔ خط الاتصال

کسی نام یا کسی اصطلاح یا کسی فقرے کو بہ سبب طوالت کے اگر چاہیں تو لکھنے میں مختصر کر کے ایک دو حرف اس کے ہر ٹکڑے کے لکھ دیں گے مگر ہر ایک ٹکڑے کے بعد ایک نقطۂ اختصار بنا دینا ضروری ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہاں سے کچھ حرف کم کر دئے گئے ہیں۔ بعض جگہ کئی کئی لفظوں کے ایک ایک حرف کو ایک ہی جگہ لکھ دیتے ہیں۔ مثال اول "بنگال پولیس" کی جگہ ب پ یا ایسٹ انڈین ریلوے کی جگہ ای۔ آئی۔ آر۔ مثال دوم۔ الی آخرہ کی جگہ الخ یا علیہ السلام کی جگہ ع۔م۔

اگر عبارت میں ایسا لفظ یا جملہ آگیا ہے کہ زبانی کہا جاتا ہو تو ایسے تیور اور ایسے لہجے سے کہ گویا مخاطب پر تہدید کر رہے ہیں یا دھمکی دیتے ہیں اس لفظ یا جملے کے بعد ایک ٹھہرا نشان بنا دینا چاہیے۔ اور اس نشان کو خط تہدید کہیں گے جیسے کیوں صاحب! تم ہماری نہیں سنتے ہو دیکھو پھر ہم اپنے نام کے ہیں وہ چھڑی رکھی ہے؟

اگر ایک سطر میں دو عبارتیں ایسی آجائیں کہ ایک کی تفصیل دوسری میں بہ طور حاشیہ کے ہو تو درمیان میں ایک ٹھہرا خط کھینچ کر دونوں کا فرق ظاہر کر دیں گے اور اس خط کو خط الاتصال کہیں گے۔ جیسے

ٹھاکر پرشاد
ہیرا لال } رہنے والے کندن نگر کے قوم کایستھ

پندرھویں ہدایت

تنبیہ السہو۔ خط الشک۔ خط الیقین

اگر عبارت میں کوئی لفظ لکھنے میں بھول گئے ہیں۔ تو اس لفظ کو عبارت کے اوپر ٹھیک جگہ پر اس کی لکھ دیں گے اور نیچے ایک نشان بنا دیں گے تاکہ معلوم ہو کہ یہ لفظ اس مقام پر چھوٹ گیا تھا۔ اس نشان کو تنبیہ السہو کہیں گے۔ جیسے۔

گاے بھی عجیب بے آزار جانور ہی دودھ نہیں کھاتے ہے - وہ دودھ اُس کا سب کو مفید ہے اگر ایسی عبارت لکھنی پڑے جس کے مضمون میں لکھنے والے کو یہ شک ہے کہ آیا حقیقت میں بھی یہ بات صحیح ہی یا نہیں تو اُس جگہہ ایک نشان بنا دیں گے اور اُس کو خط الشک کہیں گے - جیسے حسینی سے معلوم ہوا کہ بکس میں پچاس روپے رکھے تھے ؟ وہ چوری گئے ؟

اگر دوسروں کو شک ہو مگر لکھنے والے کو اُس بات کا یقین ہو تو ایسے مقام پر لکھنے والا ایک نشان حسب ذیل بنا دے گا اور اس کو خط الیقین کہیں گے - جیسے وہاں کل لوگوں کا بیان ہی کہ " مارپیٹ نہیں ہوئی " مگر ایک شخص اقرار کرتا ہی !

سولھویں ہدایت

اگلے زمانے میں تو فضول لمبے چوڑے القاب و آداب کا خطوں اور کتابوں کے عنوانوں پر لکھنے کا بے حد رواج تھا - ایسے ایسے مبالغہ آمیز القاب اختیار کئے جاتے تھے کہ ممدوح کی ہجو ملیح ہو جاتی تھی - مگر اب سمجھتے سمجھتے لوگ سمجھتے جاتے ہیں کہ بے ضرورت لمبے لمبے القاب لکھنے میں اوقات کے ضائع ہونے کے سوا اور کوئی نتیجہ نہیں ہی - البتہ القاب میں مختصر طور سے دو ایک ایسے لفظ نام کے ساتھ بڑھائے جائیں کہ جن سے ممدوح کی اصلی شان یا رُتبہ نمایاں ہو تو مضائقہ نہیں ہی - یورپ میں کیسے کیسے علما حکما اُمرا حکام روسا ہیں مگر نہ خطوں میں کہیں اُن کے نام پر گڑھ گڑھ کر القاب مبالغہ آمیز لکھے جاتے ہیں اور نہ اُن کے اعلا درجہ کی تصنیفوں پر - صرف وہی القاب یا خطاب درج کئے جاتے ہیں جو اُن کو گورنمنٹ یا کسی یونیورسٹی سے ملے ہیں - اِس سے بڑھ کر ہمارے یہاں اور کیا شرم کی بات ہوسکتی ہی کہ کتابوں کے مصنف خود ہی تو اپنی کتاب چھپواتے ہیں اور عنوان پر خود ہی اپنے نام پر لمبے چوڑے مبالغہ سے بھرے القاب چھپواتے ہیں جہاں مذکورہ بالا باتیں قابل لحاظ و اصلاح ہیں وہاں یہ بھی بات قابل اعتراض ہی جو مخاطب کے القاب میں فی زمانا بے پروائی اور بے تکلفی برتی جاتی ہی - مثلاً کسی دوست کا پورا نام بابو سُندر لال خواہ سید رحمت حسین ہی - اب خواہی نخواہی دوستانہ خط میں اُسکی طرف فقط سُندر یا رحمت کر کے خطاب کر رہے ہیں - مخاطب کا پورا نام (جو اس کی شان کا مقتضا ہو) ضرور لکھنا چاہیئے -

اگلے وقتوں میں بلکہ اب بھی اہل علم و تمیز اپنے برابر والوں اور بے تکلف دوستوں خواہ اندک تفاوت مراتب میں مخدوم و معظم یا معظم و مکرم کے لقب خطوں میں لکھا کرتے ہیں مگر اِس زمانے میں بزرگوں اور اپنے سے کہیں ذی رتبہ لوگوں کو بھی خطوں میں اِسی القاب سے ملقب کیا کرتے ہیں بعض حضرات اپنے باپ کے ہم رتبہ و ہم منصب بزرگوں کو قبلہ معظم لکھ دیا کرتے ہیں - گو کہ معناً یہ القاب کیسے ہی کیوں نہ ہوں مگر اہل تمیز مخدوم معظم مکرم فقط برابر والوں ہی کو لکھیں گے نہ کہ بزرگ رتبہ حضرات کو - " التماس " کا لفظ بھی برابر والے دوستوں کی شان میں استعمال ہوتا ہی نہ کہ بزرگوں کے مقابل

سترھویں ہدایت

مختصر القاب خطوط و مکاتیب کے

میرے نزدیک اب وہ زمانہ نہیں ہی کہ خط و کتابت میں طول و طویل القاب سے کام لیا جاے - اگر ذیل کے مختصر القاب خطوں کے لئے مخصوص کر لئے جائیں تو نہایت مناسب ہی -

بہت کم سنوں کے لئے خواہ وہ ذی قرابت ہوں یا نہ ہوں

مقبرۂ اعتماد الدولہ

انڈین پریس الہ آباد

"عزیز من" یا "میرے عزیز" کافی ہی۔

جن دوستوں یا برابر والوں سے ملاقات کم ہو اُن کے لئے مکرمی یا مکرم من اور جن سے زیادہ ربط و آمد و رفت ہو اُنکے لئے مخدومی خواہ مخدوم من مناسب ہی اور متوسط درجہ کے بزرگ ہوں اُن کی شان میں "جناب عالی" اور جو اعلا درجہ کے بزرگ ہوں اُن کی شان میں "حضور عالی" لکھنا چاہئے۔

ف

اکثر لکھنے والے واو عاطفہ کو شروع سطر میں لکھتے ہیں حالانکہ معطوف الیہ گزشتہ سطر میں لکھا گیا ہی۔ چاہئے کہ معطوف الیہ کے ساتھ ہی (گو کہ آخر سطر میں ہو) واو عاطفہ کو بھی لکھ دینا چاہئے۔

خاتمہ

اِس وقت تک جس قدر میری فکر نے یاری دی میں نے غور کر کے اُردو تحریر کے با املا اور باسلیقہ لکھے جانے پر اپنا خیال ظاہر کر دیا۔ جہاں تک مجھے معلوم ہی غالباً اس بیان یا طریقہ پر یہ میں یہ پہلا مضمون ہے۔ اِس لئے اِس میں ضروری فروگزاشتوں کا ہو جانا کوئی نئی بات نہیں ہی۔ مجھے پوری اُمید ہی کہ عالی خیال انشا پرداز اُن فروگزاشتوں کی اصلاح کر کے آیندہ اور اور فوائد بھی اس پر بڑھا کر اُردو تحریر کے اس دھبّے کو ضرور مٹائیں گے۔ وَمَا تَوفِیقِی اِلّا بِاللہ۔

سیّد علی محمّد شاد

مقبرۂ اعتماد الدولہ۔ تاریخ ہند مین غیاث بیگ سے زیادہ شاید ہی کوئی خوش قسمت شخص پایا جائے جو ایک غریب مسافر کی حیثیت سے ہندوستان مین وارد ہوا تھا اور ایک ایرانی سوداگر کی وساطت سے شہنشاہ اکبر کے دربار مین پہونچکر نہ صرف میر بخشی کے عہدے پر سرفراز ہوا بلکہ آسمان شہرت پر آفتاب بنکر چمک اُٹھا۔ نور جہان اسی کی بیٹی تھی جسے شہنشاہ جہانگیر کی پیاری ملکہ کی حیثیت سے شہرت دوام حاصل ہے۔ جہانگیر نے غیاث بیگ کو اعتماد الدولہ کا خطاب اور منصب وزارت عطا کیا تھا اور ایک انسان کو جسقدر عروج حاصل ہو سکتا ہے وہ اعتماد الدولہ کو حاصل تھا۔ اُمراے جہانگیری مین اعلیٰ مرتبہ رکھنے کے علاوہ یہ نہایت خوش مذاق اور سخن دوست تھا۔ اکثر نامی شعرا اسکے دربار کی زینت رہے ہین۔ آخر کار ۱۶۲۱ء مین کشمیر کی طرف پیشقدمی کرتے ہوئے اعتماد الدولہ کا بمقام کانگڑہ انتقال ہوگیا اور اُسکی سعادتمند بیٹی نور جہان اُسکی لاش آگرہ مین لائی۔ پہلے اُسکا ارادہ تھا کہ اپنے باپ کا مقبرہ خالص چاندی کا بنوائے جو بالکل ٹھوس ہو۔ اُس وقت ہندوستان مین ایسی بیش بہا عمارت کا بنجانا زیادہ تعجب خیز نہ تھا جبکہ تھوڑے ہی عرصہ بعد اعتماد الدولہ کی پوتی ارجمند بانو عرف تاج محل کا عجائب روزگار مقبرہ جواہرات سے مغرّق کر دیا گیا۔ لیکن بعض لوگون نے نور جہان کی اس تجویز سے اس بنا پر اختلاف کیا کہ چاندی کا مقبرہ بنوانے سے چورون کو اس مقدّس عمارت پر دست درازی کی ترغیب ہوگی۔ بہرکیف بجاے چاندی کے سنگ مرمر اور دوسرے قسم کے پتھر کام مین لائے گئے اور اس حالت مین بھی یہ عمارت اپنی طرز مین لاجواب سمجھی جاتی ہے۔ یہ رفیع الشان مقبرہ آگرہ مین ایک مربع باغ کے اندر واقع ہے جسکی عمدہ طور پر حفاظت کی گئی ہے۔ اسکا پھاٹک بھی بجاے خود ایک بےنظیر عمارت ہے جسکی تصویر آیندہ نمبر مین ہدیۂ ناظرین کیجائیگی۔ اس مقبرہ کا موازنہ خود جہانگیر کے مقبرے سے جو لاہور مین واقع ہے کیا گیا ہے اور اُس سے کسی طور پر کم نہین ثابت ہوا۔ انگریزی مورخین کے بیان کے مطابق یہ مقبرہ ہندوستان مین پہلی عمارت ہے جسمین اطالین طرز کی معماری کا تتبع کیا گیا ہے۔

ایک مسافر لندن کی روانگی

رائے بریلی مین ۲۔جون ۱۹۱۱ء کی صبح ایک عجیب یادگار صبح ہے۔آج رائے بریلی کے ایک نامور اور خوش اخلاق وکیل سیّد محمّد عابد صاحب کا پیارا فرزند محمّد زاہد بی۔اے۔امتحان بیرسٹری کے لئے ولایت جارہا ہے، یوں تو احباب و اعزا کی روز سے ملنے کو آتے جاتے ہین مگر یہ صبح قیامت کی صبح ہے جو ایک سعید بیٹے کو اُسکے والدین، اعزّا اور احباب سے کئی برس کے لئے جدا کرکے ایک نئی سرزمین مین بھیجنے کا پیام لیکر زبان حال سے یہ شعر پڑھتی ہوئی نمودار ہوئی ہے۔ ؎

مرا سینہ ہے مشرق آفتابِ داغ ہجران کا
طلوعِ صبح محشر چاک ہے میرے گریبان کا

دوست احباب جُوق جُوق چلے آرہے ہین، زاہد کے صحن مکان مین میلا سا لگا ہے، وکلا، عمال، حُکّام سب ہی جمع ہین، الایچی پان تقسیم ہورہے ہین، حقّہ اور سیگرٹ کے دَور پر دَور چل رہے ہین، دروازہ پر سواری کا گھوڑا پھولون کے زیور سے سجا ہوا کھڑا ہے، دوست احباب کی شیروانی، کوٹ ٹوپیون اور عمّامون مین سُرخ و سفید پھول کے طُرّے لگے ہوئے ہین، ہر شخص دُور دراز منزل اور تجربی سفر کے تصوّر مین ڈوبا ہوا ہے، آفتاب بامِ فلک پر بلند ہوچکا ہے، گھڑی کی سوئیان پلک مار مار کر آٹھ بجانے کی تیاری کررہی ہین، لندن کا مسافر زنانخانہ مین اپنی پیاری مان، بیوی، بہن سے رخصت ہورہا ہے، گھر مین ایک کہرام مچا ہوا ہے، امام ضامن کے روپیے، اشرفیان اُسکے بازو پر ایک ایک کرکے بہت سی باندھی جاچکی ہین، اندر سے باہر تک سب کے سب غمِ مفارقت مین رو رہے ہین، مان اپنے لاڈلے بیٹے کو چھاتی سے لگاکر پیار کرچکی، بھائی بہن گلے مل چکے، گھر کے بوڑھے بزرگ، پاس پڑوس والے چٹ چٹ بلائین لے چکے۔ لیجئے! وہ جانے والا مسافر صحن مکان مین کھڑا ہوا ایک ایک کو سلام کررہا ہے، مان بہنین رو رہی ہین، مسافر اپنی خوابگاہ کو حسرت بھری نگاہون سے دیکھ رہا ہے اور سب کو الوداع کہہ رہا ہے، اُسکا دل مفارقت کے غم سے بھر آتا ہے، وہ گھر جسمین وہ بچپن سے پلا اور پھلا پھولا تھا آج اُس سے کئی برس کے لئے چھٹتا ہے گھر کی ایک ایک چیز اُسکے دامن محبّت کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے، وہ روتا جاتا ہے اور دامن جھٹکتا جاتا ہے کہ للّلہ ہمین نہ روکو، ہمپر اپنی محبّت کا اثر نہ ڈالو، ہم کچھ کرنے کے لئے تم سے جُدا ہورہے ہین اور خدا چاہیگا تو دامن مراد کو ہر مقصود سے بھر کر آئین گے اور پھر تجھ سے ملین گے۔ یہ کہہ کے جانے والے مسافر نے باہر نکلنے کو قدم بڑھایا، گھر کے لوگ پیچھے پیچھے دوڑے مگر سب زنانہ مکان کی حد تک پہونچا کے روتے ہوئے پلٹ گئے، دل گرفتہ مان ایک آہ بھر کر الگ بیٹھ گئی۔ جانے والا مسافر زنانہ مکان کے دروازہ سے باہر آیا، باہر کے صحن مین بیٹھنے والے سب کے سب بے چینی سے کھڑے ہوگئے۔

یہ سمان بھی کسقدر حیرت خیز ہے کہ ایک عزیز بڑی تقطیع کے قرآن کا سایہ سر پر کئے ہوئے مسافر کو باہر لارہا ہے، ایک عزیز پیچھے روتا ہوا آیۃ الکرسی پڑھ رہا ہے، باپ، مامون،

سید محمد زاہد بی - اے

انڈین پریس الہ آباد

چچا اور چھوٹے چھوٹے بھائی سب کے سب رو رہے ہین
باہر کے صحن مین پھول برسائے جارہے ہین، مسافر گھر سے
نکل رہا ہے، اُسکے دوست احباب کے خطوط کے پرزے
جو اُسنے ابھی ابھی چاک کرکے پھینکدیے تھے اُڑتے ہوئے
اُسکے پاؤن سے لپٹے جاتے ہین، وہ باہر کی ہر ایک چیز پر
اُچٹتی ہوئی نظر ڈالتا گاڑی پر سوار ہونیکو چلا ہے، گاڑی،
گھوڑے، سیکل دروازہ پر کھڑی ہین، مسافر کو اسٹیشن تک
لیجانے والے گھوڑے کے ماتھے پر سُرخ پھول لٹکا دیا
گیا ہے جسکی پنکھڑیان اُسکو اپنی طرف یون اشارے سے
بُلا رہی ہین۔ ؎

گر برسر و چشم من نشینی
نازت بکشم کہ نازنینی

مسافر پھولون سے لدی ہوئی گاڑی پر سوار ہو چکا
ہے مگر ابھی گاڑی رُکی ہوئی ہے، آگے پیچھے لوگ اپنی اپنی
سواریون پر بیٹھ چکے ہین، ادھر اُسکے سکونت کا مکان حسرت
مین ڈوبا ہوا دم بخود کھڑا ہے۔ اُدھر وہ باغ جسمین وہ بچپن مین
کھیلا کرتا تھا حسرت سے اُسکی صورت تک رہا ہے کہ ہائین
یہ مجھکو یون چھوڑکر لندن جارہا ہے، جانیوالا مسافر رو رو کر
اپنے دیس کے ایک ایک منظر سے جدا ہو رہا ہے اور اہل وطن
سے رو رو کر کہہ رہا ہے۔ ؎

در و دیوار پہ حسرت سے نظر کرتے ہین
رخصت اے اہل وطن ہم تو سفر کرتے ہین

گاڑی چلی، روپیہ پیسہ لٹایا جارہا ہے، محتاجون کو غلّہ
تقسیم ہو رہا ہے، کُھلی ہوئی گاڑی پر ہر طرف سے پھولون کی
بوچھار ہو رہی ہے، دروازہ پر نوبت بج رہی ہے، پھول مسافر
کے سر پہ بلا گردان ہو کر پاؤن پر گر رہے ہین اور سڑک پر
بچھے جارہے ہین، نازنین گھوڑا پھولون پر دوڑتا ہوا جارہا
ہے، محلّہ والے اور ہمسائے کوٹھون پر کھڑے ہوئے
تماشا دیکھ رہے ہین، رخصت ہونے والے مسافر کے دل
پر ابر غم چھایا ہوا ہے، کبھی وہ اپنے وطن کے صاف اور
نکھرے ہوئے آسمان کو دیکھ رہا ہے کہ اب ایسا آسمان کہان
ملیگا، کبھی وہ سڑک کے دو رویہ درختون اور عمارتون پر نگاہ
ڈالتا ہے۔

تمام مناظر جو اسوقت مسافر کے پیش نظر ہین اور جو
نظر سے اوجھل ہین وہ سب کے سب گویا اُسکو خدا حافظ
کہہ رہے ہین اور وہ ہر منظر سے بار بار متوجہ ہو کر کہہ رہا ہے
کہ بات کی بات مین ہمارے قیام کی مدّت ختم ہو جائیگی۔
ہم پھر آئینگے اور تیری بہار دیکھین گے، راستہ مین جو چیزین
پڑتی جاتی ہین اُنکو فرط محبت سے وہ سلام کر رہا ہے یہانتک کہ
چھوٹے چھوٹے کسان جو اسوقت ادھر اُدھر سڑکون
کے کنارے کھڑے ہین یا جاتے ہوئے مل رہے ہین، یا
جو اپنے اپنے دروازون پر بیٹھے یا کھڑے ہین ہر ایک کو
اُسکی نگاہین ڈھونڈھ کر سلام کر رہی ہین، اسوقت نہ اُسکو
اپنی شان کا خیال ہے نہ ریاست اور امیری کا گھمنڈ ہے
نہ قابلیت اور نہ خاندانی و ذاتی اعزاز پر ناز ہے۔ بلکہ وطن کی
محبّت اعلیٰ ڈگری پر ہے۔ مساوات کی بحر تمثال فلاسفی مین
وطن اور اہل وطن کے چھوٹنے سے مدوجزر کی کیفیت پیدا ہوگئی
ہے۔ قلب اس درجہ نرم ہو رہا ہے کہ اپنے دیس کے ایک
ادنیٰ کسان سے اگر کچھ نہ سہی تو صرف ایک سلام ہی کے ذریعہ
سے وہ گلے ملنے اور رخصت ہونے کے تمام ارکان ادا کر رہا ہے۔

مسافر کی گاڑی چلی جا رہی ہے، آگے پیچھے بہت سی بگھیان اور بیسکلین ساتھ ہین یا کچھ لوگ کھیتون سے دوڑتے ہوئے اسٹیشن کو چلے آرہے ہین، کوئی تار کو پھاندتا ہوا بڑھا آرہا ہے، کوئی شیروانی کاندھے پر ڈالے ہوئے گھر سے چل کھڑا ہوا ہے، کوئی باغون سے ہوتا ہوا درختون کے سایہ مین پہلے ہی سے آکر دم لے رہا ہے اور گاڑی آتے ہوئے دیکھکر آگے بڑھا ہے، کوئی یون ہی پا پیادہ سڑک پر دوڑتا اسٹیشن کو لپکا جا رہا ہے، غرضکہ سب کے سب آگے پیچھے اسٹیشن کو پہونچتے جا رہے ہین۔ ؎

شیخ کعبہ ہو کے پہونچا ہم کنشتِ دل مین ہو
درد منزل ایک تھی ٹک راہ ہی کا پھیر تھا

لندن جانے والا مسافر ابھی اپنی گاڑی سے اُترا ہے احباب و اعزا اُسپر پھول برساتے ہوئے پلیٹ فارم پر لا رہے ہین، ریلوے اسٹیشن احباب و اعزا کی بدولت ایک آراستہ دولھن بنا ہوا ہے۔ پلیٹ فارم پر ایک جم غفیر ہے، فیملی ڈاکٹر (مسٹر محمود الحسن صاحب) بھی پلیٹ فارم پر موجود ہین طبّی مشورے دیئے جا رہے ہین۔ بحری سفر کے متعلق دواؤن کی کچھ شیشیان لیبل لگی ہوئی ساتھ ہین، ہدایت استعمال کا پرچہ الگ ہے، ٹرین کے انتظار مین وقت کاٹا جا رہا ہے بار بار تار بابو سے لائن کلیر اور گاڑی چھوٹنے کی خبر ملنے کا سوال کیا جا رہا ہے، پلیٹ فارم کے بالکل کنارے پر گاڑی آنے والی سمت کی طرف کوئی کھڑا تک رہا ہے۔ بارے خدا خدا کر کے ۸ بجے صبح والی گاڑی آئی، لوگ پریشان ذرات کی طرح ادھر اُدھر منتشر ہونے لگے، گاڑی رُکی اور سکنڈ کلاس ڈھونڈھا جا رہا ہے۔

اسوقت کا سمان قابل دید ہے۔ ایک چھوٹا بچہ انجن کو گوٹے پٹھے کا ہار پہنانے کے لئے دوڑا جا رہا ہے انجن کوئلے پانی سے پیٹ بھرنے کے لئے گاڑی سے جدا ہو کر چلا ہے۔ یہ دیکھکر دوڑتا ہوا مغموم واپس آتا ہے اور کہتا ہے "انجن رُٹھ کر بھاگا جاتا ہے، اب گاڑی کیسے چلے گی، کیا انجن اپنی گاڑیون سے آکر پھر نہ ملیگا؟"

یہ کہکر وہ خاموش ہو جاتا ہے اور کسی طرف سے کوئی جواب نہین ملتا مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اُسکے پاس کھڑا چُپکے چُپکے یہ کہہ رہا ہے۔ ؎

ہان مشو نومید چون واقف نئی ز اسرار غیب
باشد اندر پردہ بازیہائے پنہان غم مخور

یہ منظر البتہ یادگار ہے کہ ٹرین خاموش کھڑی ہے، سکنڈ کلاس کے سامنے لندن جانے والا مسافر چپ چاپ کھڑا ہے، لوگ دور تک وسیع حلقہ مین اُسکو گھیرے ہوئے ہین، ایک نوجوان نہایت متانت کے ساتھ دواعیہ نظم بہت۔ ہی درد انگیز لہجہ مین کھڑا پڑھ رہا ہے، نظم مین یون ہی بڑا اثر ہوتا ہے مگر وقت کی بات ہے یہ نظم کچھ ایسی بھلی چھوٹی کہ جس نے دو ایک شعر سُن لئے اُسکی آنکھون مین آنسو ڈبڈبا آئے، بہت سے مسافر جو پلیٹ فارم پر اوتر آئے ہین وہ بھی اس دردانگیز سین سے بیحد متاثر ہو رہے ہین، نظم پڑھی جا رہی ہے، کچھ تو مفارقت کے اثر کچھ موجودہ سین اور کچھ نظم کی قدرتی دلآویزی کا ایسا اثر پڑ رہا ہے کہ سب کھڑے رو رہے ہین، فوج کے کچھ گورے کچھ اور یوروپین مسافر اس سین سے بے انتہا متاثر نظر آرہے ہین۔ دلچسپی کے لئے وہ نظم بھی اپنے موقع پر پیش ہے۔

راجہ رام موہن رائے

یہ مجمع ہے امید و حسرتِ ہجران کا اک منظر — کہ جاتا ہے ولایت اک جوان ہونیکو بیرسٹر
خبر سُن سُن کے احباب و اعزا یان تک آئے ہین — دعائین پڑھ کے دم کرتےہین بازوے مسافر پر
مبارک تجھکو اے لندن کہ خوانِ علم پر تیرے — جوان اک ہند سے جاتا ہے تیرا میہمان ہو کر
مبارک اے مسلمانون کے کالج تجھکو یہ مژدہ — چلا لندن تری آغوش کا پالا ہوا بچلر
ہر اک اونچی عمارت سر اُٹھائے تجھکو تکتی ہے — ارے او جانیوالے اک نظر پھر دیکھ لے مُڑ کر
وہ کالی کالی اونچی چوٹیان کوہ ہمالہ کی — بلائین تیرے سر کی لے رہی ہین ہاتھ پھیلا کر
یہ تیرے دیس کے باغون سے پیڑ اُنکے جنگل کے — تجھے کرتی ہین رخصت ہر شجر کی ٹہنیان ہل کر
یہ مانا ہمنے احباب و اعزا تجھ سے چھٹتے ہین — مگر ملجائین گے سو دوست خود لندن ہی کے اندر
یہ کیا کم ہے تم اپنے عسکری کو جا کے دیکھوگے — تمھین پردیس مین لطف وطن آجائیگا دم بھر
ہمت پڑھتے جانا پاس کرنا لطف سے رہنا — پرائے دیس مین تم دونون بھائی خوب مل جُل کر
نہ جانا صحبتِ بد مین نہ ملنا ایسے ویسون سے — نہین اُٹھتا جو نظرون سے گرا خاک مذلت پر
تم احباب و اعزا کی امیدین لیکے جاتے ہو — بس اسکی لاج رکھنا بھولنا دیکھو نہ وان جا کر
مذاہب ہے کہ تم حسن عمل سے کر دو یہ ثابت — کہ دین حق کی ہے بنیاد سائنس اور حکمت پر
سمندر ہو کہ خشکی ہو بیابان ہو کہ صحرا ہو — نہ گھبرانا محافظ ہر جگہ ہے حافظ اکبر
الٰہی باسلامت طے ہو راہ منزل لندن — رہو تم شادمان ہو کر پھر و گھر کامران ہو کر
بس اب رخصت ہو تم ملا کر کہین ہم سب خدا حافظ — مگر بان چلتے چلتے سن لو یہ دو مصرع خوشتر

خدا دے قسمت تصنیف سعدی تمکو اے زاہد
پھلو پھولو زمانہ مین گلستان بوستان ہو کر

ممتاز جونپوری

راجہ رام موہن راے

(تمہید)

اصول راست رہے چاہے جان رہے نہ رہے
زمین رہے نہ رہے آسمان رہے نہ رہے

جسوقت کہ ہندوستان مین ہر طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی صوبہ دارون کی سرکشی مرہٹون کی دست بُرد اور نادر شاہ اور احمد شاہ کے حملون نے سلطنت مغلیہ کا قریب خاتمہ کرکے شاہ دہلی کو محض شاہ شطرنج بنا دیا تھا۔ ملک کے گوشے گوشے مین طوائف الملوکی پھیلی ہوئی تھی۔ بنگال پر انگریز اپنا تسلط جما رہے تھے۔ سوسائٹی کا شیرازہ بکھر رہا تھا اور مذہب کیا ہندؤن کا اور کیا مسلمانون کا محض چند رسوم مقررہ کے برتنے کا نام رہ گیا تھا۔ اُسوقت جنگ پلاسی کے سترہ برس بعد ۱۷۷۴ء مین بنگال کے ضلعے ہگلی کے قصبہٗ رادھانگر مین ایک ایسا شخص پیدا ہوا جس نے باوجود عظیم دقتون کے اپنے گرد و پیش کی مشکلات پر فتح حاصل کرکے ہندوستان مین مذہبی سوشل اور قومی اصلاح کی بنیاد رکھی۔ جس نے مذہب کے میدان مین بت پرستی کو چھوڑ کر خدا پرستی کے طرف اپنی قوم کو متوجہ کیا۔ ستی کی قبیح رسم کی بیخکنی کرکے سوشل اصلاح کے پہلے مرحلہ کو طے کیا اور انگلستان مین پارلیمنٹ کی کمیٹی کے سامنے اپنا اظہار دیکر اُن پولیٹکل اصول کا خاکہ کھینچا جسمین آج تک رنگ و روغن بھرا جا رہا ہے۔ راجہ رام موہن راے نے اپنے ملکی عقائد سے کبھی گریز نہین کیا البتہ مغربی روشنی سے کسب نور کرکے اُنکو جلا دینے کی کوشش کی اور مشرق

مغرب کے باہمی اختلاط کے اُن اصول کی بنیاد رکھی جنپر ہندوستان
جدید کی عمارت تیار ہو رہی ہے - اسمین ذرا بھی شک نہین کہ اسوقت
ہندوستان کے مدبّرون اور مصلحون کی ساری کوششین راجہ رام موہن راے
کی اوّلین سعی کی منّت کش ہین اور اگر آج ہم راجہ صاحب ممدوح
کی زبان سے یہ کہین کہ

هر مرغ کہ پر زد بہ تمناے اسیری
اوّل بشگون کرد طواف حرم ما

تو نہایت مناسب اور زیبا ہے -

خاندان و پیدائش

رام موہن راے کے بزرگ اعلی نسل کے کلین برہمن تھے -
آپ کے پردادا کرشن چند بنرجی نے نوابان مرشدآباد کے یہان سے
اپنے حسن خدمات کے صلہ مین راے کا خطاب حاصل کیا تھا
اور اسوقت سے یہ خاندان اسی نام سے مشہور چلا آتا ہے -
رام موہن راے کے باپ کا نام رماکانت راے تھا اور اُنکی
شادی شام بھٹاچارج کی بیٹی تارنی بائی سے ہوئی تھی - شام
بھٹاچارج شاکت مت کے پیرو تھے - لیکن تارنی بائی نے
سسرال مین جاکر وشنو مت اختیار کر لیا تھا - یہ جیسی پارسا اور
پاک باطن تھین ویسی ہی ہر دل عزیز اور شیرین کلام بھی - اور اسوجہ
سے سب لوگ اُنکو "پھول ٹھکرانی" کہا کرتے تھے - رماکانت راے
کچھ روز تو مرشدآباد کی سرکار مین ملازم رہے لیکن کچھ عرصہ بعد نوکری
سے کنارہ کش ہو کر رادھانگر مین سکونت اختیار کر لی اور بردوان
کی ریاست سے کچھ گانون ٹھیکے پر لیکر بسر اوقات کرنے لگے -

تعلیم و تربیت - توحید کی دُھن

رام موہن راے اُس زمانہ کے حسب دستور پانچ برس کی
عمر مین پاٹھ شالا مین بٹھائے گئے اور بنگالی زبان کی تعلیم سے
مستفید ہو کر اُنھون نے مولوی صاحب کے پاس مکتب مین پڑھنا
شروع کیا - کیونکہ اس زمانہ مین بنگال مین بھی فارسی درباری زبان
تھی - اور اسکا حاصل کرنا شرفا کے لئے ضروری خیال کیا جاتا تھا -
بیان کیا جاتا ہے کہ شعراے فارس کے صوفیانہ خیالات کے
وہ اسی زمانے سے شیدا تھے اور شمس تبریز اور حافظ شیراز کے
تصنیفات نہایت شوق سے پڑھتے تھے - کیا عجب ہے
کہ ایشور کی بھگتی اور عشق حقیقی کی بنا مکتب ہی کی تعلیم کا نتیجہ ہو - فارسی
کی تعلیم سے فارغ ہو کر رام موہن راے عربی کی تکمیل کے واسطے
پٹنہ بھیجے گئے جو اسوقت بنگال مین عربی فارسی کا سرچشمہ خیال
کیا جاتا تھا - عربی مین مہارت حاصل کر کے اُنھون نے قرآن کا
مطالعہ کیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام کی تلقین وحدانیت نے
اُنکے دل کو مروجہ بت پرستی کے طریق سے قطعی متنفر کر دیا -
ازان بعد اُنھون نے سنسکرت کی تعلیم حاصل کی اور ہندو شاسترون
سے معرفت الٰہی کے سبق حاصل کئے - اس تعلیم و تلقین کا یہ نتیجہ
ہوا کہ سولہ برس کی عمر مین اُنھون نے بُت پرستی کے خلاف
ایک کتاب لکھی - جب اس تصنیف کی خبر اُنکے باپ کو پہونچی
تو وہ بہت برافروختہ ہوئے - اُنکی والدہ بھی اُنسے ناراض
ہو گئین - آخر والدین کی مخالفت سے تنگ آکر یہ گھر سے
نکل کھڑے ہوئے اور چار برس تک برابر سیاحی کرتے رہے -
ان زمانہ مین بدھ مذہب کی تحقیقات کے لئے رام موہن راے
تبّت گئے اور وہان کی زبان سے واقفیت حاصل کر کے
مذہبی تحقیقات شروع کی -

تبّت کے لوگ دلائی لاما کی پرستش کرتے ہین - اُنکا خیال
ہے کہ دلائی لاما مرتا نہین بلکہ چولا بدلا کرتا ہے - چنانچہ جب
دلائی لاما مرتا ہے تو کسی ایسے بچّے کی تلاش کیجاتی ہے جسمین

اُنکے اعتقاد کے مطابق اُسکی روح حلول کرگئی ہے - رام موہن رائے
کی حق پسند طبیعت نے اُنکو اس خیال کی لغویت ظاہر کرنیکے لئے
مجبور کیا جسکی وجہ سے وہان کے لوگ اُنکے دشمن ہو گئے - آخرکار
چند عورتون کی مدد سے اُنکی جان بچی اور اپنے والدین کے
حسب الطلب یہ گھر کو واپس آگئے - جب یہ واپس آئے تو اُنکے
باپ نے کہا کہ جیسا رنج راجہ دسرتھ کو رامچندر کی جدائی سے ہوا تھا
ویسا ہی قلق مجھکو اپنے رام کی علیحدگی سے ہوا ہے اور اب مین اُسکو
اپنے سے الگ کرنا نہین چاہتا -

لیکن باوجود ان باتون کے رام موہن رائے
اور اُنکے باپ مین پھر ان بن ہو گئی کیونکہ رام موہن رائے
مروجہ عقائد کی مخالفت سے باز نہین رہ سکتے
تھے - مذہبی معاملات مین جب کبھی مباحثہ ہوتا تھا
تو یہ اپنے والد کے دلائل کو نہایت متانت سے
رد کرتے تھے - چنانچہ اُنکے باپ کہا کرتے تھے
کہ جتنی دلیلین مین پیش کرتا ہون اُن سب مین
تو کنتو (لیکن) لگا کر اُن کو کاٹ دیتا ہے - اسی
اختلاف کی وجہ سے رام موہن رائے کو دوبارہ
گھر چھوڑنا پڑا اس مرتبہ سنسکرت کی تکمیل کی غرض سے
یہ بنارس جاکر رہے اور وہان اُپنشدون کی تعلیم کو پورے
طور سے حاصل کیا -

سنہ ۱۸۰۳ء مین اپنے والد کی بیماری کی خبر سنکر یہ وطن واپس
گئے اور اُنکی وفات کے وقت اُنکے پاس موجود تھے - ایک
مرتبہ پادری ایڈم صاحب سے رام موہن رائے نے بیان
کیا کہ مرتے وقت میرے والد ایسی محبت سے رام رام کہتے
تھے کہ باوجود اختلاف عقائد کے اُنکے عقیدہ کی مضبوطی اور
مذہبی جذبہ سے سننے والے کا متاثر ہونا ناممکن تھا -

ملازمت سرکاری

اب رام موہن رائے کی زندگی کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے -
ابھی تک تو گویا اُنکا طالبعلمی کا زمانہ تھا یہ سچ ہے کہ اُنھون نے
علاوہ معمولی تحصیل علم کے اُس زمانے مین کئی زبانون پر قدرت
حاصل کرلی تھی اور مروجہ خیالات اور طریقون سے ہٹکر قرآن اور
اُپنشدون کی مدد سے اپنے لئے وحدانیت کا الگ راستہ نکال
لیا تھا - لیکن اصول کے قیام و استحکام کی حد سے گذر کر اُنکی
اشاعت کی نوبت نہین آئی تھی - سنہ ۱۸۰۱ء مین رام موہن رائے
نے سرکاری ملازمت کا ارادہ کیا اور اُنکی ملازمت کا زیادہ
حصہ رنگ پور کے کلکٹر مسٹر ڈگبی کی سررشتہ داری مین بسر ہوا -
انگریزی کام کرتے کرتے اور ڈگبی صاحب کے پاس جو انگریزی
اخبارات آتے تھے اُنکو پڑھتے پڑھتے دو تین سال مین رام موہن رائے
نے انگریزی مین معقول لیاقت پیدا کرلی - ڈگبی صاحب اُنکی
نہایت قدر کرتے تھے اور انگریزی زبان سیکھنے مین اُنکی مدد
کرتے تھے - اُنکا برتاؤ رام موہن رائے کے ساتھ حاکمانہ نہین
بلکہ دوستانہ تھا اور وہ اُنکے مذہبی اصلاح کے کام مین بہت کچھ
دلچسپی ظاہر کرتے تھے - چنانچہ جب رام موہن رائے نے ویدانت سار
انگریزی مین لکھا تو ڈگبی صاحب نے اُسکو ترتیب دیکر اُسکا دیباچہ
اپنے قلم سے لکھا -

رام موہن رائے نے رنگپور مین اپنے مکان پر ایک مجلس
قائم کی تھی جسمین مذہب کے شوقین اکثر مذہبی معاملات پر گفتگو
کیا کرتے تھے - اسی زمانے مین دیوان گوری کانت رائے جی
نے ایک کتاب گیان سندر نامے اُنکے خلاف لکھی جس سے معلوم
ہوتا ہے کہ رام موہن رائے نے چند رسالے بُت پرستی کی تردید مین

تحریر کئے تھے۔ اُنکو مذہبی اصلاح کی دُھن تھی اور اُسکے متعلق کچھہ نہ کچھہ کام وہ زمانۂ ملازمت مین بھی کئے جاتے تھے تاہم نوکری کی پابندی بہت کچھہ انکی آزادی مین حائل تھی۔ اسیوجہ تیرہ برس نوکری کرکے ۱۸۱۳ء مین اُنھون نے استعفیٰ دیدیا۔ جب وہ استعفیٰ دیکر اپنے گھر آئے تو اُنکی مخالفت از سرِ نو شروع ہوئی۔ رام جی بٹ نامے ایک شخص نے بہت سے لوگون کو ساتھ لیکر اُنکو طرح طرح کے آزار دینا شروع کئے۔ لوگ آکر اُنکے مکان کے نیچے چلاتے، جانورون کی بولیان بولتے اور اُنکے مکان مین ہڈیان پھینکتے تھے۔ صرف یہی نہین بلکہ رام موہن رائے کی مان اُنسے اسقدر بیزار ہوگئین کہ اُنکو الگ مکان بناکر رہنا پڑا۔ اسی زمانے کا ذکر ہے کہ اُنکی بیوی اُما دیوی نے انسے پوچھا کہ کونسا دھرم سب سے اچھا ہے۔ رام موہن رائے نے جواب دیا کہ "گائین مختلف رنگوان کی ہوتی ہین مگر سب کا دودھ یکسان ہوتا ہے۔ اسیطرح مختلف مہاپرشون کی آرا مختلف ہین لیکن ہر مذہب کا لب لباب یہ ہے کہ ست نِشٹھ کو اختیار کیا جاے اور ایمانداری کے ساتھہ زندگی بسر کیجاے"۔

اس زمانے مین ہندوستان مین عموماً اور بنگال مین خصوصاً ہندؤن کی اونچی ذاتون مین ستی کی رسم بڑے زور شور سے جاری تھی۔ انگریزی حکام اسکو بُرا سمجھتے تھے اور حتی الامکان عورتون کو ستی ہونے سے منع کرتے تھے لیکن جزوِ مذہب سمجھکر امتناع قانونی کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ اتفاق سے اُس زمانہ مین رام موہن رائے کے بڑے بھائی کا انتقال ہوگیا اور گو رام موہن رائے نے اُنکی بیوی کو ستی ہونے سے باز رکھنے کی بہت کوشش کی مگر اُنکی ایک پیش نہ گئی اور آخرکار اُنکی بھاوج ستی ہوگئی۔ اُسیوقت رام موہن رائے نے دل مین یہ عہد کیا کہ جب تک اس مکروہ رسم کو بند نہ کرالونگا اُسوقت تک چین نہ لونگا۔

مرشدآباد۔ تحفۃ الموحدین

ملازمت سرکاری سے علیحدہ ہونیکے بعد رام موہن رائے کی زندگی کا تیسرا دور شروع ہوا۔ اُس زمانے مین اُنھون نے وطن سے ہجرت کرکے چندروز مرشدآباد مین اور پھر مستقل طور سے کلکتہ مین سکونت اختیار کی۔ مرشدآباد کے زمانۂ قیام مین رام موہن رائے نے ایک چھوٹی سی کتاب موسوم بہ تحفۃ الموحدین لکھی۔ یہ کتاب فارسی زبان مین ہے اور اُسکے ساتھہ ایک عربی دیباچہ ہے۔ یہ کتاب پُرانے مولویانہ ڈھنگ پر لکھی گئی ہے اور اُسکا ماحصل یہ ہے کہ "خدا کی وحی ہر ایک مہاتما پر نازل ہوسکتی ہے اور یہ سلسلہ وحی و رسالت ابد تک رہے گا۔ ہر ایک مذہب کی خوبیونکی قدر کرو پرماتما کو جامع جمیع کمالات سمجھکر اُسکی عبادت کرو اور ہر ایک مذہب کے بنیادی اُصول کو جو عقل کے مطابق ہون دُنیا مین رواج دو"۔ چند سال ہوے برہمو سماج نے اس کتاب کو دوبارہ شائع کرایا تھا۔

کلکتہ کی سکونت

مرشدآباد کے چندروزہ قیام کے بعد رام موہن رائے نے کلکتہ مین سکونت اختیار کی اور اپنے اصول اور اشاعت کو باقاعدہ طور پر شروع کردیا۔ ۱۸۱۵ء مین اُنھون نے ویدانت سُوتر کو مع بنگلہ ترجمہ کے شائع کیا اور کتاب کے شروع مین بُت پرستی کی مخالفت مین ایک زبردست مقدمہ لکھا۔ ازان بعد پانچ اُپنشدون کا ترجمہ کرکے شائع کیا۔ اُنکے شائع کرنے سے اُنکی غرض یہ تھی کہ ہندؤن کو یہ بتایا جاے کہ اُنکی مقدس کتابون کی رو سے بُت پرستی ناجائز ہے اور اُسمین خداے واحد کی پرستش کے احکام موجود ہین۔ رام موہن رائے جانتے تھے کہ مذہب کے معاملہ مین محض عقل و دلائل سے کام نہین چلتا کیونکہ انسان کو

تمام باتون مین اور خصوصاً مذہب کے معاملہ مین عادت کو بہت کچھ دخل ہے۔ پس اگر ہندؤن کو یہ بتایا جائے کہ وہ جن کتابون کو الہامی سمجھتے ہین اُنھین کتابون مین اُنکے مروجہ لغویات کا رد موجود ہے تو وہ وحدانیت کی تعلیم کو زیادہ آسانی سے قبول کرنے کے لئے تیار ہو جائین گے۔

ہندؤن کے مذہب کی اُس زمانے مین یہ کیفیت تھی کہ عوام کا تو کیا ذکر ہے خواص بھی ویدون اور شاستروں سے بے بہرہ محض تھے اور سارے مذہبی عقائد اور رسم و رواج کی بنیاد پُرانون پر رکھی ہوئی تھی جو ویدون اور شاستروں سے بہت بعد کو لکھی گئی ہین۔ رام موہن راے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے تھے کہ خالص اور قدیم ہندو مذہب مین بت پرستی کا طریقہ رائج نہین تھا بلکہ اسکا رواج انسانی کمزوری اور اوہام پرستی کیوجہ سے پیدا ہو گیا ہے۔ اُنپشدون کے تراجم چھاپ کر ہندؤن کو اُنکی تعلیم سے آگاہ کرنے کی یہی غرض تھی کہ خواص و عوام پر یہ روشن ہو جائے کہ اصلی ہندو مذہب کیا ہے اور وہ کون کونسی بدعتین ہین جو بعد کو اُسمین شامل کر دی گئی ہین۔ پُرانے خیال کے پنڈتون نے رام موہن راے کی بہت کچھ مخالفت کی اور اُنسے عرصہ تک زبانی تحریری مباحثے ہوتے رہے۔

پادریون سے مباحثہ

سنہ ۱۸۲۱ء مین سریرام پور کے مشہور پادریون کیری۔ وارڈ اور مارشمین وغیرہ سے رام موہن راے کی ملاقات ہوئی اور اس ملاقات سے اُنکو مذہب عیسوی کی تحقیقات کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ اُنھون نے انجیل کو اصلی زبان عبرانی مین پڑھنا شروع کیا۔ کیونکہ یونانی۔ لاطینی یا انگریزی تراجم اور تراجم در تراجم سے اُنکی تسکین ناممکن تھی۔ چونکہ رام موہن راے عربی کے ماہر تھے اسلئے اُنکو عبرانی زبان سیکھنے مین زیادہ دقت نہین ہوئی۔ انجیل کے مطالعہ سے بھی اُنھون نے وحدانیت کا وہی سبق اخذ کیا جو وہ قرآن اور اُنپشدون سے نکال چکے تھے۔ وہ اکثر عیسائیون سے کہا کرتے تھے کہ ہمکو تو قرآن مین تثلیث ملتی نہین تم نہ معلوم تثلیث کہان سے نکال لاتے ہو۔ اس مباحثہ مین اُنکے دلائل کا اسقدر اثر ہوا کہ ایک پادری صاحب ایڈم نامے جنسے رام موہن راے یونانی زبان سیکھتے تھے اور جنکو یہ قوی امید تھی کہ رام موہن راے جلد عیسائی ہو جائینگے۔ تثلیث کے مسئلہ کو سلام کر کے یونیٹرین (موحد) بنگئے ؏۔ شکار کرنے کو آئے تھے شکار ہو کے چلے + یونیٹرین فرقہ کے لوگ یورپ اور امریکہ مین اُسوقت بھی موجود تھے اور اب بھی موجود ہین گو تعداد مین تھوڑے ہین۔ یہ لوگ حضرت عیسیٰ کو نہ خدا اور نہ خدا کا بیٹا مانتے ہین اور نہ انجیل کو مبرا از خطا سمجھتے ہین۔ اُنکے دل مین حضرت عیسیٰ کی عزت محض بحیثیت ایک مذہبی پیشوا یا پیغمبر کے ہے اور انجیل کو وہ ایک مذہبی اور مقدس کتاب خیال کرتے ہین اور بس۔

ایڈم صاحب کی اس حرکت سے عیسائی عموماً اور عیسائی پادری خصوصاً ناراض تھے اور چونکہ وہ رام موہن راے کو اسکا باعث سمجھتے تھے اسواسطے انسے بھی باوجود انکی تعلیم وحدانیت کے کچھ خوش نہ تھے۔ اتفاق سے اس زمانے مین رام موہن راے اور عیسائی پادریون سے مباحثہ شروع ہو گیا۔ ابتدا اسکی یون ہوئی کہ انجیل کو پڑھکر راجہ صاحب نے ایک کتاب موسومہ نصائح مسیح شائع کی جسمین اُنھون نے انجیل سے حضرت عیسیٰ کے خاص خاص اقوال انتخاب کر کے درج کئے تھے۔ بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کے مؤلف سے پادری صاحبان کو خوش

ہونا چاہئے تھا کیونکہ اس سے اُنکے مذہبی پیشوا کے اقوال کی اشاعت ہوتی تھی۔ لیکن اسکے بالکل برخلاف پادریون کو یہ امر نہایت ناگوار گذرا کہ رام موہن راے نے حضرت عیسیٰ کے معجزون اور اُنکی خدائی سے قطع نظر کرکے محض اُنکے اقوال ایک مذہبی پیشوا اور بزرگ کی حیثیت سے نقل کردئے تھے۔ یہ زمانہ وہ تھا کہ یورپ کے عیسائیون مین مذہبی تنگ خیالی اور تعصب کا رواج تھا اور جو پادری لوگون کو عیسائی کرنے کے لئے ہندوستان آتے تھے نہ تو اُنکی تعلیم و تربیت اعلیٰ درجہ کی ہوتی تھی اور نہ وہ اپنے مروجہ مذہب کے ہر اچھے اور برے کی تمیز کرسکتے تھے۔ بس اُنکا ایک اصول ہوتا تھا کہ مذہب عیسوی جس ملت کے وہ پیرو ہین اُسکے علاوہ ہر شے لغو ہے اور ہر شخص کو عیسائی بنالینا اُنکا فرض ہے۔ بہرحال ایک پادری اسمتھ صاحب نامی نے اپنے اخبار فرینڈ آف انڈیا مین رام موہن راے کی مخالفت مین ایک مضمون لکھا جسکا جواب رام موہن راے نے فرسٹ اپیل ٹو دی کرسچین پبلک مین دیا۔ اسکا جواب الجواب ڈاکٹر مارشمین صاحب کی طرف سے اُنکے رسالے مین شائع ہوا جسکا جواب سکنڈ اپیل مین دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ رام موہن راے جب اپنے مذہب کے توہمات سے دست بردار ہوچکے تھے تو وہ دوسرے مذہب کے توہمات کو کب پسند کرسکتے تھے اور اسوجہ سے وہ اپنے جوابات مین اُن عیسائی مسائل کی سخت مخالفت کرتے تھے۔ اس مرتبہ عیسائی مطبعون نے اُنکا جواب چھاپنے سے انکار کردیا اور اسیوجہ سے رام موہن راے کو اپنا مطبع علیحدہ قائم کرنا پڑا اور اُنکی تیسری اپیل اسی مطبع سے شائع ہوئی۔ شدہ شدہ ان تحریرات کا شہرہ انگلستان اور امریکہ تک پہونچا چنانچہ ۱۸۲۴ء مین انگلستان کی یونیٹیرین سوسائٹی نے نصائح مسیح اور تینون اپیلون کا مجموعہ اپنے طور پر شائع کرایا پھر ۱۸۲۸ء مین یہ کتابین امریکہ مین چھپین اور ۱۸۳۴ء مین دوبارہ لندن مین شائع ہوئین۔ اسی زمانے مین پادریون نے اپنے اخبار سماچار درپن مین ہندو مذہب پر سخت حملے شروع کئے جن کا جواب رام موہن راے کی طرف سے برہمنیکل میگزین کے کئی نمبرون مین دیا گیا۔ رام موہن راے ہندو مذہب کے توہمات کے ضرور مخالف تھے لیکن وہ اسکی خوبیون سے بھی بخوبی ماہر تھے اور اُنکو بحیثیت ایک ہندو کے یہ گوارا نہ تھا کہ اسکے مذہب پر اس قسم کے حملے کئے جائین۔ اس واقعہ کے کچھ دن بعد رام موہن راے اور ایک پادری ٹائلر نامے سے مباحثہ ہوا اور عرصہ تک دونون طرف سے اخبارات مین مضامین شائع ہوتے رہے۔ ان مباحثون کی تفصیل سے یہ بات صاف طور سے واضح ہوگئی ہوگی کہ گو راجہ صاحب بعض مروجہ ہندو عقائد مثلاً بُت پرستی اور ستی وغیرہ کے سخت مخالف تھے اور اپنے ہم مذہبون کو ان عقائد سے جدا کرکے اُپنشدون کی خالص تعلیم وحدانیت کی طرف لیجانا چاہتے تھے لیکن وہ اپنے کو ہندو مذہب سے خارج نہین سمجھتے تھے اور نہ اخراج کو پسند کرتے تھے۔ دوسرے مذاہب کے عمدہ اصولون سے تعلیم حاصل کرنا اُنکے نزدیک واجب اور درست تھا کیونکہ جیسا کہ اُنکے اس جواب سے ظاہر ہے جو اُنھون نے اپنی بیوی اُما دیوی کو دیا تھا وہ بخوبی سمجھتے تھے کہ

یک چراغ ست درین خانہ واز پرتو آن
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

اور حضرت عیسیٰ اور دیگر ہندی پیشواؤن کی عزت اُسکے

دل مین تھی - تاہم وہ کسی دوسرے مذہب کو اپنے مذہب سے
اعلیٰ نہین سمجھتے تھے اور نہ اپنا مذہب چھوڑکر دوسرا مذہب
اختیار کرنے پر آمادہ تھے - برہمو سماج پر جو عیسائیت کا ایسا
چوکھا رنگ چڑھا وہ زیادہ تر کیشب چندر سین کی تلقین کا نتیجہ تھا

ستی کی رسم کا انسداد

ستی کی رسم ہندوستان مین پُرانے زمانے سے رائج
تھی - غالباً اسکی بنا متقدمین کے اس خیال پر تھی کہ جسطرح
کسی انسان کو مختلف اشیا کی ضرورت دُنیا مین ہوتی ہے
اُسیطرح اُنکی ضرورت اسکی روح کو مرنے کے بعد بھی ہوتی ہوگی
آجکل ہنود مین اکثر چیزین جو کسی شخص کے مرنے کے بعد
مہاپاتر کو دان دیجاتی ہین وہ بھی اسی خیال سے دیجاتی ہین -
چنانچہ یونانی اپنے سردارون کی نعش کے ساتھ اُسکی کمان
وغیرہ کو بھی جلا دیا کرتے تھے اور اُسکی چتا پر اسکے گھوڑے
اور اسکے غلامون کی قربانی کرتے تھے - کیا عجب ہے کہ
راجپوت جنکو بعض مورخین ستھین قوم کی نسل سے بتاتے
ہین اس رسم کو وسط ایشیا سے اپنے ساتھ لائے ہون -
بہرحال اسکی اصلیت جو کچھ ہو رفتہ رفتہ یہ رسم مرحوم کی بیوہ
تک محدود رہگئی تھی اور مجبوری اور زبردستی کی حیثیت سے
گذر کر اسنے اُس بے نظیر ایثار کی شکل اختیار کرلی تھی جسکے
فسانے سُنکر دُنیا آج عش عش کرتی ہے - لیکن ہمکو یہ نہ بھولنا
چاہیے کہ جہان چند عورتین رنج اور محبت کے جذبون سے
بیتاب ہوکر اپنے خاوند کی نعش کے ساتھ خوشی خوشی جل
جانا پسند کرتی تھین وہان بیسیون خاندان کی بدنامی کے
ڈر سے زبردستی جلا دیجاتی تھین - بعض اوقات ایسا ہوتا
تھا کہ عورت کو رسیون سے جکڑکر چتا پر ڈالا جاتا تھا کبھی یہ
ایسا ہوتا تھا کہ عورت پہلے تو لواحقین کے کہنے سُننے یا محبت
اور رنج کے جوش مین ستی ہونے پر راضی ہوجاتی تھی لیکن
جب چتا روشن کیجاتی تھی تو آگ کے شعلون کی برداشت نہین
کرسکتی تھی اور اُٹھنے اور بھاگنے کی کوشش کرتی تھی - ایسی
مثالین بھی موجود ہین کہ جب عورتین اپنی جان بچانے کے لئے
چتا پر سے گنگا جی مین کود پڑین - ان موقعون پر شقی القلب
لوگ اردگرد بانس لیکر کھڑے رہتے تھے کہ عورت کو اُٹھنے کا
موقع نہ ملے اور اکثر چتا کے گرد ڈھول اور اس قسم کے اور
باجے بجائے جاتے تھے کہ جلنے والی کے چیخنے اور چلّانے
کی آواز کسی کو نہ سنائی دے - اکبر نے اس رسم کی انسداد کی
تھوڑی بہت کوشش کی تھی - جب ایسٹ انڈیا کمپنی کی
حکومت ہندوستان مین قائم ہوئی تو زندہ عورتون کو جلتے
ہوئے دیکھکر انگریزی افسر نہایت پریشان ہوئے - لیکن
چونکہ وہ اسکو مذہبی رسم سمجھتے تھے اور مذہب مین دخل
دینا اُنکے اصول کے خلاف تھا اسلئے دم نہین مار سکتے تھے -
تب بھی ڈرتے ڈرتے اس وحشیانہ رسم کے خلاف کچھ احکام
جاری کئے گئے تھے - مثلاً "یہ کہ کوئی بیوہ اپنے خاوند کی نعش
سے الگ نہ جلائی جائے ورنہ شوہر متوفی اور بیوہ کی کل
جائداد ضبط ہوجائیگی" تاہم اُسوقت تک کوئی معقول انسداد
اسکا نہین ہوا تھا -

رام موہن راے نے اپنے بھائی کی بیوہ کو جلتے ہوئے
دیکھکر اس ہولناک رواج کو کالعدم کرنے کا عہد کیا تھا کلکتہ
مین آکر اُنھون نے اسکی مخالفت علانیہ شروع کی - گھاٹ
پر جاکر وہ اسکے خلاف لوگون کو سمجھایا کرتے تھے - انگریزی
حکام سے ملکر اُنھون نے اس رسم کی لغویت کو ظاہر کرنا شروع

کیا' اخبارون مین مضامین لکھے۔ کئی کتابین ستی کی رسم کے خلاف لکھین اور یہ ثابت کیا کہ اُسکا ذکر ویدون مین کہین نہین ہے۔ یہ محض لوگون کی اختراع ہے۔ آخر کار اس تحریک کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ ولیم بنٹنگ نے اس رسم کے متعلق تحقیقات شروع کی اور مذہب کے اصلی احکام پر اسکو مبنی نہ پاکر ۱۸۲۹ء مین اسکے انسداد کے لئے قانون پاس کردیا۔ اس قانون کے پاس ہوتے ہی کلکتہ مین ایک ہنگامہ برپا ہوگیا۔ ادیب کے ناظرین مین سے جن صاحبون کو ایج آف کنسنٹ بل Age of consent bill کے زمانہ کا شور وشغب یاد ہے وہ اُس زمانے کے شور وشغب کا کچھ اندازہ کرسکتے ہین۔ بیسیون جلسے اس سرکاری فیصلے کے خلاف منعقد ہوے اور ہمارے بنگالی بھائیون نے اپنے حسب عادت بہت کچھ شور مچایا۔ ایک بہت بڑی عرضداشت اس قانون کے خلاف گورنر جنرل صاحب کے حضور مین گذرانی گئی جسکو رد کرنے کے لئے رام موہن راے نے تین سو بڑے بڑے معزز رؤسا سے دستخط کراکے ایک سپاسنامہ لارڈ ولیم بنٹنگ کی خدمت مین پیش کیا۔ اسپر بس نہ کرکے ایک عرضی ستی کے انسداد کے خلاف ولایت بھیجی گئی مگر رام موہن راے کی کوشش سے وہ بھی خارج ہوگئی۔

انگریزی تعلیم کی حمایت

ہندوٴن اور مسلمانون کے زمانے مین خاص خاص طبقون مین تعلیم کا رواج تھا اور اُنکے لئے مختلف پاٹھ شالاؤن مدرسون اور مکاتب کا انتظام تھا۔ ان پاٹھ شالاؤن اور مدرسون کی امداد بادشاہان وقت کیطرف سے ہوتی رہتی تھی اور علوم اور فنون کی قدر دانی مختلف طریقون سے کیجاتی تھی۔ لیکن تعلیم کا کوئی خاص صیغہ قائم نہین ہوا تھا اور تعلیم کے ذرائع مہیا کرنا اور اُنکی نگرانی کرنا حاکم وقت کا فرض نہین خیال کیا جاتا تھا۔ جب انگریزون کا تسلط بنگال مین ہوا تو اُنھون نے بھی پُرانے طریقہ کو جاری رکھا۔ جو اوقاف تعلیم کے متعلق قائم تھے وہ اسیطرح قائم رہے اور بندوبست استمراری کے موقع پر انکا خیال رکھا گیا۔ وارن ہیٹنگز نے ایک سنسکرت کالج بنارس مین اور ایک اسلامی مدرسہ کلکتہ مین ہندو او مسلمان مقننون کے تعلیم کیلئے قائم کیا کہ انگریزی ججون کو ہندو اور مسلمانون کی جائداد کے متعلق جو فیصلے دھرم شاستر اور شرع کے مطابق کرنا پڑتے ہین اُنکے واسطے اچھے تعلیم یافتہ قانونی مُشیر مل سکین لیکن عوام کی تعلیم کے لئے کسی قسم کا انتظام نہین کیا گیا۔ ۱۸۱۳ء مین جب کمپنی کے چارٹر کی تجدید ہوئی تو اُسمین پارلیمنٹ کی طرف سے یہ شرط بھی رکھی گئی کہ ایک لاکھ روپیہ سالانہ تعلیم کی مد مین خرچ کیا جاے۔ لیکن دس سال تک اسپر کوئی عملدرآمد نہین ہوا اور یہ روپیہ محض جمع ہوتا رہا۔ آخر کار ۱۸۲۳ء مین لارڈ امہرسٹ اس شرط کو پورا کرنے کے لئے ایک سنسکرت کالج کلکتہ مین قائم کرنے کا ارادہ کیا۔ رام موہن راے کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اُنھون نے گورنر جنرل کے اس ارادے کی مخالفت کی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جس قسم کی دماغی اخلاقی اور سوشل ترقی کی ہندوستانیون کو ضرورت ہے وہ محض مشرقی علوم کی تعلیم سے نہین حاصل ہوسکتی۔ انگریزی کی کتابین پڑھکر وہ یورپ کے حالات سے واقف ہوچکے تھے۔ اُنکو خوب معلوم تھا کہ جن علوم وفنون کی دنیوی ترقی کے لئے ضرورت ہے اُنہین اہل فرنگ ہندوستانیون سے سیکڑون کوس آگے

نکل گئے ہین اور ہندوستانیون کی بیداری اور ترقی اگر ممکن ہے
تو انھین ذرائع سے ممکن ہے جنھون نے فرنگستان کو اس
معراج پر پہونچا دیا ہے - اس مسئلہ کے متعلق راجہ صاحب
موصوف کے خیالات بعینہ وہی تھے - جو جاپان کے مشہور
و معروف مدبر مارکوئس آئٹو اور اُنکے ساتھیون کے دلون
مین موجزن تھے اور جسپر کاربند ہو کر اُنھون نے تیس برس
کے عرصہ مین جاپان کو یورپ کا مدمقابل بنا دیا -

رام موہن راے نے جو خط تعلیم مغربی کی ضرورت
کے متعلق لارڈ ایمہرسٹ کو لکھا تھا اُسکے بعض حصص کا ترجمہ
لالہ رگھوناتھ سہاے صاحب کی کتاب سے جو اُنھون نے
راجہ رام موہن راے کے حالات کے متعلق لکھی ہے
اخذ کر کے ذیل مین درج کیا جاتا ہے :-

"کلکتہ مین ایک جدید سنسکرت کالج قائم کرنے سے گورنمنٹ کی
اس قابل تعریف خواہش کا ثبوت ملتا ہے کہ وہ باشندگان ہند کی
حالت کی تعلیم کے ذریعہ سے اصلاح کرے یہ ایک ایسی برکت ہے جسکے
واسطے انھین ہمیشہ شکرگزار رہنا چاہئے اور ہر ایک خیرخواہ نوع
انسان ضرور اس بات کا خواہان ہو گا کہ اُنکی ہدایت کے واسطے
نہایت ہی مہذب اصول سے کام لیا جاے تا کہ علم کا پانی انھین
نہرون مین جاری ہو جو سب سے زیادہ فائدہ رسان ہین -"

"جب اس دارالعلوم کی تجویز ہوئی تھی تو ہم لوگون نے سمجھا تھا
کہ گورنمنٹ انگلستان نے یہ حکم دیا ہے کہ ہر سال ایک بڑی رقم اسکی
ہندوستانی رعایا کی تعلیم و تربیت مین صرف ہو - ہمارے دل امیدون
سے بھر گئے تھے کہ اس رقم کے صرف سے صاحب ذہانت اور
تعلیم یافتہ یوروپین فضلا نوکر رکھے جائینگے تا کہ وہ باشندگانِ ہند
کو ریاضی - فلسفہ - علم طبعی - کیمیا - تشریح الاجسام اور دیگر مفید علوم کی
تعلیم دین جنکو باشندگانِ یورپ نے ایسے درجۂ کمال تک پہونچایا ہے
اور جسکے باعث وہ دُنیا کے دوسرے حصون کے باشندون سے
بالاتر ہو گئے ہین -"

+ + + + + + + +

لیکن ہمین معلوم ہوا ہے کہ گورنمنٹ اس علم کی تعلیم کے لئے جو پہلے ہی
ہندوستان مین رائج ہے ہندو پنڈتون کے ماتحت ایک سنسکرت
اسکول قائم کرنے والی ہے اس دارالعلوم سے جو ان مدرسون کے
مانند ہو گا جو لارڈ بیکن کے زمانے کے قبل یورپ مین پائے جاتے تھے
ہم صرف اس بات کی توقع کر سکتے ہین کہ وہ نوجوانون کے دلون کو
صرف و نحو کی باریکیون اور الٰہیات کے مسائل سے گرانبار کرے جو
عملی طور پر انکے جاننے والون یا سوسائٹی کے واسطے بالکل بیفائدہ
ہین - اس دارالعلوم مین طلبا وہی باتین سیکھین گے جو دو ہزار برس سے
معلوم ہین اور ایسی لاحاصل اور بے معنی موشگافیان کرینگے جو اس
زمانے کے بعد صاحب فکر لوگون نے نکالی ہین اور جنکی ہندوستان
کے تمام حصون مین پہلے ہی سے خوب تعلیم ہو رہی ہے -"

"یہ بخوبی روشن ہے کہ سنسکرت زبان ایسی مشکل ہے کہ اسکے لئے
تقریباً عمر کا ایک معقول حصہ درکار ہے اور اسکی وجہ سے زمانۂ
دراز سے اشاعت کے راستہ مین ایک قابل افسوس روک پیدا ہو گئی
ہے اور وہ علم جو اس پردہ کے اندر جس مین داخل ہونا تقریباً ناممکن
ہے چھپا ہوا ہے اس بات کے لئے ہرگز کافی نہین ہے کہ اسکے
حصول کیواسطے جو محنت درکار ہے اُسکا صلہ دے سکے - لیکن اگر
ان چند بیش قیمت معلومات کے واسطے جو اس زبان مین ملتے ہین
اسکو زندہ رکھنا ضروری خیال کیا جاتا ہے تو یہ مقصد بجاے اسکے
کہ ایک جدید سنسکرت کالج قائم کیا جاسکے دوسرے وسائل سے
بہت سہولت سے حاصل ہو سکتا ہے - کیونکہ سنسکرت کے بے شمار

فاّل ملک کے مختلف حصّون مین اس زبان اور نیز علم ادب کی دوسری
شاخون کی تعلیم دینے مین ہمیشہ مصروف رہے ہین، اور اب بھی مصروف
پائے جاتے ہین اور یہی اس جدید دارالعلوم کا بھی مقصد ہے ' پس
اگر یہی مطلب ہے کہ زیادہ تندہی سے اُنکی تحصیل عمل مین آوے تو یہ
کام اسطرح انجام پاسکتا ہے کہ اُنکے سب سے مشہور معلمون کو جو پہلے
اپنی مرضی سے اُنکی تعلیم دے رہے ہین انعامات عطا کئے جائین
اور اُنکے واسطے وظائف مقرر کئے جائین - اس قسم کے صِلے حاصل
ہونے سے اُنھین اور بھی زیادہ سعی کرنیکی تحریک ہوگی "

+ + + + + + + + +

"لیکن جب گورنمنٹ کا مقصود ہندوستانیون کی اصلاح اور
ترقی ہے تو اسے ایک آزاد اور مہذّب طریقۂ تعلیم کو جسمین ریاضی
فلسفہ - طبعی کیمیا - تشریح الاجسام اور دیگر مفید علوم شامل ہون
رواج دینا چاہیئے اور یہ مقصد اس رقم سے جو تجویز ہوئی ہے
اسطرح حاصل ہوسکتا ہے کہ چند ذی علم و ذی لیاقت صاحبان
کو جنھون نے یورپ مین تعلیم پائی ہو ملازم رکھا جاوے اور ایک
کالج قائم کیا جاوے جو ضروری کتب - آلات اور دوسرے
سازوسامان سے آراستہ ہو"

شاید ادیب کے ناظرین کو یہ پڑھکر تعجب ہوگا کہ اس
عرضداشت کو شرف قبولیت حاصل نہین ہوا اور سنسکرت
کالج پُرانے قسم کی ناقص تعلیم دینے کیواسطے قائم کردیا گیا
ایسی حالت مین رام موہن راے سوا اسکے کیا کرسکتے
تھے کہ نئے اصول پر دوسرا مدرسہ قائم کرنیکی کوشش کرتے -
چنانچہ اُنھون نے اپنے دوست مسٹر ڈیوڈ ہیر اور دیگر احباب
کے ساتھ ملکر انگریزی تعلیم کے لئے ایک کالج کھولنے کی کوشش
شروع کی - اس کوشش مین خاطر خواہ کامیابی ہوئی لیکن کالج
قائم ہونے سے کچھ پہلے چند پُرانے خیال کے ہندوؤن نے کمیٹی
مین شریک ہونے سے اس بناپر انکار کردیا کہ اسمین رام موہن راے
شریک تھے - یہ سُنتے ہی رام موہن راے فوراً کمیٹی سے علیحدہ ہوگئے
اور گو وہ درپردہ کالج کا سارا کام کرتے رہے لیکن اُنھون نے
کمیٹی مین رہکر کالج کو نقصان پہونچانا گوارا نہ کیا - کلکتہ کا ہندو کالج
اسی کوشش کا نتیجہ تھا - علاوہ برین اپنے ذاتی صرف سے
رام موہن راے نے ۱۸۲۲ء کے قریب ایک اور انگریزی اسکول
قائم کیا تھا -

اخبار نویسی

ہم پیشتر ذکر کر چکے ہین کہ جب عیسائی مطبعون نے رام موہن راے
کے مضامین اور رسالے چھاپنے سے انکار کردیا تھا تو اُنھون نے
اپنا مطبع قائم کرکے ان مضامین کو برہمنکل میگزین مین شائع کیا تھا -
اس انگریزی رسالے کے علاوہ ۱۸۲۱ء مین اُنھون نے ایک
بنگالی ہفتہ وار اخبار سمبد کومدی نامے نکالا جسمین مفید مضامین عام
فہم زبان مین شائع کئے جاتے تھے - انگریزی اور بنگالی پر اکتفا
نہ کرکے رام موہن راے نے مراۃ الاخبار فارسی زبان مین بھی
ہر جمعہ کو شائع کرنا شروع کیا - اُسوقت اشاعت اخبارات مین
وہ سہولت اور آزادی نہ تھی جو ہندوستانیون کو آج نصیب
ہے - ہندوستانی تو ہندوستانی انگریز اخبار نویس گورنر جنرل
کے حکم سے ملک سے نکال دئے جاتے تھے - چنانچہ ایڈم
صاحب قائم مقام گورنر جنرل کے زمانے مین ایک ایسا ہی واقعہ
ہوا اور اخبارات کے ساتھ بہت سختی برتی جانے لگی - اُسوقت
رام موہن راے نے اخبارات کی آزادی کے لئے ہندوستان
اور نیز انگلستان مین سخت کوشش کی اور گو وہ کوشش بارآور
نہین ہوئی تاہم اسمین ذرا بھی شک نہین کہ ہندوستان جدید کے

اخبارات اس شیر مرد کی سعی کے زیر بار احسان ہین۔

برہمو سماج کی بنا

سوشل اصلاح ترقی تعلیم اور اجرار اخبارات کے متعلق جو کچھ راجہ رام موہن راے کے حالات اوپر بیان کئے گئے ہین اُنسے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اُنکو مذہبی اصلاح کی طرف سے کسی قسم کی لاپروائی ہوگئی تھی۔ سچ یہ ہے کہ وہ مذہبی اصلاح کو دوسرے کامون پر مقدم سمجھتے تھے۔ ۱۸۱۵ء مین اُنھون نے کلکتہ مین روحانی ترقی کے لئے ایک انجمن قائم کی تھی اور اُسکا نام آتمیہ سبھا رکھا تھا۔ اسمین راجہ رام موہن راے اور اُنکے خاص خاص دوست شامل تھے۔ اس انجمن کے جلسے ہفتہ وار ہوتے تھے اور ان جلسون مین اول راجہ رام موہن راے اور انکے دوستون کے تصنیف کردہ بھجن گائے جاتے تھے اور بعدازان ہندو شاسترون کا پاٹھ ہوتا تھا۔ ایڈم صاحب نے جنکا ذکر اوپر آچکا ہے مسئلہ تثلیث کو خیرباد کہنے کے بعد ایک یونیٹیرین انجمن قائم کی تھی۔ اور اسمین راجہ رام موہن راے اور اُنکے دوست بابو دوارکا ناتھ ٹگور، بابو پرسنو کمار، اور بابو رادھا پرشاد راے، برابر شریک ہوتے تھے۔ جب اس انجمن کے متعلق مکان اور اسکول کی تجویز ہوئی تو راجہ رام موہن راے نے پانچ ہزار روپیہ خود دیا اور بہت کچھ روپیہ اپنے دوستون سے دلوایا۔

لیکن باوجود ایڈم صاحب کی کوششون کے یہ انجمن سرسبز نہ ہوئی۔ ایک دفعہ جب راجہ رام موہن راے اور اُنکے دوست اس مجلس موحدین سے واپس آرہے تھے تو تاراچند چکرورتی نے کہا کہ غیرون کی پرستش گاہون مین جانے سے کیا فائدہ۔ ہمکو خداے واحد کی پرستش کے لئے ایک مندر الگ بنانا چاہئے۔ یہ بات راجہ رام موہن راے کو بھی پسند آئی اور اُنھون نے اپنے دوستون سے مشورہ کرکے ایک انجمن ۲۰ اگست ۱۸۲۸ء کو برہمہ سبھا کے نام سے قائم کردی۔ اس سبھا کے ہفتہ وار جلسے ہر سنیچر کو ہوا کرتے تھے اوّل دو یا تین پنڈت وید پاٹھ کرتے تھے، پھر ایک اور پنڈت بنگالی زبان مین ان وید منترون کی تشریح کرتا تھا۔ اسکے بعد بنگالی زبان مین وعظ دیا جاتا تھا اور آخر مین سنسکرت اور بنگالی زبان کے بھجن باجے کے ساتھ گائے جاتے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ ضرورت محسوس ہونے لگی کہ سماج کے لئے ایک عمدہ مندر ہو اور اُسکے انتظام کے لئے ایک باقاعدہ کمیٹی منتخب کیجاے۔ چنانچہ چیت پور روڈ پر زمین خرید کرکے برہمو سماج کیلئے عمارت تعمیر کی گئی۔ ۲۳ جنوری ۱۸۳۰ء کو یہ عمارت بنکر تیار ہوگئی اور اسی روز اسمین برہمو سماج منتقل کردی گئی۔ چھ ہزار روپیہ ایک کمپنی کے پاس اس غرض سے امانت رکھوادیا کہ اسکے سود سے معمولی اخراجات چلائے جائین اور تین شخص یعنی بیکنٹھ ناتھ سین، رادھا پرشاد راے، اور رام ناتھ ٹگور اس جائداد کے امین مقرر کئے گئے اور اسکا انتظام انکے سپرد کیا گیا۔ اس مکان کے قبالہ مین مندر اور سماج کے مقاصد اسطرح بیان کئے گئے ہین :-

(۱) اس مندر مین کائنات کے خالق نراکار پرمیشور کی پوجا کیجاے گی۔

(۲) اس مندر مین بلالحاظ قوم و ملت ہر شخص کو نراکار پرمیشور کی پرستش کرنے کا اختیار ہے۔

(۳) کسی تقریر یا بھجن مین کسی مذہب یا فرقہ کے معبود کی مذمت نہ کیجائیگی۔

(۴) اسمین بکری یا اور کسی جانور کی قربانی نہ ہوگی۔
(۵) کسی قسم کا بت، تصویر یا فوٹو اس مکان مین نہ رکھا جاے گا۔

یورپ کا سفر

راجہ رام موہن راے کو یورپ کے سفر کا عرصہ سے اشتیاق تھا وہ چاہتے تھے کہ انگلستان جاکر وہان کے حالات کا خود مشاہدہ کرین۔ علاوہ برین جب سے ستی کی رسم کے حامیون نے گورنمنٹ کے تصفیہ کے خلاف ایک لمبی چوڑی عرضداشت ولایت بھیجی تھی تب سے راجہ رام موہن راے کو یہ فکر تھی کہ خود ولایت جاکر اسکی تردید کرین۔ اتفاق سے اس زمانہ مین اکبر ثانی بادشاہ دہلی کمپنی کی بعض تجاویز کے خلاف شاہ انگلستان کے حضور مین اپیل کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ اس کام کے لئے رام موہن راے منتخب کئے گئے۔ شاہ دہلی نے انکو راجہ کا خطاب دیکر اپنا سفیر مقرر کیا اور ۱۹۔ نومبر سنہ ۱۸۳۰ء کو یہ کلکتہ سے روانہ ہوئے۔ انگلستان کے اکثر لوگ راجہ صاحب کے نام سے واقف تھے۔ کیونکہ وہان کے اخبارون مین کبھی کبھی انکا ذکر چھپا کرتا تھا۔ اسکے علاوہ یونیٹیرین سوسائٹی نے انکی بعض تصنیفات بھی ولایت مین شائع کی تھین۔ چار مہینے بیس روز کے سفر کے بعد جب یہ ۸۔ اپریل سنہ ۱۸۳۱ء کو لیورپول پہونچے تو وہان کے اکثر پڑھے لکھے لوگ ان سے بڑے شوق سے ملے اور اس بات کا ذکر کر دینا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ منجملہ اور لوگون کے راجہ رام موہن راے سے لورپول مین ولیم راسکو سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔ لندن مین بھی اشتیاق کا وہی عالم تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ صبح سے شام تک انکے ہوٹل کے سامنے گاڑیونکا جمگھٹا رہتا تھا۔ لندن مین راجہ صاحب سے جرمی بنتھم سے ملاقات ہوئی۔ یونیٹیرین حلقہ مین تو انکی خاص طور سے تواضع وتکریم ہوتی تھی اس فرقے کے بڑے چھوٹے جلسون مین وہ ہمیشہ مدعو کئے جاتے تھے۔ شاہ انگلستان کے حضور مین بھی راجہ صاحب پیش ہوئے اور پارلیمنٹ کی کمیٹی کے سامنے انکو ہندوستان کے معاملات پر اظہار راے کا موقع دیا گیا۔ جن اصلاحون کی تجاویز انھون نے پارلیمنٹ کے سامنے پیش کین انکو پڑھنے سے راجہ صاحب کی پولٹیکل قابلیت اور بیدار مغزی کا ثبوت ملتا ہے۔

راجہ رام موہن راے کی وفات

شروع ماہ ستمبر سنہ ۱۸۳۳ء مین راجہ صاحب اپنے یونیٹیرین دوستون سے ملنے برسٹل گئے۔ یہان انکے دوستون نے کئی جلسے منعقد کئے جنمین راجہ صاحب نے ہندوستان کے معاملات پر تقریرین کین۔ ۶۔ ستمبر کے جلسے مین انھون نے تین گھنٹہ تک تقریر کی اور بہت سے سوالون کے جواب دئے۔ اسکے تین روز بعد انکو بخار آیا اور نو دن بیمار رہکر ۲۷ ستمبر کو اس نامور ہندو رفارمر نے انتقال کیا۔ ۱۸۔ اکتوبر کو انکے انگریز دوستون نے بلا کسی ہندو یا مسیحی رسم کے انکی نعش کو دفن کر دیا۔ سنہ ۱۸۴۲ء مین جب بابو دوارکا ناتھ ٹگور انگلستان تشریف لیگئے تو انھون نے انکے تابوت کو اس جگہ سے نکلوا کر برسٹل کے ایک نہایت خوشنما قبرستان مین دفن کر دیا اور ایک عمدہ مشرقی طرز کی عمارت بھی اسکے متعلق بنوا دی اور سنہ ۱۸۷۲ء مین انکی قبر پر انکی یادگار مین ایک کتبہ لگا یا گیا۔

راجہ رام موہن راے کی زندگی کا سبق

یون تو راجہ رام موہن راے کی زندگی اور اسکے کارنامون سے سیکڑون سبق اخذ ہو سکتے ہین

لیکن ہم اسوقت دو خاص باتون کیطرف ناظرین کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہین - اوّل یہ کہ راجہ صاحب موصوف مذہبی اور اخلاقی اصلاح کو ہر قسم کی ترقی کے لیئے ضروری سمجھتے تھے اور اسیوجہ سے وہ زندگی بھر اس معاملہ مین خاص طور سے کوشش کرتے رہے - وہ یہ جانتے تھے کہ جبتک ہماری طبیعتون سے ریاکاری اور باطل پرستی نہ جائیگی اُسوقت تک کسی قسم کی اصلاح بار آور نہین ہو سکتی - یون چاہے ہم صبح سے شام تک بندے ماترم کے نعرے بلند کیا کرین - دیانداری اور سچائی ہر قسم کی ترقیّ کی جڑ ہے - حق پرستی سے مُنہ موڑ کر ہماری کوئی کوشش سرسبز نہین ہو سکتی - وطن پرستی کا جذبہ نہایت قابل تعریف ہے لیکن وہین تک جہانتک وہ اخلاق کے اصول کے تابع فرمان ہے - اگر آپ جھوٹ بول کر یا بے ایمانی کر کے اپنے وطن کی خدمت کرنا چاہینگے ممکن ہے کہ آپ کو کچھ فوری فائدہ حاصل ہو جاسے لیکن آپ کا نہین بلکہ ساری قوم کا کیرکٹر گر جائے گا اور اسکی تلافی کسی نمایشی نفع سے نہین ہو سکتی - دوسری بات یہ ہے کہ راجہ رام موہن راے کی سعی کسی ایک خاص دائرے یا طبقے مین محدود نہ تھی بلکہ انسانی زندگی کے ہر پہلو پر حاوی تھی - برہمو سماج اُنھون نے قائم کی - ستی کی رسم کو اُنھون نے موقوف کرایا - اسکول اُنھون نے قائم کیئے - اخبار اُنھون نے نکالے - پولیٹیکل اصلاح کی غرض سے پارلیمنٹ کے سامنے اظہار اُنھون نے دیا - کیونکہ وہ جانتے تھے کہ قوم کی زندگی کے تمام پہلو چاہے وہ سوشل ہون یا پولیٹیکل، مذہبی ہون یا اخلاقی، ایک دوسرے سے وابستہ ہین اور قومی ترقی کے لیئے ان سب مین اصلاح کی ضرورت ہے - یہ ممکن نہین کہ پولیٹیکل معاملات مین تو آپ اعلیٰ معراج پر پہونچ جائین اور مذہبی اور سوشل معاملات مین آپ مطلق ترقی نہ کرین - ملکی انتظام کیلیئے آپ بیسوین صدی کے اصول پر کاربند ہون اور اپنے گھر کا کاروبار آپ پہلی صدی کے رسم و رواج کے مطابق چلائین جو قوم گورنمنٹ سے آزادی کی آرزو مند ہے اُسے پروہتون اور پنڈون کی غلامی سے پہلے اپنے کو آزاد کرنا چاہیئے - جو لوگ دوسرون سے ہمسری کا دعوی کرین اُنکو اپنے گریبان مین مُنہ ڈالکر یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ ہمنے اپنے یہان "نیچ ذاتون" کے ساتھ کیا برتاؤ کیا ہے -

راجہ رام موہن راے کی زندگی کے یہ سبق ایسے ہین جنکی اسوقت ملک کو سخت ضرورت ہے - افسوس یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے آدمیون کی "چیخ پکار" نے ہمارے کانون کو ایسا گنگ کر دیا ہے کہ راجہ رام موہن راے کی آواز اُن تک مشکل سے پہونچتی ہے -

منوہر لال زتشی

فلپانا - مشہور جادو نگار اور مقبول ناولسٹ مولانا محمد عبد الحلیم صاحب شرر کا یہ نیا ناول جو حال ہی مین شایع ہوا ہے نہایت دلچسپ اور لطف انگیز ہے - اسکا پلاٹ اسلام کے زمانۂ عروج سے لیا گیا ہے اور طرابلس الغرب کے نامور فرمانروا گریگوری اور اسلامی سپہ سالار ابن زبیر کی معرکہ آرائیون کے نہایت پُر جوش سین دکھائے گئے ہین - طرابلس الغرب کی شاہزادی فلپانا ہیروئن اور ابن زبیر اس ناول کے ہیرو ہین جو اسلامی تاریخ مین ایک نامور فاتح ہوئے ہین - حسن و عشق کی چاشنی کے ساتھ اُس عہد کی تاریخ کا ایک بڑا حصہ اس تصنیف مین موجود ہے - منیجر دلگداز پریس لکھنؤ سے دستیاب ہو سکتا ہے - ایڈیٹر -

کلام اکبر

یارب ہو خیر اکبر آشفتہ حال کی　　سر میں رقیب اور دوا اسپتال کی

بادہ و رندی کا ذکر اب شعر میں بے سود ہے　　کیا ضرورت نقل کی جب اصل ہی موجود ہے

وقتِ طلوع دیکھا وقتِ غروب دیکھا　　اب فکر آخرت ہے دُنیا کو خوب دیکھا

عمر اپنی بہت افسوس ہے غفلت مین کٹی　　اتنی تسکین ہے لیکن کہ محبت مین کٹی
فرق کیا واعظ و عاشق مین۔ بتاؤن تمکو　　انکی حجت مین کٹی اُنکی محبت مین کٹی

دیکھئے شکلِ سکون نقشہ دُنیا مین ہے کم　　عالمِ آب زیادہ ہے زمین تھوڑی سی
آپ کو غیر کی راحت کا مبارک ہو خیال　　خیر تکلیف اُٹھا لین گے ہمین تھوڑی سی

بہارِ عالمِ ایجاد دیکھ لی کچھ کچھ　　کھُلی تھی آنکھ ہماری بھی ایک پل کیلئے

تم شوق سے کالج مین پھلو پارک مین پھولو　　جائز ہے غباروں مین اُڑو چرخ پہ جھولو
بس ایک سخن بندۂ عاجز کا رہے یاد　　اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

مُسلم ہے مگر بات نبی کی نہین سُنتا　　لڑکا ہے مگر اپنے ولی کی نہین سُنتا
ہان آپ جو فرمائین تو سب ہین ہمہ تن گوش　　آپس مین تو اب کوئی کسی کی نہین سُنتا

شیخ نے ناقوس کے سُر مین جو خود ہی تان لی　　پھر تو یارون نے بھجن گانے کی دلمین ٹھان لی
مدتون قائم رہینگی اب دلون مین گرمیان　　مین نے فوٹو لے لیا اُسنے نظر پہچان لی
جان و دل محبوب تھے لیکن نتیجہ یہ ہوا　　دل نے تڑپایا ہمیشہ، زندگی نے جان لی
بزم مین مطلق نہین وہ میری جانب ملتفت　　غالباً میری محبت کی نظر پہچان لی

ابر نوبہار

بپاسِ خاطرِ رندانِ بادہ خوار برس　　برس برس[عـه] کے دن اے ابر نوبہار برس
دعائین مانگی ہین ساقی نے کھولکر زلفین　　بسانِ دست کرم ابر دجلہ بار برس
کمی نہ بادہ پرستون کے جوش مین ہوگی　　ہزار بار برس یا کہ لاکھ بار برس
جبال و دشت و گلستان مین بھرے اب جل تھل　　نکال خوب سا دل مین جو ہے بخار برس
نگاہ جانبِ قبلہ ہے منتظر ہون مین　　ہوئے ہین چار پہر آج مجھکو چار برس
کوئی تو تربتِ عاشق پہ رونے والا ہو　　ذرا چمن مین برس کر سرِ مزار برس
بس انتظار ہے تیرا ہی بادہ نوشون کو　　لئے ہین ہاتھ مین ساغر ترے نثار برس
مقابلے پہ اگر تیری پست ہے ہمت　　تھمی ہوئی ہے مری چشم اشکبار برس
دلون مین کچھ تو جمادات کے پڑی ٹھنڈک　　نکل رہے ہین ہر اک سنگ سے شرار۔ برس
گلون سے بھر گئین ہین جھولیان زمین کی سب　　نمو کا جوش ہے ہان تو بھی بار بار برس
رکھا ہوا ہے خم مے چُنے ہین سب ساغر　　مرے خدا یوہین برسے گھٹا ہزار برس
شبابِ حُسن کی گرمی بڑھی ہوئی ہے بہت　　دلون کو شعلہ مزاجون کے ہو قرار برس
چمن ہو۔ وسعت آبادی جنوب و شمال　　سوئے یمین برس گہ سوئے یسار برس
صدف ہے قلزم مواج مین کشادہ دہن　　گہر فشان ہو اب اے ابر قطرہ بار برس
پُرانے داغ جو تھے دلمین پھر سے ہون تازے　　سرزمینِ گلستان لالہ زار برس
بڑھائے جوششِ دل سبزی پہاڑون کی　　روان ہو جادۂ باران آبشار برس
ترے کرم سے ہے بارانِ لطف ساقی بھی　　قریب مسکن رندان میگسار برس
نظر فریب بنا چوٹیان پہاڑون کی　　میسر وسعت دامانِ کوہسار برس
نگار و ساقی و مینا و مے کی صحبت ہے　　بقدر ذوق تماشائیانِ یار برس
تجھے بھی جوش ہے آواز رعد کہتی ہے　　بھرا ہوا ہے مرے سر مین بھی خمار برس
دکھاؤن جوش نہان ابر طبع کا مین بھی　　زمانہ دے مجھے مہلت جو پانچ چار برس
عزیزؔ رشحۂ افکار نو سے ہے سرخوش　　اگر ہو جوش تو اے ابر نوبہار برس

مرزا محمد ہادی عزیزؔ

[عـه] سال بھر بعد ہوا

جھولا

انڈین پریس الہ آباد

برسات

قطعہ

آئی برسات ہرے پھر ہوئے دل کے سب زخم
باغ میں پھر ہے جنون خیز ہواؤن کا گزر

آئی گھنگھور گھٹا چھا گئے بادل ہر سُو
آئین بگلون کی قطارین سوے دریا اُڑ کر

کوئلین کوکین پپیہون نے صدا دی دل کش
ہو کے خوش مور نے بھی ناز سے پھیلائے پر

فاختہ دید مین ہے سروِ سہی کے مشغول
مُسکراتے ہوئے غنچون پہ ہے بلبل کی نظر

یاد پھر آگئی میخوار کو مے کی لذت
بھٹیان بھر گئین چلنے لگا دورِ ساغر

پھر سنورنے لگے باغون مین عروسانِ چمن
پھر نئے سر سے پہننے لگین شاخین زیور

بھونرے کرنے لگے پھولون کی بلا گردانی
آکے سب بیٹھ گئے نغمہ سرا شاخون پر

شور قمری نے کیا باغ مین حد سے جو زیاد
ضعف سے نرگسِ بیمار نے بدلے تیور

بال سُنبل کے جو اُلجھے ہوئے پائے اسنے
شانہ کرنے لگی منقار سے قمری آ کر

کالی کالی جو گھٹا مین کبھی بجلی چمکی
پھر گئی آنکھ مین اُس شوخ کے غصّے کی نظر

پھر غش آنے لگے مجکو نفسِ سرد کے ساتھ
کسی بیدرد کی الفت کا ہوا دل پہ اثر

لہلہاتے ہوئے سُنبل کے جو گیسو دیکھے
ایسے اُلجھے کہ رہا کچھ بھی نہ قابو دل پر

یون نکل جائین یہ دن ہجر کے صدمون مین نہال
تم ہی انصاف کرو صبر کرین ہم کیونکر

سیّد صادق حسین خان نہال عظیم آبادی

باغِ دل

(بسلسلہ ماہ گذشتہ)

طلب سچی خوشی کی ہے تو اس گلزار مین آکر
رگِ گل مین تو موجِ بحرِ عرفان کا تماشا کر

یہ باغ دل ہے اسمین ہے عمل عشقِ حقیقی کا
نظارہ اسکا جب ہو پہلے حاصل چشم بینا کر

پھنسا ہے گو تو یار اور غیر کے جھگڑے مین
تو اسے کھوئے ہوئے گھر کے وہان دیکھیگا کیا جا کر

دوئی اور غیریت سے تو سدا تکلیف پائیگا
کسی کا ہو کے رہ۔ یا تو کسیکو یار اپنا کر

نہین بادل سے۔ تیری ذات سے بجلی نکلتی ہے
جو دانا ہے تو ہر برقِ خرمن مت اکٹھا کر

جو مل سکتا نہیں ہے یون وہ ملجاتا ہے سینے مین
تو سونے جاگتے محویتِ کامل کو پیدا کر

نہین اک شے سے فعل فطرتی زائل کبھی ہوگا
یہی دانائی ہے کام اُس سے لے قابو مین تو لا کر

بصیرت کی طلب ہو تو نہ رکھ تو چشم نظّارہ
اگر ہو دید کی خواہش تو لا شے کو تماشا کر

مٹا ہے گر کسی صورت پہ تصویر اُسکی بنجا تو
اگر محو خودی ہے آپ کو ہر شے مین دیکھا کر

پھنسا ہے دل کسی بُت کے اگر گیسوے پُر خم مین
تو سنبل مین بھی زلفِ یار کی لپٹون کو سونگھا کر

سما جا اسمین جا کر تو جو تجھ مین قابلیت ہے
تغافل کا لگاوِ یار کی ہر گز نہ شکوا کر

جو ہے بازیچۂ وہم و گمان کا محوِ نظّارہ
تو چشم نرگسِ حیران سے ہر تیلی کو دیکھا کر

نہین گر تابِ ہجران کی تو خواہش وصل کی مت کر
جو ہاتھ آ کر نکل جائے کبھی اُسکا نہ پیچھا کر

انانیت نہو تجھ مین تو کیا دھڑکا رقیبون کا
جو ہے منظور یار اپنا ہو۔ تو غیرون کو اپنا کر

نہو گی آس تو ڈر یاس کا کب غالب آئیگا
تمنّا وصل کی ہو گی تو چھا جائے گا ہجر آکر

یہی ہے خود پرستی آپ کو ہر شکل مین دیکھے
یہی ہے دیکھنا اے دیدہ ور کچھ بھی نہ دیکھا کر

یہ کہدینا تو ہے اک بات بنتی تو دو نہین ذاتین
تصوّر اور عمل مین اپنے تو یہ رنگ پیدا کر

کریگا صاف لوحِ دل تو وہ نقش اُسمین پائیگا
کہ ساری ذہن کی مفروض شکلین بھول جائیگا

دوئی کو دل سے کھو دیتی ہے وحدت ایسی ہوتی ہے
نظر آتا ہے غیر اپنا۔ محبت ایسی ہوتی ہے

تمیزِ زلف و عارض خال و ابرو کچھ نہین رہتی
فروغِ حُسن کی تاثیر و طاقت ایسی ہوتی ہے

نظر آتا ہے نورِ روے جانان اسکو ہر شے مین
نگاہِ محوِ نظّارہ کی حیرت ایسی ہوتی ہے

غرض کی لوث سے فکر اور فعل انکا مبرّا ہے
جو از خود رفتہ ہین انکی لطافت ایسی ہوتی ہے

رقابت اور غیریت کا بوجھ اس سے نہین اُٹھتا
خیال حُسن جانان کی نزاکت ایسی ہوتی ہے

نظر معشوق آتا ہے جو آنکھ اپنے پہ پڑتی ہے
کمالِ عشق مین عاشق کی صورت ایسی ہوتی ہے

اُسے تار نفس تارِ گریبان کے برابر ہے
جنونِ عشق مین عاشق کی وحشت ایسی ہوتی ہے

ہجومِ کثرتِ عالم مین رہکر ہین الگ اس سے
یہ ہوتے ہین مُوحّد اور وحدت ایسی ہوتی ہے

خبر کھتے ہین کل کی آپ سے وہ بیخبر ہو کر
مے عرفان کے سرمستون کی غفلت ایسی ہوتی ہے

پیے اک جام جو اسکا وہی اسکا مزا جانے
بتاؤن کیا تجھے اس مے کی لذت ایسی ہوتی ہے

سلہ ہے خانے۔

خبر کیا میری تیری اپنی سُدھ تک بھی نہیں رہتی — جب انہد راگ بجتا ہے تو حالت ایسی ہوتی ہے

نہ دل ہو طالبِ وصل اور نہ شوقِ دید آنکھوں کو — اسی کو عشق کہتے ہیں محبت ایسی ہوتی ہے

جو جانا اور سیکھا۔ لوحِ دل سے یک قلم دھو دے — یہی ہے علمِ کامل اور حکمت ایسی ہوتی ہے

خزف ہے اسکے آگے گوہرِ لختِ تاجِ سلطانی — متاعِ درد کی در اور قیمت ایسی ہوتی ہے

اگر ہو جائے تارا آفتاب اُس تک نہیں پہونچے — خیالِ بیخودی کی شان رفعت ایسی ہوتی ہے

پڑا ہے یہ ترا سارا جہاں اِک اسکے کونے میں — مکانِ دل کی پہنائی و وسعت ایسی ہوتی ہے

شمیمِ گیسوئے حوراں میں سے ہے غشی کرتی — نسیمِ گلستانِ دل کی نکہت ایسی ہوتی ہے

اگر اس باغِ دل کا تو کبھی محوِ تماشا ہو

تو علمِ ذات حاصل کر کے خود اپنے پہ شیدا ہو۔

کیفی

غزل

(از افکارِ تازہ مولانا سید علی حیدر صاحب طباطبائی نظم لکھنوی)

مژدہ اے دل پھر ہوائے انقلاب آنے کو ہے — دَورِ گردوں ہو چکا دَورِ شراب آنے کو ہے

حُسن کی آئینہ داری کو شباب آنے کو ہے — زلف میں بل گیسوؤں میں پیچ و تاب آنے کو ہے

آنکھ میں تیری مروت بھول کر آتی نہیں — شرم سو سو بار آنے کو حجاب آنے کو ہے

کہہ دیا بس۔ فال بد مُنہ سے نہ او واعظ نکال — مجھ پہ رحمت اُتریگی تجھ پر عذاب آنے کو ہے

پتلیاں پتھرا چلی ہیں کرتے کرتے انتظار — چارہ گر خوش ہیں کہ اب آنکھوں میں خواب آنیکو ہے

دیکھئے کیا رنگ ہو محفل کا اہلِ مصر کی — ہاتھ میں چھُریاں ہیں یوسف بے نقاب آنیکو ہے

ہجر کی اک شب میں گھڑیاں بیچ چکی ہیں دو ہزار — اے فلک سمجھوں گا میں روزِ حساب آنیکو ہے

سونے والو وقت آخر ہو گیا اب تو اُٹھو — لے کے آئینہ لبِ بام آفتاب آنے کو ہے

شیشۂ توبہ نہ جوشِ کشمکش میں ٹوٹ جائے — جھوم کر صحنِ گلستاں میں سحاب آنے کو ہے

آگئی عارض پہ سُرخی۔ ہر طرح سے ہے ستم — یا حجاب آنے کو ہے اب یا عتاب آنے کو ہے

جوشِ گل کی کشمکش میں آگیا سبزہ کو غش — شیشۂ شبنم میں کھینچ کھینچکر گلاب آنے کو ہے

گلِ سُرخ

کیا شوخ اور دلکش اے گل! ہے رنگ تیرا — جس سے شگفتہ ہر دم رہتا ہے قلب میرا

خالق نے تجھکو رنگیں جامہ عطا کیا ہے — بُلبُل کے خون میں یا تو نے اسے رنگا ہے

تو شاخِ نخل میں ہے۔ اور نخل باغ میں ہے — خوشبو سے مست تیری لیکن دماغ میں ہے

کیا دلفریب صورت پیدا ہوئی ہے تیری — بُلبُل غریب اسی سے شیدا ہوئی ہے تیری

پہلے نثار ہو نے کو گرد گھومتی ہے — آغوش میں یہ لیکر پھر تجھکو چومتی ہے

وہ عندلیبِ گلشن جو ہم نوا ہے میری — تو دلربا ہے اُسکا۔ دلدادہ ہے وہ تیری

شاخوں میں تجھکو جھولا بادِ صبا جھولائے — پیڑوں میں تیری رنگت نظارے کو لبھائے

غنچہ رہے کہ گل ہو۔ خوش تیری ہر ادا ہے — شیدا ہیں تجھ پہ سب تو کچھ ایسا خوش لقا ہے

صورت سے تیری ظاہر قدرت ہوئی خدا کی — ندرت سے تیری ظاہر حکمت ہوئی خدا کی

غنچہ تھا پیشتر تو اب ہے گلِ شگفتہ — کھولا اُسے ہوا نے، جو راز تھا نہفتہ

باغوں میں تیری ہستی دل کو لبھا رہی ہے — شاخوں میں تیری مستی دل کو لبھا رہی ہے

رخسار تک جو تیرے شدت کی دھوپ پہونچی — دلکش یہ تازگی پھر ہرگز نہیں رہے گی

بکھرے نہ یا الٰہی کوئی ورق گلوں کا — کھینچے نہ یا الٰہی کوئی عرق گلوں کا

ہے کیسی پیاری پیاری اسکی عجیب خلقت — یہ اسکی شوخ رنگت، یہ اسکی تیز نکہت

ہر پھول سے زیادہ تو رونقِ چمن ہے — تو چھوڑنا نہ اسکو گلشن ترا وطن ہے

اے گل! یہاں سے نکلا تو دردناک ہوگا — گر پڑکے منتشر تو بالآخر خاک ہوگا

جبتک رہا شگوفہ، کچھ باغباں نہ بولا — ہے اُسکا وانت تجھ پر تو نے دہن جو کھولا

ناداں ہے کہ کھولا اپنے دہن کو تو نے — خود ہی لیا تہہ و تاریخ و محن کو تو نے

خاموش تو جو رہتا آتی کبھی نہ آفت — قفلِ دہن کو کھولا تو یہ پڑی مصیبت

دستِ جفائے گلچیں سے کیا بچیگا اب تو — گلشن میں بھی و لیکن او گُل! رہیگا اب تو

صیّاد اور گلچیں کہنے کو تو بشر ہیں — دو دل دُکھا رہے ہیں ظالم یہ کسقدر ہیں

چیخے گی ہائے! فرقت میں عندلیب گلشن — گھر باغباں کا جسدم تیرا بنے گا مسکن

بجلی خزاں کی بُلبُل کی جان پر گرے گی — کرتی ہوئی فغاں یہ گلزار میں پھرے گی

او عندلیب! او گل!! تجھکو چمن مبارک — جبتک نصیب مین ہو یہ لطفِ وطن مبارک
شاخِ شجر غنیمت، باد چمن غنیمت — نکلے اگر وطن سے تو ہر جگہ ہے ذلت
نیرنگیِ جہان کی اچھی مثال ہے تو — بنکر حسین اپنے جی کا وبال ہے تو
گلچین نے حیف! آخر تیرا وطن چھڑایا — تجھکو شجر سے توڑا تجھ سے چمن چھڑایا
او محفل طرب کے! او گلستان کے رونق!! — چہرے پہ آئی خشکی رنگت تری ہوئی فق
او نکھرے رنگ والے! او سرخ گال والے!! — تیرے جگر مین کیا کیا چھیدے گئے ہین بھالے
مالک نے تیرے جبتک رشتے کو خود نہ توڑا — خوئے وفا تھی تجھ مین تو نے نہ ساتھ چھوڑا
ڈالا ہے دور اُسنے کس بے دلی سے تجھکو — تو ہوگیا تھا باسی پھیکا اسی سے تجھکو
اپنے مآل پر تو اے گل! جو غور کرتا — بزم وجود مین تو ہرگز قدم نہ دھرتا
محوی کیطرح لیکن ہے بے قصور تو بھی — پابند حکم خالق کا ہے مزدور تو بھی

محمد حسین محوی صدیقی

گلاب کا پھول

ہر ایک پھول سے اعلیٰ ہے یہ گلاب کا پھول — کہان چمن مین ہے اسکے کوئی جواب کا پھول
ریاضِ دہر مین نخلِ طرب مآب کا پھول — بجا ہے اسکو کہین ہم اگر شباب کا پھول

کہ بادشاہ ہے پھولون کا یہ گلاب کا پھول
نہ دیکھا ہمنے کوئی ایسی آب وتاب کا پھول

خدا نے دی ہے اسے کیا ہی خوشنما صورت — عیان ہے جس سے ہر اک اسکا جلوۂ قدرت
دلون کو مست کئے دیتی ہے وہ نکہت — کہان گلون کو میسر یہ روپ یہ رنگت

کہ بادشاہ ہے پھولون کا یہ گلاب کا پھول
نہ دیکھا ہمنے کوئی ایسی آب وتاب کا پھول

ہر اک کلی کا ہری پتیون مین ہے یہ حال — ہون جیسے سبز دوپٹے مین گلرخون کے گال
خدا نے اسکو دیا ہے عجیب حسن وجمال — صفت مین کیون نہو اپنی زبان ناطقہ لال

کہ بادشاہ ہے پھولون کا یہ گلاب کا پھول
نہ دیکھا ہمنے کوئی ایسی آب وتاب کا پھول

چمن مین پھول ہین یون تو کھلے ہوے صدہا — گلاب موتیا جوہی چنبیلی اور بیلا
اسیکا رنگ ہر اک طرح سب سے ہے چوکھا — براتیون مین ہو جیسے کھڑا کوئی دولھا

کہ بادشاہ ہے پھولون کا یہ گلاب کا پھول
نہ دیکھا ہمنے کوئی ایسی آب وتاب کا پھول

ہزار پھول ہین پر سب سے یہ نرالا ہے — اسیکا گلشنِ عالم مین بول بالا ہے
گلاب چین ہے سورج مکھی ہے لالا ہے — مگر گلاب کہین مرتبے مین اعلا ہے

کہ بادشاہ ہے پھولون کا یہ گلاب کا پھول
نہ دیکھا ہمنے کوئی ایسی آب وتاب کا پھول

چمن مین صبح کو آتی ہے جب نسیم بہار — بلائین لیتی ہے منہ چوم چوم کر ہر بار
نثار کرتی ہے شبنم بھی گوہر شہوار — دعائین دیتی ہین سب بلبلین ہزار ہزار

کہ بادشاہ ہے پھولون کا یہ گلاب کا پھول
نہ دیکھا ہمنے کوئی ایسی آب وتاب کا پھول

چمن مین آنکھ کھلی رہتی ہے جو نرگس کی — لگائے ٹکٹکی اسکو ہے دیکھتی رہتی
نظر لگے نہ کہین چھاؤن اسکی ہے ہلکی — نسیم پھونکتی ہے پڑھکے آیت الکرسی

کہ بادشاہ ہے پھولون کا یہ گلاب کا پھول
نہ دیکھا ہمنے کوئی ایسی آب وتاب کا پھول

دل ودماغ کو بو بھینی بھینی بھاتی ہے — اسی شمیم سے بوئے بہشت آتی ہے
شگفتگی یہی دلکش فضا دکھاتی ہے — طراوت آنکھون مین دلمین سرور لاتی ہے

کہ بادشاہ ہے پھولون کا یہ گلاب کا پھول
نہ دیکھا ہمنے کوئی ایسی آب وتاب کا پھول

محمد عبد الرحمن بسمل

صبح پیری

صبح پیری آ کر اب شامِ جوانی جا چکی — ولولے سب مٹ گئے دل کی کلی مرجھا چکی
اب وہ ذوقِ میکشی وہ شوقِ میخانہ کہان — ہاتھ مین شیشہ بغل مین دستِ جانانہ کہان
اب کہان وہ راحتِ تکلیف دردِ لا دوا — اب کہان وہ شادمانیِ غمِ لذت نما
اب کہان وہ وحشت و صحرا نوردیہائے شوق — صورتِ ریگِ روان وہ کوچہ گردیہائے شوق
اب کہان وہ لو چراغِ عشقِ رشکِ ماہ کی — اب کہان وہ صحنِ دل مین چاندنی چھٹکی ہوئی
اب کہان زیرِ سرِ شوریدہ وہ زانوے یار — اب کہان وہ دل کہان وہ حسرتِ بوس و کنار
جلوۂ داغِ غمِ زہرہ شمائل اب کہان — انجمن افروزئ کاشانۂ دل اب کہان
خواہشین جتنی تھین دل مین نذرِ حرمان ہو گئین — حسرتون کی بستیان افسوس ویران ہو گئین
صبح پیری اب مجھے بیحد ہے تیرا انتظار — آ کہ تیرے واسطے جاتا رہا دل کا قرار
نور آنکھون کا ہے حاضر رونمائی کے لئے — ڈھونڈتا ہون بحر غم مین آشنائی کے لئے
ہے گواہ پاکدامانی ترا طا ہر وجود — دل کو چمکا دیتا ہے تیرا وہ ہے حُسنِ ودود
کرتی ہے دم مین فرشتہ حضرتِ انسان کو تو — اور دیتی ہے جلا آئینۂ ایمان کو تو
المدد اب بارِ عصیان سے جھکا جاتا ہون مین — سر خمیدہ ہے سیہ کاری سے شرماتا ہون مین
بجھ گیا دل کا کنول وہ ولولہ جاتا رہا — پارہ مر کر کیمیا تیری بدولت ہو گیا
تیری صحبت مین ہوئی حاصل مجھے پختہ سری — تُلِ عیشِ رفتہ سب خامی مری جاتی رہی
میری عزت پر ملا کرتے ہین سب شاہ و گدا — کیا کہون لے دوست تجھسے ملکے مین کیا ہو گیا
مُنہ دکھاتی ہے سدا جمعیت خاطر مجھے — خوب مالا مال تو نے کر دیا آخر مجھے
وہ جوانی جسکے ہم برسون رہے خدمت گزار — جسکی شمعِ حُسن کے ولرفتہ تھے پروانہ وار
وہ جوانی سوز سے خالی نہ جسکا ساز تھا — جسکی جان پرور وفاداری پہ ہمکو ناز تھا
وہ جوانی آخرش داغِ جُدائی دے گئی — دل سے ذوقِ آرزوہائے محبت لے گئی
صبح پیری تو نہین صد شکر ایسی بے وفا — مانتا ہون نام کو تجھ مین نہین مکر و ریا
اب تو تا آخر زندگی تک میرا تیرا ساتھ ہے — تیرا دامانِ وفا ہے اور میرا ہاتھ ہے
قبر مین بھی چین اور آرام سے سوئینگے ہم — اور جوانی کے لئے ہرگز نہ پھر روئینگے ہم

شباب

رباعیات

اے گلشنِ زیست تجھپہ پانی پھر جائے — جینے کی بلا اور کسیکے سر جائے
بند آنکھین ہوئین یہ دی اجل نے رخصت — اب کیون نہ جہان نظر سے اپنی گر جائے

مرنے کو حیاتِ جاودانی سمجھون — جینے کو مین اک عدوے جانی سمجھون
ہون معتقدِ حکم مگر یہ تو بتا — کیا تیری امید کو بھی فانی سمجھون

فیشن کے جنون کو جزو ایمان کردو — ہر کام کو فلسفے سے آسان کردو
اس عہد مین یہ معنئے ہمدردی ہین — ہر اک کی غرض کو گونگے ہان ہان کردو

کیا پایا اگر کوے صنم مین بیٹھے — کیا مل گیا جا کر جو حرم مین بیٹھے
دل مطمئن اُسوقت ہوا اے محشر — جسوقت کے آخرت کے غم مین بیٹھے

ہستی سے حباب کو بھی تم کم سمجھو — دُنیا کی خوشی کو اپنا ماتم سمجھو
اللہ سے پائی ہے اگر عقلِ سلیم — ہر کام پہ مرنے کو مقدم سمجھو

اغیار کے منت لاکھون احسان ہوئے — اُسپر بھی تمہارے نہ ذرا کان ہوئے
دیکھا تو وہی رہے کہ جو پہلے تھے — صاحب بھی بنے مگر نہ انسان ہوئے

دو دن کی حیات اور عشرت طلبی — درگاہ ہوس سے ہے مصیبت طلبی
غافل یہ کہے دیتے ہین آگے تو جان — دنیا طلبی ہے عین آفت طلبی

دُنیا مین نفاق کا ہے شکوہ کیا — ہے کوششِ اتفاق سعئ بیجا
شکلین ہین جدا رنگِ طبائع بھی الگ — انسان مین ہے اختلاف ازل سے پیدا

محشر

جیتی جاگتی تصویر

کتنے اصرار سے دی چھپنے کو تصویر اپنی — اور سمجھا کئے رسوائی ہے تشہیر اپنی
یعنی خود محو تماشا کا تماشا ہونا — کچھ تعجب سا تھا اُنکے لیے ایسا ہونا
یا یہ کہئے کہ طبیعت مین نمایش ہی نہین — خواہش مدح و تمنائے ستایش ہی نہین

ایک ہم کیش کی صورت جو نظر آئی ہے — آج ممنون نظر چشم تماشائی ہے
خوب نقاش مضامین کا یہ نقشہ دیکھا — بولتی چالتی تصویر کا جلوہ دیکھا
ایسے ہوتے ہین خوش افکار طبیعت والے — ایسے ہوتے ہین مزیدار طبیعت والے

کوئی اس پیکر تصویر کو مجھسے پوچھے — اس خموشی مین بھی تقریر کو مجھسے پوچھے
بے زبانی مین بھی دعویٰ تھا زباندانی کا — نقش تصویر بھی آئینہ تھا حیرانی کا
ہوا صورت سے عیان ذہن مین تھا جو جو کچھ — سُننے والون نے سنا اُسنے کہا جو جو کچھ

کیا کھوں عالم تصویر کا انداز سکوت — صدقے صد شان تکلم ترے اے راز سکوت
ہاے وہ حسن تخیل کا سمان آنکھون مین — یعنی دُنیائے تصور تھی نہان آنکھون مین
کیسی کیفیتین حامل ہین فراموشی مین — اس مرقع سے کوئی پوچھے کہ خاموشی مین

شاہد شعر کے صورتگر و مانی نادرؔ[1] — حسن افروز عروسانِ معانی نادر
چہرہ پرداز سخن جلوہ طراز اشعار — ناظم بے بدل و شاعر شیرین گفتار

ہر طرف دھوم ہے تیری سخن آرائی کی
سچ تو یہ ہے کہ یہی شان ہے گویائی کی

ارشد تھانوی

آہنگ اکبر

ہے ربط پاؤن کو جب رفعت کی نردبان سے — سر اُٹھ نہ جائے کیونکر اُس بُت کے آستان سے
ہر شعر کا نرالا مضمون ہو جہان سے — ہان آن ہر زمین غزل کی بڑھ جائے آسمان سے
عصر جدید ہے یہ۔ سُنتے ہو نوجوانو — بدلو پُرانے مضمون نیرنگئے بیان سے
اس باغ مین بساؤ جدت کی قمریون کو — اے شاعرو نکالو بُلبل کو بوستان سے
چھپ چھپ کے گوش گل سے سرگوشیان ہین ناحق — غنچے چٹک چٹک کر کہد ینگے باغبان سے
یورپ کی طرح تم بھی اے اہل ہند جاگو — دُنیا کی سیر دیکھو بُنگاہ و ذرا امکان سے
بیکار جا رہی ہے سب آپ کی لیاقت — کچھ کام لو ذہن سے کچھ کام لو زبان سے
افسوس قومیت کی کچھ ماہیت نہ جانی — فارغ ہوے ہزارون ایم۔اے کے امتحان سے
اے میر کیون سخن مین آتی ہے بوے مغرب — کیا تو بچھڑ گیا ہے مشرق کے کاروان سے

میر احدی

غزل

(از افکار تازہ پنڈت بشن نرائن صاحب در بیرسٹر ایٹ لا لکھنؤ)

سرور ہے مین گلون مین رہا جو بو ہوکر — وہ میرے دل مین رہا دل کی آرزو ہوکر
نہ ٹپکا آنکھ سے جو اشک غم لہو ہوکر — وہ میرے دل مین رہا خون آرزو ہوکر
دکھائے گا جو اثر سوز نالۂ بُلبل — گلون کا رنگ اُڑیگا چمن مین بو ہوکر
بتاؤ دیکھا ہے کیا تمنے کیون ہو سکتے ہین — سوال ہمسے یہ آئینہ روبرو ہوکر
خدا نے مجھکو بچایا غرور منعم سے — رہا جہان مین غریبون کی آبرو ہوکر
چھٹا ہے رنگ گلون کا جو آب شبنم سے — وہ سارے باغ مین اُڑتا پھرا ہے بو ہوکر
یہ چاک وہ نہین جنمین لگا سیتے پیوند — درست جامۂ گل ہوگا کیا رفو ہوکر
پیا تھا جین سے جو مان کا دودھ طفلی مین — وہ سر سے پیری مین نکلا سفید مو ہوکر
بڑا کریم ہے وہ ابر جسکا بحر کرم — میرے چمن مین بھی آتا ہے آبجو ہوکر

[1] منشی نادر علیخان صاحب نادرؔ کاکوروی جنکی تصویر ادیب کے مئی نمبر مین شائع ہوئی ہے۔

ایڈیٹوریل

فضیلت مآب شمس العلما ڈاکٹر سید علی صاحب بلگرامی۔ ایم۔ اے۔ ایل ایل ڈی کے مہتم بالشان ترجمۂ تمدن ہند کا پہلا نمونہ ادیب کے گذشتہ نمبر مین شائع ہو چکا ہے۔ یہ کتاب بھی اُسی فرنچ مصنف کی تصنیف ہے جسنے تمدن عرب لکھی تھی اور جسکا ترجمہ ڈاکٹر صاحب ممدوح کے قلم سے شہرت دوام حاصل کر چکا ہے۔ تمدن عرب کے متعلق الٰہ آباد کے روزانہ اخبار لیڈر کے ایک نامہ نگار نے لکھا تھا کہ ڈاکٹر صاحب کو گورنمنٹ نظام کی طرف سے اس ترجمے کا معاوضہ ایک لاکھ روپیہ دیا گیا تھا۔ مگر تمدن ہند کے اشتہار سے جو حال ہی مین فاضل مترجم نے ارسال فرمایا ہے ایسی اُمید نہین پائی جاتی اور وہ ملک کے علم دوست رؤسا سے امداد کے خواہان ہین۔ کتاب کی قیمت پچاس روپیہ رکھی گئی ہے اور تمدن عرب کیطرح نہایت اہتمام سے چھاپی جائیگی جسمین اعلیٰ چھپائی اور کاغذ کے علاوہ ایکسو پچاس عکسی تصاویر بھی شامل ہونگی۔ ہندوستان کے قدیم حالات پر جسقدر گرد پردہ پڑا ہوا ہے اور جسقدر اس قدیم ترین ملک کی نسبت تاریخی لاعلمی چھائی ہوئی ہے اُسکے لحاظ سے "تمدن ہند" کی اشاعت بیحد ضروری ہے۔ فاضل مترجم صرف تین سو خریدار چاہتے ہین جنمین ہز ہائینس مہاراجہ صاحب بڑودہ نے تیس (۳۰) جلدون کی خریداری فرمائی ہے اور کتاب کے اکثر حصون کو مترجم ممدوح کی زبان سے سنکے اپنا اطمینان ظاہر کیا ہے۔ اسیطرح ہز ہائینس نواب صاحب رامپور نے بھی دس (۱۰) جلدون کی خریداری کا آرڈر دیا ہے اور تیرہ (۱۳) فرمائشین متفرق طور پر وصول ہوئی ہین۔ غرضکہ جملہ ۵۳ جلدونکی خریداری ہو چکی ہے باقی ڈھائی سو جلدون کی خریداری کا انتظام ملک کو کرنا چاہئے جسکی خانہ پُری پر اس نایاب کتاب کی اشاعت منحصر ہے۔ ملک کی عام حالت دیکھتے کتاب کی قیمت گران معلوم ہوتی ہے لیکن اُردو مین ایسی گران قیمت کتابون کی اشاعت کوئی نئی بات نہین ہے عرصہ ہوا کہ "گلمس آف نظامس ڈومینینس" (نظارۂ ہائے سلطنت نظام) کے نام سے ایک باتصویر کتاب شائع ہو چکی ہے جو امریکہ مین بزبان اُردو چھاپی گئی تھی اور جسکی قیمت اسّی روپیہ تھی۔ اسیطرح نولکشور پریس نے دربار دہلی کے موقع پر صحیفۂ زرین شائع کی تھی جسکی قیمت پچاس روپیہ رکھی گئی تھی اور یہ کتابین کثیر التعداد مین فروخت ہوگئین۔ حالانکہ متذکرۂ بالا کتب خاص خاص مقصد پر مبنی تھین اور تمدن ہند ملک کے عام مقصد سے تعلق رکھتی ہے۔ بہرنوع حامیان اُردو اور شایقین علم ادب کا فرض ہے کہ وہ اس مفید عام اور لاثانی کتاب کی اشاعت کیلئے فراخدلی سے کام لین اور اس علمی مہم کی کامیابی اپنی زبان کی ترقی کو وابستہ سمجھین۔ مفصل حالات مترجم ممدوح سے بمقام دہرہ دون معلوم ہو سکتے ہین۔

اُردو کے مایہ ناز ادیب شمس العلما مولانا محمد شبلی صاحب نعمانی کے سلسلۂ شعر العجم کی تیسری جلد بھی شائع ہوگئی اور اسکے ساتھ ایرانی شاعری کا آخری دور ختم کر دیا گیا۔ اب صرف چوتھی جلد باقی ہے جسکے ساتھ اس مہتم بالشان سلسلے کی تکمیل ہو جائیگی۔ ہمارے صوبے مین صرف مولانا شبلی ہی کی ذات مبارک ایسی ہے جنکے شہاب قلم سے علی التواتر علمی بارش ہوتی رہتی ہے۔ مولانا کی وسعت نظر اور شگفتگی بیان کی جہانتک تعریف کیجائے کم ہے۔ خصوصاً اس زمانے مین جبکہ فارسی زبان کا مذاق تقریباً معدوم ہو چکا ہے شعر العجم کی تصنیف نے اس زبان کے ساتھ مسیحائی کی ہے جسکی بدولت وہ ایک حد تک پھر زندہ ہوگئی۔ کتاب کے تینون حصے پڑھنے اور لطف اُٹھانے کے قابل ہین۔ دفتر الندوہ لکھنؤ سے درخواست کرنے پر دستیاب ہو سکتے ہیں۔

اُردو کانفرنس بدایون جس استقلال کے ساتھ ترقی کر رہی ہے اُس سے آیندہ کے لئے نہایت شاندار اُمیدین پیدا ہو گئی ہین۔ اسکے بانیون کی سرگرمی اور ایثار نفسی کے متعلق ہم پہلے لکھ چکے ہین۔ اب اُنکی لگاتار محنت کا اندازہ بھی ہوگیا ہے اور ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہین کہ اگر حامیان اُردو تھوڑی سی امداد بھی کرتے رہین تو یہ کوشش بہت جلد بارور ہوگی۔ کانفرنس نے حال مین اُردو کی صرف نحو کی اشاعت کا بھی انتظام کیا ہے اور اسیطرح بہت سی مفید اور علمی کارروائیون کا سلسلہ جاری ہے۔ ملک کے لئے نہایت بدقسمتی کا باعث ہوگا اگر اسکی مالی امداد مین کمی کی گئی۔ مفصل حالات اور قواعد جنرل سکریٹری صاحب اُردو کانفرنس بدایون کے پتہ سے دریافت ہو سکتے ہیں۔

قیمت پرچہ جولائی ۴ر

لسان العصر

قیمت فی پرچہ ۸ر

مارچ سے نکلنا شروع ہوا اور اس چار مہینے کے اندر اسکے
ندردان اور نکتہ چین دونون کو اپنی اہمیت اور وقعت پر متفق پایا۔
جن لوگون نے اسکا ایک پرچہ بھی دیکھا ہے وہ اندازہ کر سکتے ہین کہ اردو رسائل
مین اسکا کیا پایہ ہے۔ ہر مہینے علاوہ پچاس ساٹھ صفحے علمی و سیاسی مضامین
کے ہندوستان کے تمام اُردو اور انگریزی رسائل کا خلاصہ اسی پرچے کے
ذریعے سے پیش کیا جاتا ہے، جسقدر گلدستے اُردو مین نکلتے ہین اُنکے
بہترین اشعار ماہ بماہ اسی رسالے مین جمع کئے جاتے ہین۔ حجم اسکا
کسی حال مین سو صفحے سے کم نہین ہوتا۔ ایک خصوصیت مین یہ رسالہ سب
سے ممتاز ہے وہ یہ کہ ہر مہینے کسی نامور شخص کا آٹوگراف ہمین دیا جاتا ہے۔
باوجود ان خوبیون کے قیمت صرف ۸ر فی پرچہ ہے۔

چونکہ اکثر اصحاب نمونے کے پرچے طلب کرتے ہین اور ہمارے
لئے یہ ممکن نہین کہ ہم نمونہ مفت دے سکین لہذا ہمنے یہ ارادہ کیا ہے کہ
جولائی کے نمبر کثیر تعداد مین چھپوائین اور نمونے کی قیمت (آیوری فیشن نمبر)
پر صرف ۴ر رکھین غرض اس سے یہ ہے کہ جن لوگون کو اُردو سے دلچسپی ہے وہ
ایک بار اس رسالے کو ضرور دیکھ لین۔ اگر آپ کو اپنی پیاری زبان اُردو سے
محبت ہے تو ایک نمبر اس رسالے کا ضرور ملاحظہ کیجیے۔

جولائی کے نمبر سے تاریخ عالم کا ایک سلسلہ شروع ہوگا جو بجائے
خود بہت ہی قابل قدر ہوگا۔ اسمین جنگ و صلح کے معمولی واقعات نہین
ہونگے بلکہ بتایا جائیگا کہ دُنیا کسطرح بنی، انسان کہان سے آیا، کیونکر اپنی
موجودہ شکل و صورت حاصل کی، زمین کو اپنے دشمنون سے پاک کرنے مین
اسے کیا کیا دشواریان پیش آئین، اور کیونکر بالآخر وہ تمام مخلوقات کو
مغلوب کرکے دُنیا کا مالک بنگیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ مینجر لسان العصر لکھنو

میرے کا سرمہ

(مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل اگزمینر بہادر گورنمنٹ پنجاب)

معزز انگریزون میڈیکل کالج کے پروفیسرون نامور ڈاکٹرون والیان
ریاست اور ولایت کی یونیورسٹی کے سند یافتہ یورپین ڈاکٹرون نے بعد تجربہ اس سرمہ
کی تصدیق فرمائی ہے کہ یہ سرمہ امراض ذیل کے لئے اکسیر ہے ضعف بصارت۔ تاریکی
چشم۔ جالا۔ پروال۔ غبار۔ پھولا۔ سبل۔ سُرخی۔ ابتدائی موتیا بند۔ پانی جانا۔ خارش
وغیرہ معزز ڈاکٹر اور حکیم بجائے اور ادویہ کے آنکھون کے مریضون پر اب اس
سرمہ کا استعمال کرتے ہین۔ چندروز کے استعمال سے بینائی بہت بڑھ جاتی ہے
اور عینک کی بھی ضرورت نہین رہتی۔ بچے سے بوڑھے تک کو یہ سرمہ یکسان مفید
ہے۔ قیمت اسلئے کم رکھی گئی ہے کہ خاص و عام اس سے فائدہ اُٹھائین قیمت
فی تولہ جو سال بھر کیلئے کافی ہے مبلغ (عہ) میرے کا سفید سرمہ اعلیٰ قسم فی تولہ
دس ۱۰ر خالص میرہ فی ماشہ بیس روپیہ خرچ ڈاک بذمہ خریدار درخواست کرتے وقت
اخبار کا حوالہ ضرور دین المشتہر پروفیسر میا سنگھ اہلو والیہ نظام بٹالہ ضلع گورداسپور پنجاب
اسسے بڑھکر اور معتبر شہادت کیا ہو سکتی ہے) جناب پروفیسر میا سنگھ صاحب تسلیم۔ مینے
آپ کے یہان سے سفید سرمہ میرے کا منگوا کر استعمال کیا حد درجہ کا فائدہ ہوا۔
بالکل صحت حاصل ہوگئی آپ کا سرمہ جملہ امراض چشم کو مفید ہے۔ بصارت کو طاقت
بخشتا ہے۔ تیسرے دن فائدہ معلوم ہو جاتا ہے واقعی یہ سرمہ اکسیر کا حکم رکھتا ہے اسلئے
مین بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہون کہ اس سے بڑھکر آنکھ کیلئے اور کوئی دوائی نہین ہے
الراقم کنور چھتر پال سنگھ صاحب بہادر ریاست مچگوان اودھ (۲) مین نے میرے کا سرمہ
جو کہ سردار میا سنگھ نے تیار کیا ہے۔ ان مریضون پر جنکی آنکھین بہت کمزور اور بیمار تھین
استعمال کرکے مفید پایا میری رائے مین خاصکر ان مریضون کے واسطے جنکی آنکھون سے پانی جاری
رہتا ہے دُھند غبار کمزوری نظر ہو یہ سرمہ نہایت ہی مفید ہے۔ الراقم ڈاکٹر برج لال گھوش رائے
بہادر ایل۔ ایم اسسٹنٹ سرجن و پروفیسر میڈیکل کالج لاہور حال آنریری سرجن گورنر جنرل ہند۔

عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ

رسالہ علیگڈہ منتھلی - "ادیب الٰہ آباد" اس نام کے رسالے ہندوستان مین متعدد شائع ہوئے بلکہ دکن سے اب بھی ایک ادیب نکلتا ہے مگر بلا تصنّع یہ بات ہے کہ کوئی رسالہ کیا باعتبار مضامین اور کیا بلحاظ چھپائی لکھائی اسکی ہمسری کیا گرد تک کو نہ پہنچا۔ ہمکو خوشی ہے کہ ہمارے دوست منشی نوبت رائے صاحب نظر لکھنوی نے جنکو تحریر نظم و نثر مین خاص دستگاہ ہے اس رسالہ کو نہایت اہتمام اور ضروریات زمانہ کو ملحوظ رکھکر شائع کیا۔ ادیب۔ اُردو علم ادب مین ایک قابل قدر اضافہ ہے اور اہل علم اور اہل دول کی امداد کا مستحق۔ اسکے دو نمبر (جنوری و فروری) ہماری نظر سے گزرے اور شکر ہے کہ ترتیب مضامین اور رنگ روپ مین ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر نکلے۔

تصاویر کا التزام و اہتمام جس نُدرت کے ساتھ عمل مین آیا ہے قابل داد اور موجب افتخار ملک ہے۔ خدا چشم زخم حساد سے مامون رکھے۔ ہماری تعریف کی انتہا یہ ہے کہ ابتک ہمنے اپنے رسالہ کو ریویو وغیرہ کے اندراج سے بالکل الگ تھلگ رکھا ہے مگر ادیب کو جستہ جستہ نہین باستیعاب دیکھا اور باوجود غیر معمولی عدیم الفرصتی کے کچھ نہ کچھ ہمارے قلم سے بے اختیار نکل گیا۔ ضرورت ہے کہ ہندو مسلمان دونون اُردو علم ادب کی ترقّی اور اصلاح مین کوشش کرین اور دوسری زبانون کیطرح اسکے خزانہ کو بھی ہر قسم کے زر و جواہر سے معمور کر دکھائین۔ اُردو زبان ہندوستان کی ایک متحدہ زبان ہے اسکی درستی اور ترقی مین جسقدر اوقات عزیز صرف کئے جائین کم ہین۔ ہمکو اُمید ہے کہ جناب نظر اس رسالے کو ہر پہلو سے بے نظیر اور مفید بنانے مین کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہونے دینگے اور ملک کے عالی خیال و اہل کرم بڑی گرم جوشی کے ساتھ اسکا خیر مقدم کرینگے۔

اخبار عالم لاہور "ادیب" یہ مشہور و معروف ماہوار علمی رسالہ انڈین پریس الٰہ آباد سے شائع ہونا شروع ہوا ہے۔ ادیب کی لکھائی چھپائی اور کاغذ ایک سے ایک اعلیٰ ہین۔ لائق فائق اور نامور اہل قلم اسکے مضامین لکھنے والے ہین۔ گویا کہ ادیب علمی خوبیون کا ایک گلدستہ ہے جسکی مہک اسکے ناظرین کو آپ سے آپ وجد مین لے آتی ہے۔ ہر ماہ کی ۱۵ تاریخ کو بلا ناغہ شائع کیا جاتا ہے اور ہر نمبر مین ایک رنگ دار اور چار سادہ تصویرین دل لبھانیوالی ہوتی ہین۔ تصویرین چونکہ نفیس ہین اسلئے وقعت پاتی ہین۔ بابو نوبت رائے صاحب نظر لکھنوی اسکے ایڈیٹر ہین جنھون نے اوّل نمبر کے شائع ہوتے ہی اسکو خوبیون کا مجموعہ بنا دیا۔ اُردو لٹریچر کے طالبان کے لئے اس سے عمدہ دوسرا رسالہ نہ ہوگا۔ ابتک اسکے چار نمبر موصول ہوئے ہین لیکن ہر نیا نمبر پچھلے نمبر پر سبقت لئے ہے اگر اہل علم اسپر بھی اُردو لٹریچر کی قدر نہ پہچانین تو افسوس کا مقام ہوگا۔ کم سے کم ایک نمبر کا مطالعہ تو ہر ایک شخص کو کرنا چاہیے تاکہ اسکی خوبیونکا پتہ لگ جائے۔

رسالہ ترقی لاہور - "ادیب" سال رواں کے شروع سے الٰہ آباد سے منشی نوبت رائے صاحب نظر کے زیر اہتمام نکلنا شروع ہوا ہے۔ اسکے چار نمبر نکل چکے ہین جو اُمیدین اوّل نمبر دیکھکر لگائی گئی تھین انمین کسی قسم کی ترمیم کرنے کی ضرورت نہین ہے۔ کیونکہ باقی نمبر ایک سے ایک بڑھکر ہے۔ ادیب اپنی قسم کا نرالا رسالہ ہے۔ اُردو ادبیات کی توسیع اور ترقی اسکی تولید کا مقصد ہے۔ بڑی تقطیع۔ کاغذ چکنا۔ کتابت پاکیزہ۔ الغرض محاسن ظاہری و باطنی مین ہر طرح قابل تعریف ہے۔ مضامین نگارون مین نامآور اہل قلم کے اسمائے گرامی نظر آتے ہین۔ تصاویر رنگین و سادہ کا التزام بہت قابل تعریف ہے۔ طرح کی اشاعت مین جو تصاویر ہین "سکنتلا" مسٹر راوی ورما کی مایۂ ناز صنّاعیون کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اسی آرٹسٹ کی "مالتی" بھی ہے۔ اسکے علاوہ مولانا آزاد اور مسٹر رومیش چندر دت کی تصاویر ہین۔

جلد ۲ — اگست سنہ ۱۹۱۱ء — نمبر ۲

ادیب

ادبِ اُردو کا باتصویر ماہوار رسالہ — ایڈیٹر نوبت رائے نظر لکھنوی

فہرست تصاویر

فہرست مضامین

قیمت سالانہ چار روپیہ — پنچکوڑی مترا پرنٹر و پبلشر نے انڈین پریس الہ آباد میں چھاپکر شائع کیا — فی پرچہ چھ آنہ

شیخ سعدی شیرازی

انڈین پریس الہ آباد

اگست ۱۹۱۰ء

جلد ۲ — نمبر ۲

معمۂ ہستی

(۲)

ویدون کے وہ حصص جنمین اس قسم کے حقائق کا ذکر ہے اُپنشد کے نام سے مشہور ہین اور ان مین سام وید کی چھاندوگیہ اُپنشد ایک بہت پُرانی اُپنشد ہے۔ اس اُپنشد مین یہ قصّہ بیان ہوا ہے کہ جب دیوتاؤن اور اسُرون کے درمیان مخالفت اسقدر بڑھ گئی کہ اکثر نوبت بجنگ پہونچتی تھی۔ اُسوقت خداوند عالم (پرجاپتی) نے دونون سے یہ کہا کہ تم دُنیا کی حکومت اور ثروت کے لئے کیون لڑتے ہو۔ صرف آتما کا گیان یعنی علم حقیقت ہی آدمی کو شانتی بخشتا ہے۔ یہ آتما گناہ سے پاک ہے۔ اسکو نہ بُڑھاپا ہے نہ موت، رنج والم بھوک پیاس وغیرہ سب سے وہ مبّرا ہے۔ سب کو اس بات کی کوشش کرنا چاہئے کہ آتما کا گیان حاصل ہو۔ کیونکہ جسکو یہ آتم گیان حاصل ہوا اُسکی تمام خواہشات پوری ہوجاتی ہین اور وہ زمین وآسمان کا مالک ہوجاتا ہے۔

پرجاپتی کے اس ارشاد کو سُنکر دونون فریق نے اپنے اپنے دل مین یہ سوچا کہ جب آتم گیان ہی سے ہمکو قوت وثروت وحکومتِ دُنیا مل سکتی ہے تو پھر اُسکے حاصل کرنے کی ہم کیون کوشش نہ کرین۔ پس اُنھون نے اپنے اپنے سردارون سے یعنی دیوتاؤن نے اندر سے، اور اسُرون نے وروچن سے۔ یہ عرض کی کہ کسی عارف کامل کے پاس جاکر آپ کو اس گیان کے حاصل کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ قبل اسکے کہ اس قصہ کو آگے بڑھایا جاے۔ ہمین اسکی صراحت کردینی چاہئے کہ لفظ اسُر سے کیا مراد ہے۔ اسُرون سے مراد کچھ شیاطین نہین ہین جیسا کہ عام خیال ہے، بلکہ اُنسے مراد صرف وہ انسان ہین جو لذائذ نفسانی کی طرف مائل رہتے ہین۔ بمقابلہ روحانیت کے جسمانی راحت جسمانی عیش اُنکا مدعاے غائی ہوتا ہے اور انکی خواہشات کی کوئی انتہا نہین ہوتی۔ حرص اور طمع اُنمین بہت بڑھی ہوئی ہوتی

سے اور جبر و ستم سے دُنیوی حکومت کرنے اور قوت حاصل کرنے کے وہ ہمیشہ خواہان رہتے ہین - اس قسم کے انسان ہر زمانہ مین رہے ہین - لیکن زمانۂ قدیم مین اس لقب کی تخصیص خاص اُن لوگون کے ساتھ کی جاتی تھی جو خدا ترس، خدا پرست اور ریاضت کیش آدمیون کے دشمن تھے اور اُنکو ہمیشہ طرح طرح کی ایذا پہونچایا کرتے تھے -

غرض کہ دیوتا اور اسُر دونون اپنے اپنے سردار اندر اور وروچن کے پاس گئے اور اُنسے یہ التجا کی کہ کسی عارف کامل سے اُس آتم گیان کو حاصل کرنا چاہیئے جس سے ہمکو دنیوی حکومت اور ثروت بغیر لڑائی اور خونریزی کے حاصل ہو - چنانچہ اندر اور وروچن دونون علیٰحدہ علیحدہ اور بلا علم ایک دوسرے کے ایک ایسے عارف کامل کے پاس گئے جو دوسرون کو آتم گیان کی تلقین کرسکتا تھا - یہ دونون مدت تک اُس مرشد کی خدمت مین رہے یہانتک کہ اُنکی خدمت سے خوش ہوکر ایک دن اُس گرو نے اُنسے یہ پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو - اُن دونون نے یہ جواب دیا کہ ہمنے خداوند عالم پرجاپتی سے یہ سُنا ہے کہ صرف آتم گیان سے ہی ساری قوت اور حکومت حاصل ہوسکتی ہے - پس ہم چاہتے ہین کہ وہ گیان ہم آپ سے حاصل کرین - آپ مہربانی کرکے وہ گیان ہمکو دیجئے جس سے ہم بھی اس دنیا مین سب سے زیادہ طاقتور اور صاحب حکومت ہوجائین - گرو نے جب یہ گفتگو اُن لوگون کی سُنی تو اُسنے یہ جان لیا کہ یہ دونون بھٹکے ہوئے ہین - انکو صفائی قلب ابھی نہین حاصل ہے، اور اسلئے انکو آتم گیان ایک ہی وقت مین دیدینا مناسب نہین ہے - بلکہ انسب یہ ہے کہ درجہ بدرجہ انکو اُس گیان تک پہونچایا جائے اور سب سے بہتر طریقہ اس گیان کے دینے کا یہ ہوگا کہ انکے دلون مین کچھ ایسی چھیڑ پیدا کردیجائے کہ جس سے وہ خود بخود کوشش کرکے آپ ہی اُس گیان کو حاصل کرین - پس گرو نے یہ فرمایا کہ جسکو تم آنکھ کی پُتلی مین دیکھتے ہو وہی آتما ہے جو گناہ سے پاک اور رنج والم و تکلف سے مبرا ہے - اسکو جان کر تمام دنیا کی حکومت مل سکتی ہے - گرو کے ارشاد کے اصل رمز کو نہ سمجھکر جس اُسکی صرف یہ مراد تھی کہ جو آنکھ کے ذریعہ سے دیکھتا ہے وہی آتما ہے اُن چیلون نے اُلٹا یہ سمجھ لیا کہ گرو کے ارشاد کے یہ معنی ہین کہ آنکھ کی پُتلی مین جو عکس پڑتا ہے وہی آتما ہے اور اسلئے اُنھون نے یہ عرض کی کہ اے بھگوان جو ایک آئینہ یا پانی مین دیکھا جاتا ہے کیا وہی وہ شخص ہے جو آنکھ کی پُتلی مین نظر آتا ہے؟ جسکے جواب مین گرو نے یہ فرمایا کہ اصل آتما وہی ہے جو ان سب مین دیکھا جاتا ہے - ظاہر ہے کہ گرو کا مطلب کچھ اور تھا لیکن اُن چیلون نے کچھ اور سمجھ لیا - پس اُنکی عقل کو آزمانے کے لئے گرو نے اُنسے یہ کہا کہ پانی کے ایک کٹورے مین تم اپنے کو دیکھو اور جو تمہارے سمجھ مین نہ آئے وہ مجھسے آکر بیان کرو - چنانچہ اُنھون نے ایسا ہی کیا اور پانی کے کٹورے مین اپنی ہی صورت کو دیکھکر گرو سے یہ عرض کی کہ مہاراج ہم نے اپنا ہی عکس سر سے پانون تک پانی مین دیکھا ہے - اپنے ہی جسم کی ایک کامل تصویر یہانتک کہ بالون اور ناخنون کا عکس بھی ہمنے پانی مین دیکھا ہے - یہ سُنکر گرو نے پھر یہ فرمایا کہ اچھا اب کی دفعہ اپنے جسم کو طرح طرح کے لباس اور زیور سے آراستہ کرکے پانی مین دیکھو - چنانچہ اُنھون نے ایسا ہی کیا اور گرو سے آکر کہا کہ ہمنے اپنے جسم کو آراستہ و پیراستہ جیسے کہ ہم اسوقت ہین پانی مین دیکھا ہے - گرو نے یہ سُنکر جواب دیا کہ بس یہی آتما ہے جو موت و زندگی اور تکلیف و آرام وغیرہ سے پاک ہے

اندراور وروچن دونون گرو کے اس ارشاد کو سُنکر چل کھڑے ہوئے
اور اپنے اپنے گھرون کا راستہ لیا لیکن گرو نے جب یہ جانا کہ اُسکے
کہنے کو ان دونون نے سچّا مان لیا ہے فوراً پکار کر کہا کہ تم مین
سے جو کوئی اس میری تلقین پر عمل کریگا اُسکا ضرور ناش ہوگا۔ مگر
اُن دونون نے اسپر کچھ التفات نہ کی اور اپنے اپنے گھرون کو
چلے گئے۔ وروچن نے گرو کے بچن کو قطعی طور پر سچّا مان کر اسُرون
کو یہ تلقین کی کہ جسم مین آتما ہے اسی کی پرستش اور خدمت کرنی
چاہئے۔ اپنی ہی بڑائی کرکے اور جسم کی خدمت کرکے آدمی دُنیا
کی حکومت حاصل کرسکتا ہے چنانچہ اس تلقین کا یہ نتیجہ ہوا کہ جسم
اور نفس پرستی اسُرون مین پھیل گئی اور اُنھون نے اپنا سب
سے بڑا فریضہ یہی سمجھا کہ جسم کی حفاظت کرنا چاہئے اور اُسکو
طرح طرح کا آرام اور آسایش پہونچانا چاہئے۔ چونکہ ان لوگون
کے طبائع پہلے ہی سے نفس پرستی کیطرف مائل تھے اسلئے
یہ تعلیم جو گرو نے محض بطور آزمایش دی تھی فوراً اُنمین مقبول ہو گئی۔

برخلاف اسکے جب اندر نے اپنے گھر جاکر اُس تلقین
پر جو اُسکو گرو سے ملی تھی غور کیا اور سوچا تو اُسکو معلوم ہوا کہ گرو
نے تو یہ ارشاد فرمایا تھا کہ آتما تکلیف و آرام، بھوک پیاس،
زندگی و موت ان سب سے پاک اور مبرّا ہے۔ لیکن اس جسم کو
تو بھوک اور پیاس معلوم ہوتی ہے اور تکلیف اور آرام سے
بھی وہ مبرّا نہین ہے پھر اسکا عکس کیسے آتما ہو سکتا ہے۔ کیونکہ
جس جسم کا یہ عکس ہے وہ مرگ و زیست، بھوک پیاس،
تکلیف و راحت وغیرہ کے تابع ہے۔ پس اس تلقین سے اُسکی تشفّی
نہ ہوئی اور اسلئے گرو کے پاس واپس آکر اُسنے عرض کی کہ مہاراج
جسم کا عکس کسطرح آتما ہو سکتا ہے، جب اسمین تغیرات ہوتے
رہتے ہین - اگر جسم آراستہ و پیراستہ ہے تو عکس بھی جسکو آپنے
آتما کہا ہے آراستہ و پیراستہ نظر آتا ہے۔ اگر جسم مین ایک آنکھ ندارد
ہے تو عکس بھی ایک آنکھ کے بغیر نظر آتا ہے۔ اگر جسم لنگڑا ہے
تو عکس بھی لنگڑا ہے مگر آپ نے پہلے یہ فرما دیا تھا کہ آتما ان سب
عیبون سے پاک ہے۔ جب یہ صحیح ہے تو پھر یہ عکس جو پانی مین یا
دیکھا جاتا ہے کیسے آتما ہو سکتا ہے؟ گرو نے کہا تو سچ کہتا ہے۔
تو سچا سالک ہے۔ اسلئے تجھکو آتم گیان یعنی علم حقیقت حاصل ہوجائیگا۔
کچھ مدت اور یہان ٹھہر اور خدمت کر۔ چنانچہ اندر نے ایسا ہی کیا۔
حتیٰ کہ ایک دن گرو نے خوش ہوکر اُس سے یہ کہا "حالت خواب
مین جو خواب دیکھتا ہے وہی آتما ہے وہی براہم ब्रह्म ہے، جسکو فنا
نہین"۔ یہ سُنکر اندر بظاہر مطمئن ہوکر گھر چلا گیا۔ مگر گھر جاکر جو غور کیا
تو اُسکو ایک اور دقّت پیش آئی یعنی یہ کہ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ حالت
خواب مین جو خواب دیکھتا ہے اُسپر جسم کے کسی تغیر کا کوئی اثر نہین
ہوتا ہے یعنی یہ کہ جسم کے لنگڑے لولے ہونے مین وہ لنگڑا
لولا نہین، مگر خواب کا دیکھنے والا کیسے آتما ہو سکتا ہے جسکی نسبت
گرو نے یہ فرمایا ہے کہ اُسکو فنا نہین اور نہ کوئی خوف ہے کیونکہ
خواب مین بھی وہ تکلیف اور آرام کو محسوس کرتا ہے۔ اُسکو خواب
دیکھکر دہشت ہوتی ہے۔ ڈرتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ پس یہ سوچکر
اور گرو کے پاس آکر اُسنے اپنے متذکرہ صدر شبہ کو ظاہر کیا اور
کہا کہ آپ نے آتما کو ان سب باتون سے پاک اور مبرّا فرمایا ہے
اور اسلئے سوپن اوستھا स्वप्न अवस्था کابھمانی अभिमानी
یعنی خواب دیکھنے والا کسطرح آتما ہو سکتا ہے۔ گرو نے کہا تو سچ
کہتا ہے ابھی اور کچھ دن یہان ٹھہر کر خدمت کر۔ اندر نے اور
چند سے وہان رہکر گرو کی خدمت کی اور آخر ایک دن گرو نے
خوش ہوکر پھر یہ فرمایا "وہ جو گہری نیند مین عین سکون کی حالت کو
حاصل کرتا ہے اور کوئی خواب وغیرہ نہین دیکھتا ہے"۔ وہی آتما ہے لیکن اندر نے

کچھ غور کے بعد یہ جواب دیا کہ جسکو خود اپنا اور کسی دوسری چیز کا کوئی
احساس نہین رہتا ہے وہ کیسے آتما ہو سکتا ہے؟ ایسی حالت
مین کسی چیز کا احساس نہین رہتا ہے۔ کیا تمام خیالات محسوسات
و قوت اور علم کی معدومیت ہی کو آپ آتما کہین گے؟ گرو نے
جواب دیا نہین یہ آتما نہین ہے۔ اب وہ وقت آگیا ہے کہ مین
تجھے تیری آزمائش کے بعد سچی تلقین کرونگا۔ مین تجھسے بہت
خوش ہون۔ غرضکہ اُسکے بعد گرو نے اندر کو آتم گیان دیا۔
وہ کیا گیان تھا۔ اُسکو جب وہ پرم گیانی پُرش جنھون نے
اسکو سمادھی جانا ہے نہین بتا سکتے اور زبان اور الفاظ سے
اُسکے بتانے مین وہ بالکل قاصر ہین اور جب خود شُرتی کا یہ
قول ہے کہ مین اور بُدّہی وہان جاکر واپس نہین آتین تو پھر
ہم ایسے ضعیف البنیان آدمی جو ہمیشہ گناہ اور معصیت مین مبتلا
رہتے ہین کیا کہہ سکتے ہین۔ ہمارا تو اُسکا ذکر ہی کرنا اس مثل کا
مصداق ہے کہ چھوٹا منہ بڑی بات۔

اسکے بعد گرو نے اپنے چیلے (اندر) سے یہ فرمایا کہ
جسکو اس آتما کا گیان ہو گیا ہے وہ اس دُنیا کے مصائب
سے آزاد ہو کر حیات ابدی حاصل کرتا ہے۔ بھلا ایسے شخص
کو کیا حاصل نہین۔ دُنیا کی یہ ادنیٰ حکومت و ثروت اُسکے نزدیک
ہیچ ہے۔ وہ خود ہی عین حقیقت ہے جو اس سارے
عالم کی حقیقت ہے۔ لیکن جنکو اسکا گیان نہیں وہ البتہ جسم ہی
کو سچا سمجھتے ہین لہذا اُنکے لئے پیدایش اور موت کا سلسلہ برابر
قائم رہتا ہے۔ جبتک ہمکو یہ خیال رہیگا کہ ہم فانی ہین تب تک
موت کا خوف ہمکو ضرور دامنگیر رہے گا۔ لیکن جیسے ہی یہ گیان
ہمکو ہوتا ہے کہ آتما غیر فانی ہے اور ہم آتما ہی ہین، جسم نہین ہین،
یہ خوف فوراً جاتا رہتا ہے۔ پھر اُسکے لئے نہ موت ہے اور نہ
زندگی ہے۔ جب سکندر اعظم نے ہندوستان کے ایک رشی کو اپنے
ساتھ یونان لیجانے کی خواہش ظاہر کی اور اُس رشی کے انکار کرنے
پر اُسکو یہ دھمکی دی کہ مین تجھے مار ڈالونگا تو اُسوقت اُس رشی نے
ایک بڑا قہقہہ لگا کر یہ کہا کہ اے بادشاہ تو نے سب سے بڑی
بیوقوفی کی بات یہی کہی۔ تو مجھکو نہین مار سکتا۔ مجھے نہ سورج کی
دھوپ سُکھا سکتی ہے نہ آگ جلا سکتی ہے اور نہ کوئی ہتیار کاٹ
سکتا ہے کیونکہ مین زندگی اور موت سے پاک ہون اور سب جگہ
موجود ہون۔ ایسے گیانی لوگ جسم کو بمنزلہ ایک گھر کے سمجھتے ہین جو
اسلئے اختیار کئے جاتے ہین کہ بعض خواہشات اور بعض اغراض
زندگی کے جنکی چھیڑ ہو چکی ہے پورے ہون۔ وہ لوگ جنکے
اغراض اور خواہشات پاک نہین مبتلائے مصیبت ہوتے ہین۔
لیکن جنھون نے ہر طرح کے اغراض اور خواہشات کو خواہ پاک
ہون یا ناپاک الوداع کہدیا ہے۔ وہ ان اجسام کی قید سے
چھوٹ جاتے ہین اور پھر اُنکے لئے نہ جینا ہے اور نہ مرنا ہے۔
یہی سب سے بڑا ایک مدعا ہے جسکے حصول کی کوشش ہونی چاہئے۔

یہ جو اوپر ذکر ہوا وہ شرتیون کے بچن یعنی اقوال ہین۔ ان
شرتیون کی جُدا جُدا تفسیرین کی گئی ہین جنمین سے دو سب سے
بڑی تفسیرین سری شنکر آچارج اور سری رامانُج آچارج کی لکھی
ہوئی ہین۔ بموجب عقیدہ ادویت یعنی فرقہ وحدت الوجود جسکے
مُفسّر سری شنکر آچارج ہین حقیقت صرف ایک ہے اور ایک ہی
ہو سکتی ہے۔ جسکو چاہے آپ آتما کہین، برہم کہین، ذاتِ مطلق
کہین، یا ان نوایبل UnKnowable اُنکا یہ کہنا ہے کہ
جو کچھ ہے یا جو کچھ نظر آتا ہے وہ صرف وہی ایک آتما یا
ذاتِ مطلق ہے گو ہم اودیا سے یعنی جہل سے اُسکو اور کچھ
مان لین جیسا بحیثیت منفردہ جیو یعنی روح کہتے ہین اُسکو بھی

وہی حقیقت ہے جو بحیثیت کُل خدا کی ہے۔یعنی یہ کہ بنگاہ حقیقت سے روح ذات مطلق سے جُدا نہین ہے اور اسیطرح یہی ذاتِ مطلق عین حقیقت جسم کی ہے۔مادّہ کی بھی وہی حقیقت ہے اور قوت کی بھی وہی حقیقت ہے۔غرض کہ یہ ظاہر ہوگا کہ اسپنسر نے جو یہ کہا ہے کہ مادہ یعنی غیر محدود پھیلی ہوئی چیز اور روح یا قوت یا خیال کرنے والی قوت۔دو بڑی صفتین اُس محیط عالم موجود بالذات شے کی ہین جسکو آپ جوہر الوہیت کہہ سکتے ہین،یا کچھ اور۔یا یہ کہ ہمارے نزدیک مادّہ اور تحریک کرنیوالی قوتین ایسی دو صفتین ہین جو ایک دوسرے سے جُدا نہین ہو سکتین۔اُنکا یہ خیال سری شنکر آچارج کے خیال سے کسقدر مشابہ ہے۔لیکن دونون خیالوں مین جو فرق ہے وہ یہ ہے کہ شنکر آچارج کا یہ قول ہے کہ فی الاصل ذات مطلق ہی ہیچ ہے اُسکے اگر کوئی صفات ہین تو وہ ظاہر ہین۔ہمکو ایک وقت مین ایک ہی چیز کا علم ہوتا ہے۔اگر ہمکو ذات کا علم ہوا تو صفات غائب ہوجاتے ہین اور اگر صفات ہی کو ہم دیکھتے ہین تو ذات کا خیال جاتا رہتا ہے۔اس لفظ صفات مین روح بمعنی جیو،مادّہ، قوت،وغیرہ سب آگئے۔

دوسری تفسیر سری رامانج آچارج کی ہے جسکو وشسٹادوئیت کہتے ہین۔یہ ظاہرا ایک بڑے جمہور کے لئے ہے۔یعنے اُن لوگون کے لئے جو عالم شہادت کو سچا مانتے اور خود اپنی ہستی کو کچھ کچھ جُدا ماننے سے انکار کرنے پر راضی نہین ہوتے۔شنکر آچارج کے ساتھ رامانج کو اتفاق ہے کہ فی الحقیقت ایک ہی آتما یعنی ذات مطلق کا وجود ہے۔مگر وہ اُس وجود کو صفات دیتے ہین جس سے شنکر آچارج کو انکار ہے۔بقول رامانج ذات مطلق مین بعض ایسی قوتین موجود ہین جو اس عالم کثرت کی گویا تخم ہین اور اسلئے ہمارے تجربے مین جو مادّی اشیا آتے ہین اور جو فرداً فرداً روحین ہین وہ ذات مطلق کے حقیقی تغیرات ہین اور نہ کہ محض ظاہری شہودات۔جیسا کہ شنکر آچارج کا خیال ہے۔اس تغیر یافتہ شکل مین اُس ذات مطلق کو ایشور کہتے ہین اور روحانی اور مادّی عالم دونون اُس ایشور کے گویا جسم ہین یعنی یہ کہ ایشور دونون مین سائر و دائر ہے اور اسطرح یہ دونون عالم یعنی وہ اشیا اور وہ روحین حقیقی جداگانہ وجود رکھتی ہین جس سے شنکر آچارج کو قطعاً انکار ہے۔پس شنکر آچارج کے اس مقولہ کے مقابلہ مین کہ ذات مطلق کی نسبت دھوکا ہوتا ہے یعنی ہم جہل سے کچھ کا کچھ سمجھ لیتے ہین۔رامانج کا یہ کہنا کہ ذات مطلق کے حقیقی تغیرات ہوتے ہین (یعنی جو کچھ اُسمین ابتداے آفرینش مین بالقوی موجود تھا وہی حقیقی ہوکر عالم محسوسات مین جاتا ہے اور یہ خیال حال کی اوولیوشن تھیوری سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے۔

المختصر روح اور جسم کے متعلق طرح طرح کے خیالات ہین جنمین سے خاص خاص خیالات حسب ذیل ہین۔

(۱) وہ جسمین کوئی مستقل جزو یا یون کہو کہ کوئی ہمیشہ قائم رہنے والی شے نہین مانی گئی ہے۔یہ عقیدہ بودھون کا ہے جنکی کئی تفریقین ہین۔ایک وہ جسمین ہر ایک شے کے وجود سے جدا ہے وہ روح ہو اور جدا ہے جسم۔اس بنا پر انکار کیا گیا ہے کہ کوئی ایسی شے نہین ہو سکتی جسکے اجزا نہون اور جب تم اجزا کو مانوگے تو تمکو لازمی طور پر یہ ماننا ہوگا کہ ان اشیا کی پیدائش اور فنا ہے اور جس چیز کی پیدائش اور فنا ہے وہ ضرور ہے کہ قبل از پیدائش اور بعد از فنا معدوم ہو اور جب کوئی چیز کسی زمانہ ماضی مین معدوم تھی اور کسی زمانہ مستقبل مین بھی معدوم ہو جائیگی تو اُسکو زمانہ حال مین بھی معدوم ہی سمجھنا چاہئیے۔

لہذا یہ روح یہ جسم یہ عالم سب فی الاصل فانی ہی نہین یہ عقیدہ
شونیہ وادی शून्यवादी بودھون کا ہے۔ دوسرے وہ جسمین
یہ مانا گیا ہے کہ ہمکو علم صرف تغیرات کا ہوتا ہے یا بالفاظ دیگر ہمارا
کل علم صرف احساس ہی پر محدود ہے جو لمحہ لمحہ پر بدلتے رہتے
ہین - یعنی یہ کہ جو شے ایک لمحہ مین کچھ تھی وہ دوسرے لمحہ مین ہی
نہین رہتی بلکہ کچھ اور ہوجاتی ہے یہ عقیدہ چھنک گیان وادی
क्षणिकविज्ञानवादी بودھون کا ہے - تیسرے وہ جو اگرچہ
اجسام محرک احساس کے وجود کو مانتے ہین مگر انکی نسبت اُنکا
یہ خیال ہے کہ اُنمین بھی لمحہ لمحہ پر تغیرات ہوتے رہتے ہین -
یہ عقیدہ سوترانتک सौत्रान्तिक بودھون کا ہے -

(۲) وہ جسمین یہ مانا گیا ہے کہ جو کچھ ہے وہ من یا روح ہی
ہے اور ہمکو علم صرف احساس ہی کا ہے جو روح یا من کے اندر
پیدا ہوتے ہین اور یہ سارے اجسام جو ان احساس کے ذریعہ
سے محسوس ہوتے ہین من ہی کے اندر ہین - من سے علیحدہ
انکی کوئی جداگانہ ہستی نہین ہے - اسمین اگر کوئی مستقل یا قائم
رہنے والا جزو ہے تو وہ من ہی ہے جسمین دائمی احساس کی
قابلیت ہے - اس عقیدہ کے مطابق مادہ کی تعریف یہی ہے
کہ جسکے ذریعہ سے دائمی احساس کا پیدا ہونا ممکن ہے - وہی
مادہ ہے اور جسمین یہ احساس پیدا ہوسکتے ہین وہی روح یا من
ہے - یہ زمانہ متوسط کے یورپ کی مشہور آئیڈیل تھیوری ہے
بودھون کے عقیدہ اور اس تھیوری مین صرف اتنا فرق ہے کہ
بودھ لوگ احساس کے لمحہ لمحہ پر بدلنے کے قائل ہین اور اس
عقیدہ مین دائمی احساس کا پیدا ہونا بھی ممکن ہے -

(۳) وہ جسمین جزو مستقل یا ہمیشہ قائم رہنے والی شے
صرف ایک آتما مانی گئی ہے جو ازلی و ابدی اور غیر متغیر ہے اور
یہ جو علیحدہ علیحدہ ارواح یا علیحدہ علیحدہ اجسام ہمکو محسوس ہوتے ہین
وہ اُسی ایک آتما کے عکس یا ظاہری اشکال ہین جو متغیر ہین اور
جنکی کوئی حقیقی ہستی نہین ہے، اور جو ہمکو صرف اسوجہ سے محسوس
ہوتے ہین کہ ہمنے اپنے تئین بجاے آتما کے جو ہم فی الواقع ہین
روح یا جسم سمجھ لیا ہے جو ہم نہین ہین - اس عقیدہ مین دو حالتین
مانی گئی ہین - ایک عین حقیقت جسمین آتما فاعلیت وغیرہ کے تمام
صفات سے مبرّا ہے اور دوسری تعیّنات جسمین اُسی آتما کا
عکس جسکا نام روح ہے - یہ نتیجہ اگیان فاعلیت وغیرہ کے صفات
سے موصوف ہوجاتا ہے اور پھر وہ کرتا اور بھوگتا دونون ہے
اور اسکے لئے اُسکو اجسام اختیار کرنے پڑتے ہین - کیونکہ یہ ایک
قاعدۂ کلّیہ ہے کہ روح بغیر جسم کے عمل پذیر نہین ہوسکتی اور اسیطرح
جسم بھی بغیر روح کے عمل پذیر نہین ہوسکتا - یہ عقیدہ ادویت وادیون
یعنی فرقۂ وحدت الوجود کا ہے -

(۴) وہ جسمین علیحدہ علیحدہ روحین بطور جزو مستقل مانی گئی
ہین جو ازلی و ابدی ہین اور یہ اجسام جنکو یہ روحین اختیار کرتی
ہین بدلتے رہتے ہین - یہ عقیدہ دوویت وادیون یعنی دوئی کے
ماننے والون کا ہے -

(۵) وہ جسمین جو کچھ ہے جسم ہی ہے - جسکو بلحاظ سلسلۂ توالد
و تناسل ہم ازلی کہہ سکتے ہین مگر ابدی اسلئے نہین کہہ سکتے کہ ممکن
ہے کسی سلسلہ کے منقطع ہونے پر اُسکی انتہا ہوجاے - اس عقیدہ
مین جسم سے علیحدہ کوئی روح نہین ہے اور جسکو مانندڑ یا من کہتے
ہین وہ ترکیب جسم کا نتیجہ ہے - یہ عقیدہ زمانۂ قدیم مین ورہسپتی
اور چارواک کا تھا اور حال کے حکماے مادّیین کا بھی یہی
عقیدہ ہے -

(۶) وہ جسمین روح اور جسم دونون بطور جزو مستقل کے

مانے گئے ہین اور یہ دونون ازلی کہے جا سکتے ہین کیونکہ کیا بلحاظ سلسلۂ توالد و تناسل اور کیا بلحاظ مسئلہ ارتقا یعنی تبدیل انواع یہ نہین کہا جا سکتا کہ اُنکی ابتدا کب ہوئی - مگر یہ ممکن ہے کہ کسی ایک سلسلے کے منقطع ہو جانے پر اُس خاص صورت مین اُسکی انتہا ہو جاے اور اسلئے ہم ان دو نون کو ابدی نہین کہہ سکتے - یہ عقیدہ ارنسٹ ہیکل اور اُسکے ہم خیال لوگون کا ہے -

(۷) وہ جنمین جسم ہی بطور ایک جزو منتقل کے مانا گیا ہے اور بدلتی رہتی ہے - حضرت آدم سے ہر جسم کا سلسلہ ملا کر ہم جسم کو محدود معنی مین بطور ایک منتقل جزو کے مان سکتے ہین - لیکن چونکہ اُسکی ابتدا حضرت آدم سے ہے اسلئے ہم اُسکو ازلی نہین کہہ سکتے اور علیٰ ہذالقیاس روح کو بھی ہم اسلئے ازلی نہین کہہ سکتے کہ وہ اس عقیدہ کے مطابق محض ایک امر ربی ہے جسکے وقوع کا زمانہ مقرر ہے - مگر ان دونون کو شاید ابدی اسلئے کہا جا سکیگا کہ قیامت مین یہ دونون پھر ملکر ہمیشہ کے لئے اپنے حسب اعمال بہشت یا دوزخ مین رہینگے - یہ عقیدہ پارسیون - عیسائیون اور مسلمانون مین اہل ظاہر کا ہے -

یہان ہمارا یہ مقصود نہین ہے کہ ہر خیال کی نسبت جو اعتراضات وارد ہوتے ہین اُنکا ذکر اس مضمون مین کیا جاے - اس معمۂ ہستی کے متعلق زمانۂ قدیم سے جو خیالات چلے آرہے ہین اُنکا خلاصہ اوپر درج کر دیا گیا ہے اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ جسکو جس خیال سے اتفاق ہے اُسی کو وہ پسند کرتا ہے -

اب سوال یہ ہے کہ اس معمۂ ہستی کا آخر حل کیا ہے ؟ جہانتک شُرتی نے اور اُسکے دو بڑے مفسّرون نے اسکو حل کیا ہے وہ یہی ہے کہ ایک ہی ذات سچ ہے جو ازلی و ابدی ہے یعنی جسکو کبھی فنا نہین اور یہ جو منفردہ روحین یا اجسام ہمکو محسوس ہوتے ہین وہ یا تو اُسی ایک ذات مطلق کے عکس یا ظاہری اشکال ہین جو بہ نتیجہ اسکے پیدا ہوتے ہین کہ جنے اپنی حقیقت کو بھول کر اپنے تئین کچھ اور سمجھ لیا ہے - یا یہ کہ وہ اُسی ایک ذات کے حقیقی تغیر یافتہ اشکال نہین - مگر ہم تو مایا کے محکوم ہوکر جسکو قدرت خدا کہنا چاہئے - انھین روحون اور اجسام کو سچا مان رہے ہین - بلکہ صرف اجسام ہی کو سچا مان رہے ہین اور اسلئے کوئی تعجب نہین کہ انکی جدائی کے وقت ایک گہرا اثر ہمارے دلون پر پڑتا ہے اور موت جس سے ہماری ذات فی الحقیقت بالکل مبرا ہے - ہمکو اسقدر خوفناک معلوم ہوتی ہے - ایسے اشخاص کتنے ہین جو ایسے وقت مین باوجود اس گیان کے امتحان مین پورے اُترتے ہین - ایسے وقت مین ہمکو دو ہی باتون سے مدد مل سکتی ہے - یا تو ہم آتم گیان کے ذریعے سے جسکی فراوانی ہونی چاہئے نہ کہ محض زبانی ہو اپنی حقیقت کو پہچان کر بیخوف ہو جائین - یا یہ کہ ہم ایشور کی شرن لین اور اُسکے پریم مین ڈوبین جس سے موت کا خوف بہت کچھ دور ہو سکتا ہے - بقول گرو نانک -

پد

سادھو رچنا رام بنائی
یک بنسے ایک استھر अस्थिर बिनशै ماننی اچرج لکھیو نہ جائی
(کوئی حادث کوئی قائم مانتا ہے)
کام کرودھ موہ بس پرانی ہری مورت بسرائی
جھوٹا تن سانچہ کرمانیو جیون سپنا رینائی
جو دیسے سو سکل وناشے جیون بادر کی چھائین
جن نانک جگ جانو مِتھیا मिथ्या رہو رام شرنائی
(یعنی جھوٹا)

اگر آخری وقت مین ایسی کچھ آرزوئین جو حضرت شعلہ کے ذیل کے اشعار مین ظاہر کی گئی ہین سینے مین موجزن رہین تو پھر کیا کہنا ہے - بیڑا پار ہے -

اشعار

افسوس ہری، ناتھ اِسنومیری بھی حالت
پاپی ہون مجھے عرض سے آتی ہے خجالت
قیدی کی طرح عمر کٹی موہ کے بس مین
پابند کیا لوبھ نے بے دانہ قفس مین
ہر ایک گھڑی گزری ہے دُنیا کی ہوس مین
اک دن بھی نہین کام کا ہر ماہ، برس مین
اک وقت کا توشہ نہین اور سر پہ سفر ہے
پاپون کا بہت بوجھ ہے بشکستہ کمر ہے
ہون آپ کے چرنون مین لگا جان لو اتنا
کچھ اور نہین چاہتا پرمان لو اتنا
جس دن میری امید سے گھر والون کو ہو یاس
سب دُور ہون سرکار ہی سرکار ہون اک پاس
پھیلی ہوئی تیسر نگار کے پھولون کی ہو بو باس
مُرلی کی صدا کان مین آتی ہو جب وراس
ہوجاؤن فنا پاؤن جو اتنا مین سہارا
جب بند ہون آنکھین تو مُکُٹ کا ہو نظارا
دم لب پہ ہو سینہ مین تصوّر ہو تمہارا
مرکر بھی جُدائی نہو چرنون کی گوارا

خاتمہ پر اسقدر اور کہا جاتا ہے کہ کیش [illegible] کے سوال کے جواب مین راجا یُدھشٹر نے یہ فرمایا تھا کہ ”دُنیا مین سب سے بڑی تعجب کی یہی بات ہے کہ ہم روز آنکھون سے دیکھتے ہین کہ لوگ مرتے جاتے ہین مگر پھر بھی ہم اپنے تئین لافانی سمجھتے ہین یعنی یہ کہ ہم کبھی نہین مرینگے۔ موت کا خوف اگر ہر دم دامنگیر رہے تو پھر زندگی محال ہو جاوے۔ یہ بھی ایک قدرت خدا ہے کہ ایسا خیال ہمکو نہین رہتا ہے اور اسلئے اس قدرت کا ہمکو شکور ہونا چاہیئے۔ ورنہ جسم سے تو ہماری موت یقینی ہے اور اُسکا خوف بھی یقینی“۔ فقط

پربھولال
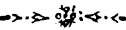
شاہ عالم ثانی کا دربار۔ اخیر مغل بادشاہون مین شاہ عالم ثانی گو محض برائے نام بادشاہ تھے تاہم انکا ذکر تاریخون مین اس دور کے بادشاہون کی بہ نسبت زیادہ ہے۔ انکا اصلی نام عالی گوہر تھا اور عالمگیر ثانی کے بڑے بیٹے تھے۔ ابتدا مین۔ نواب شجاع الدولہ والی اودھ کی مدد سے انگریزون پر چڑھائی کی اور شکست کھانے کے بعد الہ آباد مین قیام کیا یہان ایسٹ انڈیا کمپنی کیطرف سے انکا وظیفہ مقرر کر دیا گیا۔ ۱۷۷۱ء مین مرہٹون کی اعانت سے تخت دہلی پر متمکن ہوئے۔ اگرچہ اُسوقت سلطنت کے حدود چند میلون سے زیادہ وسیع نہ تھے لیکن شاہانہ کروفر مین کمی نہ آئی تھی۔ چند عرصے بعد غلام قادر نامے ایک روہیلہ سردار نے دہلی پر چڑھائی کی اور بادشاہ کو گرفتار کرکے آنکھین نکلوالین اسپر مرہٹہ سردار سندھیا نے غلام قادر پر فوجکشی کی اور اُسے شکست دیکر بادشاہ کو رہائی دلوائی اُسوقت سے ۱۸۰۳ء تک تخت دہلی پر مرہٹہ سرپرستی قائم رہی اور بادشاہ اُنکے وظیفہ خوار رہے۔ ۱۸۰۳ء مین لارڈ لیک نے دہلی پر قبضہ کرلیا اور اُسوقت سے ۱۸۰۶ء تک بادشاہ انگریزی حفاظت مین رہے اور پنشن پاتے رہے۔ باایںہمہ ان بادشاہون کی جو عزت کی جاتی ہے وہ اس سے ظاہر ہے کہ ولایت سے جو گورنر جنرل بھیجا جاتا تھا وہ شہنشاہ دہلی کے دربار مین حاضر ہوتا تھا اور اُسوقت کے ڈھنڈورے مین یہ الفاظ پکارے جاتے تھے ”خلق خدا کا۔ ملک بادشاہ کا حکم سرکار کمپنی بہادر کا“۔ شاہی دربار کی تصویر مین لارڈ لیک بائین جانب کھڑے ہوئے ہین اور بادشاہ تخت پر جلوہ افروز ہین۔ تمام وزرا امرا اور ارکین سلطنت حاضر ہین اور اگرچہ اب اُنکے لئے کوئی کام نہین باقی ہے لیکن اپنے عہدون کی خانہ پُری کر رہے ہین۔ مرزا سودا نے اپنے شہر آشوب مین اس عہد کی مکمل تصویر کھینچدی ہے۔

شاہ عالم ثانی کا دربار

انڈین پریس الہ آباد

لکھنؤ کے قدیم نظارے

شاہان مغلیہ کیطرح فرمانروایان اودھ بھی ظاہری شان وشوکت اور نمایشی تزک و احتشام کے دلدادہ تھے - ان حکمرانونکو یہ مذاق اپنے مالکون سے بطور ورثہ ملا تھا جو تخت دہلی پر جلوہ افروز تھے اور جنکی درباری شان وشوکت اور شاہانہ جاہ وجلال بجاے خود ایک حیرت انگیز افسانہ ہے - شاہی عظمت وجبروت کا اظہار اسکے سوا غیر ممکن خیال کیا جاتا تھا کہ غیر معمولی دھوم دھام اور زبردست کرّوفر سے رعایا کو مرعوب کیا جاے اور عوام کے دلون پر وہ اثر ڈالا جاے جو اُنکی آنکھون مین چکاچوند پیدا کردے - اس بارے مین مشرقی مذاق کا معیار یہ تھا کہ "زبردست شان وشوکت زبردست اثر رکھتی ہے" یعنی جسقدر زیادہ شان وشوکت کا اظہار کیا جائیگا اُسیقدر عام قلوب زیادہ متاثر و مرعوب ہونگے اور اُسی مناسبت سے شاہانہ عظمت و جبروت اور جاہ وجلال زیادہ مسلم ہوگا - بہرکیف اس معیار ذہنی کی لغویت نے جو نتیجہ پیدا کیا وہ اظہر من الشمس ہے - شاہی کے دونون قدیم مرکز دہلی اور لکھنؤ جہان شاہانہ تزک و احتشام کے اظہار کی انتہا ہو چکی ہے اب وہی حیثیت رکھتے ہین جو ہندوستان کے معمولی سے معمولی شہر اور جن سرزمینون پر صدیون تک زروجواہر کی بارش ہوتی رہی ہے اب وہان خاک اُڑا کرتی ہے - ان شہرون کے بعض پرانے لوگ جو ابتک زندہ ہین ان شاندار نظارون کو حسرت و افسوس کے ساتھ یاد کرتے ہین اور اُنکے خیال مین عہد شاہی سے زیادہ مبارک زمانہ کبھی نہین آسکتا - اُنکا خیال اُنکے لئے مخصوص ہے -

اظہار شان وشوکت کے سب سے بڑے موقع اُسوقت ہوتے تھے جب لکھنؤ مین گورنر جنرل کمانڈر انچیف یا انگریزی رزیڈنٹ کا سرکاری داخلہ ہوتا تھا - ان موقعون پر مہمان ومیزبان دونون ہی اپنی اپنی شان وشوکت اور جاہ وجلال کا اظہار کرتے تھے - چنانچہ مارکوئس آف ہیسٹنگز نے اپنے داخلہ لکھنؤ کی کیفیت حسب ذیل تحریر کی ہے :-

"۵ اکتوبر ۱۸۱۴ء | ہملوگ علی الصباح شہر کیطرف روانہ ہوے نواب وزیر غازی الدین حیدر شہر سے دو میل کے فاصلہ پر برسم استقبال ملے اور ہمکو دیکھتے ہی اپنے ہاتھی سے اُتر پڑے - مین بھی اپنے ہاتھی سے اُترا اور اُن سے بغلگیر ہونے کے بعد دونون ایک اور ہاتھی پر سوار ہوے جسکا مرصع ہودج اور مغرق جھول نہایت شاندار تھی اور ہودے مین دونون کے بیٹھنے کے لئے جدا جدا نشستگاہین بنی ہوئی تھین اسکے بعد ہم مع خدم وحشم شہر کیطرف روانہ ہوے -

دولتمند اہل شہر زرق برق پوشاکین پہنے اپنے مکانات کی چھتون پر جمع تھے .... مین نے ایکہزار روپے لٹائے - ارباب نشاط اپنے آراستہ کمرون پر پُر تکلف پشوازین پہنے نہایت میٹھے سرون مین مبارکباد گارہے تھے - اور ہاتھی پر سوار ہونے کی وجہ سے ہم اُنھین بالکل قریب سے دیکھ سکتے تھے - اہل شہر ہمین دیکھنے کے لئے ادھر اُدھر دوڑتے پھرتے تھے اور زندہ چڑیون کو جو پنجرون مین بند تھین نکال نکال کر ہوا مین اُڑا رہے تھے - جسکا یہ مطلب تھا کہ خوشی اور مسرت کے موقعون پر اسیران قفس کو آزاد کرنا نہایت مبارک و مسعود کارروائی ہے"

۱۱ دسمبر ۱۸۲۷ء کو لارڈ کمبرمیر بحیثیت کمانڈر انچیف لکھنؤ مین

وار ہوئے۔ یہ داخلہ بھی نہایت زبردست اور عالیشان تھا اور اس موقع پر بھی نہایت شاندار جلوس آراستہ کئے گئے تھے۔ دونون جانب زبردست تیاریان ہوئی تھین۔ دونون جلوس ایک دوسرے کیطرف بڑھے اور آپسمین ملکر ایک غول ہوگئے۔ کوسون تک آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے۔ گرد وغبار کے تتق سے آسمان دھندلا ہوگیا تھا۔ ہاتھی گھوڑے اور اونٹون کی قطار میلون تک چلی گئی تھی۔ نوجوان شہزادہ (کیوان جاہ) جو کمانڈر انچیف کے استقبال کے لئے بھیجا گیا تھا اپنے ہاتھی سے اتر کر کمانڈر انچیف کے ہاتھی پر سوار ہوا۔ تمام جلوس ایک قطار مین آگے بڑھا جسمین تقریباً چالیس ہاتھی تھے جنکے مرصع ہودج اور کارچوبی جھولین زر وجواہر سے مغرق تھین۔ جلوس کے ہمراہ عصا بردار، برق بار، جھنڈی بردار اور باجے والے خوشنما وردیان پہنے ہوئے تھے۔ اور آگے آگے نقیبون کا ایک زبردست ہجوم تھا جو نوعمر شہزادہ کا نام وخطاب باواز بلند پکارتے جاتے تھے۔ انکے بعد کوتل گھوڑے تھے جو مرصع ساز ویراق سے آراستہ تھے۔ ہاتھیون کے آگے پیچھے اور دونون پہلوؤن مین رسالے کے سوار زرق برق وردیان پہنے اپنی شہسواری کے کرتب اور نیزہ بازی کے جوہر دکھاتے چلے جارہے تھے۔

مندرجۂ بالا تاریخ (۱۱ ردسمبر) کمانڈر انچیف کے داخلۂ لکھنؤ کے لئے اہل تنجیم نے مستحسن قرار دی تھی۔ شہزادہ کیوان جاہ بہادر بمعیت نواب معتمد الدولہ اور دیگر اعیان سلطنت برسم استقبال رحمت گنج تک گئے جہان دونون جلوس باہم ملکر شہر کیطرف روانہ ہوئے۔ شہر سے دو میل کے فاصلے پر خود شاہ زمان نصیر الدین حیدر بہادر ایک زبردست جلوس کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ شاہ اور کمانڈر انچیف

نہایت گرمجوشی سے بغلگیر ہوئے اور دونون ایک ہی ہاتھی پر سوار ہوکے شہر کیطرف روانہ ہوئے۔ اب شاہی سواری کا جلوس بھی پہلے جلوس مین شامل ہوگیا اور ایک نہایت پر عظمت اور شاندار نظارہ پیدا ہوگیا۔ شہر مین داخل ہونے پر تماشائیون کا ہجوم قابل دید تھا۔ عالیشان مکانون کے دروازون اور کھڑکیون مین بھی رنگین شالی اور کارچوبی پردے پڑے ہوئے تھے تماشائیون کے اسیطرح ٹھٹ لگے ہوئے تھے جسطرح گلیون اور سڑکون پر جہان تل رکھنے کو جگہ نہ تھی۔ بہت سے لوگون نے اپنے بادشاہ کو نہایت مؤدب طریقے سے سلام کیا۔ سواری کے پیچھے پیچھے شہدون کا ایک جم غفیر تھا جو نہایت زبردست شور وغل کررہے تھے اور جنکے غول مین بادشاہ کیطرف سے مٹھیان بھر بھر کے روپے پھینکے جاتے تھے۔ اس ہجوم مین ہاتھیون کی ہوشیاری نہایت حیرت انگیز تھی جو اسقدر سنبھل سنبھل کر پاؤن رکھتے تھے کہ کوئی شہدا کچلنے نہین پاتا تھا حالانکہ روپے لوٹتے وقت یہ حریص وطامع فرقہ اپنے کو ہاتھیون کے پاؤن کے پاس اسطرح بیدھڑک ڈال دیتا تھا کہ انکے پاؤن کی ایک خفیف سی جھڑپ بھی ان لوگون کی ہڈیان پسلیان چور کردینے کو کافی تھی۔ بعض مکانون کی چھتون اور کمرون پر بھی روپے پھینکے گئے۔ اور گلیون مین یہ نظارہ نہایت تبسم خیز تھا کہ لوٹنے والون مین چھین جھپٹ کے درمیان اگر کوئی شخص اپنے منہ مین روپے رکھ لیتا تھا تو چھیننے والے اسکے منہ پر گھونسے مار کر روپے اگلوا لیتے تھے۔ بعض تنگ گلیون مین بھیڑ کا ریلا نہایت خوفناک تھا۔ ہاتھی چنگھاڑتے تھے اور مکانون کی رگڑ سے انکی جھولین نچ جاتی تھین بعض مکان کے آگے نکلے ہوئے برآمدے

یا چھپر ان قوی ہیکل جانوروں کے ریلے میں مسمار ہو جاتے تھے۔

ایوان موتی محل اور قصر فرح بخش شاہی مہمانوں کی ملاقات کے لئے مخصوص تھے جنمیں عالیشان دربار منعقد ہوتے تھے۔ لارڈ ہیسٹنگز تحریر فرماتے ہیں:۔

"نواب وزیر غازی الدین حیدر نے مجھے اور لیڈی لوڈن سے ایک زرتار مسند پر جو صدر میں بچھی ہوئی تھی بیٹھنے کے لئے اصرار کیا۔ ہمارے دونوں جانب شہنشاہ دہلی کے دو بھائی جو بالفعل لکھنؤ میں قیام رکھتے تھے بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ نواب وزیر کے محل میں کبھی قدم رنجہ نہیں فرماتے تھے لیکن اس خاص موقع پر عزت افزائی کی نظر سے تشریف لائے تھے۔ نواب وزیر ایک مؤدب طریقے سے مسند کا کونا دبائے ہوئے بیٹھے تھے۔ اتنے میں مرزا سلطان محمد ایک ایرانی شہزادے بھی تشریف لائے اور مسند کے ایک سرے پر بیٹھ گئے۔ لیکن جلد ہی ایک متکبرانہ انداز سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور چلدیئے۔ اسکے بعد شاہی اُمرا اور ارکان دولت پیش ہوئے اور دربار برخاست ہو گیا۔"

شاہی دعوتوں کے ساتھ روشنی (چراغاں) آتشبازی اور رقص و سرود کے جلسے لازم و ملزوم تھے، جو اپنی نوعیت اور اعلیٰ شان و شوکت کے لحاظ سے تمام شمالی ہندوستان میں بینظیر تھے۔ نواب سعادت علی خان، غازی الدین حیدر، اور نصیر الدین حیدر، انگریزی مہمانوں کے ساتھ اکل و شرب میں بھی شریک ہوتے تھے۔ لیکن محمد علی شاہ، امجد علی شاہ، اور واجد علی شاہ، آخری تاجداران اودھ نے شراب اور غیر مذہب کے لوگوں کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کبھی نہیں استعمال کیا۔ وہ انگریزوں کے ساتھ ایک فرش پر بیٹھ کر کھاتے تھے، لیکن وہی غذائیں جو مطبخ شاہی میں تیار ہوتی تھیں اور مسلمان ملازمین اپنے ہاتھ سے دسترخوان پر چُنتے تھے۔ ایک دعوت کا ذکر حسب ذیل ہے:۔

"آخر کار بادشاہ سلامت (واجد علی شاہ) تشریف لائے اور تمام حضار محفل میں ایک زبردست چپقلش ہوئی۔ ہماری جگہ بادشاہ کے عین مقابل تھی جس سے ہمیں اُن جواہرات کے اندازہ کرنے کا بخوبی موقع ملا جنمیں شاہی جسم سر سے پاؤں تک ڈوبا ہوا تھا۔ ہم نے اس آب و تاب کے جواہرات اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ موتیوں کی ایک بڑی ایک شانے سے دوسرے شانے تک پڑی ہوئی تھی جسمیں زمرد کی لڑیں اور الماس و یاقوت کی تختیاں آویزاں تھیں۔ پاجامہ اور شلوکہ ہیروں اور دوسرے قیمتی جواہرات سے لپا ہوا تھا۔ اور یہ امر نہایت تعجب انگیز تھا کہ باوجود سر سے پاؤں تک جواہرات میں لدے ہونے کے کمرے کی گرمی نے اُنپر کوئی اثر نہیں کیا۔ بادشاہ کے ایک پہلو میں حقہ بردار مرصع پیچوان لئے ہوئے کھڑا تھا اور دوسرے پہلو میں دوسرا خدمتگار شاہی چمچ لئے ہوئے نہایت ہوشیاری سے مستعد تھا کہ بادشاہ کو دسترخوان پر جو چیز مرغوب ہو فوراً چمچ سے اُٹھا کر دایہ کیطرح اُنکے مُنہہ میں دیدے۔ دونوں خدمتگار اپنے فرایض نہایت ہوشیاری سے انجام دے رہے تھے۔ جب بادشاہ کا مُنہہ نوالے سے خالی ہوتا تھا تو خاصہ بردار فوراً پیچوان کی مُہنال بادشاہ کے ہونٹ سے لگا دیتا تھا اور وہ خوشبودار تمباکو کا ایک کش کھینچ کے پھر کھانے میں مصروف ہو جاتے تھے۔ جب کبھی یہ خدمتگار اپنی ڈیوٹی میں چوک جاتے تو بادشاہ انکی طرف اس قہرآلود تیوروں سے دیکھتے کہ انکی روح سلب ہو جاتی تھی۔"

اس موقع پر ایک زنانہ دعوت کا ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہوگا۔

"محل سرا کے سب سے بڑے کمرے مین بیگمات اور خاندان شاہی کی دعوت کی تیاریان کی گئی تھین - رات کا وقت تھا اور کمرے مین نئے نئے خوشنما قالین بچھائے گئے تھے - جن پر اِس سرے سے اُس سرے تک دو لمبے دسترخوان دورویہ بچھے ہوئے تھے اور جنکے دونون جانب پلیٹین چُنی ہوئی تھین - کمرے کے صدر مین ایک دیوار سے دوسری دیوار تک ایک اور دسترخوان تھا جو ایک زرتار قالین کے سامنے بچھا ہوا تھا جسمین سُنہری جھالر لگی ہوئی تھی - اسکے قریب نہایت عالیشان کارچوبی مسندین بچھائی گئی تھین اور چاندی سونے کے ظروف چارون طرف پھیلے ہوئے تھے - سب سے چھوٹے دسترخوان پر جو کمرے کے صدر مقام پر آراستہ تھا اور جو سب سے زیادہ معزز جگہ تھی بادشاہ کی والدہ جناب عالیہ متمکن تھین - انکے برابر خود بادشاہ (واجد علی شاہ) نواب خاص محل، مرزا ولیعہد بہادر، جنرل صاحب (برادر خرد واجد علی شاہ) اور اُنکے بڑے بیٹے رونق افروز تھے - نوبت بج رہی تھی - شہنائی اور نرسنگھے کے شور مین کان پڑی آواز نہین سُنائی دیتی تھی - فوجی باجہ علیحدہ بج رہا تھا اور توپین داغی جا رہی تھین - اسکے بعد شاہی محلات کی بیبیان آنا شروع ہوئی - ان مین کوئی کشیدہ قامت تھی کوئی پستہ قد - کوئی سانولی کوئی گوری - کوئی جوان کوئی ادھیڑ - کوئی حسین کوئی بدصورت لیکن سب کی سب زربفت اور کمخواب کے جوڑے پہنے ہوئے تھین اور مرصع زیورات سے جواہر کے دریا مین غرق تھین - کمرے کی چھت مین جھاڑ اور قندیلین روشن تھین - دیوارون پر کنول اور قدآدم آئینے لگے ہوئے تھے تمام کمرہ روشنی سے جگمگا رہا تھا اور چاندی سونے کے برتنون جواہرات اور زرتار پوشاکون کے عکس سے آئینون کے اندر ایک دوسری محفل معلوم ہوتی تھی جس نے ایک عظیم الشان نظارہ پیدا کر دیا تھا - گویا راجہ اندر کا اکھاڑا یا پرستان ہے - نرم اور سُریلی آوازون کے قہقہے گونج رہے تھے - کمسن بیگمات کی خوش الحانی کے ساتھ سن رسیدہ بیگمات کی کرخت آوازین ملکر بغیر کسی ساز کے موسیقی کا لُطف پیدا کر رہی تھین - فرش پر اکثے فانوسین اور لالے روشن تھے اور ان سب کے عکس مع حضار دعوت کے خوبصورت و بدصورت چہرون کے عکس کے آئینون مین جو لطف پیدا کر رہے تھے وہ زبان قلم سے ادا نہین ہو سکتا - ہر طرف خوشی و مسرت چھائی ہوئی تھی - شرمیلی آوازین بیباک قہقہون مین اسطرح غائب ہو جاتی تھین گویا وہ مُنہ سے نکلتی ہی نہین اور کمرے کی لمبی صفون مین ہر جگہ ایک نیا سماں بندھا ہوا تھا -

(ماخوذ از پائنیر لکھنؤ) - **ایڈیٹر**
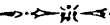
ماہ ملک - مولانا محمد عبد الحلیم صاحب شرر کی تازہ تصنیفات مین یہ دوسرا ناول ہے جو پچھلے مہینے مین پریس سے نکلا ہے - اسکا سین غور مین واقع ہے اور اس ملک کے پایۂ تخت سفید کوہ کے نہایت دلچسپ حالات درج ہین جو عام تاریخون مین نہین مل سکتے جسکے لئے حضرت مصنف کے تاریخی تجسس کی داد دینا چاہئے - ناول کا ہیرو بارھوین صدی عیسوی کا مشہور فاتح شہاب الدین غوری ہے جو اپنے بھائی سلطان غیاث الدین کی طرف سے کشور کشائی کی خدمت پر مامور تھا - شہاب الدین کی فتوحات مین سب سے زیادہ مشہور اور نمایان فتح ہندوستان ہے جسکا ذکر اگرچہ بہت احتیاط سے کیا گیا ہے تاہم تاریخی تصرف سے خالی نہین - ضخامت ۳۱۲ صفحات - قیمت دو روپیہ - مینجر دلگداز پریس لکھنؤ سے خط و کتابت کیجائے -

پارسی حسن

انڈین پریس الہ آباد

اُردو زبان اور ناول

ابھی بہت زمانہ نہین گذرا کہ اُردو زبان مین ناول نویسی اور ناول خوانی کی دھوم تھی۔ پنڈت رتن ناتھ سرشار۔ مولوی عبدالحلیم شرر۔ منشی عاشق حسین اور حکیم محمد علی۔ یہ اسماء گرامی اُنھین دنون کی یادگار ہین۔ حالانکہ ان صاحبون مین سے بجز مولوی محمد علی کے اور کسی کو مالی فروغ نہین حاصل ہوا۔ اور ہندوستان کے سوا دنیا کے کسی دوسرے ملک مین اُنکی آمدنی بڑے بڑے راجاؤن کی آمدنی سے ٹکر کھاتی۔ تاہم اُنکی کتابون کے پڑھنے والے اور اُنکی قدر کرنے والے کم نہ تھے۔ یہ لوگ اس صنفِ ادب مین پیشرو کا کام کر گئے اُردو دنیا کے لئے ناول ایک اچھوتی چیز تھی۔ زبان مین ایک ایسی چیز کا رواج ہو رہا تھا جو معمولی افسانون سے زیادہ دلاویز۔ اور معمولی مثنویون سے زیادہ پرلطف تھی۔ اسلئے پبلک نے حسب حیثیت ناولون کو ہاتھون ہاتھ لیا۔ اور برے بھلے چند ناولون کی خوب گرم بازاری رہی۔ مذکرہ بالا مصنفین کے سوا اور کتنے ہی درجہ دوم وسوم کے ناول نویس بھی میدان مین آئے اور اپنی یادگارین چھوڑ گئے۔ یہانتک کہ رینالڈس کا کوئی ناول ترجمہ ہونے سے نہ بچا۔ یہ ترجمے بڑے شوق سے پڑھے جاتے تھے۔ اور ہاتھون ہاتھ بکتے تھے۔ شاید عام اُردو خوان حضرات کو انگریزی مصنفین مین بجز رینالڈس کے اور کسی دوسرے مصنف سے مطلق دلچسپی نہو گی۔ دربار لندن کے اسرار۔ روز الیمبرٹ۔ طلسمی فانوس۔ حرم سرا۔ ایلن پرسی۔ یہ کتابین مجنونانہ جوش سے پڑھی جاتی تھین۔ اور عبرت کو تو لوگ فسانہ نگاری کی معراج سمجھتے تھے۔ راقم کو بھی اندنون ناول لکھنے کی دُھن سوار تھی۔ شاعری کی طرح ناول نویسی بھی بیکاری کا مشغلہ ہو رہا تھا۔ ناول کے چند صفحے لیکر ایک مولوی صاحب کی خدمت مین حاضر ہوا جو اپنے تئین شاعر کہا کرتے تھے۔ اور نثر مین بھی دعویٰ کمال رکھتے تھے۔ نو مشق مصنفون کو داد کلام لینے کا خبط ہوتا ہے۔ راقم کو بھی یہی ہوس اُنکی خدمت مین لیگئی۔ مگر پہلا سوال جو اُنھون نے مجھ سے کیا وہ یہ تھا کہ آپ نے 'عبرت' کا مطالعہ کیا ہے۔ راقم نے معذرتاً کہا کہ وہ کتاب ابھی نظر سے نہین گذری۔ مولوی صاحب نے فوراً منھہ پھیر لیا۔ اور بولے پہلے اُسے خوب غور سے پڑھ جایئے اور تب ناول لکھنے کے لئے قلم اُٹھایئے۔ گویا 'عبرت' ناول نہین۔ بلکہ ناول گر تھا۔ اس تیزروی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر کس و ناکس نے ناول لکھنا شروع کیا۔ اسکول اور کالج کے طلبا۔ اور معمولی لیاقت کے لوگ جنھین سو پچاس اشعار یاد ہو گئے۔ قلم لیکر بیٹھ گئے اور سمان باندھنا شروع کر دیا۔ کئی کئی صفحے تک بے سر پیر کی بکواس کے بعد بازاری حسن و عشق کا قصہ چھیڑ دیا۔ موقع موقع سے اشعار چسپان کر دیئے۔ عاشق کی بیقراری۔ اور معشوق کی بے نیازی دکھائی۔ کچھ دنون تک جدائی کی تکلیفین رہین۔ میان عاشق پر جنون سوار ہو گیا۔ تب دوستون کی ہمدردی نے پوشیدہ ملاقاتین کرائین۔ اور عاشق و معشوق کا وصال ہو گیا۔ قصہ تمام ہوا۔ شرر اور سرشار کے سوا قریب قریب

سیمون نے یہی طرز اختیار کیا۔ اسی خاکے پر ہر ایک مصنف
اپنی لیاقت اور مذاق کے موافق رنگ بھر لیا کرتا تھا۔ آخر
ناولون کی ایسی افراط ہو گئی کہ پڑھنے والے تنگ آ گئے۔
منّ و سلویٰ بھی اگر افراط سے ملے تو اس سے طبیعت سیر ہو جاتی
ہے۔ یہ خاصہ انسانی ہے۔ سنجیدہ مذاق کے لوگون مین
رفتہ رفتہ ناول خوانی کا شوق کم ہونے لگا۔ دیکھتے دیکھتے
ناولون کا بازار سرد ہو گیا۔ حضرت شرر نے قصّے لکھنا ترک کر دیا۔*
اور جنید و مجنون کے حالات کی تفتیش کرنے لگے۔ محمد علی
صاحب نے فسانہ نگاری کو خیرباد کہدیا۔ اور آج کوئی مصنف
ایسا نہین ہے جسے ہم خصوصیت سے ناولسٹ کہہ سکین۔

اس امر کی تنقیح کہ اُردو ناولون کی بیقدری کے
کون کون اسباب محرک ہوے آسان نہین۔ ملک کا افلاس
اور ناولون کی کثرت ایسے عام وجوہ ہین جو ہندوستان کی
ہر ایک زبان پر یکسان جاری ہین۔ بنگالی اور گجراتی پبلک
اُردو خوان پبلک سے زیادہ مالدار نہین اور نہ ان خطّون مین
ناول نویسون کی تعداد اُردو ناول نویسون سے کم کہی
جا سکتی ہے۔ جس زبان کے نام لیوا کروڑون کی تعداد مین
ہون اُس پر آدھے درجن ناولسٹون کا بار ناقابل برداشت
نہین ہو سکتا۔ مگر گجرات اور بنگال مین ناولون کی قدر روز بروز
زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ اور اُردو کی کیفیت اسکے بالکل برعکس
ہے۔ آج شرر کے ناول بہت کم پڑھے جاتے ہین۔ اور
تحیرت کی طرف بہت کم کسی کی نگاہ عبرت پڑتی ہے۔ فسانہ آزاد
کی بھی آج اُتنی قدر نہین ہے جتنی آج سے کئی سال پہلے
تھی۔ رینالڈس کے ترجمے بھی کم و بیش ناقدری کی زد
مین آ گئے۔ اسلئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس سرد بازاری
کے خارجی اسباب سے قطع نظر کرکے معنوی اسباب ڈھونڈنے
کی کوشش کی جاے۔

اُردو ناول کے حُسن و قبح پر اسکے قبل بعض ادبی
اخبارات مین بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ افسانہ خوان طبقے
کی تعداد دو بڑے حصّون مین منقسم کی جا سکتی ہے۔
ایک عامیانہ مذاق والے۔ اور دوسرے سنجیدہ مذاق والے۔
اُردو ناول ان دونون کو مایوس کر دیتا ہے۔ نہ اُلجھی ہوئی
سین بندیون۔ اور پیچیدہ ترکیبون کا لطف عامیانہ مذاق کو
آتا ہے۔ اور نہ سطحی خیالات و جذبات۔ اور بسا اوقات
اخلاق سے گرے ہوئے کیرکٹر سنجیدہ مذاق کو پسند آتے
ہین۔ عامیانہ مذاق چاہے موزون اشعار پر لوٹ بھی جاے
مگر مذاق متین کی ضیافت کا سامان بہت کم کسی ناول
مین نظر آتا ہے۔ اُردو کا چارلس ڈکنس موجود ہے۔ مگر
اُردو کا تھیکرے۔ چارلس ریڈ۔ میری کارلی۔ جارج ایلیٹ
ابھی وجود مین نہین آئے۔ اس بیقدری کی ایک اور وجہ
ہے۔ اُردو ناول نویس ابتک بجز سرشار کے تقریباً سب
مسلمان تھے۔ اور انھون نے اپنی کتابون مین اُس ہندو جذبہ
کی مطلق پروا نہین کی جو مسلمان ہیرو اور ہندو ہیروئن
کے تعشق سے پیدا ہوتا ہے۔ کچھ دن ہوئے ہندوستان
ریویو مین ایک مسلمان نے اپنے مضمون مین لکھا تھا کہ اکثر
بنگالی ناولون مین ہندو ہیرو اور مسلمان ہیروئن کا جوڑ
ملایا گیا ہے جسے پڑھکر مسلمانون کے خون مین جوش آ جاتا ہے
اُردو کے کئی مشہور ناولون مین اس لغویت کی بالکل پروا
نہین کی گئی۔ علاوہ برین اب ناول مین یہ ثابت کرنے کی
ضرورت باقی نہین رہی کہ عالم شباب مین شادی نہ کرنے

* حضرت شرر نے پھر ناول نویسی شروع کر دی ہے اور اُنکے دو نو تصنیف ناول حال ہی مین شائع ہوئے ہین (ایڈیٹر)

کیا کیا اخلاقی نتائج پیدا ہوتے ہین۔ یا پردہ کرنے سے
کیا کیا نقصانات ظہور مین آتے ہین۔ یا صغر سنی کی شادی
کہانتک مضر ہے۔ یہ مسائل اب بحث مباحثہ کی منزلین طے
کر چکے۔ اور امر مسلمہ کے درجہ تک پہونچ گئے۔ صفت تو یہ ہے
کہ ہمارے فسانہ نگارون کو ایسے مسائل پر ناول لکھنے کی
جرأت کیونکر ہوئی۔ اگر ایک ناول نویس یہ دکھا سکتا ہے
کہ پردہ کرنے سے نقصانات پیدا ہوتے ہین۔ تو دوسرا
اُسی منطق سے اسکی ضد پایۂ ثبوت کو پہونچا سکتا ہے۔ اب
وہ زمانہ گیا جب اِن مباحث کو لوگ ناولون مین ڈھونڈھا
کرتے تھے۔ ایسے اخلاقی مسائل کا تصفیہ افسانہ گو کی قلابازیون
سے نہین ہوا کرتا۔

لیکن ناولون کی اس کشادہ بازاری کا خیر مقدم
کرنے کے لیے ہم تیار ہو جاتے اگر اُسکا اثر ہماری ناول
نویسی کا معیار اونچا کر دیتا۔ اگر فسانہ نگار طبائع انسانی کے سچے
نمونے پیش کرنے لگتے۔ بدقسمتی سے اِسکا اثر ناولون کو ملک
عدم کیطرف لیجا رہا ہے۔ سنہ۱۹۰۹ء کے اُردو مطبوعات کی فہرست
دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صوبہ مین صرف دو ناول
شائع ہوئے۔ یہ صوبہ اُردو زبان کا مرز بوم ہے۔ جب یہان
یہ کیفیت ہے تو اور مقامات کا کیا ذکر۔ اسلئے ضروری معلوم
ہوتا ہے کہ اُردو زبان کے شیدائی اور معاونین اس خیال کو
دور کرنے کی کوشش کرین کہ ناول پڑھنا لغو محض اور
تضیع اوقات ہے۔ جسطرح ہر ایک صنعت کلام مین اعلیٰ ادنیٰ
کی قید لگی ہوئی ہے اُسی طرح ناولون کی کیفیت بھی سمجھنا
چاہیئے۔ اسمین ذرا بھی شک کی گنجایش نہین ہے کہ ادبی
دنیا مین قصہ کا وہی رتبہ ہے جو کسی محفل مین صدر مجلس کا۔

کسی زبان کا ادب لے لیجیے۔ افسانہ کا رنگ غالب نظر
آئیگا۔ قصہ کا رنگ مذہب۔ اخلاق۔ سیاست۔ غرض
جمیع مشاغل زندگی پر حاوی نظر آتا ہے۔ قصون کے ذریعے
سے اخلاق کی تزئین۔ معرفت کے رموز۔ تاریخ کے انقلابات
زمانۂ قدیم سے ظاہر ہوتے چلے آئے ہین۔ عربی ادب کا نام
ایک قصۂ الف لیلہ سے روشن ہے۔ ہارون الرشید
کے زمانہ کے طرز تمدن۔ طرز سیاست۔ طرز تعلیم۔ اخلاق
و آداب کی اس سے بہتر تاریخ نہین ملسکتی۔ عربی ادب
کے شعرا۔ فلسفہ نگار۔ مورخین کسی کے نام سے دنیا آشنا
نہین ہے۔ مگر الف لیلہ کی داستان شاید ہی کسی بدقسمت
شخص کی نظر سے نہ گذری ہو۔ اُردو مین بنگلہ ادب سے
بہت کم لوگ واقف ہونگے۔ مگر بنکم بابو کا نام ہر شخص جانتا
ہے۔ گوبندرام ترپاٹھی کا جو گجراتی زبان کے مشہور و معروف
ناول نویس تھے پچھلے سال جب انتقال ہوا تو ایک گجراتی
رسالہ نے ایک کارٹون کے ذریعہ سے یہہ دکھایا تھا
کہ گجراتی ادب کا آفتاب غروب ہوگیا۔ جسطرح بنکم بابو بنگلہ
ادب کے بادشاہ تھے۔ اُسی طرح گوبندرام گجراتی ادب
کے تاجدار تھے۔ علیٰ ہذا اور مثالین بھی دی جاسکتی
ہین جنسے معلوم ہوجائیگا کہ ناول نویس کا رتبہ ادبی دُنیا
مین کیا ہوتا ہے۔ انگریزی زبان کو لیلو۔ ڈکنس اور تھیکری۔
اسکاٹ اور آلیٹ کو جو مقبولیت حاصل ہے وہ شیکسپیر کو
بھی نصیب نہین۔ سر جان لبک نے اپنی ایک کتاب
مین دُنیا کے بہترین سو کتابون کی فہرست دی ہے۔
اسکاٹ کے سب قصے اُسمین موجود ہین۔ لارڈ بیکنسفلڈ
جو ملکہ وکٹوریہ کے زمانہ مین کئی بار وزیر اعظم رہے لارڈ لٹن

جو ہندوستان کے وائسراے رہ چکے ہین انگریزی ادب
کے رکن سمجھے جاتے ہین - اور یہ دونون اعلیٰ پایہ کے
ناولسٹ ہین - ابکی کانگرس کی پریسیڈنشل تقریر مین آنریبل
پنڈت مدن موہن مالوی نے رومیش چندر دت مرحوم
کے وفات پر اظہار ماتم کرتے ہوے انکی ادبی خدمات
کو انکے ملکی اور سیاسی خدمات پر ترجیح دی تھی - کسی صوبہ
کا کمشنر ہو جانا - کسی ریاست کا دیوان بن جانا ہر ایک
شخص کے حیطہ اقتدار مین ہے - مگر "فاتح بنگالہ" اور "ستسار"
لکھ لینا ہر شخص کا کام نہین ہے - بنگلہ ادب کے موجودہ
صدر نشین بابو رابندرو ناتھ ٹھاکر ہین اور وہ اعلیٰ پایہ
کے ناولسٹ ہین - گیٹی جرمن زبان کا سب سے مشہور
مصنف ہے اور وہ ناولسٹ ہے - کاؤنٹ ٹالسٹاے
روس کے موجودہ ادب کے بادشاہ ہین - اور وہ ناولسٹ
ہین - ان مثالون سے یہ کافی طور پر واضح ہو گیا ہوگا کہ
ناول نویس کا رتبہ ہر ایک زبان کے ادب مین سب سے
زیادہ ممتاز ہوتا ہے - اور ادبی دنیا اُسکے احسانات و
خدمات کے بوجھ سے سُبکدوش نہین ہو سکتی - ایسی
حالت مین کیا یہ افسوس اور عبرت کا مقام نہین ہے
کہ اردو زبان مین ناول اور ناول نویسی کی یہ بیقدری ہو رہی
ہے - اس مین زیادہ قیل وقال کی گنجایش نہین ہے
کہ ہندوستان کی دیگر زبانون کی طرح اُردو مین بھی
قدیم طرز کے افسانون کا نعم البدل ناول ہی رہیگا -
گویا ناول ادب کا وہ اہم ترین حصہ ہے جسے افسانہ
کہتے ہین - کیا حامیان اُردو اپنے ادب کا اس بیدردی
سے گلا گھونٹین گے - دنیا تخیل مین مشرق ہمیشہ سے
مغربی اقوام کا محسود رہا ہے - وہ بلند پروازیان - وہ
وسعت خیال - وہ بندش کی رنگارنگی - جو مشرقی
افسانون مین نظر آتی ہے مغربی قصون
مین عنقا کا حکم رکھتی ہے - یوروپ باوجود اسقدر ادبی
مزاولت کے آجتک الف لیلہ کا ثانی نہ پیدا کر سکا قصہ
حاتم طائی ایک عام کتاب ہے - مگر مغرب مین شاید ہی
کسی نے ایسا دلآویز قصہ لکھا ہو - باغ و بہار بھی اپنے
طرز کی بے نظیر کتاب ہے - کیا دلدادگان اُردو افسانہ
نگاری کی بیقدری کر کے ایسے ادبی معجزات کے لئے میدان
باقی نہ رکھین گے -

یہان پر اس خیال کے تردید کرنے کی بھی ضرورت
معلوم ہوتی ہے کہ قصہ خوانی ایک فضول عادت ہے -
بعض اصحاب فرماتے ہین کہ ناول خوانی سے مذاق
بگڑتا ہے - اور طبیعت مین کسی ادق مسئلہ پر غور کرنے کی
قابلیت نہین باقی رہتی - ان اصحاب سے ہم صرف یہ
عرض کرینگے کہ آپ فطرت کے قواعد کلیہ نظرانداز نکرین -
اچھی سے اچھی چیز کا بیجا استعمال بھی مضر ہوتا ہے - لقمہ
لطیف بھی اعتدال سے زائد ہو جاے تو معدہ کو سنگین کر دیتا
ہے - اگر کسی شخص کو خدا نے نظر تمیز نہین عطا کی تو اسمین
جنس کا کیا قصور ہے - اچھے بُرے کی تمیز ہمیشہ مد نظر
رکھنی چاہئے - ناول ہی پر کیا فرض ہے - ادنی قسم کی
شاعری - ادنی مذاق کا فلسفہ - تعصب سے بھری ہوئی
تاریخ سبھی اپنے اپنے دائرہ مین نقصان دہ ہو جاتے
ہین - مگر اس خیال سے شاعری فلسفہ یا تاریخ کو عضو
بیکار نہین سمجھا جاتا - پھر ناول نے کیا گناہ کیا ہے کہ

اسمین اچھے برے کی قید ہی نرکھی جاسے۔اعلیٰ مذاق کا ناول انسان کی عادت پر اس سے بدرجہا زیادہ اخلاقی اثر پیدا کرتا ہے جتنا کہ کوئی فلسفیانہ۔مورخانہ۔یا شاعرانہ تصنیف کرسکتی ہے۔دنیا کی تاریخ تمدن مین بعض اوقات ناول نے ایسے ایسے معرکے کے مسئلے طے کردئے ہین جنپر ملکی مدبر فلاسفر اور مورخ مدتون تک سر کھپایا کئے۔غلامی کی قبیح رسم کا انسداد ایک ناول ہی کی بدولت ہوا۔ابھی حال ہی مین ہیگ مین پیس کنفرنس کا جلسہ ہوا جسکا مدعا یہ تھا کہ دول یوروپ مین باہمی صلح و آشتی کی کوشش کی جائے۔اس کوشش مین کامیابی حاصل کرنے کے لئے کنفرنس کو سب سے زیادہ مفید یہی تجویز معلوم ہوئی کہ صلح پر ایک پرزور ناول لکھا جاسے۔اسکے لئے پانچہزار پونڈ صلہ قرار پایا۔یہہ ناول ہالینڈ کی ایک مصنفہ نے "آرمس ڈاؤن" کے نام سے لکھکر گرانبہا عطیہ حاصل کیا۔ان دو انگریزی الفاظ کے معنی ہین "تیغ در نیام"۔اس کنفرنس مین دنیا کے کل سربرآوردہ اقوام کے وکیل شامل تھے۔ان کے ذرائع لامحدود تھے۔وہ اس موضوع پر فلسفیانہ شاعرانہ مورخانہ۔غرض ہر ایک صنف کی تصنیف لکھوا سکتے تھے۔مگر انھین ناول ہی سب سے زیادہ کارگر معلوم ہوا۔جو لوگ سب ناولون کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکتے ہین وہ غالباً یہ فراموش کرجاتے ہین کہ تاریخ یا پالیٹکس یا فلسفہ کا مطالعہ ہر خاص و عام کے لئے ممکن نہین۔

دنیا مین زندگی کی زبردست کشمکش ہو رہی ہے۔انسانی آبادی کا بیشتر حصہ کسب معاش کی فکرون مین پریشان رہتا ہے۔سارے دن اور کچھ رات گئے تک ہمارے دل و دماغ کا عطر سا نکلتا رہتا ہے۔ایسی حالت مین فلسفہ پالیٹکس یا تاریخ کا مطالعہ بجائے دلچسپی کے خود ایک ریاضت شاقہ ہو جائیگا۔جنھین فرصت ہے۔جنھین ہوادار کمرون مین آرام کرسیون پر لیٹے لیٹے یا دن بھر مین دو چار گھنٹون کی سیر سپاٹے کے بعد لقمۂ لطیف کھانے کو مل جاتا ہے اُن کے لئے تاریخ۔فلسفہ۔جغرافیہ۔ریاضی۔منطق۔سب کچھ زیبا ہے۔مگر ایسے لوگ فیصدی کتنے ہین۔آبادی کا بہت بڑا حصہ وہی ہے جسے چوبیس گھنٹون مین بارہ گھنٹے فکر معاش کی نذر کرنا پڑتے ہین۔یہ غریب یا تو ناول پڑھ سکتے ہین۔یا کچھ نہین پڑھ سکتے۔یہی سبب ہے کہ آج یوروپین زبانون مین سائنس۔فلسفہ اور تاریخ کے اکثر موضوع پر ناول لکھے جاتے ہین۔تاکہ انسانی آبادی کا یہہ مصروف حصہ ان مسائل سے بالکل غیر مانوس نہو جاسے۔اور علم کے خشک مسئلے اقل درجہ کی دماغی کاوش سے اوسکے ذہن نشین ہو جائین۔اہل یوروپ نے ناول کو ادب کا سب سے ضروری صیغہ تسلیم کرلیا ہے۔اور ناول نویسی کو سائینس کا رتبہ دیدیا ہے۔افسوس ہے کہ اردو پبلک یوروپین علم ادب کی اس رفتار سے بیخبر ہے۔

ناول نویسون کو بھی خیال رکھنا چاہئے کہ اردو ناول کا مستقبل اُنکے ہاتھ مین ہے۔انھین استادان فن کی تصانیف کا غور سے مطالعہ کرنا چاہئے۔اُنکا فرض ہے کہ طبائع انسانی کا نظر غائر سے مشاہدہ کرین۔اور سچے

جذبات کے نمونے پیش کرین۔ پبلک کا ادبی معیار روز بروز اونچا ہوتا جاتا ہے۔ اور انگریزی تعلیم یافتہ لوگ اپنی زبان مین بھی وہی خوبیان دیکھنے کے متمنی ہین جنکی اُنکی نگاہین عادی ہورہی ہین۔ بندشون مین جدت۔ خیالات مین تازگی۔ جذبات مین عمق یہ اچھے ناول کے ضروری لوازم ہین۔ بنگلہ زبان کے ناولونکا مطالعہ اُنکے لئے بہت سبق آموز ثابت ہوگا۔ ناول لکھنا آسان کام نہین ہے۔ شاید کسی صنعت ادب مین اسقدر جذب خیال۔ اسقدر دماغی انہماک اور اسقدر زور تخیل کی ضرورت نہین ہوتی۔ اُنھین راتین خیال مین ڈوبکر کاٹنی ہونگی۔ انھین صبح وشام تنہائیِ فضا مقامات کی سیر کرنی ہوگی۔ انھین اساتذہ قدیم کے کلام کی خوشہ چینی کرنی ہوگی۔ تب کہین اُنکے قلم سے پرزور ناول نکلیگا۔ اب وہ زمانہ نہین رہا جب پبلک بیدلانہ کوششون سے آسودہ ہوجاتی تھی۔ پبلک کی نقادانہ نگاہ اب پختہ ہوتی جاتی ہے۔ ہمارے ناول نویس اگر زندہ رہنا چاہتے ہین تو انھین زمانہ کے ساتھ ساتھ قدم بڑھانا چاہئے۔

د۔ ر

ہرہائینس بیگمصاحبہ جنجیرہ

اے قبائے بادشاہی راست بربالاے تو
زینت تاج و نگین از گوہر والاے تو

از رسوم شرع و حکمت با ہزاران اختلاف
نکتہ ہرگز نہ شد فوت از دل داناے تو

آب حیوانش ز منقار بلاغت می چکد
طوطیِ خوش لہجہ یعنی کلک شکر خاے تو

علیا حضرت بیگمصاحبہ جنجیرہ جنکا نام نامی نازلی بیگم راقیہ سلطانہ ہے مسلمانان ہند کے ایک نہایت مشہور اور روشن خیال خاندان فیضی طیبجی سے تعلق رکھتی ہین۔ آپکے والد ماجد مسٹر حسن علی فیضی ایک زبردست سیاح تھے جنھون نے اپنی زندگی کے چالیس سال سیر و سیاحت مین صرف کیئے اور ساری دنیا مین مشکل سے کوئی ایسا مقام ہوگا جہان وہ تشریف نہ لیگئے ہون۔ اُنھین کثیر التعداد زبانون پر عبور حاصل تھا اور ہر زبان مین نہایت صفائی سے گفتگو کرتے تھے اُنکی زندگی کا ایک معقول حصہ قسطنطنیہ مین بسر ہوا۔

آپکی والدہ ماجدہ امیر النساء صاحبہ طیبجی بھی اپنے خاندان کی عورتون مین سب سے زیادہ تعلیم یافتہ اور روشن خیال خاتون تھین۔ اُنھین عربی اُردو انگریزی گجراتی اور ترکی زبانون مین کافی مہارت تھی اور فارسی زبان مین عالمانہ استعداد رکھتی تھین۔ اُنھون نے اپنی وفات سے دو تین سال پیشتر ایک انگریزی ناول کا اُردو ترجمہ کیا تھا جسکا نام "ناول نادر بیان" ہے۔ وہ ایک اعلیٰ درجہ کی شاعرہ

بھی تھیں اور اُنکی تصانیف جدّت اور قدرتی جذبات سے معمور ہین - اُنھون نے ایسے وقت مین ایک معقول حدتک سیر و سیاحت کی جب سفر ایک امر محال خیال کیا جاتا تھا اور اسلامی مخدرات مین وہ پہلی خاتون تھین جو قسطنطنیہ اور دنیا کے مختلف و دور دراز مقامات تک تشریف لیگیئین -

بیگمصاحبہ ممدوحہ کی ولادت قسطنطنیہ ہی مین حاسب پاشا کے محل مین ہوئی تھی - لیکن نوعمری ہی مین اپنے مکان واقع بمبئی مین لے آئی گیئین اور وہین آپکو انگریزی فارسی اُردو زبانون اور فن موسیقی کی عمیق اور آزادانہ تعلیم دلائی جانے لگی - مگر آپکی تعلیم کا سلسلہ آپکی شادی کتخدائی کی مبارک تقریب کی وجہ سے کچھ عرصہ کے لئے عارضی طور پر منقطع ہوگیا' جو بہت ہی کم سنی مین بعمر تیرہ سال ہز ہائینس سر سیدی احمد خان بہادر والی جنجیرہ جبشان کے ساتھ ہوئی تھی تاہم تھوڑے ہی عرصے کے بعد آپکے درس و مطالعہ کا سلسلہ پھر جاری ہوگیا - آپکو ٹرکی زبان مین خاص مہارت ہے اور اُسے نہایت صفائی سے بولتی ہین -

جب حضور عالیہ پہلے پہل جزیرہ جبشان مین رونق افروز ہوئین تو یہ ملک نہایت تاریک حالت مین تھا - لیکن جب آپنے ہز ہائینس کے ساتھ جنکا دماغ درحقیقت جدید تہذیب و تمدن کے خیالات سے مملو تھا بحیثیت بیگمصاحبہ ریاست امور سلطنت مین حصہ لیا تو ترقی کے خیالات موجزن ہونے لگے اور ہز ہائینس کی توجہ نہایت سرگرمی کے ساتھ زندگی کے ہر شعبے کیطرف منعطف ہوگئی -

حضور ممدوحہ کے بیس سالہ عہد حکومت مین بہت سی روشن اور نمایان اصلاحات عمل پذیر ہوئین - رعایاے جبشان پر آپکے شریفانہ برتاؤ اور اعلی تعلیم و تربیت کا بیحد اثر پڑا جس نے اُنکی زندگی مین ایک عظیم تبدیلی پیدا کردی اور اُنکے اُبھرنے اور اعلی خیالات کی بلندی تک پہونچنے مین بہت بڑی مدد دی - آپکی قابلانہ رہنمائی کی بدولت وہ لوگ تعلیمی معاملات مین عملی طور پر سرگرمی ظاہر کرنے لگے - حالانکہ اس سے پیشتر وہ نہ صرف ان باتون سے ناواقف ہی تھے بلکہ اسکے خیال تک سے نفرت کرتے تھے -

سالگذشتہ مین آپنے آزادی نسوان کے لئے ایک سوسائٹی قائم کی ہے جسکا نام "بزم اتحاد" ہے اور آپکی خلقی ہمدردی نے تعصب و تنگ خیالی کے اُس تنگ و تار دریا پر ایک معبر بنایا ہے جو تفریق ذات اور سوشیل طبقون کے نام سے سارے ہندوستان مین ہلکورے لے رہا ہے - اس سوسائٹی مین ہر طبقے کی مستورات بلا لحاظ قومیت شامل ہین اور باقاعدہ طور پر ہفتہ وار جلسے کرتی ہین جنمین حضور عالیہ بنفس نفیس میر مجلس ہوتی ہین اور حیرت انگیز سرگرمی کے ساتھ اس کی روزافزون ترقی مین مصروف ہین - ان جلسون مین علمی معاملات پر لکچر اور بحث و مباحثہ ہونے کے بعد دستکاری اور موسیقی کی عملی تعلیم دیجاتی ہے اور آخر مین ٹینس اور فٹ بال وغیرہ کے ذریعے سے ورزش کرائی جاتی ہے - اخلاقی ترقی کے لئے یہ ایک ایسا ذریعہ ہے جو کتابی اور زبانی تعلیم سے نہین حاصل ہو سکتا تھا - اس سے عام اطوار پر ایک مفید اثر پڑا اور عمدہ و قابل تعریف اشغال کیطرف ایک خاص رجحان پیدا ہوگیا - حتیٰ کہ فرصت کی جو گھڑیان فضولیات مین صرف ہوتی تھین اُنھین نفیس دستکاریون مین صرف کرنے کی رغبت پیدا ہوگئی اور عام طور پر زندگی کے لمحے قیمتی سمجھے جانے لگے -

تعلیم نسوان مین بھی پیشتر کی بہ نسبت بہت بڑی ترقی ہوئی اور
ایک مسلمان لڑکی نارمل اسکول لاہور مین تعلیم حاصل کرنے کے
لئے بھیجی گئی کہ وہ ایک قابل معلمہ کا کام دے سکے۔

حضور عالیہ کو گل و ریاحین اور زندہ حیوانات سے بیحد
دلچسپی ہے۔ آپکے یہان بعض نہایت ہی نادر جانور موجود ہین اور
آپکا باغ غالباً ہندوستان مین سب سے زیادہ پُرفضا اور ملیح
سواد ہے۔ اسکی آراستگی ایک ترکی باغبان ناقد کے ذریعے
سے ہوئی ہے جس نے اپنی اعلیٰ ذہانت سے اس باغ کو رشک
ارم بنادیا ہے اور پُرفضا میدانون مین مصنوعی پہاڑیان قایم کرکے
اپنی حیرت انگیز ہنرمندی کا ثبوت دیا ہے۔ حضور ممدوحہ فن تعمیر
مین بھی ایک خاص مہارت اور نہایت پاکیزہ مذاق رکھتی ہین جسکا
ثبوت اُس نفیس و نادر محل سے ملتا ہے جو "قصر احمد" کے نام سے
آپ نے اپنی خاص نگرانی مین تعمیر کرایا ہے۔

ہر ہائینس کو ورزشی اشغال اور سیر و شکار کا سب سے
زیادہ شوق ہے۔ آپکے لئے ایک شکارگاہ مخصوص ہے جہان
حال ہی مین ایک چیتے کو نشانۂ بندوق بنایا گیا ہے۔

آپکو سیر و سیاحت کا بھی شوق ہے اور ہندوستان
و کشمیر کے بہت بڑے حصے کی سیر کر چکی ہین۔ آپ نے سنہ ۱۹۰۸ء
مین یورپ کا بھی سفر کیا تھا اور اپنے مقام پیدایش قسطنطنیہ
مین بھی تشریف لیگئی تھین جہان سلطان عبدالحمید خان نے
آپکو سلطنت عثمانیہ کے درجۂ اول کا نشان شفقت عطا فرمایا
تھا جو اب معزول کر دئے گئے ہین۔

بعض احباب کی درخواست پر جناب عالیہ اپنے سفرنامۂ
یورپ کو کتابی حیثیت مین بزبان اردو شایع کرنے والی ہین جو
زمانۂ حال کی ایک روشن خیال اور عالی مرتبت خاتون کی تصنیف
کی حیثیت سے ایک قابل دید تذکرہ ہوگا جسمین بہت ہی
دلچسپ واقعات اور مختلف سبجکٹون پر نہایت بلند خیالی اور
وسیع النظری سے ریمارک کئے گئے ہین۔

حضور عالیہ کا علمی شوق اسقدر بڑھا ہوا ہے کہ
زمانۂ حال کی تمام تصنیفات اور ادبی رسائل کا آپ کے گرد
انبار لگا رہتا ہے جنھین آپ نہایت غور سے پڑھتی ہین۔

لباس کے متعلق آپکا مذاق نہایت ہی لطیف ہے اور
ہندوستان کی بلند پایہ خواتین مین آپکی پوشاک سب سے بہتر
خیال کیجاتی ہے۔ آپ اپنے لباس کی وضعین خود ہی ایجاد کرتی
ہین جو اس فن کے اعلیٰ نمونے ہوتے ہین۔ آپ کی پیش خدمتین
جنھین آپ نے بہ نفس نفیس سینے پرونے کی تعلیم دی ہے
اعلیٰ درجہ کی سوزن کار ہین۔ انکی دستکاریون کی بہت بڑی
شہرت ہے اور ہندوستان و یورپ کی نمایش گاہون سے متعدد
امتیازی تمغے حاصل ہو چکے ہین۔

آپ کی شادی کے وقت آپکے خاندان مین اس بات پر
ایک زبردست بحث پیدا ہوئی تھی کہ حضور عالیہ اور اُنکے شوہر
دو مختلف جماعتون سے تعلق رکھتے ہین لہذا فیضی طیبی خاندان
کے ممبر اس مناکحت کو روا نہین رکھ سکتے۔ اور اگر آپکے والد مسٹر
فیضی قدیم رسم و رواج کی پابندی سے قطع نظر نہ کرلیتے اور
اسقدر دلیرانہ روشن خیالی سے کام نہ لیتے تو یہ شادی ہرگز
نہ ہوسکتی۔

ہر ہائینس کی خوش نصیبی مین کوئی شک نہین کہ وہ
ایک نہایت عقیل، بلند خیال اور منتظم مان کی بیٹی تھین جنکی اعلیٰ
تعلیم و تربیت کی بدولت حضور ممدوحہ نے ابتدائی زمانے مین
کاروبار سلطنت کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ اور نیز

قصر احمد - جنجیرہ

باغ - جنجیرہ

انڈین پریس الہ آباد

آنکھ کے ڈھیلے

یہ امر کہ آپکے حکمران شوہر آپکی ہر تحریک سے دلی ہمدردی رکھتے تھے اور جان و دل سے آپکے شریک حال رہنے اور مدد کرنے مین مصروف رہتے تھے۔

یہ امر نہایت حیرت و شکرگذاری کے ساتھ دیکھا جاتا ہے کہ کیونکر ایک ذات واحد کی شریف النفسی کے اثر سے تمام ملک کی کایا پلٹ ہو گئی۔ جو لوگ چند ہی سال پیشتر جہالت کے تاریک غار مین پڑے ہوئے تھے غمازی اور ایک دوسرے کے خلاف سازش اور دیگر کمینہ حرکات کے مرتکب ہوتے، اور نیکی کی قسم سے کوئی کام کرنا جانتے ہی نہ تھے، وہی لوگ اب اپنے قومی فرمانروا کی بہ نسبت ایک غیر قوم حاکم کے سامنے اپنے تمام استغاثے کس خوشی کے ساتھ پیش کرتے ہین اور کوئی معقول درخواست حتی الامکان نامنظور نہین کی جاتی۔

مترجمہ

آنکھ

"بدن کا چراغ آنکھ ہے؛ پس اگر تیری آنکھ صاف ہو گی، تو تیرے سارے بدن مین روشنی ہو گی؛ اور اگر تیری آنکھ خراب ہو گی، تو تیرے سارے بدن مین تاریکی ہو گی۔ پس اگر وہ روشنی جو تجھ مین ہے، تاریکی ہو، تو تاریکی کیسی بڑی ہو گی!" (قول المسیح)

بعض الفاظ مین اس بلا کی تاثیر ہوتی ہے کہ کانون مین پڑتے ہی دل مین گھر کر لیتے ہین۔ کون کہہ سکتا ہے کہ وہ اندھا فقیر جو گلی گلی اور در در یہ صدا لگاتا پھرتا ہے کہ دنیا والو آنکھین بڑی نعمت ہین، غلط کہتا ہے۔ ان سادہ الفاظ مین کسی قسم کی تصنع اور بناوٹ کو دخل نہین، بلکہ ان مین ایک سچی بات کا اظہار کیا گیا ہے، جو ایک روشن ضمیر شخص کے لئے کسی طرح تازیانۂ عبرت سے کم نہین۔ ان سیدھے سادے الفاظ مین وہ اثر ہے کہ فلاسفرون کے براہین و دلائل بھی اس سے زیادہ کام نہین کر سکتے۔ کیا زمانہ قدیم مین جس حکیم نے آنکھ کی ساخت اور ترکیب کو سمجھنے کے بعد خدا کی حمد و تعریف مین ایک قصیدہ تصنیف کیا تھا، وہ اس سے زیادہ کسی سچائی کا انکشاف کر سکا ہو گا! ہرگز نہین!

آنکھ جملہ حواس کی ملکہ کہلاتی ہے!۔ کان صرف تھوڑے فاصلے سے سن سکتا ہے، ناک، زبان اور ہاتھ کا عمل اور بھی زیادہ محدود ہے۔ لیکن آنکھ لمحہ بھر مین سورج، چاند اور ستارون تک کی سیر کر آتی ہے۔ اور جب ان امور کے ساتھ حضرت مسیح کے قول کو ملا کر دیکھا جاتا ہے کہ آنکھ بدن کا چراغ ہے! تو ہمین بھی اس اندھے فقیر کا ہمزبان ہونا پڑتا ہے کہ دنیا والو آنکھین بڑی نعمت ہین!

آنکھ کے بارے مین سب سے پہلے یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ صرف اسکی ساخت ہی گول واقع نہین ہوئی تاکہ با سانی ادھر اُدھر حرکت کر سکے، بلکہ یہ ہڈیون کے ایک مضبوط اور گہرے غار مین رکھی گئی ہے تاکہ صدمات سے محفوظ رہے۔ اسکے نیچے چربی کی ایک تہ ہے جو نرم گدیلے کا کام دیتی ہے، یعنی جب کسی قسم کی چوٹ لگتی ہے تو آنکھ پیچھے کی طرف دب جاتی ہے۔

باہر کی طرف اُوپر نیچے دو پپوٹے ہین۔ جب دھوپ زیادہ تیز ہو تو ان پپوٹون کی وجہ سے آنکھ کے اندر نہین جانے پاتی۔ اسکے علاوہ کیڑے پتنگون کو، اور اُن ذرات کو جو ہوا مین اُڑتے رہتے ہین، پپوٹے آنکھ کے اندر داخل نہین ہونے دیتے اس کام مین پلکین بھی پپوٹون کی مدد کرتی ہین۔ یہ ایسی تیزی کے ساتھ حرکت کرتی ہین کہ پلک مارنا، وقت کی سب سے ادنیٰ تقسیم کا نام پڑ گیا ہے۔ خواب کے وقت پپوٹے اسطرح ملکر بند ہو جاتے ہین جیسے گھر کا دروازہ۔ گویا حالت خواب مین پپوٹے اور بھی زیادہ عمدگی کے ساتھ اپنا کام (آنکھ کی حفاظت) انجام دیتے ہین۔

آنکھ کے ڈھیلے (Eyeball) کے اوپر آنسو کی تھیلی ہے، جو باہر کی طرف واقع ہے اس مین سے آنسو آنکھ کی سطح پر گرتے رہتے ہین۔ تاکہ اوسے تر رکھین اور اُن اشیاء کو، جو بعض اوقات آنکھ مین پڑ جاتی ہین دھو کر نکال دین اور آنکھ کو روشن رکھین۔ نیچے کے پپوٹے کے سرے پر اندر کی جانب ایک چھوٹی سی نلی ہے اور اُسی کے رستہ سے یہ سیال اپنا کام کر چکنے کے بعد نکل کر، ناک کے اوپر سے بہہ جاتا ہے۔ لیکن جب چوٹ لگے یا کسی قسم کے غم کا حملہ ہو تو اسقدر سیال خارج ہوتا ہے کہ نلی کی راہ سے باہر نہین آسکتا اور اسلیے وہ نلی کے ادھر اُدھر بہنے لگتا ہے۔ اس غیر معمولی اخراج کا نام حضرت انسان کی اصطلاح مین آنسو پڑ گیا ہے۔

اگر ہم آنکھ کے ارد گرد اور پیچھے کی طرف دیکھین تو ہمین وہ عضلات نظر آئین گے، جن کے باعث آنکھ کو مختلف اطراف مین حرکت دی جا سکتی ہے۔ مزید بران ہمین بینائی کا بڑا عصب بھی دکھائی دیگا، جو آنکھ کے دو بڑے بیرونی پردون کو پھاڑ کر آنکھ کے ڈھیلے مین آتا ہے اور جہان اگر وہ پھیل جاتا ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ روشنی بینائی کے اس بڑے عصب تک کسطرح پہنچتی ہے۔

دوربین مین کئی محدب شیشے (Lens) اسطرح لگے ہوئے ہین کہ ان سے دور کی اشیاء نزدیک معلوم ہوتی ہین اور خوردبین کے محدب شیشون کے ذریعہ چھوٹی چھوٹی چیزین بڑی نظر آنے لگتی ہین۔ یاد رکھنا چاہیے کہ آنکھ بھی ایسے ہی محدب شیشون کا ایک مجموعہ ہے اور انھین کے ایک سلسلے مین ہو کر روشنی بینائی کے عصب تک پہنچتی ہے۔ یہ محدب شیشے کرنون کو ایک نقطہ ماسکہ پر جمع کرتے ہین اور تب آنکھ کے ڈھیلے (Eyeball) کے اندرونی حصے کے پیچھے تصویر بناتے ہین۔

سامنے کی طرف ایک بہت صاف اور سفید غلاف ہے، جو اس طرح بیٹھا ہوا ہے جیسے گھڑی کا شیشہ ڈھانچے مین۔ اسکا کورنیا (Cornea) ہے اور یہی آنکھ کا لینس یا محدب شیشہ ہے اسکے ذرا پیچھے کی طرف آئرس (Iris) یا پردۂ چشم ہے

اور اسکے درمیان مین وہ کالا سوراخ ہے جسکو پیوپل (Pupil)
یعنی مردمک چشم کہتے ہین - آئرس کوئی محدب شیشہ نہین ہے،
بلکہ یہ ایک رنگدار اور متحرک پردہ ہے، جو زیادہ روشنی کے وقت،
آنکھ کے اوپر سایہ ڈالنے کے لئے ذرا بند ہو جاتا ہے، اور جب روشنی
کم ہوتی ہے تو درمیانی سوراخ (مردمک چشم) کو بڑا کر دیتا ہے - علاوہ
ازین یہ روشنی کی اُن تمام شعاعون کو کاٹ دیتا ہے جو ادھر اُدھر
سے آتی ہین اور جنکے آنکھ پر پڑنے سے بینائی مین ابتری واقع ہونے کا
اندیشہ ہے - آئرس کے پیچھے کی طرف ایک اور لینس ہے جسکو کرسٹل
لائین لینس (Crystalline Lens) یعنی موافقت پیدا کرنیوالا
محدب شیشہ کہتے ہین - آنکھ کے تمام محدب
شیشون مین یہ بڑا ضروری اور مشہور ہے کیونکہ
اسی کے ذریعہ ہم دور و نزدیک کی اشیا کو
دیکھ سکتے ہین - یہی ایک ایسا لینس ہے جس کے
ساتھ عضلہ لگا ہوا ہے - یہ چھوٹا سا عضلہ آنکھ
کے اندر رہتا ہے، اور لینس کو چھوٹا بڑا کرتا رہتا ہے،
تاکہ وہ مختلف بعد و فاصلہ کی اشیا کو اچھی طرح دیکھنے
کے لئے گول یا چپٹا ہو جائے - یہ کرسٹل لائین لینس رقیق گوند کے
مانند ہے اور اسکی صورت ایسی ہے جیسے گھڑی کے اوپر کے دو
شیشون کو لیکر پشت کی طرف سے باہم پیوستہ کر دین -
کرسٹل لائن لینس اور کورنیا کے درمیان تھوڑا سا سیال
ہوتا ہے، جسکو اکیو اس ہیومر (Aqueous Humour)
یعنی رطوبت آبی کہتے ہین - یہ بھی لینس کا کام دیتا ہے - کرسٹل لائین لینس
کے پیچھے ایک اور زیادہ گاڑھی اور سیال شے ہے، جس کا نام
وٹریس ہیومر (Vitreous Humour) یعنی رطوبت
اعصابی ہے - یہ مادہ انڈے کی سفیدی کی طرح ہے، جو آنکھ کے
سب سے بڑے حصہ کو گھیرے ہوئے ہے، یہ بھی لینس کا کام دیتا ہے -
یہ جملہ لینس ہر چہار طرف کی روشنی کی شعاعون کو اکٹھا کر دیتے ہین
اور تب روشنی پتلی مین سے گذرتی ہوئی آنکھ کے عصبی حصے مین جسکو
ریٹنا (Retina) کہتے ہین ایک تصویر بنا دیتی ہے - ریٹنا
ایک نہایت نازک جالی کے مانند ہے جو دماغ کے اُس مادے سے مرکب ہے
جس سے رگین بنتی ہین - ریٹنا کا قطر ایک چونی سے زیادہ نہو گا مگر اسی مین اُن تمام
اشیا کی تصویر اپنے اصلی رنگ اور قد مین کھنچ جاتی ہے، جنکو ہم اپنے چارون طرف
دیکھتے ہین، اور تب یہ تصویرین بینائی کی رگ کے ذریعے سے دماغ مین پہونچ
جاتی ہین، جس سے ذہن انسانی انکو محسوس کر لیتا ہے -

ریٹنا کے نیچے بھی رنگ کا ایک پردہ ہے - جو
ریٹنا تک صرف خون ہی نہین لیجاتا، بلکہ زائد روشنی
کو بھی جذب کر لیتا ہے - اگر یہ زاید روشنی منعکس،
ہوتی تو اس سے ہماری بینائی مین بڑی ابتری واقع ہوتی
ریٹنا صرف ہماری آنکھ کا ہی نہین،
بلکہ ہمارے جسم کا ایک عجیب حصہ ہے - یہ تو
ہم جانتے ہین کہ روشنی کی شعاعین ان محدب شیشون (Lens)
کے ذریعہ ایک نقطے پر جمع ہو کر اُن اشیا کی تصاویر کو، جنکی طرف
ہم دیکھ رہے ہون، ریٹنا پر ڈالتی ہین - لیکن دماغ تک وہ
اُن اعصابی ریشون مین سے ہو کر جاتی ہین جنکو روڈز (Rods)
یعنی سلاخین اور کونز (Cones) یعنی اشکال مخروطی کہتے ہین -
روڈز اور کونز پچی کاری کی طرح خانون کی ایک تہ ہے - پس یہ
عصبی ریشے ہمارے دیگر اعصاب حواس کے مانند ہین کیونکہ
جو شئے انکو حرکت مین لاتی ہے، اسکا اثر براہ راست اُن پر نہین ہوتا،
بلکہ وہ روڈز اور کونز کے ذریعے ہی سے روشنی کو محسوس کرتے
ہین - اسکا عمل بعینہٖ ویسا ہی ہے، جسطرح کہ جلد کی بیرونی سطح (تتمہ)

عصبی ریشے

کے ذریعہ سے وہ اعصاب جو جلد کے اندر ہین، لامسہ کے اثر کو معلوم کرتے ہین -

---

آنکھ کے اس تذکرہ ساخت سے یہ تو واضح ہو گیا کہ جملہ اعضا مین آنکھ کا درجہ کیسا افضل و اعلیٰ ہے - اور اگرچہ قدرت نے بطور خود اسکی حفاظت کے ذرائع اسکے ساتھ رکھدئے ہین - تاہم انسان کا فرض ہے کہ وہ بھی مناسب طریقہ سے اس کی خبرداری کرے - آنکھ فی الحقیقت بدن کا چراغ ہے - اگر یہ نہو تو زندگی بے لطف ہے - بعض حضرات آنکھ کے چھوٹے چھوٹے امراض کی چندان پروا نہین کرتے اور اُنکو ناچیز سمجھتے ہین - مگر یاد رکھنا چاہئے کہ آنکھ ایک ایسی نازک چیز ہے کہ اگر وقت پر خبرداری نہ کی جائے، تو وہ معمولی سا مرض ہی انسان کو زندہ درگور کردیتا ہے

بعض آدمی جب آنکھ مین کوئی سنگ ریزہ پڑ جاتا ہے، تو اکثر اُسکو ملنا شروع کر دیتے ہین یہ بہت ہی نا مناسب طریقہ ہے - کیونکہ اگر وہ چیز نکیلی ہو تو اس سے آنکھ مین زخم لگنے کا اندیشہ ہے، جو کچھ دنون بعد پتلی پر ایک سفید داغ کی صورت اختیار کر لیتا ہے - آنکھ کو ملنے یا رگڑنے کے بجائے مناسب طریقہ یہ ہے کہ ایک پیالہ مین صاف پانی لیکر اُسمین آنکھین ڈبو کر بار بار آنکھین کھولے اور بند کرے - اسکی ہوئی چیز فوراً باہر نکل آئے گی کبھی کبھی آنکھ مین چونہ پڑ جاتا ہے ایسی حالت مین صرف پانی سے آنکھون کو دھونا موجب نقصان ہے - اسکے لئے یہ طریقہ استعمال کرنا چاہئے کہ ایک چھٹانک پانی مین نصف تولہ سرکہ یا عرق لیموں ملا لیا جائے - اور تب آنکھون کو دھونے کے بعد دو تین قطرے میٹھا تیل یا گلیسرین (Glycerine) آنکھ مین ڈال لیجائے - بعض دفعہ صرف دودھ ہی سے آنکھین دھو لینا مفید ہے [1]

اکثر اوقات آنکھ مین معمولی چوٹ لگنے سے بہت ورم ہوتا ہے اور آنکھ سیاہ ہو جاتی ہے - اگر خدانخواستہ ایسا موقع پیش آئے تو پاؤ تولہ نمک اور اسی قدر سوڈیم بائی کارب (Sodium Bicarb) پاؤ بھر پانی مین ملاکر اور اسمین کپڑا تر کرکے آنکھ پر رکھا جائے - اس سے بہت جلد آرام ہو جاتا ہے +

کج نظری (Squinting) بھی ایک مرض ہے، جو عموماً زمانہ طفلی مین لاحق ہو جاتا ہے! چنانچہ اڈورڈ ارونگ صاحب کے بارے مین ایک میم صاحبہ تحریر فرماتی ہین کہ بچپن کے زمانے مین والدین اُنھین ایک ایسے جھولے مین ڈالے رکھتے تھے جسمین نیچے کی طرف ایک سوراخ تھا اور اُس سوراخ مین سے وہ ایک آنکھ سے نیچے کی طرف جھانکتا رہتا تھا اور دوسری آنکھ سے سامنے کی طرف دیکھتا تھا - نتیجہ یہ ہوا کہ ایک آنکھ ٹیڑھی ہو گئی اور ایک سیدھی رہی اور اس لئے وہ کسی ایک چیز کی طرف درستی کے ساتھ نظر نہین کر سکتے تھے - ان کے علاوہ اور بھی کئی وجوہ ہین جن سے آنکھ خراب ہو جاتی ہے - ایسی حالت مین علاج بھی بچپن ہی مین ممکن ہے، ورنہ بڑی عمر ہونے پر یہ عیب کسی طرح دور نہین ہو سکتا - اسکا ایک بہترین علاج یہ ہے کہ دن مین ایک دو دفعہ دو ایک گھنٹے کے لئے بچے کی اچھی آنکھ پر پٹی باندھ دیجائے تاکہ وہ صرف خراب آنکھ سے کام لے - اگر باقاعدہ یہ عمل جاری

---

[1] اس مضمون مین جسقدر نسخے تحریر کئے گئے ہین، وہ جناب ڈاکٹر پی - وی - مصرا بی آے - ایل ایم ایس کے مجربات مین سے ہین - جنکو آپنے اپنے ایک مضمون حفاظت چشم The care of the Eyesight مین بیان فرمایا ہے - اس مضمون کا یہ حصہ زیادہ تر آپ ہی کے متذکرہ آرٹیکل سے ماخوذ ہے -

رہے، تو کچھ دنون بعد نظر ٹھیک ہو جاتی ہے۔

گوہانی (Stye) بھی زیادہ تر کم عمر بچّون کو ہوتی ہے۔ مگر اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ جوان آدمی اس سے محفوظ رہتے ہین۔ نہین اُنکو بھی اکثر یہ ہو جاتی ہے۔ گوہانی اُس پھُڑیا کا نام ہے، جو پلک کے کسی بال کی جڑ مین نکل آتی ہے اور جب تک وہ پک کر پھوٹ نہ جائے سخت تکلیف رہتی ہے۔ اسکے لئے لوگون نے بہت سے من مانے ٹوٹکے ایجاد کئے ہین۔ لیکن اُن سے کچھ فائدہ نہین ہوتا۔ اسکا علاج یہ ہے کہ ۲۰ حصّہ گرم پانی مین ایک حصہ ایسڈ بورک (Acid Boric) ملا کر اور صاف کپڑے کو اسمین تر کرکے بار بار آنکھ کو سینکا جائے۔ اسی سے پھُڑیا جلد پک کر پھوٹ جاتی ہے اور آرام ہو جاتا ہے۔

دُنیا مین کوئی شخص ایسا نہ ہوگا، جسکو کبھی نہ کبھی آشوبِ چشم کا عارضہ نہوا ہو۔ اس حالت مین آنکھ کی بیحد حفاظت کرنی چاہئے اور جہانتک جلد ممکن ہو، علاج کرنا مُفید ہے۔ مندرجہ ذیل عرق اگرچہ قیمت مین کسی قدر زیادہ ہے، لیکن آنکھ کی قیمت کا اندازہ کرتے ہوئے، یہ کچھ بھی نہین۔ اگر اس عرق کے دو دو قطرے دو دو گھنٹے بعد آنکھ مین ڈالے جائین تو بہت جلد آرام ہو جاتا ہے اور کسی قسم کی تکلیف و درد بھی محسوس نہین ہوتا:

R/ = Protargal　نخ

Aq. Dest. gr. i

Ft. Lotio.

آشوبِ چشم مین جسقدر دوائین استعمال کیجاتی ہین، یہ عرق اُن سب سے بہتر ہے۔ مناسب ہے کہ لوگ قیمت کا خیال نہ کرین، بلکہ وقت ضرورت اسی عرق سے کام لین۔ جب آنکھ اُٹھی ہوئی ہو تو مریض کو دھوپ یا ہوا مین نہین نکلنا چاہئے

کیونکہ اس سے آنکھ کو اور بھی زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ آشوبِ چشم کا شمار بھی متعدی امراض مین کیا جاتا ہے۔ لہذا احتیاط کرنا چاہئے کہ مریض کا رومال وغیرہ کوئی دوسرا آدمی استعمال نہ کرے۔

بعض آدمی اکثر ٹھنڈے پانی کا چھینٹا آنکھون مین دیا کرتے ہین۔ وہ خیال کرتے ہین کہ اس سے آنکھ صاف، مضبوط اور ٹھنڈی رہیگی۔ اس عمل سے فائدہ تو نہین ہوتا، البتہ کبھی کبھی آنکھ آجاتی ہے۔ ہم پیشتر ذکر کر چکے ہین کہ آنکھ مین خدا نے خود ہی ایک ایسی چیز موجود رکھی ہے جس سے دہ زات آنکھ دُھلتی اور صاف ہوتی رہتی ہے۔ اگر آنکھون مین کسی قسم کی تھکاوٹ یا جلن محسوس ہو، تو برداشت کے مطابق گرم پانی سے آنکھون کو دھونا بہت ہی مفید ہے۔

آجکل نئی روشنی کا زمانہ ہے اور عینک کا استعمال روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ بعض نوجوان اسکو محض شوقیہ استعمال کرتے ہین اور بعض یہ سمجھتے ہین کہ اگر چھوٹی عمر مین عینک کا استعمال کیا جائے تو ضعیفی مین آنکھون کی روشنی قائم رہتی ہے۔ یہ ایک وہم اور خام خیالی ہے، ایسا کرنے سے بجائے فائدہ کے اُلٹا نقصان ہوتا ہے۔ تاوقتیکہ ڈاکٹر رائے نہ دے عینک کے استعمال سے محترز رہنا چاہئے۔

آنکھ کے لئے سب سے زیادہ ضروری چیز روشنی ہے، بلکہ اِن دونون کو لازم و ملزوم سمجھنا چاہئے۔ مگر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جسطرح روشنی کی قلّت آنکھون کے لئے مضر ہے۔ اُسی طرح روشنی کی زیادتی بھی نقصان دہ ہے۔ اگر شب کو مطالعہ کیا جائے تو اسکا عمدہ قاعدہ یہ ہے کہ روشنی بائین طرف ذرا اوپر کو رکھی جائے۔ تاکہ روشنی سامنے کی طرف سے

نہین، بلکہ پیچھے کی طرف سے آکر کتاب پر پڑے - جس طرح جسم کے
اور اعضاء کے لئے آرام کی ضرورت ہے، اُسی طرح آنکھ کو بھی
آرام کی ضرورت ہے - اسکا ہمیشہ خیال رکھنا چاہیئے -

خدا نے ہمین یہ خوبصورت آنکھین اسلئے عطا کی ہین،
کہ ہم انکے ذریعے سے اُسکی عجیب و غریب صنعتون کو دیکھکر اُسکی
حمد و ستایش کرین - ہمین مناسب ہے کہ ہم اپنی آنکھون کو
ہمیشہ مفید کامون مین استعمال کرین - اگر کوئی ایسی آزمایش
ہمارے سامنے آجائے، جس سے گناہ مین پڑنے کا اندیشہ ہو،
تو ایسے وقت مین ہمین اپنی آنکھون کو بند کرلینا چاہیئے - ع

شوقِ نظارہ تھا جب تک، آنکھ تھی صورت پرست
بند جب رہنے لگی پائے حقیقت کے مزے

شاکر (میرٹھی)

وقت

وقت ایک ایسی شئے ہے - جو ہر فرد بشر کو نہایت
قلیل مقدار مین عطا ہوئی ہے - لیکن بالعموم اسے نہایت
کثیر مقدار مین ضائع کیا جاتا ہے -

جب ہم اس امر پر غور کرتے ہین - کہ ہر متنفس کے لئے
وقت کا کس قدر تھوڑا حصہ مخصوص ہے تو ہمکو یہ مشاہدہ کرکے
تعجب آتا ہے کہ پھر بنی نوع انسان کیون اسے بالکل لاپرواہ ہوکر
خرچ کرتے ہین - ہم اپنے اظہار موانست - سپاس گذاری - اور
روپیہ - پیسہ کے اصراف مین جزورسی ملحوظ خاطر رکھتے ہین -
لیکن وقت کو ایسے فضول طور پر برباد کرتے ہین - جیسے ایک
مسرف اپنے مال و متاع کو -

صرف متعدد اشخاص ہم مین ایسے نکلین گے جن کی
توجہ اس امر کی طرف منعطف ہوتی ہو کہ وہ اپنا وقت کسطرح
استعمال کرتے ہین - یعنی کبھی وہ اپنے ضمیر سے یہ استفسار کرین
کہ کسقدر وقت - ہم آرام مین - کسقدر تفریح طبع مین کسقدر
بیکاری مین صرف کرتے ہین - اور کسقدر کم مفید کامون -
یا مشاغل ذہنی مین خرچ کرتے ہین -

آیا ہم نے - کوئی وقت مذہبی فرائض کی سرانجام دہی
کے واسطے بھی مقرر کیا ہے - سچ پوچھئے تو ہمین اس امر کے
محسوس ہونے سے ایک قسم کی تشویش پیدا ہوتی ہے کہ
عاقبت الامر ہمکو خجالت اور ندامت سے محجوب ہونا پڑیگا -

منجملہ ان تمام کہنہ مضامین کے جن پر علم اخلاق کے
جاننے والون - اور شاعرون نے خامہ فرسائی کی ہے سب سے
عام اور معمولی مضمون کوتاہی عمر ہے -

ہم نے سُنا ہے کہ زندگی مثل ایک حباب کے ہے -
زندگی مانند ایک خواب کے ہے - زندگی ایک نمود بے بود ہے
زندگی کی مثال اُس کہرکی سی ہے جو صبح کے وقت تھوڑے
عرصے کے لئے درختون پر نظر آتی ہے اور بعد ازان اچانک
کافور ہو جاتی ہے -

زندگی ایک بتِ نوخیز کے وعدہ کے مشابہ ہے
جسکا کچھ قیام نہین ہوتا - لیکن بااین ہمہ ہم بنی نوع انسان

اسطور پر طرح معاملہ داری ڈالتے ہین گویاکہ وہ ابدالآباد کے
لئے کوئی غیر متناہی شئے ہے۔ اس مین ایک بات نہایت عجیب اور
افسوس ناک معلوم ہوتی ہے۔ جب ہم یہ دیکھتے ہین کہ ہرطرف
تضیع اوقات جاری ہے تو ہمین یہ خیال کرکے بڑا تعجب ہوتاہے
کہ آیا تعلیم حکما و فقہا اور صدیون کے تجربہ کے سبق۔ کچھ مؤثر
ثابت ہوئے یانہین آیااب بھی بنی نوع آدم کو یہ تحقیق ہوگیا کہ وقت
کیسی گرانمایہ شئے ہے۔ کیسی سنجیدہ ذمہ داری اسکے ہمرکاب
ہے۔ اور کیسی بھاری امانت یہ ہمارے سپرد کرتاہے۔

اب کیا اس تضیع اوقات کی وجہ یہ ہے کہ ہم مین غور
وفکر کی کمی ہے۔ یاکہ ہم اپنی ذمہ داری کو محسوس نہین کرتے۔
ہان یہ دونون سبب۔ ایک دوسرے سے نسبت قریبہ رکھتے
ہین۔ اور۔ اُن کا اثر بھی مشترک ہوتاہے۔ ہمین یہ امر بسہولت
یاد نہین آسکتا کہ وقت ضائع کرنیوالون کی ایک کثیر جماعت
کے دلون مین خیالاتِ لاپروائی اور مایوسی جاگزین ہین اور
وہ مجنونانہ جوش مین اس قیمتی خزانہ کو جو انھین تفویض کیا گیا ہے
حتی الوسع بے پس وپیش اور بے دریغ خرچ کرتے ہین۔

البتہ اس امر مین کوئی اعتراض نہین کیا جاسکتا۔ کہ
انکی حماقت کی وجہ یہ ہے کہ ان مین غور وفکر کی قابلیت نہین ہے۔
یا وہ ایسا کرنا پسند نہین کرتے۔ یا یہ کہ۔ بلند اغراض اور اعلیٰ
مقاصد کے اوصاف انہین مفقود ہین۔

اکثر صورتین ایسی ہوتی ہین کہ وقت اور اُسکا استعمال
انھین سکھایا ہی نہین جاتا۔ جاے افسوس ہے کہ ہمارے
بچّون کو یہ کبھی معلوم نہوگا کہ وہ وقت کا جو اُنکی واقعی دولت ہے
کس طرح استعمال کرین۔

ہم اُنکے لئے انواع واقسام کی اخلاقی تعلیم کے اسباب
مہیا کرتے ہین۔ اُنکے سامنے علم وہنر کے طبق کھولتے ہین۔
بُستانِ خوش بیانی کی روِشون کا راستہ بتاتے ہین۔
انکی ہمہ تن رہبری کرتے ہین۔ لیکن کبھی اُنھین یہ نہین سکھاتے
کہ اپنا وقت کس طرح بسر کرنا چاہئے۔" ہم لمحون کی قدر کا سکہ
اُن کے قلوب پر نہین بٹھاتے۔"

مثل مشہور ہے۔" لمحون کی خبرگیری کرو اور دن اپنی خود
خبرگیری کرلینگے۔" یامر ہمین حیرت مین ڈالتاہے کہ کس قدر نوخیز طالب العلم بوجہ عدم توجہی
امر زیر بحث ہمیشہ خراب ہوتے ہین۔

ہر ایک گھنٹہ کے قیمتی چوتھائی حصے بہ نظر امکان کسی
مُفید کام مین بسر ہوسکتے ہین۔ لیکن ہمارے نوجوان انھین
بالکل بے اعتنائی کے ساتھ ضائع کردیتے ہین۔ اور یون ہی
وہ اپنے وقت کو۔ ایک لاپروائی اور ایک ایسے
طریقہ مین جس سے ان کی ذات کو کوئی فائدہ متصور نہین ہوتا۔
گزار دیتے ہین۔ یہی تضیع اوقات اکثر گھرون مین دیکھی جاتی ہے۔

کھانا کھانے سے بیشتر مابعد صبح کو۔ شام کو خوابگاہ مین۔
بالاخانون پر۔ کھانا کھانے کے کمرہ مین ملاقات کے کمرہ مین
وقت برباد کیا جاتاہے اور بروقت اختتام روز بعدہ تاسُف
وافسوس یون گویا ہوتے ہین۔

کہ فلان کام کرنا چاہئے تھا۔ لیکن نہین کیا۔ فلان
بات یاد رکھنی چاہئے تھی۔ لیکن کیا بتائین ہم تو بھول گئے لیکن
کچھ مضایقہ نہین۔ ہم ضائع شدہ وقت کی کل تلافی کرلین گے
ہان کل ضرور کرلین گے۔ ہم جرأت کے ساتھ بیان کرتے ہین
کہ ہماری زبان مین کل ہی ایک ایسا لفظ ہے جسکی وجہ سے
اتنی وعدہ خلافیان ظہور مین آتی ہین۔ صدہا اُمیدین خاک مین
ملجاتی ہین۔ ہزارہا فرائض ترک کئے جاتے ہین اور لکھوکھا جائین

تلف ہوتی ہین - کیونکہ غضب تو یہ ہے کہ وہ "کل" ہرگز
نہین آتی - وہ ہمیشہ "امروز فردا" ہوتی ہے اس کل کی تو ہمین
دھن ہی فضول ہے - کیونکہ اب نہ وہ واپس آسکتی ہے
اور نہ ہم اُسکا آج بنا سکتے ہین - جب وہ ایک دفعہ گذر گئی
تو گذر ہی گئی - اب بجز اسکے اور کچھ بن نہین پڑتی کہ ہم اُسکی
گور پر آنسو بہائین - اور آج کی طرف متوجہ ہون - بعض اشخاص
اپنا بہت سا وقت ضائع شدہ وقت پر تاسف کرنے مین
خرچ کردیتے ہین - یا اگر ہم اسطرح اسے بیان کرین تو
زیادہ مناسب ہوگا کہ وہ آج کو بھی کل کے غم مین کھو بیٹھتے ہین -
شہنشاہ ٹی ٹس کی بابت بیان کرتے ہین کہ جب وہ دن بھر
کوئی کار خیر نہین کرتا تھا تو کہا کرتا "کہ افسوس آج کا دن ضائع
گیا" گو یہ بیج فطرت انسانی سے کچھ بعید نہ تھا - تاہم یاد رہے کہ وہ
آیندہ کل تک اسکی تلافی کا منتظر نہین رہتا تھا اور گذشتہ کل کے
جو اسطرح بے لطفی سے گذر جاتا تھا اظہار تاسف کرکے آج کو
اور بھی مفید مطلب کام مین صرف کرنے مین ہمیشہ کامیاب ہوتا تھا -

ہماری یہ آرزو ہے - کہ ہر شخص لمحون کی بیش بہا قدر
کو ہمیشہ اپنے گوشۂ خاطر مین جگہ دے - لیکن ہمارا منشا یہ نہین ہے کہ ان لمحون
کے تجسس مین جو واپس نہین آسکتے ایک بیہودہ تمنا ظاہر کیجاوے -
اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض انسان وقت کا استعمال سمجھنے
سے اعلی مراتب پر پہنچ گئے ہین اور نیک اور پارسا بنگئے ہین -
(Gidun Lee) نامی امریکہ کے ایک سوداگر نے بستر مرگ پر
اپنی اولاد کو خاص طور پر یہ ہدایت کی کہ تجربہ میرے اس بیان کا
شاہد ہے کہ تم "وقت کے پیمانہ کو پُر رکھو" اُسنے کہا "اے لڑکو! تم
ہمیشہ کسی مفید مشغلہ مین مصروف رہو - کار خیر کرنے مین یا عمارات
تعمیر کرانے مین اور اپنی اور سوسائٹی کی بہبودی کو ترقی دینا
تمہارا مقصد ہونا چاہئے - اگرچہ کوئی فرد بشر بغیر کسی ضرر رسانی
کے بہت فائدہ نہین پہنچا سکتا لیکن اگر تم نیکی کی راہ مین سعی
کروگے تو تم سے کمتر ہی ضرر پہنچیگا" "محنتی اور ایماندار بنو!"
ایک بافہم آدمی کی روشن عقل اُسکے لئے کچھ سودمند واقع نہین
ہوتی - اگر وہ اپنے موقعون کے حاصل کرنے کی کوشش نہ کرے
اور موقعے ایک مُسرت کو کبھی دستیاب نہین ہوتے - ممکن ہے -
کہ وہی گھنٹے جنکو وہ ضائع کرتا ہے اُسکی استحصال کامیابی کے
لئے ایک امر ناگزیر بنجاوین -

ہماری راے مین یہی پہلا سبق ہے - جو ایک نوجوان آدمی کو سیکھنا
چاہئے - اگر اسکی ایمانا یہ آرزو ہے کہ جو فرائض اسپر اپنے خالق وہمسایہ کی
طرف واجب ہین - انکو وہ ادا کرے اُسے اس بات کی کوئی فکر
نہونی چاہئے کہ مجھ مین قابلیت نہین - یا مجھ مین استطاعت نہین ہے
وہ کم از کم یہ تو کہہ سکتا ہے جیسا کہ اطالیہ کے ایک مشہور باشندہ نے کہا ہے - "کہ وقت
میری جاگیر ہے - اور اُسکی پہلی کوشش وقت کا مناسب استعمال سمجھنے کے لئے ہونی چاہئے

سید محمد اسد علی جعفری

دشمن جان - یہ ایک دلچسپ ناول ہے جو محمد عبد القادر صاحب صوبہ دار وظیفہ یاب سرکار عالی حیدر آباد دکن کے دور قلم کا نتیجہ ہے - اسکی غایت
شراب نوشی کے نقصانات کی وضاحت ہے جو نہایت کامیابی سے دکھائے گئے ہین - عالی دماغ مصنف نے دکھایا ہے کہ شراب کا اثر نسلاً بعد نسلٍ قائم
رہتا ہے اور یہی بادہ نوشون کی اولاد کو بھی شراب نوشی کیطرف مائل کرتا ہے - ایک انگریزی خاندان کا اس ام الخبائث کے زہریلے اثر سے تباہ ہونا نہایت
حیرت ناک ہے - قیمت فی جلد ایک روپیہ - مطبع شمسی حیدر آباد دکن سے دستیاب ہوسکتا ہے -

از دیادرفتہ سلطنت

بیجانگر

دوسرا باب

سلطنت بیجانگر

سلطنت بیجانگر کا قیام - سری مہاتما ودیارنیا کی خفیہ امداد - شہر بیجانگر کا آباد ہونا اور اُسکا موقع - بیجانگر کا پہلا راجہ ہری ہر - اہل دکن کی بغاوت - سلطنت بہمنی کا قیام سلطان علاءالدین حسن بہمنی - سلطان علاءالدین کی فوج کشی راجگان بیجانگر و تلنگادہ پر +

سنہ ۷۲۳ھ ۱۳۲۳ء مین جب محمد تغلق نے ورنگل کو فتح کرلیا - اور وہان کے راجہ پرتاب رودر کو اسیر کرکے دہلی بھیجدیا تو تلنگانہ کے ملک مین ہرطرف ابتری اور بدامنی پھیل گئی - امرا و اعیان سلطنت پریشان و پراگندہ ہوکر مختلف ملکون مین چلےگئے - دو بھائی ہری ہر اور بُکا راے جو راجہ کی فوج مین معتدر سردار تھے - اُنھون نے بھی ورنگل کو خیرباد کہا اور کرناٹک کے اُس علاقہ مین پہونچ کر جہان کرشنا اور تنگ بھدرا کا اتصال ہوا ہے کچھ زمین پر قابض ہوگئے اور وہان ایک چھوٹی سی حکومت قائم کرلی -

محمد تغلق کی بدنظمی سے جب ملک مین فتنہ و فساد کا بازار گرم ہوگیا اور مسلمان باہمی لڑائی جھگڑون مین مصروف ہوگئے تو اس موقع کو غنیمت سمجھ کر دونون بھائیون نے فائدہ اُٹھانے کی کوشش شروع کی - اس زمانہ مین دیوگڈھ اور ورنگل کے راج تباہ و برباد ہوگئے تھے - کرناٹک کا ملک مسلمانون کے تحت تصرف مین آگیا تھا - ملیبار اور دوارسمندر کے راجاؤن نے اطاعت قبول کرلی تھی - جدید فتوحات سے اسلامی مقبوضات روز بروز وسیع ہوتے جاتے تھے - جسکی وجہ سے دکن کے ہندؤن کی حالت بالکل بے پناہ ہوگئی تھی -

ہندو مذہب کے مشہور ریفارمر شنکر آچاریہ کا گیارھوان خلیفہ سری مہاتما ودیارنیا میسور کے علاقہ مین بمقام شرن گری رہتا تھا - دونون بھائی بزرگ مہاتما کے پاس گئے اور اُس سے اپنی قوم کی تباہی اور بےپناہی کا ذکر کیا اور مسلمانون کی روک تھام کے لئے ایک نیا مورچہ قائم کرنے کی خواہش ظاہر کی اور اُس سے اس بارے مین امداد چاہی - بزرگ مہاتما نے اُنھین ایک خفیہ خزانہ دیا جس کی مدد سے اُنھون نے سنہ ۷۳۶ھ ۱۳۳۶ء مین تنگ بھدرا کے کنارے ایک شہر کی بنیاد ڈالی اور اپنے مربی و سرپرست ودیارنیا کے نام پر اس کا نام ودیانگرم رکھا جو فارسی مین بگڑکر

بیجانگر ہو گیا۔[۵]

دریاے تنگ بھدرا کے جنوبی کنارے پر ایک کوہستانی سلسلہ پھیلا ہوا ہے جسکے ایک دشوار گذار مقام مین دونون بھائیون نے بیجانگر کو آباد کیا تھا تاکہ دشمن کے حملون سے محفوظ رہے۔ شہر کے تین طرف پہاڑیان واقع تھین جنکے چوٹیون کی بلندی ایک سو سے لیکر ایک ہزار فیٹ تک تھی۔ چوتھی طرف ایک عظیم الشان تالاب بنا دیا تھا جسکا بند ایک میل وسیع تھا۔ پہاڑیون مین جہان جہان شگاف تھے وہان سنگین دیوارین بنا دی گئی تھین اور اسطرح پر شہر کی حفاظت کئی ایک دیوارون کے سلسلہ سے کی گئی تھی۔ ان مین سب سے بیرونی دیوار کا قطر آٹھ میل لمبا تھا۔ بند کے پاس ایک بہت بڑی دیوار بنائی گئی تھی۔ جسکو لے جاکر پہاڑیون کے اُسی سلسلہ سے ملا دیا تھا جسکا اوپر ذکر ہو چکا ہے اور اسمین جا بجا برج اور دمدمے بنائے تھے اور اسکے نیچے ایک عمیق خندق تھی جسمین تالاب سے پانی آتا تھا۔ دیوار کے اندر کھیت اور باغ تھے اور ان کی آبیاری کے لئے تالاب سے نہر لائی گئی تھی۔ ان کے بعد بستی تھی جسمین ہر محلہ کی حفاظت کے واسطے الگ الگ دیوارین بنی ہوئی تھین۔ شہر کے وسط مین ایک سنگین حصار کے اندر راجہ کے محلات ٹکسال کا کارخانہ اور سیناپتی کے مکانات تھے۔

شہر کے آباد ہونے پر ہری ہر راجہ قرار پایا۔ یہ راجہ ۷۳۶ھ / ۱۳۳۶ع سے لیکر ۷۵۱ھ / ۱۳۵۰ع تک برسر حکومت رہا۔ اس زمانہ مین بیس سال تک مسلمان اپنی خانگی جھگڑون مین مصروف رہے جسکی وجہ سے اُنھون نے اُسکے ساختہ پرداختہ پر خاش نہ کی اور اُسکی حکومت بہت جلد قایم ہو گئی اور تھوڑے ہی عرصہ مین تمام جنوبی ہند مین پھیل گئی۔ ملیبار اور مدورا کے چھوٹے چھوٹے راجہ بھی اسکی حمایت و حفاظت مین شامل ہو گئے۔ اور نہایت تیزی سے اسکی قوت و سطوت بڑھنے لگی۔ مشہور مسلمان سیاح ابن بطوطہ ۷۴۳ھ / ۱۳۴۲ع ساحل کنارا پر آیا تھا۔ اُسکے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مقام ہنا ور مین جسے آجکل ہونور کہتے ہین ایک مسلمان سردار جمال الدین کی حکومت تھی اور وہ بیجانگر کے راجہ ہری ہر کا خراجگذار تھا۔

راجہ ہری ہر جس زمانہ مین اپنی سلطنت کے استحکام

---

[۵] یہ بیان حال کی اُن تحقیقات کے موافق ہے جو ملکی روایتون عمارات کے کتبون اور دیگر آثار قدیمہ سے ثابت ہوئے ہین۔ لیکن مورخ فرشتہ لکھتا ہے کہ محمد تغلق کے زمانہ مین ورنگل کی تباہی کے بعد کشنا نائک جو لدر دیو راجہ ورنگل کا بیٹا تھا کرناٹک کے راجہ بلال دیو کے پاس چلا گیا اور کہا کہ مسلمان تلنگانہ اور کرناٹک سے ہندوؤن کو نکالنا چاہتے ہین اسلئے ان کا ابھی سے بندوبست کرنا چاہئے۔ بلال دیو اور تمام اعیان سلطنت کی یہ صلاح ٹھیری کہ کرناٹک کی شمالی سرحد پر مسلمانون کی روک تھام کے واسطے ایک شہر بساکر راجہ اُسے اپنا تخت گاہ بنائے۔ معبر اور دوار سمندر کے علاقجات اسلامی قبضے سے نکالے جائین۔ کشنا نائک بھی اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر ورنگل پر قبضہ کرے۔ بلال دیو نے اس غرض سے تنگ بھدرا کے کنارے ایک شہر بساکر اُسکا نام اپنے بیٹے بیجن راے کے نام پر بیجن نگر رکھا جو رفتہ رفتہ بیجانگر مشہور ہو گیا۔ پھر کشنا نائک کو سوار اور پیادے دئے جنکی مدد سے اُسنے ورنگل پر قبضہ کر لیا۔ اسکے بعد بلال دیو اور کشنا نائک نے معبر اور دوار سمند کے راجاؤن کو امداد دی اور اُنھون نے اپنے اپنے ملک مسلمانون کے قبض و تصرف سے نکال لئے۔

قدیم کتبون اور تلنگی نوشتون مین بیجانگر کے راجاؤن کے جو نام درج ہین اُن مین اور اُن نامون مین جو فارسی تاریخون مین ملتے ہین بہت بڑا اختلاف ہے۔ تاریخی واقعات اور دیگر سوانحات کا مقابلہ کر کے ان مین مطابقت کرنے کی ہم نے بہت کوشش کی ہے۔ پھر بھی غلطی کا بہت احتمال باقی ہے۔　　(حکیم سید شمس اللہ قادری)

میں معروف تھا قریب قریب اُسی زمانہ میں دریائے کرشنا
کے شمال میں ایک عظیم الشان اسلامی سلطنت کی بنیاد پڑنی
شروع ہوئی تھی۔

۷۴۵ھ/۱۳۴۴ء میں محمد تغلق تلنگانہ سے واپس ہو کر دہلی کو
روانہ ہوا تو نصرت خان کو بیدر اور قتلغ خان کو دولت آباد سپرد
کیا۔ نصرت خان نے ہزارہا تنکہ غبن کر لئے اور علانیہ طور سے
بغاوت بھی برپا کر دی۔ بادشاہ کے حکم سے قتلغ خان نے
اس بغاوت کو رفع دفع کر کے تمام دکن کا انتظام اپنے ذمہ
لے لیا اسکے کچھ مدت بعد لوگوں نے بادشاہ سے قتلغ خان
کی شکایتیں شروع کیں جسکی بنا پر بادشاہ نے یہ حکم دیا کہ وہ اپنے
بھائی عالم الملک کو دیوگڈھ میں اپنی جگہ مقرر کر کے دہلی چلا آئے۔
قتلغ خان جب دہلی پہونچا تو بادشاہ نے انتظام کے لئے دکن کی
چار شقیں قرار دیں۔ عماد الملک کو سپہ سالار کیا۔ سرور الملک
اور یوسف بغرا کو خالصات کی نگرانی تفویض ہوئی اور عالم الملک
ان سب کا صدر بنایا گیا۔ اسی زمانہ میں بادشاہ نے عزیز خمار کو
مالوہ کا حاکم مقرر کیا اور جاتے وقت اُس سے کہا کہ امیران صدہ
کے سبب سے چونکہ ملک میں ہمیشہ فتنہ و فساد برپا ہوا کرتے ہیں۔
اسلئے ان کی نگرانی اور مدافعت ہوتی رہے۔ عزیز خمار جب مالوہ
پہونچا تو امیران صدہ کو دعوت کے بہانہ سے بلوا کر ستر آدمیوں کو
قتل کر دیا۔ اس واقعہ کو سُنکر بادشاہ نے اپنی خوشنودی ظاہر کی۔
عزیز خمار کے لئے انعام و اکرام بھیجے۔ اس خبر کے منتشر ہوتے ہی
امیران صدہ نے ہر طرف بغاوت برپا کر دی اور لوٹ مار
کرتے ہوئے دکن میں آکر پناہ گیر ہوئے۔ اسوقت محمد تغلق گجرات
میں تھا اس خبر کے سنتے ہی احمد لاچین اور علی جامدار کو امیران
صدہ کی گرفتاری کے لئے دکن میں روانہ کیا۔ قہر سلطانی کو
سُنکر امرا دربار شاہی میں جانے سے تساہل کرنے لگے تو
عالم الملک نے جبراً طلب کر کے احمد لاچین اور علی جامدار کے
ہمراہ کر دیا۔ احمد لاچین حریص آدمی تھا اُس نے ان لوگوں
سے رشوت لینا چاہی اور جب اُسے کچھ بھی وصول نہوا تو ایکروز
ذکر کرنے لگا کہ ان لوگوں نے چونکہ حکم شاہی کی تعمیل میں
تساہل کیا ہے اور باغیوں کو پناہ دی ہے اسلئے ان کا قتل
لازمی ہے۔ یہ جانخراش خبر کے سنتے ہی سبھوں نے مل کر
مشورہ کیا اور احمد لاچین کو قتل کر کے دکن میں واپس چلے آئے۔

یہ لوگ جب دکن میں پہونچے تو وہ لوگ بھی جو بادشاہ
سے ناراض ہو رہے تھے ان سے آکر مل گئے اور ان سب نے
اتفاق کر کے دولت آباد کا محاصرہ کیا۔ اہل قلعہ نے جب محاصرین
کی قوت و سطوت کو دیکھا تو وہ بھی ان میں شامل ہو گئے۔ اسی
اثنا میں گجرات و مالوہ کے بھاگے ہوئے امرا بھی چلے آئے۔
الغرض باغیوں کی کثیر جماعت ہو گئی اور تمام دکن محمد تغلق کے
مقابلے میں باغی ہو گیا۔ اسوقت تمام امیر خود مختار اور مطلق العنان
تھے اس لئے سبھوں نے مل کر مشورہ کیا کہ کسی ایک
امیر کو سرگروہ بنایا جائے تاکہ تمام کاروبار اُسکے رائے سے
انجام پائیں اور آپسمیں اتفاق قائم رہے۔ جب یہ رائے منظور
ہو گئی تو اسمٰعیل مخ کو ناصر الدین شاہ کا خطاب دیکر بادشاہ بنایا
اور محمد تغلق کے مقابلہ کی تیاریاں شروع کیں۔

محمد تغلق اس بغاوت کے فرو کرنے کے لئے گجرات
سے دولت آباد آیا۔ ناصر الدین شاہ بھی تیس ۳۰ ہزار سپاہی لیکر
مقابلہ کے لئے قلعے سے نکلا۔ آپسمیں خوب لڑائی ہوئی۔ باغیوں
نے شکست پائی۔ حسن کانگوئی گلبرگہ کی طرف بھاگ گیا۔ ناصر الدین شاہ
دولت آباد کے پاس دھاراگڈھ کے قلعہ میں متحصن ہو گیا۔ بادشاہ

نے عماد الملک کو حسن کے تعاقب مین روانہ کیا اور خود آکر قلعہ
کا محاصرہ کیا - تین مہینے تک لڑائی ہوتی رہی اسی اثنا مین
گجرات سے خبر آئی کہ ملک طغی نے امیران صدہ کے اتفاق
سے گجرات کے حاکم شیخ معزالدین کو گرفتار کرلیا ہے اور ملک
مین لوٹ مار مچا دی ہے - اسکے سنتے ہی بادشاہ بہت گھبرایا اور
قوام الدین کو دولت آباد کے محاصرے پر چھوڑ کر خود گجرات کیطرف
چلا گیا - دولت آباد سے محمد تغلق کے جانے کی کیفیت جب حسن کانگوی
کو پہونچی تو اطراف وجوانب کے امرا کو بلا کر بیس ہزار سوار کے
ساتھ گلبرگہ سے نکلا - تلنگانہ کا راجہ بھی محمد تغلق سے ناراض تھا -
اُس نے بھی پندرہ ہزار آدمی مدد کے لئے حسن کے پاس
بھیجے - تمام فوج کو لیکر بیدر مین پہونچا اور یہان عماد الملک کے
ساتھ جنگ عظیم ہوئی - عماد الملک مارا گیا - شاہی فوج بھاگ گئی -
حسن بیدر سے نکل کر دولت آباد کیطرف ناصر الدین شاہ کی امداد
کے لئے روانہ ہوا - محاصرین نے جب حسن کے آنے کی خبر سنی
تو محاصرہ اُٹھا کر دہلی اور گجرات کی طرف بھاگ گئے اور دکن محمد تغلق
کے ہواخواہون سے بالکل خالی ہوگیا - جب محاصرہ اُٹھ گیا تو
ناصر الدین شاہ حسن کے استقبال کے لئے قلعہ سے نکلا -
نظام پور مین دونون نے ملاقات کی اور وہان چودہ روز تک
خوب جشن منائے -

ناصر الدین شاہ معمر اور ضعیف آدمی تھا اسلئے سلطنت
کے کاروبار سے سبکدوش ہونا چاہا تو اس کام کے لئے تمام امرا
نے ملک حسن کانگوی کو منتخب کیا اور ۲۴ ربیع الثانی ۷۴۸ھ (۱۳۴۷ء) کو
اُسکے سر پر تاج شاہی رکھا - حسن محمد تغلق کے منجم کانگوی برہمن کا
ملازم تھا اور اُسکی زمین کاشت کیا کرتا تھا - ایکدن کا ذکر ہے کہ
ہل زمین مین اٹک گیا - جب اُسنے زمین کھودی تو اشرفیون کا دفینہ
نکلا - حسن نے دفینے کو لیجا کر اپنے آقا کانگو برہمن کی خدمت مین
پہونچا دیا - برہمن اس غیر معمولی دیانت سے بہت خوش ہوا
دوسرے روز جب دربار مین گیا تو محمد تغلق سے ساری داستان
کہہ سنائی - بادشاہ نے اس واقعہ کو تعجب سے سُنا اور حسن کو
بلا کر امیران صدہ مین شامل کر لیا - ۷۴۴ھ (۱۳۴۳ء) مین بادشاہ کے ساتھ
دکن مین آیا - بادشاہ نے اُسے کنجی اور رائے باغ کے چند پرگنات
جاگیر مین دیدیئے اور وہ یہین رہنے لگا - حسن جب بادشاہ ہوا
تو اپنے قدیم آقا کانگو برہمن کے نام پر اپنا لقب سلطان علاء الدین
حسن کانگوی بہمنی رکھا اور گلبرگہ کو حسن آباد کے نام سے نامزد
کرکے اپنا پایۂ تخت قرار دیا -

حسن کانگوی نے جب اپنی سلطنت کا خوب استحکام
کرلیا اور تمام ملک مین امن امان ہوگیا تو مملکت کو وسیع کرنیکی
فکر ہوئی - تلنگانہ اور کرناٹک کی تسخیر کے لئے بادشاہ کے حکم سے
عماد الدین تاشقندی اور مبارک خان لودہی روانہ ہوئے - انھون
نے ادھونی سے بیجانگر ہوتے ہوئے دریائے نالی اور بکری
تک خوب تاخت وتاراج کی اور وہان کے راجاؤن کو مطیع کیا -
دولاکھ اشرفی بیشمار جواہرات دوسو ہاتھی ایک ہزار رقاص کنیزین
خراج مین وصول کرکے لائے -

اس مہم سے فراغت پاکر حسن نے ہندوستان کی فتح کا
ارادہ کیا - ۷۵۸ھ (۱۳۵۷ء) مین پچاس ہزار سوار لیکر دار الحکومت سے
نکلا - بالاگھاٹ تک پہونچا تھا کہ دفعتاً بیمار ہوگیا - جب دیکھا کہ مرض
روز بروز ترقی کر رہا ہے تو گلبرگہ کو مراجعت کی یکم ربیع الاول ۷۵۹ھ (۱۳۵۸ء)
کو فوت ہوگیا - اسکے بعد اسکا بیٹا سلطان محمد شاہ مالک تاج وتخت
قرار پایا - حسن کے خاندان مین یکے بعد دیگرے اٹھارہ بادشاہ
ہوئے اور تقریباً دوصدیون تک تمام شمالی دکن پر فرمان روائے

دروازۂ مقبرۂ اعتماد الدولہ

انڈین پریس الہ آباد

انکی سلطنت برار سے لیکر دریاے کرشنا تک پھیلی ہوئی تھی۔ یا موجودہ جغرافیہ کے لحاظ سے بمبئی پریزیڈنسی کے جنوبی علاقہ اور ممالک محروسہ نظام کے بہت سے حصون پر مشتمل تھی ۔ راجگان بیجانگر شاہان بہمنیہ سے بارہا لڑائیان ہوتی رہی ہین۔ ان لڑائیون مین بہمنیون کو بھی بعض اوقات شکستین اُٹھانی پڑی ہین مگر عموماً یہ ہی لوگ فتحیاب رہے ہین اور اہل بیجانگر کو مجبور ہو کر خراج ادا کرنا پڑا ہے۔

حکیم سید شمس اللہ قادری

جیسی نیت ویسا پھل

(۱)

صبح کا سُہانا سمان تھا اور شہر لاہور مین رومن کیتھولک گرجا کے قریب ایک چھوٹی سی کوٹھی کے دروازہ کے آگے ایک نوجوان لڑکی جسکی عمر اسوقت ۱۸ سال کے قریب تھی کھڑی ہوئی جرنیلی سڑک کیطرف دیکھ رہی تھی۔ اسکا نام سبزہ بیگم تھا اور مسٹر نظام مسیح دیسی عیسائی کی اکلوتی بیٹی تھی۔ نظام مسیح ابتدا مین مسلمان تھے۔ مگر اس لڑکی کی پیدایش سے کئی سال پہلے عیسائی ہو گئے۔ ایک معزز عیسائی کی دُختر سے شادی کی اور اس شادی کا پھل صرف یہ لڑکی تھی۔ نظام مسیح پولیس مین انسپکٹر تھے لیکن انتہا کے دیانت دار اور خدا ترس، اسلئے دولت جمع نہ کر سکے۔ پنشن کے وقت مسکونہ کوٹھی کے علاوہ انکے صرف پانچ ہزار روپے جمع تھے۔ اسکے سود اور پنشن سے جسکی تعداد ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار تھی اپنا اور اپنی بیٹی کا گذارہ کرتے تھے۔ سبزہ بیگم کی عمر ۱۰ سال کی تھی کہ بیوی کا انتقال ہو گیا اور جب یہ لڑکی ۱۴ سال کی ہوئی تو دفعتاً اِن کو بھی پیغام اجل آگیا۔

رومن کیتھولک گرجا کے قریب ایک عالیشان کوٹھی ہے جسمین مشن کی وہ پارسا اور تارک الدنیا لیڈیان رہتی ہین جو تمام عمر کنواری رہتی ہین اور اپنی عمر یسوع اور اُسکے گلّے کی خدمت کے لئے وقف کر دیتی ہین اور جنکو انگریزی زبان مین خواہران خیرات کہتے ہین۔ ان لیڈیون کی افسر اور اس جگہ کی ناظمہ ایک امریکن لیڈی مس شارپ تھی جو اخلاق مجسم اور ہمدردی کا اوتار تھی اور سبزہ بیگم کے والد کی وفات کے بعد اُسکی ولیّہ اور رہنما مقرر ہوئی۔ مس شارپ کے سایۂ عاطفت مین سبزہ نے تربیت پائی اور ۱۸ سال کی عمر مین پنجاب یونیورسٹی کا امتحان فرسٹ آرٹس پاس کر لیا۔ گو یہ دیسی عیسائن تھی مگر حسن و جمال مین لعبتان فرنگ پر سبقت لے گئی تھی۔ اسکا درمیانہ قد۔ بڑی بڑی سیاہ آنکھین۔ پیوستہ ابرو۔ شفاف اور سڈول دانت۔ پیازی ہونٹ۔ سُرخ و سپید رنگ۔ لمبے لمبے سُنہرے بال جو کمر سے نیچے لٹکے رہتے تھے، دیکھ کر قدرت خدا یاد آتی تھی۔ یہ مذہب عیسوی کی پیرو تھی مگر لباس پارسیون کا زیب بدن کیا کرتی تھی۔ اسوقت دھانی ساری پہنے کوٹھی کے دروازہ پر کھڑی تھی کہ مغرب کیطرف سے ایک نوجوان یوسف جمال سمند سیاہ پر سوار نمودار ہوا

اور سبزہ کے پاس آکر ٹھہر گیا۔ سبزہ بھی اُسے دیکھ کر مسکرائی۔
سبزہ "خیر ہے۔ اسوقت کدھر کا ارادہ ہے؟"
جوان "ریل کے اسٹیشن پر جاتا ہون ایک مہمان کو لے آنا ہے"
سبزہ "مہمان؟ کہان سے؟ کدھر سے؟"
جوان "میرے چچا جان کے ایک ماموں ہوتے تھے اُنکا انتقال ہوگیا ہے۔ اُنکی صرف ایک لڑکی مس صافی ہے جب تک اُسکے رہنے سہنے کا کہین انتظام ہو وہ ہمارے گھر مین رہیگی۔ اسلئے ڈاک سے آتی ہے۔ اُسکے استقبال کے لئے اسٹیشن تک جاتا ہون"
سبزہ "تعجب ہے تم استقبال کے لئے جاتے ہو۔ کامران اور فرمان کہان ہین؟"
جوان "تعجب کی کون سی بات ہے۔ چچا نے مجھی سے فرمایا ہے۔ کامران اور فرمان بھی یہین ہین"
سبزہ "کیا مس صافی تمہارے پیچھے گھوڑے پر سوار ہو کر آئینگی"
جوان (ہنسکر) نہین فٹن کوچوان لیکر اسٹیشن پر گیا ہے۔ مین اور مس صافی فٹن مین واپس آئینگے سائیس اسٹیشن پر پہلے سے موجود ہے۔ گھوڑا اُسکو دیدونگا"
سبزہ (مسکراکر) بہتر ہے تشریف لیجایئے آپ کو دیر ہوتی ہے"

یہ سُنکر جوان نے اپنے صبا رفتار گھوڑے کو ایڑ لگائی اور ہوا ہوگیا۔ سبزہ دیر تک گرد و غبار کیطرف جو گھوڑے کے ٹاپون سے اُٹھا تھا دیکھتی رہی اور اُسکی بانکی چتون پر کئی بل پڑ گئے۔ مگر یہ حالت صرف چند سکنڈ کے لئے طاری ہوئی۔

(۳)

یہ نوجوان کون تھا؟ یہ پشاور کے ایک رئیس اعظم کی اولاد سے تھا اسکے جد امجد نے پادری جیوک کی تلقین سے مذہب عیسائی اختیار کیا تھا اور پشاور سے ہجرت کرکے لاہور کو جاسے سکونت مقرر کیا تھا۔ اسکے دادا جان مسٹر ملایم دین عجیب قسم کے یکرخے انسان تھے۔ ان کے دو بیٹے تھے ایک عماد الدین اور دوسرا فہیم الدین۔ عماد الدین ہمارے ہیرو نسیم الدین کا والد تھا۔ نسیم کے والد سے مسٹر ملایم الدین ایسے ناراض ہوے کہ اُسے گھر سے نکالدیا اور فرزندی سے عاق کردیا۔ عماد الدین اپنے والد کی زندگی ہی مین وفات پاگیا۔ اُسکے مرنے کے بعد فہیم الدین کے کہنے سُننے سے نسیم کو اُنھون نے اپنے گھر مین بُلالیا۔ مگر جب اُسکو دیکھتے تھے کبیدہ خاطر ہو جاتے تھے۔ کبھی نسیم سے محبت پیار یا اخلاص سے پیش نہ آتے تھے۔ فہیم الدین نے جو اس نوجوان کا چچا تھا عہد کرلیا تھا کہ شادی نہین کرونگا اُسکو مطالعہ اور تصنیف و تالیف کا شوق تھا۔ دن رات کتابون مین غرق رہتا تھا اور نسیم کو فرزند حقیقی کیطرح چاہتا تھا۔ مسٹر ملایم دین کی تمام جائداد خود اُنکی پیدا کردہ تھی۔ جب وہ مرگئے تو وصیت کر گئے تھے کہ میری تمام جائداد کا مالک بلاشرکت غیرے فہیم الدین ہوگا۔ اگر فہیم الدین شادی نکرے تو اُسکے بعد نسیم وارث نہو۔ فہیم الدین کو اختیار ہے کہ جس عمرو زید کو چاہے جائداد دیدے مگر نسیم کو نہ دے۔ فہیم نے جب اس عجیب وصیت کے مضمون سے آگہی حاصل کی تو اُسکو بہت صدمہ ہوا وہ نسیم کو اپنا متبنیٰ سمجھتا تھا اور آنکھ کا تارا جانتا تھا۔ اُسکے اسطرح محروم رہ جانے سے بہت ملال ہوا مشہور قانون دانون سے مشورہ کیا مگر کوئی بات قابل

اطمینان اُسکے یا اُسکے قانونی مشیرون کو نہ سوجھی۔ ناچار اُسنے اپنے ننہال کے رشتہ دارون کامران اور فرمان کو اپنے پاس بُلا لیا۔ اور اُسکا ارادہ تھا کہ تمام جائداد انہین سے ایک کو جو قابل ہو دیدے۔ نسیم الدین نے جسکی عمر اسوقت بیس سال کی تھی۔ بی۔ اے کا امتحان پاس کرلیا تھا اور قانونی کالج مین ایل۔ ایل۔ بی۔ کے امتحان کی تیاری کر رہا تھا۔ اسکو اپنی ناداری کا حال معلوم تھا۔ سبزہ سے اسکی مس شارپ کے ہان ملاقات ہوئی تھی۔ اگر اسکی مالی حالت اچھی ہوتی تو شاید سبزہ سے شادی کی درخواست کرتا۔ مگر اپنی ناداری کی وجہ سے خاموش تھا۔ سبزہ کا یہ عالم تھا کہ وہ نسیم کو جان سے بڑھکر چاہتی تھی اور اُسنے اپنے دلمین عہد کرلیا تھا کہ اگر شادی کرونگی تو نسیم سے ورنہ تارک الدنیا ہو جاؤنگی۔ اور مس شارپ کیطرح نقاب تجرید رُخ پر ڈال کر پرستارۂ خیرات خواص یسوع ہو جاونگی۔

مسٹر نسیم سرپٹ گھوڑا دوڑاتے ہوئے ریلوے اسٹیشن پر عین اسوقت پہنچے جسوقت ڈاک گاڑی گڑگڑاتی ہوئی اسٹیشن مین داخل ہوئی۔ گھوڑا سائیس کے حوالہ کرکے کھٹ پٹ کرتے پلیٹ فارم پر پہنچے اور اِدھر اُدھر نگاہین دوڑانے لگے۔

اِنکے دیکھتے دیکھتے سکنڈ کلاس کے ایک کمرہ سے ایک اکیس سالہ عورت اُتری جو سیاہ ماتمی گون پہنے ہوئی تھی۔ یہ مس صافی تھی۔ میانہ قد تھا۔ دُبلا پتلا جسم تھا گندمی رنگ تھا۔ آنکھین اخروٹ کے رنگ کی تھین دانت سفید اور براق تھے ہونٹ اس قسم کے تھے جیسے پان کھایا ہے۔ آنکھین جو اخروٹ کے رنگ کی تھین ان مین کچھ ایسی کہربائی طاقت موجود تھی کہ جو اُسکی طرف دیکھتا تھا اُسکے بدن مین سنسنی سی پیدا ہو جاتی تھی۔ نسیم نے آگے بڑھکر نام دریافت کیا اور صافی کو فٹن مین سوار کرکے اُسی کوٹھی کی طرف روانہ ہوا۔ یہ فٹن مس سبزہ کے مکان کے آگے سے گذری مس سبزہ وہین کھڑی تھی لیکن نسیم اس جادو بھری آنکھون والی مس صافی سے کچھ ایسا گفتگو مین مشغول اور محو تھا کہ اُسنے سبزہ کے مکان کیطرف نہ دیکھا اور بجلی کیطرح فٹن سبزہ کے مکان کے آگے سے گذر گئی

(۳)

مسٹر ملایم دین مرحوم بہت متمول آدمی تھے۔ ان کی عظیم الشان کوٹھی بجاے خود ایک قلعہ تھی از روے وصیت یہ کوٹھی آج کل نسیم الدین کے قبضہ مین تھی مگر چچا کو یہ اختیار نہ تھا کہ اپنے حقیقی بھتیجے نسیم کو اس بیشمار دولت سے ایک حصّہ بھی دیسکے۔ اس سپہر تو آمان کوٹھی مین فٹن نسیم اور مس صافی کو لے گئی۔ ڈرائنگ روم مین مسٹر فہیم الدین اور انکے قرابتی کامران اور فرمان اسوقت موجود تھے۔ قاعدہ ہے کہ جب کوئی نیا آدمی گھر مین آتا ہے تو ہر ایک نگاہ شوق سے اُسی طرف دیکھتا ہے۔ تینون نے مس صافی کیطرف دیکھا اور تینون پر وہی حالت طاری ہوئی جو نسیم پر ریلوے اسٹیشن پر ہوئی تھی اور تینون کو یہ مجال نہ ہوئی کہ دیر تک مس صافی کی آنکھون کی طرف دیکھ سکین۔ مسٹر فہیم الدین نے اُٹھکر مس صافی سے ہاتھ ملایا اور اسکو کامران اور فرمان سے انٹروڈیوس کیا پھر کہا کہ تمہارا کمرہ آراستہ ہے تم لکھنؤ سے آتی ہو تمکو سفر کا تکان ضرور ہوگا۔ مُنہ ہاتھ دھولو۔ کپڑے بدلو نصف گھنٹہ تک چاے تیار ہو جاوے گی۔ مس صافی نے بہ لب تبسم ریز شکریہ

ادا کیا اور خادمہ کے ساتھ اپنے کمرے مین چلی گئی۔ خدام باب نے مس صافی
کا ٹرنک پہلے ہی سے اُسکے کمرے مین پہونچا دیا تھا۔ مس صاحبہ
نے مُنہہ ہاتھ دھویا بال کھولے اور سُلجھائے اور اس اثنا
مین خادمہ سے جسکی زبان مقراض کیطرح چلتی تھی گھر بھر کا کچا
چٹھا معلوم کرلیا۔ خادمہ کی زبانی اسکو یہ بھی معلوم ہوگیا کہ نسیم
گو غزال رعنا ہے مگر تلاش ہے اور فہیم الدین کی وفات کے
بعد اس عالیشان کوٹھی سے اُسکا کچھ تعلق نہین رہیگا۔ اسوقت
صافی کے دلمین یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کوئی صورت مستقل
سکونت کی اس کوٹھی مین نکالنا چاہیئے۔ اور کوئی ایسی چال
چلنا چاہیئے کہ یہ کوٹھی اور کوٹھی والے کی تمام جائداد اور نقدی
میری ملکیت ہو جائے۔

نصف گھنٹے کے بعد چاے کی گھنٹی ہوئی اور صافی
اس کمرے مین گئی جہان تمام اہل خانہ اُسکے انتظار مین بیٹھے
تھے۔ صافی کی گفتگو نے جو نہایت پاکیزہ۔ دلچسپ اور دلاویز
تھی سبکو گرویدہ بنالیا مگر فہیم الدین کا پھر بھی یہی ارادہ رہا
کہ یہ عورت اس مکان مین نہ رہے چنانچہ اُسنے دوران گفتگو مین
اپنے ارادے کا اظہار کر دیا۔

فہیم الدین۔ مجھے آپ سے دلی ہمدردی ہے۔
مین نے آپکے متعلق مس شارپ سے گفتگو کی ہے وہ آپکے
لئے کوئی تجویز نکالینگی۔ وکٹوریہ زنانہ مدرسہ مین ایک معلمہ
کی جگہ خالی ہے۔

صافی۔ مین آپکا شکریہ ادا کرتی ہون۔

فہیم۔ جب تک کوئی سبیل نہ نکلے یہ تمہارا گھر ہے۔

صافی۔ یہی سمجھ کر مین یہان آئی ہون۔

فہیم۔ امید ہے مس شارپ بہت جلد انتظام کرینگی۔

صافی۔ (آنکھون مین آنسو بھرکر) مجھے اُمید ہے کہ
آپ لوگ مجھ سے ہرگز بیزار نہ ہونگے مین آپ لوگون کی
خدمت کرونگی۔ اسقدر جلدی مجھے یہان سے نہ نکالنے مین
کوشش کرونگی کہ آپ کے لئے بار خاطر نہ بنون۔

فہیم۔ نہین نہین میرا یہ مطلب نہین ہے جب تک
دل چاہے تم یہان رہو۔

(۴)

مس صافی نے دس ہی دن مین اپنا سکہ اس گھر
پر بٹھالیا۔ شیرین زبانی اور خدمتگزاری کی بدولت تمام گھر
اُسکو دل سے چاہنے لگا۔ مسٹر فہیم الدین کے کاغذات وہ مرتب
کرتی تھی۔ صفائی کا انتظام۔ کھانے کا اہتمام۔ خرید و فروخت
کا کام سب وہ خود کرتی تھی۔ ہر وقت ہر گھڑی مالک مکان کی
خدمت کے لئے کمربستہ رہتی تھی اور کوئی بات ایسی نہ کرتی تھی جس سے
خود پسندی یا خود مطلبی مترشح ہو۔

ایک دن مس شارپ وہان آئی اور کہنے لگی کہ لیڈی
سپرنٹنڈنٹ نے منظور کرلیا ہے سردست پچاس روپے کی اسامی
خالی ہے۔ صافی کو میرے ہمراہ کردیجئے۔ فہیم الدین نے کہا کہ
اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے اور صافی کو مس شارپ کے ہمراہ
جانے کے لئے بلایا۔ صافی یہ تجویز سنکر سُن ہوگئی۔ اُسکا یہ عالم
ہوا کہ جیسے کاٹو تو لہو نہین بدن مین۔ ناچار بادل ناخواستہ
مس شارپ کے ہمراہ لیڈی سپرنٹنڈنٹ کے ہان گئی راہ مین
مس شارپ سے جو گفتگو روکھی پھیکی اُسنے کی اُس سے مس شارپ
نے جو بڑی زیرک اور جہان دیدہ عورت تھی بھانپ لیا کہ صافی
زمانہ ساز۔ حیلہ جو اور خود مطلب عورت ہے لیڈی سپرنٹنڈنٹ
نے صافی کو پسند کیا اور کہا کہ یکم مارچ سے جسمین چھ دن باقی

ہین تم مدرسہ مین شامل ہو جاؤ۔ بورڈنگ ہوس مین تم کو رہنا ہوگا۔ صافی نے بے اعتنائی سے روکھے پھیکے جواب دئے۔ لیڈی سپرنٹنڈنٹ نے علیحدگی مین مس شارپ سے پوچھا کہ یہ عورت بیدل ہے کیا تم سفارش کرتی ہو کہ اسکو یہ جگہہ دی جاوے۔ مس شارپ نے کہا کہ مین اپنے تجربے کے زور سے کہتی ہون کہ یہ عورت ریاکار معلوم ہوتی ہے اور میرا دل گواہی نہین دیتا کہ اسکی سفارش کرون۔ تم خود دیکھ لو۔ لیڈی سپرنٹنڈنٹ نے کہا آج کل اُستانیون کا کال ہے سردست غنیمت سمجھنا چاہئے۔ آخر کار یہ ہی طے پایا کہ صافی یکم مارچ سے بورڈنگ ہوس مین آجائے۔

سہ پہر کو جب صافی واپس کوٹھی مین آئی تو اُسکی آنکھون مین آنسو بھرے ہوئے تھے اور وہ اپنے کمرے مین جاکر خوب روئی۔ تھوڑی دیر کے بعد فہیم الدین باہر سے واپس آئے اور صافی کو بلایا۔ جب صافی آئی تو اُسکی آنکھین شدت گریہ سے سوجی ہوئی تھین فہیم الدین حیران ہوئے اور رونے کا باعث پوچھا۔ اس موقع کو صافی نے غنیمت سمجھا۔ دونون باہین فہیم الدین کے گلے مین ڈالدین اور کہا کہ آپ میرے مربی ہین۔ میرے محسن ہین۔ میرے خداوند نعمت ہین۔ آپکے سوا اب میرا کوئی رشتہ دار زندہ نہین ہے۔ اس قلیل عرصہ مین جو مین آپکے یہان رہی ہون مجھے آپ سے اسقدر محبت ہوگئی ہے کہ بیان نہین کرسکتی۔ میرا دل نہین چاہتا کہ جب تک زندگی ہے آپکے قدمون سے جدا ہون۔ آپکی مہربانیون نے آپکے احسانات نے مجھے کنیز بنالیا ہے۔ مین آپکی لونڈی ہون۔ مجھے اس گھر سے نکالئے اور اس لیڈی سپرنٹنڈنٹ کے پاس مجھے نہ بھیجے۔ مجھے اس عورت کی صورت سے ڈر لگتا ہے۔ وہ مجھے بیرحم اور ظالم معلوم ہوتی ہے۔

یہ کہکر صافی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

فہیم الدین یہ حالت دیکھ کر گھبرا گئے۔ آخر انسان تھے اور انسان بھی رقیق القلب۔ صافی کو اس حالت مین دیکھ کر انکو گوارا نہوا کہ اُسکو جواب دین یا اُسکی دل شکنی کرین۔ گو اُنکا دل تو یہی چاہتا تھا کہ یہ اس گھر مین نہ رہے مگر اسوقت اُنسے انکار بھی نہ ہوسکا۔ اُنھون نے گرم جوشی سے صافی کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ دیکھو صافی تم رو رو کر سر نہ کھپاؤ۔ اتنا رونا اچھا نہین ہے۔ ناحق بیمار ہو جاؤ گی۔ اگر تم یہان سے جانا نہین چاہتی ہو تو مین بھی اصرار نہین کرتا۔ تم بیٹھک رہو اور مدرسہ کی نوکری نہ کرو۔

یہ کہکر فہیم الدین اپنے کتب خانہ مین چلا گیا۔

نسیم۔ فرمان اور کامران کو جب معلوم ہوا کہ اب صافی نہین جائیگی تو تینون کی ذوق انبساط سے باچھین کھل گئین تینون پر اُس عورت کی جادو بھری آنکھون نے مسمریزم کا اثر کیا تھا اور تینون مین سے ہر ایک اُس سے نکاح کرنا چاہتا تھا۔ اس واقعہ سے تین چار دن بعد جب فہیم الدین۔ نسیم اور فرمان باہر گئے ہوئے تھے اور صافی ڈرائنگ روم مین بیٹھی ہوئی فہیم الدین کے لئے نکٹائی بُن رہی تھی کامران صافی کے روبرو ایک کرسی پر آبیٹھا۔

صافی (ہنسکر) آپ باہر نہین گئے؟

کامران۔ نہین صافی! مین تمہاری خدمت مین ایک التجا لیکر آیا ہون۔

صافی (تجاہل عارفانہ کرکے) خیریت تو ہے۔

کامران۔ صافی میری زندگی تجھ سے ہے۔ تو شمع ہے تو مین پروانہ ہون۔ یہ تمکو معلوم ہے کہ مین فہیم الدین کا وارث

ہون۔مجھے اسی مطلب کے لئے اُنھون نے بُلایا ہے اور پاس
رکھا ہے اگر تو نے مجھ سے شادی نہ کی تو مین سنکھیا
کھا لونگا۔

صافی۔تم مجھ سے مذاق کرتے ہو۔مین ایک یتیم ہون
بیکس ہون مین تمھارے لائق نہین ہون۔

کامران۔مین اسوقت از روے ایمان اظہار مطلب
کر رہا ہون۔

صافی۔اگر یہ بات ہے تو مین بھی تمھاری کنیز ہون
اور تم سے ضرور شادی کرونگی لیکن فی الحال مصلحت یہ ہے کہ
تم یہ راز کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ایسا نہ ہو کہ نسیم اور فرمان تم سے دشمنی
کرین۔

کامران۔یہ مجھے منظور ہے۔

صافی۔تو وعدہ ہوا؟ قول مردان جان دارد۔

کامران۔ہان وعدہ ہوا۔

اس قول و قرار کے بعد کامران وہان سے رخصت
ہوا مگر اسقدر خوش تھا کہ جیسے دولت ہفت اقلیم ملگئی۔

اب لطف دیکھئے اس اقرار کے دو دن بعد فرمان
نے تخلیہ دیکھکر صافی سے اظہار محبت اور درخواست نکاح کی اور
اس سے بھی صافی نے اقرار کرکے اس سے بھی وعدہ لے لیا
کہ اُسکی منظوری کسی پر آشکارا نہ ہو اور یہ اقرار فی الحال مخفی رہے۔

(۵)

شام کا وقت تھا آسمان پر تھوڑا تھوڑا ابر چھایا ہوا
تھا۔ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور سبزہ بیگم گول باغ
مین نسیم کے ساتھ ٹہل رہی تھی۔

سبزہ۔تم آج کل کچھ پریشان نظر آتے ہو۔

نسیم۔کیا عرض کرون حیرانی سی حیرانی ہے وحشت سی
وحشت ہے۔

سبزہ۔کچھ مین بھی سُنون۔

نسیم۔شرم دامنگیر ہے لیکن تم کو مین بہن کیطرح سمجھتا
ہون اسلئے عرض کرتا ہون کہ صافی نے مجھ پر عجیب قسم کا
جادو کیا ہے۔مین اُسکے بغیر زندہ نہین رہ سکتا۔اگر اُس سے
میری شادی نہ ہوئی تو میرا جینا دشوار ہے۔

سبزہ نے جب یہ کلمات نسیم کی زبان سے سُنے
تو اُسکا رنگ زرد ہو گیا مگر صاحب عصمت با استقلال نازنین تھی
کچھ دیر تک خاموش رہی پھر کہنے لگی کہ اگر یہ حالت ہے تو
تم کیون اُس سے درخواست نہین کرتے۔نسیم نے کہا کہ
مجھے اپنی کمزوریان معلوم ہین کس برتے پر تتا پانی۔مین مفلس
ہون قلاش ہون۔وہ مجھے کس طرح قبول کرے گی۔سبزہ نے
کہا مفلسی محبت کو روک نہین سکتی۔تمھاری مفلسی صافی کی محبت
کا امتحان کرے گی منعم اور امیر کو تو ہر ایک چاہتا ہے لیکن صافی کو
آپ سے کچھ بھی الفت ہوگی تو وہ آپ کو غریبی کی حالت مین منظور
اور قبول کرلے گی۔نسیم نے وعدہ کیا کہ موقع دیکھ کر ضرور تمھارے
مشورے پر کاربند ہونگا اور چلا گیا۔سبزہ اپنے گھر آئی اور
دم بخود چارپائی پر لیٹ کر کچھ سوچتی رہی۔اس رات اُسنے
کھانا بھی نہین کھایا اور آدھی رات تک اُسے نیند بھی نہ آئی۔

ہم ظاہر کر چکے ہین کہ سبزہ کو نسیم سے دلی محبت تھی۔
محبت اسدرجہ تھی کہ یہ چاہتی تھی کہ وہ خوش و خرم رہے
اور اُسکے شیشۂ دل کو کسی طرح غم کی ٹھیس نہ لگے۔آدھی رات
کے وقت سوچتے سوچتے اُسنے نسیم کی بہبودی کی ایک تجویز نکالی اور
علی الصباح فہیم الدین کے مکان پر پہونچی۔برامدے مین

صافی کھڑی تھی اُسکو سبزہ سے قدرتی نفرت تھی اور یہہ
نیک بخت نازنین اُسکو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی جسوقت سبزہ
نے اُس سے دریافت کیا کہ فہیم الدین کہاں ہین تو صافی
کا ماتھا ٹھنکا۔ سبزہ کو بتاکر کہ کتب خانہ مین ہین آپ وہان
سے رفوچکر ہوئی اور کتب خانہ مین سبزہ سے پہلے دوسرے
راستہ سے جاکر ایک الماری کے پیچھے چھپ گئی سبزہ سے
فہیم الدین کو بہت الفت تھی۔ وہ اُسے بیٹیون کیطرح سمجھتے
تھے۔ اُسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اپنے قریب ایک آرام کرسی
پر بٹھالیا۔ ادھر اُدھر کی گفتگو کے بعد سبزہ نے کہا کہ مین نسیم
کی بہتری کے متعلق آپ سے کچھ کہنے آئی ہون۔ وصیت اور قانون
آپ کو کچھ کرنے نہین دیتا اور آپ نسیم کی امداد کرنے سے مجبور ہین
مگر وصیت مین آپکو اختیار ہے کہ سوائے نسیم کے آپ جسکو چاہین
یہ تمام جایداد دیدین۔ کیون نہین صافی کے نام وصیت کردیتے
تاکہ نسیم صافی سے نکاح کرلے اور مالک جایداد ہوجائے فہیم الدین نے
جواب دیا کہ واقعی تجویز تو بہت ہی اچھی ہے مگر خدا جانے
صافی اور نسیم ایک دوسرے کو پسند بھی کرتے ہین یا نہین نسیم
کے لئے میرا کچھ منشا اور تھا اور میری دلی خواہش تھی کہ اُسکی
دُلہن صافی سے بدرجہا بہتر ہو۔ سبزہ نے شرماکر کہا کہ مین آپ کو
یقین دلاتی ہون کہ مسٹر نسیم صافی کو بہت چاہتا ہے اور یقین ہے
کہ صافی بھی ویساہی خیال رکھتی ہے۔ فہیم الدین نے وعدہ کیا کہ
صافی سے دریافت کرنے کے بعد ایساہی کرونگا۔ خدا کرے کہ
یہ راست آئے۔ فہیم الدین سے رخصت ہوکر سبزہ گھر آئی مگر
اسمین شک نہین کہ وہ بہت اُداس اور بیچین تھی رات کو جب
مس شارپ سے ملی اور اس سے گفتگو کی تو وہ سخت حیران
ہوئی اور کہنے لگی لڑکی تونے قہر کیا۔ تو دیوانی ہے۔ صافی
زمانہ ساز ریاکار عورت ہے۔ یہ تونے کیا مشورہ دیا۔ تونے
نسیم کے حق مین کانٹے بودئے تو ناتجربہ کار ہے۔ زمانے کی
چال بازیان تجھے معلوم نہین۔ خدا ہم سب کو صافی کے شر
سے محفوظ رکھے۔

(۶)

اس واقعہ کو دو ماہ گذر گئے۔ ہم یہ کہنا بھول گئے کہ
جس دن گول باغ مین سبزہ اور نسیم سے ملاقات ہوئی تھی اُس
روز رات کو نسیم کو موقع مل گیا اور اسنے صافی سے حال دل
بیان کیا۔ صافی نے کہا کہ دیکھو صاحب تم امیر کبیر فہیم الدین کے
متبنی۔ لاکھون کے مالک تم ایک بیکس نادار عورت سے کیون
شادی کی خواہش رکھتے ہو۔ نسیم نے جب اُس سے کہا کہ مین بھی
تمہاری طرح نادار ہون تو وہ بظاہر بہت خوش ہوئی اور کہنے لگی
کہ مجھے تم سے عشق ہے مین اس گھڑی تمہارے ہی لئے آئی ہون
مگر مصلحت یہ ہے کہ سردست اس معاملہ کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دو
یہ میرا اور تمہارا راز ہے مین ایمان سے وعدہ کرتی ہون کہ
تمھین سے شادی کرونگی ہم کہہ چکے ہین کہ اس واقعہ کو دو ماہ
گذر گئے۔ ایک دن علی الصباح فہیم الدین حسب معمول ہوا
خوری کرکے گھوڑے پر سوار گھر کو واپس آرہے تھے کہ یکایک
گھوڑے نے سکندری کھائی اور فہیم الدین گھوڑے سے
گردن کے بل گرے اور گرتے ہی بیہوش ہوگئے۔ خدام
انھین اُٹھاکر کوٹھی مین لے گئے۔ ڈاکٹر صاحب بلوائے گئے
لاکھ کوشش ہوئی مگر اُنکو ہوش نہ آیا۔ خدا جانے دماغ پر کیا صدمہ
پہونچا کہ صبح بیہوش ہوئے اور شام کو جان بحق تسلیم ہوگئے۔ تیسرے
دن آپ کے مشیر قانونی وصیت لے کر آئے اور مجمع عام مین
وصیت پڑھی گئی۔ نسیم کو پہلے ہی معلوم تھا کہ کیا وصیت ہے۔

کامران کو خیال تھا کہ وہ وارث ہوگا فرمان کو حوصلہ تھا کہ وہ جانشین ہوگا مگر جب وصیت پڑھی گئی تو سب غرق حیرت ہو گئے۔اس وصیت کی رو سے صرف پانچ پانچ ہزار روپے کامران اور فرمان کو ملے۔اور باقی تمام جائداد منقولہ اور غیر منقولہ صافی کو دی گئی۔وصیت سنکر کامران اور فرمان حیران ضرور ہوئے مگر ان دونون کو فرداً فرداً یقین تھا کہ صافی انھین کی بیوی ہوگی اور جایداد کا مالک بھی اُسکا شوہر ہوگا اسلئے دونون بیساختہ پکار اُٹھے کہ عین انصاف ہوا ہے۔نسیم بھی دل مین خوش تھا کہ اُسکی خاطر صافی نے یہ ورثہ پایا ہے۔اسلئے اُسکی بھی باچھین کھلی جاتی تھین۔جونہی وصیت سُنائی گئی دروازہ پر ایک گاڑی ٹھہری اور اُسمین سے مس شارپ اور سیزہ برآمد ہوئین۔

مس شارپ۔پیاری صافی مین تمکو لینے آئی ہون۔

صافی۔کیون کس لئے۔

مس شارپ۔تم کنواری ہو اس مکان مین تین جوان رہتے ہین تمھارا یہان رہنا مناسب نہین ہے۔

صافی۔معقول مین اس مکان کی مالک ہون یہہ میری جایداد ہے مین یہین رہونگی۔یہ جوان اب یہان سے چلے جائینگے۔

یہ سُنکر تینون جوان اُٹھ کھڑے ہوئے مگر ہر ایک ان مین سے اپنے دل مین خوش تھا کہ ضرور چند دن کے بعد صافی اُسے بلائیگی۔مس شارپ بھی اپنا سا مُنہہ لیکر چلی آئی۔

ان جوانون کے چلے جانے کے بعد صافی نے تمام گھر پر تسلط جمالیا اور نوکرون کو معلوم ہوگیا کہ وہی صافی جو نہایت سلیم الطبع اور حلیم عورت تھی اب بھیڑیئے کیطرح خونخوار اور سخت گیر ہے۔چالیس دن گذر گئے اور جب تینون جوانون کو صافی نے یاد تک نہ کیا تو ایکدن کامران اُسکے پاس گیا اور شکوے کرنے لگا۔صافی نے حکمت عملی سے اُسکو سمجھایا کہ نادان نہ بن اگر تجھہ سے شادی ابھی کرونگی تو نسیم اور فرمان شور و غوغا کرینگے جو بات کرنا چاہئے حکمت سے کرنا چاہئے۔اسی طرح فرمان اور نسیم کو الو بنایا اور اُنکو چھہ چھہ ماہ کے لئے لاہور سے باہر بھیجدیا۔

چھہ ماہ گذر گئے اور مشہور ہو گیا کہ صافی کی شادی کسی نواب سے جو لکھنؤ سے آیا ہے دھوم دھام سے ہونیوالی ہے گو نواب ضعیف العمر ہے مگر بڑا آدمی ہے اور واقعی ایک نواب صاحب جو صافی کے والد کے دوست تھے اور بڑے تعلقہ دار تھے لاہور مین وارد ہوئے۔ایک دن جبکہ کوٹھی کے پاس باغ مین نواب صاحب اور صافی بیٹھے ہوئے باتین کر رہے تھے کامران بیدھڑک اندر آگیا۔

کامران۔صافی پیاری صافی یہ کیا؟

صافی۔کوئی ہے اس دیوانے کو یہان سے نکال دو۔

خدام دوڑے کہ اُسے باہر نکالین کہ فرمان بھی آموجود ہوا

فرمان۔صافی تمنے اچھا کیا کہ اس بے ادب کو گردنی دلوانے لگی ہو تمھارا شوہر مین ہون۔

صافی۔یہ مُنہہ اور مسور کی دال اِس وحشی کو بھی بدر کرو۔

اتفاق سے نسیم بھی عین اسوقت وہان آپہنچا اور نواب کو کرسی نشین اور فرمان اور کامران کو ذلیل ہوتے ہوئے دیکھ کر حیران ہوا۔

نسیم۔پیاری صافی یہ کیا معاملہ ہے۔

صافی۔انکو انکی حماقت کی سزا مل رہی ہے۔

نسیم۔یہ کون بزرگ ہین۔

صافی۔ یہ میرے خاوند ہونے والے ہین۔ اختلاف مذہب سے نکاح مین فرق نہین آتا۔

نسیم۔ صافی کیا کہہ رہی ہو۔ تمکو یہ تمام جائداد بچا جان نے محض میرے لیئے دی ہے اور تم اُس مرنے والے کے سامنے انجیل مقدس اُٹھاکر وعدہ کرچکی ہو کہ تم مجھ سے شادی کروگی۔

صافی۔ تم غلط کہتے ہو مین نے کوئی وعدہ نہین کیا۔

نسیم۔ خدا کا خوف کرو۔ خدا سے ڈرو۔

صافی۔ بہتر ہے کہ یہان سے نکل جاؤ ورنہ تم بھی ان دونون کی طرح ذلیل ہوگے۔

نسیم ایک چبوترے پر کھڑا تھا۔ چبوترہ زمین سے بہت بلند تھا اور سیڑھیون سے چڑھکر اس پر آتے تھے۔ اس چبوترے پر کرسیان بچھی تھین جن پر نواب صاحب اور صافی جلوہ افروز تھے اور ایک طرف بھیگی بلی کی طرح کامران اور فرمان کھڑے تھے اور ملازمین لٹھ لیئے اُن کے سر پر سوار تھے۔ نسیم نے جب دیکھا کہ اُسکی تمام اُمیدون پر پانی پھر گیا تو اُسکی آنکھون کے آگے اندھیرا آگیا۔ وہ اُٹھکر چبوترے سے نیچے اُترنے لگا مگر پاؤن پھسلا اور آخری سیڑھی سے سر مین ضرب لگی سر بیطرح پھٹ گیا۔ خون جاری ہوگیا اور وہ بالکل بیہوش ہوگیا۔

عین اُسوقت جبکہ یہ ناٹک یہان ہو رہا تھا مس شارپ اور سبزہ وہان پہونچین۔ سبزہ نے نسیم کا یہ حال دیکھ کر دیوانہ وار صافی سے کہا کہ خدا کے واسطے نسیم کے لئے کوئی ڈاکٹر بلاؤ۔ اور اسکو کوٹھی مین پہونچاؤ۔ صافی نے کنک کر جواب دیا کہ میرا مکان ہسپتال نہین ہے۔ یہان سے اس مردے کو اُٹھاؤ۔ اگر مرتا ہے تو بلا سے۔ یہ سنکر مس شارپ نے جیب سے ایک کاغذ نکالا اور کہا کہ بی صافی ذرا آنکھین کھولو یہ نئی وصیت اور آخری وصیت فہیم الدین کی ہے پہلی وصیت کو جسکے رو سے تم وارث ہوئی ہو یہ منسوخ کرتی ہے میرے سمجھانے پر فہیم الدین نے یہ انتظام کیا تھا کہ وصیت لکھکر میرے حوالہ کی تھی اور مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ اگر صافی نسیم سے شادی کرلے تو پہلی وصیت قائم رہے اور شادی کے دن مین اس وصیت کو آگ مین ڈالدون ورنہ اس وصیت کو پیش کردون۔ چونکہ تم نے نسیم سے یہ سلوک کیا ہے اسلئے مین آخری وصیت پیش کرتی ہون۔ دیکھ لو باضابطہ ہے اس آخری وصیت کی رو سے سبزہ وارث جائداد ہے اور جب تک وہ اکیس سال کی نہو جاے مین اسکی سرپرست ہون۔ یہ حال معلوم کرکے صافی کے اوسان خطا ہوگئے۔ نواب صاحب جنکو اس سن و سال مین شادی کا شوق چرایا تھا لاحول پڑھتے ہوئے وہان سے روانہ ہوئے اور صافی بھی بیک بینی و دوگوش جسطرح اس کوٹھی مین آئی تھی اُسی طرح بدر کی گئی۔

× × × × × × ×

× × × × × × ×

پانچ سال اور گذر گئے۔ فہیم الدین کی کوٹھی کے باہر ایک بورڈ لگا ہے جسپر یہ الفاظ درج ہین۔

مسٹر نسیم الدین۔ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی

بیرسٹرایٹ لا

وہ دیکھو ایک فٹن آئی اسپر نسیم الدین اور اُنکی حور لقا بیوی سوار ہین اور سامنے ایک آیا ایک بچہ گود مین لئے بیٹھی ہے۔ اہا ہا کیا خوبصورت بچہ ہے نسیم الدین سے بالکل صورت ملتی ہے۔ ذرا غور سے دیکھئے نسیم الدین کی بیوی کون ہے۔ وہی سبزہ بیگم ذرا متوجہ ہوکر سنئے میان بیوی مین کیا باتین ہو رہی ہین۔

"پیارے شوہر تم نے کچھ سُنا۔

"نہین خیریت تو ہے"۔

"خدا خیریت رکھے۔ مس صافی نے آج گرجا مین داخل ہو کر نقاب پوشی کی رسم ادا کی ہے اور وہ مس شارپ کی طرح حضرت مسیح کی خواصون مین داخل ہو کر خواہر خیرات بن گئی ہے اور تارک الدنیا ہو گئی ہے۔

احمد حسین خان

مولانا سید علی حیدر صاحب طباطبائی

مین ایسے علامۂ وحید العصر کے حالات قلمبند کرنے کی جرأت کر رہا ہون جس کے فضائل کی شان کے موافق الفاظ صرف کرنے کی لیاقت مجھ مین نہین ہے۔ لیکن بمجواے المامور معذور اپنے معلومات کو اختصاراً حوالۂ قرطاس کرتا ہون:۔

عالی جناب مولانا نظم طباطبائی لکھنوی مدظلہ ہم نہین کہ زبان اردو کے مستند شاعر ہین بلکہ مختلف علوم و فنون کے عالم و فاضل ہین شعرا آپ کی قادر کلامی کے معترف، اور علما آپکے فضائل علمیہ کے قائل ہین آپ خاندان سادات طباطبائی مین سے ہین۔ حضرت ابراہیم نام حضرت امام حسن کے پوتے پر پوتے تھے جنکی اولاد ابن طباطبائی کہلاتی ہے (قاموس مین اسکی تصریح موجود ہے) لکھنؤ مین نواب یوسف حسین خان یوسف طباطبائی مرحوم اور محمد نواب صاحب طباطبائی۔ مولانا نظم مدظلہم کے عزیز قریب ہین۔

کلکتہ مین پہلے آپ بسلسلہ ملازمت واجد علی شاہ کی سرکار مین شاہزادون کی عربی تعلیم کے لئے مقرر ہوئے۔ بادشاہ کے انتقال کے بعد کلکتہ سے حیدرآباد تشریف لائے۔ جہان آپ کو نظام کالج کی اعلی پروفیسری کی جگہ عطا کی گئی۔ اس کے تھوڑے دنون بعد کتب خانۂ آصفیہ قائم ہوا تو مہتمی کی خدمت جلیلہ پر آپ منتخب و مامور ہوئے۔ لیکن کچھ مدت کے بعد بوجہ ضرورت پھر آپ کو نظام کالج مین خدمت مذکورہ پر واپس طلب کر لیا گیا جس پر ابتک آپ مقرر ہین۔ گو آپ کی طبیعت شعر و سخن اور تصنیف و تالیف کی طرف بہت کم راغب ہے (جس کا اظہار بذریعہ تحریر رسالون مین آپ نے کئی بار فرمایا ہے) پھر بھی آپکے چند تصانیف ہین جن مین بعض مطبوعہ ہین جو مفید و مطبوع خاص و عام ہین۔

جب آپ کا ایک مشہور انگریزی نظم کا ترجمہ "گور غریبان" کے نام سے دلگداز مین چھپا تو اُسکی عالمگیر شہرت ہو گئی اور ہر ایک ناظر نے عموماً اور خصوصاً انگریزی دان اصحاب نے آپ کی سخن فہمی اور سخن گوئی کی بے حد داد دی اور ترجمہ کرنے کے اصول اُس سے استنباط کئے۔ اس نظم مین قابل تعریف یہ امر ہے کہ اصل کا لطف ترجمہ مین بھی باقی ہے۔

"ساقی نامۂ شفقتیہ" (شراب کی مذمت مین) آپ کی مثنوی مشہور ہے۔ ہندوستان بھر کے اخبارون اور رسالون نے اس کے عمدہ ریویو لکھے اور کالم کے کالم اس کی تعریف مین سیاہ کئے۔ اور ہر ایک نے آپ کی جرأت کی تحسین کی کہ حیدرآباد سے شہر مین ایسی مثنوی شائع کی۔

مولانا سید علي حیدر صاحب طبا طبائی

انڈین پریس الہ آباد

نواب عماد الملک بہادر مولوی سید حسین صاحب بلگرامی کی فرمایش سے "دیوان اُردوے غالب" کی آپ نے شرح لکھی ہے ۔ شرح کیا لکھی ہے اُردو مین جدید و مفید بہترین معلومات کا اضافہ فرمایا ہے ۔ فن سخن کے رموز و نکات بیان فرمائے ہین اور بتایا ہے کہ شاعری کس طرح کرنا چاہئے ۔ شعر مین کیا کیا باتین ہونا چاہئین ۔ جنکو کوئی سمجھ کر پڑھے تو شاعر بن جائے اور فن شاعری سے واقف و ماہر ۔

ایک مضمون بعنوان "حقیقت شعر" دکن ریویو مین چھپا ہے اور ایک اور مضمون "ادب الکاتب والشاعر" "غنچۂ جاوید" (بمبئی) کے تین نمبرون مین ۔

یہ مضامین بھی جدت وندرت کے سانچے مین ڈھالے گئے ہین دقایق و حقایق ادب اُردو کے معلوم کرنے کے لئے ان مضامین سے بڑھکر مفید کوئی مضمون نہ ہوگا ۔

کلمبس کا تاریخی مضمون جو حال مین بتدریج "مخزن" کے کئی نمبرون مین نکلا ہے داد تحسین طلب کرتا ہے جس قدر اُس مین تعجب خیز باتین بیان ہوئی ہین سب بالکل سچی اور لطف یہ کہ نہایت دلچسپ و دلاویز بھی ہین ۔

"تعریب الاطفال" لکھ کر تعلیم صرف و نحو بطرز جدید کی ایسی راہ نکال دی کہ جب سے سیکڑون اہل علم اُسی روش پر چل نکلے ۔ برسون مین چلکر جو باتین معلوم ہوتی ہین وہ اس کے پڑھنے سے مہینون مین بلکہ دنون مین آجاتی ہین بچے اسکے ذریعہ سے بہت جلد عربی صرف و نحو جاننے اور عربی جملے بنانے لگتے ہین ۔ اسکے علاوہ اور دو رسالے پڑھانے کے قابل ہین ۔ بنیات ۔ معربات ۔

"شرح مسائل غریبہ" عربی عبارت مین تیس برس پہلے کی تصنیف ہے اور فی الواقع نادر معلومات کا گنجینہ ہے ۔

آپ کے کئی مضامین اعلے' قصائد غرا' چوٹی کی غزلین' اخلاق نظمین' دبدبۂ آصفی محبوب الکلام غنچہ جاوید تنویر الشرق مخزن دکن ریویو وغیرہ مین چھپی ہین جن مین فصاحت وبلاغت کی داد دی گئی ہے ۔

اب زمانہ پیرانہ سری کا ہے مگر خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ابھی تک ہمارے زمانہ مین ایک ایسا علامہ موجود ہے جس پر قوم کو فخر و ناز کرنا چاہئے ۔

ذہین

سرسوتی بھنڈار ۔ اس نام کا ایک ماہوار رسالہ زیر ایڈیٹری بابو شیوبرت لال صاحب ورمن ایم اے لاہور سے شائع ہونا شروع ہوا ہے جس کا مقصد ہندو فلسفہ کی اشاعت اور علوم سنسکرت کا احیا ہے' جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے ۔ اس رسالہ کے ہر نمبر مین کسی خاص سبجکٹ پر ایک مکمل کتاب پیش کی جاتی ہے چنانچہ جون کے پرچے مین "وچار کلپ درم" کے نام سے ایک مکمل کتاب پیش کی گئی ہے جو ویدانت کے اہم اصول پر مبنی ہے ۔ بابو شیوبرت لال صاحب ورمن ملک کے اُن نامور اہل قلم مین ہین ۔ جن کی ایڈیٹری مین اردو اور ہندی کے پانچ چھ رسالے شائع ہوتے ہین ۔ سرسوتی بھنڈار اُنکے زور قلم کا تازہ نمونہ ہے اور نہایت اہم مقصد پر مبنی ہے ۔ خریداری کے لئے دفتر مارتنڈ لاہور سے خط و کتابت کی جائے ۔

بیربہوٹی

آہ! او ننھے سے کیڑے! نازشِ صحرا ہے تو — دشت مین اک سُرخ چھوٹا سا گلِ رعنا ہے تو
صفحۂ ہستی پہ اک نقشِ تحیر زا ہے تو — شعلۂ زارِ حُسن کی چھوٹی سی اک دنیا ہے تو

برقِ عالم سوز کی ننھی سی ہیکل ہے کوئی
آتشِ یاقوت کی چھوٹی سی منقل ہے کوئی

کچھ عجب عالم ہے تیرے حُسن کے انداز کا — سُرخ ڈورا ہے کسی چشمِ فسون پرداز کا
قطرۂ مضطر ہے خونِ کشتگانِ ناز کا — قلبِ خون گشتہ ہے مژگان پر کسی جانباز کا

یا شفق کا کوئی ٹکڑا ہے زمین پر جلوہ گر
جامِ زرین مین ہے یا صہبائے احمر جلوہ گر

گُل بداماں ہے شفق مین شعلۂ تنویرِ حُسن — خونِ عاشق یا زمین پر ہے گریبانگیرِ حُسن
یا عقیقِ سُرخ کی چھوٹی سی ہے تعمیرِ حُسن — نقشِ نیرنگِ فسون ہے یا کوئی تصویرِ حُسن

جلوۂ گل ہے فضائے وادیِ پُرخار مین
سُرخ تکمہ ہے قبائے سبزۂ کہسار مین

محضرِ خونِ شہیدان ہے ترا دامان سُرخ — یا ہے خونِ کشتگانِ عشق کا عنوان سُرخ
یا کسی کے ناوکِ پُرخون کا ہے پیکان سُرخ — اشکِ گلگون یا ہے زیبِ پنجۂ مژگان سُرخ

رنگ آمیزی ہے قدرت کی تری تصویر مین
اک دل آویزی ہے قدرت کی تری تصویر مین

حُسن مین تیرے ہے اے ناظورۂ نازآفرین — فندقِ پائے حسینان کی ادائے دلنشین
جلوۂ رُخ سے تیرے گلگون ہے دامانِ زمین — بزمِ صحرا مین ہے تو جامِ شرابِ آتشین

بادۂ گلگون ترے چھوٹے سے پیمانے مین ہے
عالمِ نیرنگ افسون تیرے میخانے مین ہے

وادیٔ پُرخار مین اک مجمرِ سوزان ہے تو — دامنِ کہسار مین اک شعلۂ عریان ہے تو
کشت زارِ حُسن مین اک دانۂ مرجان ہے تو — یا کسی گلگون قبا کا گوشۂ دامان ہے تو

تازہ ہے صحرا کو تیرے شوخیٔ رفتار پر
دوڑتا ہے خون کا قطرہ سبزۂ کہسار پر

گُل بداماں ہے کوئی دوشیزۂ کم سن مگر — ہلکی پھلکی سُرخ پھولون کی ہے چادر دوش پر
وقفِ رعنائی ہے یا کوئی عروسِ سیمبر — روئے زیبا پر ہے غازہ سُرخ جوڑا زیبِ بر

لوٹتا ہے کوئی بسمل سبزۂ بیگانہ پر
یا مئے گلگون کا قطرہ ہے لبِ پیمانہ پر

جلوۂ گُل سے ہے رنگین روئے زیبائے بہار — نازنین ہے یا کوئی محوِ تماشائے بہار
یا مئے گلرنگ سے گلگون ہے مینائے بہار — یا ہے آغشتہ بخون داغِ سویدائے بہار

سبزۂ کہسار نے یا لعل ہے اُگلا کوئی
چُن رہی ہے پھول یا دوشیزۂ رعنا کوئی

سرور جہان آبادی

غزل

(از افکارِ تازہ خان بہادر مولانا سید علی محمد صاحب شاد عظیم آبادی)

نہ آئینے کا قصہ اور نہ حالِ شانہ کہتے ہین — حقیقت مین جمالِ یار کا افسانہ کہتے ہین
ازل سے اپنی گردن پر ہے احسان اپنے چلو کا — خدا جانے کسے ساغر کسے پیمانہ کہتے ہین
ہنسانا اور رُلانا بیوفا دنیا کی خصلت ہے — ہم اس انداز کو اندازِ معشوقانہ کہتے ہین
ہمارا اور واعظ کا کبھی چُک جائے گا قصہ — وہ دیوانہ ہمین اور ہم انھین دیوانہ کہتے ہین
جگہ پائی ہے جن احباب نے بزمِ حقیقت مین — تجھے شمعِ تجلی اور مجھے پروانہ کہتے ہین
چھپاؤ لاکھ پر صورت پرستی سے نہین خالی — جو ہین اہلِ نظر کعبہ کو بھی بتخانہ کہتے ہین
انھین غزلون پہ حال آتے ہین مستانے مریدونکو — انھین شعرون کو میکش نعرۂ مستانہ کہتے ہین
بسے ہین کیسے کیسے ذی شرف گورِ غریبان مین — پڑے بیدر وہین بستی کو جو ویرانہ کہتے ہین
تعلق لاکھ ہو پھر بھی جہان سے بے تعلق ہو — اسی کو تیرے عاشق ہمتِ مردانہ کہتے ہین
ریائی بزم مین اے محتسب گوشے بہت سے ہین — انھین گوشون کو شاید شیخ خلوت خانہ کہتے ہین

تڑپنا ہے تو جاؤ جاکے تڑپو شاد خلوت مین
بہت دن پر ہم اتنی بات گستاخانہ کہتے ہین

بن باس اور برکھا رت

جنگل کی برسات

یہ نظر فریب منظر — یہ فضائے برشگالی
یہ نسیم روح پرور — یہ گھٹائین کالی کالی
لب جو برسنے والی

یہ بہار سبزہ و گل — یہ ادائے سرو و ریحان
یہ صدائے بانگ بلبل — یہ طیور زمزمہ خوان
یہ ہرے بھرے خیابان

یہ گلون کی جامہ زیبی — یہ قبائے سرخ وگلگون
یہ چمن کی دلفریبی — یہ فضائے کوہ و ہامون
یہ بہار رنگ افسون

یہ پپیہے کی صدائین — یہ ترانہ ہائے قمری
یہ خنک خنک ہوائین — یہ نسیم بھینی بھینی
یہ پھوار ٹھنڈی ٹھنڈی

یہ چمکنے والے جگنو — یہ سواد شب کا عالم
یہ گھٹا کے بکھرے گیسو — یہ خروش رعد پیہم
یہ نمود برق ہر دم

کہین مینہ کے ہین جھالے — کہین بادلون کے ہین دل
کہین بہ رہے ہین نالے — کہین روپ پر ہین جنگل
کہین کوکتی ہے کوئل

کہین قمریون کی کوکو — کہین مور کی صدائین
کہین پھر رہے ہین آہو — کہین چر رہی ہین گائین
کبھی اٹھتی ہین گھٹائین

کہین بگلون کی قطارین — ہین ہوامین اونچی اونچی
کہین مینہ کی پھوارین — لب جو ہے ٹھنڈی ٹھنڈی
کہین بہ رہی ہے کشتی

کبھی برق کا تبسم — کبھی رعد ہے خروشان
کبھی موجون کا تلاطم — کبھی جوش پر ہے طوفان
کبھی سیل ابر باران

کبھی قوس ہے نمایان — یہ ہزار دلربائی
کبھی آفتاب تابان — کبھی تیرگی ہے چھائی
کہ گھٹا ہے گھر کے آئی

کبھی جھینگرون کے نغمے — کبھی مینڈکون کی ٹرٹر
کبھی گونجتے ہین بھونرے — کبھی مرغ ہین نواگر
کہ سرود خوان ہے نیچر

جو ابل رہے ہین چشمے — تو چڑھی ہوئی ہین ندیان
جو برس گئے ہین جھالے — تو ہرا بھرا ہے میدان
ہے زمین کا سبز دامان

جو چٹک رہی ہین کلیان — تو لہک رہا ہے سبزا
جو ہوا ہے عبیر افشان — تو مہک رہا ہے صحرا
کہ یہ رت ہے روح افزا

یہ سرور بخش موسم — یہ ہجوم رنج و غربت
یہ مسافرت کا عالم — یہ وفور درد فرقت
ہے وطن کی یاد آفت

یہ جلا وطن مسافر — جو میان دشت و صحرا
ہوئے گوشہ گیر آخر — کہ چڑھے ہوئے ہین دریا
یہ ہین رام اور سیتا

شاکر میرٹھی

کلامِ اکبر

فنا اُسی رنگ پر ہے قائم، فلک وہی چال چل رہا ہے

شکستہ و منتشر ہے وہ کل، جو آج سانچے مین ڈھل رہا ہے

یہ دیکھتے ہو جو کاسۂ سر، غرور و غفلت سے کل تھا مملو

یہی بدن ناز سے پلا تھا، جو آج مٹی مین گل رہا ہے

سمجھ ہو جسکی بلیغ سمجھے، نظر ہو جس کی وسیع دیکھے

کبھی یہان خاک بھی اُڑے گی جہان یہ قلزم اُبل رہا ہے

کہان کے شرقی، کہان کے غربی، تمام دُکھ سکھ ہین یہ مساوی

یہان بھی اک بامُراد خوش ہے، وہان بھی اک غم سے جل رہا ہے

ہوس پرستون کو کیون یہ کد ہے، ان انقلابون کی کیا سند ہے

اگر زمانہ بدل رہا ہے، بدلنے ہی کو بدل رہا ہے

جنھون نے طاعت مین جان دی ہے اُنھین کے حصے مین زندگی ہے

مقدمون کی ہون لاکھ شکلین یہی نتیجہ نکل رہا ہے

خدا سے تم دل ملاؤ اپنا، زبان کو پھر ملاؤ دل سے

تو دیکھ لوگے کہ پُر اثر ہے زُبان سے جو نکل رہا ہے

شکلین جو بنگئی ہین یہ ذرّون کا میل ہے

جھگڑے جو ہو رہے ہین یہ فطرت کا کھیل ہے

اب کہان نشو و نما پاسے نہالِ معنی

کس زمین پر دلِ پُر جوش کی بدلی برسے

بزم حافظ ہے نہ میدان ہے فردوسی کا

قوم کو کام ہے باضابطہ لٹریچر سے

مجھکو شبِ فرقت مین قضا نے بھی نہ پوچھا

تھا حال کچھ ایسا کہ خدا نے بھی نہ پوچھا

واعظ کا دل بھی سوزِ محبت سے گرم ہے

چپ رہنے پہ نہ جاؤ، یہ دنیا کی شرم ہے

پپیہا

وہی تان پھر سنا دے مرے خوشنوا پپیہے!

مرے دلربا پپیہے! مرے خوش ادا پپیہے!

اُسی درد مند دل سے، اُسی صوتِ مضمحل سے!

ترے عشق کے تصدق۔ وہی راگ گا پپیہے!

میری نیند اُچٹ گئی ہے۔ تری صوت جانفزا سے!

دل مضطرب ہے بیکل اسے تو سُلا پپیہے!

یہ گھٹائین کالی کالی۔ یہ ہوا کے سرد جھونکے!

کوئی تان اُونچے سُر مین وہی پھر لگا پپیہے!

تجھے جسطرح ہے حاصل یہ کمالِ عشق نیسان!

وہی راہ و رسم اُلفت مجھے بھی سکھا پپیہے!

یہ دھرا ہے نسخۂ دل یہ کھُلا ہے باب وحدت!

جسے پھر کبھی نہ بھولون وہ سبق پڑھا پپیہے!

تجھے روے گل دکھا دون کسی سرو سے ملا دون!

تری بیکلی کا آخر ہے علاج کیا پپیہے!

ترا صبر اور توکل! ترا ضبط اور قناعت!

تجھے آفرین پپیہے تجھے مرحبا پپیہے!

یہ غضب کی آہ و زاری یہ بلا کی بیقراری

تجھے کس کا ہے تصور ہمین کچھ بتا پپیہے!

جگت موہن لال رَوان

غزل

راز جسکو فلسفی کہتے ہین ہفت افلاک کا

ہے وہ اک جوہر مرے آئینۂ ادراک کا

ناتوان رکھتے ہین قدرت اہل طاقت سے سوا

زور دیکھ اے دل بگولون مین خس و خاشاک کا

کچھ نہ سمجھے اصلیت انسان کی گر سمجھے یہ ہم

ہے طلسم اک آب و آتش اور باد و خاک کا

دے نہ ہمدم مجھکو تکلیفِ بیانِ دردِ دل

دشمنی ہے پوچھنا احوال مجھ غمناک کا

صورت غنچہ طبیعت اپنی وحشت خیز ہے

دامنِ دل سے عیان ہے رنگ دلکے چاک کا

خستہ حالون سے تو رکھ اُمید نہ نالہ فلک

شعلۂ روشن ہے حاصل خرمنِ خاشاک کا

ناز انسان کیا کرے، اس ہستیٔ موہوم پر

خاک مین ملجائیگا اک دن یہ پُتلا خاک کا

بند کین آنکھین یہ کہکر ہمنے وقت واپسین

کیا تماشا دیکھئے دنیاے عبرتناک کا

دید کے قابل ہے رندون کی سیہ مستی نظر

پانون پھیلائے جہان کچھ سایہ دیکھا تاک کا

ایڈیٹر

برسات کی رات

اُف رے کالی کالی گھٹائین — ہائے رے یہ متوالی گھٹائین

مستانہ ہین انکی ادائین — نشّے مین ہین جو گھٹائین

بادل مغرب سے اُٹھا ہے — پانی ہے یا اُٹھا ہوا ہے

کیسی ہین برسات کی راتین — اُف اُف یہ ظلمات کی راتین

لیلیٰ شب نے گیسوئے مشکین — کھول دئے ہین بہر تزئین

بخت عدو کی طرح سیاہی — ہر سو چھائی لا متناہی

برق فلک پر کوندرہی ہے — جان حزین اُلجھن مین پھنسی ہے

آتے نظر ہین چاند نہ تارے — ابر مین پنہان ہین سیارے

اے مرے کالے کالے بادل — اے میرے متوالے بادل

کُھل کر خوب برس جا بادل — کردے دل کو ٹھنڈا بادل

نیر ہین ننھی ننھی پُھوارین — قہر ہین پانی کی بوچھارین

چھائین گھٹائین اودی اودی — اسپر طرہ رات اندھیری

دیکھ بھیانک رات اندھیری — ڈرسے تن مین روح ہے چھپتی

کیسی ہے یہ رات الٰہی — چھائی ہے ہر سمت سیاہی

جان بھی کتنی ہوتی ہے پیاری — سارے جہان پر خوف ہے طاری

ساقی میرے غم کو غلط کر — جلد پلا تو بادۂ احمر

بھر کر جام بلورین لانا — مستون کو جی بھر کے پلانا

پیکر مست جو مین ہو جاؤن — میخانے کی خیر مناؤن

لُطف و کرم کی مجھپہ نظر کر — بھر دے بادۂ ناب سے ساغر

رات رہی ہے تھوڑی باقی — کہنا میرا مان لے ساقی

کالے بادل سر پہ ہین چھائے — حوصلہ کچھ بھی رہنے نہ پائے

دیکھو دیکھو چاند وہ نکلا — کیسا روشن۔ صاف اُو ستھرا

ابر کا بالکل نام نہین ہے — نور کا بکا چرخ برین ہے

کیسا اچھا یہ منظر ہے — کتنا دلکش پچھلا پہر ہے

واہ۔ دیکھ سُہانا منظر — روح فزا ہے پیارا منظر

چاندنی کرتی ہے یہ اشارے — دیکھ فلک پر جھلکے ہین تارے

نیند کے ماتے اب بھی چونکو — آنکھین کھولو! آنکھین کھولو!!

چند نفس یہ لطف ہے باقی

اوج کہان پر یہ دلچسپی

حافظ محمد یعقوب اوج

کلام چکبست

دل کئے تسخیر بخشا فیض روحانی مجھے — حُب قومی ہو گیا نقش سلیمانی مجھے

منزلِ عبرت ہے دُنیا اہلِ دُنیا شاد ہین — ایسی دلجمعی سے ہوتی ہے پریشانی مجھے

جانچتا ہون وسعت دل حملۂ غم کے لئے — امتحان ہے رنج و حرمان کی فراوانی مجھے

حق پرستی کی جو مین نے بت پرستی چھوڑ کر — برہمن کہنے لگا الحاد کا بانی مجھے

کلفتِ دنیا مٹے بھی تو سخی کے فیض سے — ہاتھ دھونے کو ملے بہتا ہوا پانی مجھے

خود پرستی مٹ گئی قدرِ محبت بڑھ گئی — ماتم احباب ہے تعلیم روحانی مجھے

قوم کا غم مول لیکر دل کا یہ عالم ہوا — یاد بھی آتی نہین اپنی پریشانی مجھے

ذرّہ ذرّہ ہے میرے کشمیر کا مہمان نواز — راہ مین پتھر کے ٹکڑون نے دیا پانی مجھے

لکھنؤ مین پھر ہوئی آراستہ بزم سخن — بعد مُدت پھر ہوا شوقِ غزلخوانی مجھے

کس کو غم ہے جو کرے مرثیہ خوانی میری — رو رہی ہے مرے مرقد پہ جوانی میری

کوئی مونس نہین میری شب تنہائی کا — دلِ ناشاد ہی سنتا ہے کہانی میری

دل پہ احباب کے ہے داغ محبت باقی — رہگئی اک یہی دنیا مین نشانی میری

دوستی

دوستی کا ہے اگر جویا تو پڑھ غافل یہ نظم
جسکے اک اک شعر سے پیدا ہے حالت دوستی کی

گو زبانِ عام مین جو آشنا ہے دوست ہے
جانتے ہین لیکن اہل دل حقیقت دوستی کی

وسعتِ اطلاق سے کہہ سکتے ہین عالم کو دوست
ہے مگر چیز اور ہی اجزائے طلعت دوستی کی

بارہا آئینۂ ہستی کو دیکھا ہوئے ماند
پھر بھی آنکھون کو نظر آئی نہ صورت دوستی کی

تذکرہ کیا عکس اصلی کا کہ ہے خوابِ خیال
وہ جگہ آنکھون مین کر دیکھو شباہت دوستی کی

دوست جو ہے لے مرے پیارے برائے کام ہے
کچھ ضرورت کے لئے ہوتی ہے چاہت دوستی کی

درمیان مین رہتے ہین جبتک کہ جذبات غرض
رہتی ہے محدود اُسی دن تک ضرورت دوستی کی

ہو گئی مطلب برآری جب تو پھر کچھ اور ہین
وہ تعلق ہے نہ وہ خالص محبت دوست کی

اب ثنا خوان اُنکے ہین جنسے پھر اُنکا کوئی کام
فاتحے سے گو رہے محروم تربت دوست کی

مقتضائے دوستی اس عہد مین یہ رہ گیا
دلمین خوش ہوتے ہین سُن سُنکر مصیبت دوستی کی

دوستی اہلِ صفا مین ربط قلبی کا ہے نام
پاک ہو اغراض دنیاوی سے الفت دوستی کی

بھول جائے عالم ہستی کے سب نقش و نگار
پھر یہ ممکن ہے نظر آجائے خلوت دوست کی

دوستی کو گو کہ کہہ سکتے نہین کارِ محال
پھر بھی ناممکن ہے تا امکان خصلت دوستی کی

ادعائے دوستی کرتے نہین اہل تمیز
رکھتے ہین پوشیدہ دلمین فکر راحت دوستی کی

دوستی ہے جوہرِ انسانیت بہرِ بشر
آدمیت ہے تو پیدا کر طبیعت دوستی کی

دوستی ہی سے ہے باغِ ملک و ملت مین بہار
پوچھے اہل الرائے سے کوئی حقیقت دوستی کی

عنصرون مین دین و دنیا کے نہ ہوتا امتزاج
کام اگر صبح ازل آتی نہ حکمت دوست کی

بے ستون یا وادیِ ایمن ہو یا صحرائے نجد
جلوہ گاہین مختلف اور ایک طلعت دوستی کی

عرش سے تا فرش پل بھر مین طنابین کھنچ گئین
جذب روحانی یہ ہے اور یہ ہے قدرت دوستی کی

جانتے ہین جو کہ محشر معنیِ اخلاق کو
کوئی اُنکے قلب سے پوچھے حقیقت دوستی کی

مختصر یہ مصرعِ آخر ہے شرحِ دوستی
ہو مقدم اپنی ہر راحت پہ راحت دوستی کی

محشر

غزل

(از افکار تازہ پنڈت بشن نراین صاحب دَر بیرسٹر ایٹ لا لکھنؤ)

کہین کیا ہم ہوئی واعظ کی جو گت بادہ خوارون مین
بہت شیخی بگھارا کرتے تھے پرہیزگارون مین

فقط باتین بنانے کو تو سب ہین جان نثارون مین
مری جان مرنے والا ایک ہوتا ہے ہزارون مین

تلاشِ یار کی ہے ہمنے کن کن رہگزارون مین
اُڑائی خاک صحرا کی پھرے ہین کوہسارون مین

نہین ملتے ہین جو جو عیب تمکو بادہ خوارون مین
اُنھین ڈھونڈھو تو جاکر ایک دن پرہیزگارون مین

بظاہر سخت ہین جو اُنمین بھی لطف و کرم دیکھا
شجر سرسبز ہین چشمے رواں ہین کوہسارون مین

چمن مین پھر کوئی تازہ شگوفہ کھلنے والا ہے
گل و بلبل مین باتین ہو رہی ہین کچھ اشارون مین

کمالِ عیش ہے تکلیف مین تھوڑی سی راحت بھی
کہ جیسے ماہ عید انتیس کا ہو روزہ دارون مین

ہمین تو پیستی ہے جیتے جی ہی گردش دوران
نجانے کیا گزرتی ہو گی مُردون پر مزارون مین

کرم سے تیرے ہونے خاک سے ہین پاک سب بندے
ادھر بھی ابر رحمت ہم بھی ہین امیدوارون مین

جمایا نقش کس نقاش کی صنعت نے پتھر پر
کہ رنگا رنگ گل بوٹے ہین پیدا کوہسارون مین

کھُلے بندون تو پی اب چھپکے پینے کا مزہ دیکھین
ارادہ ہے کہ ہم بھی جا ملین پرہیزگارون مین

اُسیکا جلوہ ہے جو ذرہ ذرہ مین چمکتا ہے
اُسیکی روشنی ہے چاند مین سورج مین تارون مین

اُسیکے بادۂ الفت سے رنگین ساغرِ گل ہے
اُسیکا نشہ ہے جسکی ہین لہرین آبشارون مین

بلند و پست عالم مین اُسیکی شان قدرت ہے
وہی ہے دشت و صحرا مین وہی ہے کوہسارون مین

وہی رزاق منہ چیونٹی کا بھی شکر سے بھرتا ہے
وہی لاتا ہے جوئے شیر مادر شیرخوارون مین

نیاز عشق و نازِ حُسن اُسیکی دونون تجلی ہین
وہی ہے جانِ جان سب کا وہی ہے جان نثارون مین

گُل خورشید اُسکے حکم سے ہر صبح کھلتا ہے
اُسیکے باغ مین شبنم بھی ہے آئینہ دارون مین

اُسی سے ہے یہ سب حُسنِ بتان کی گرم بازاری
اُسیکی آتش افروزی ہے پتھر کے شرارون مین

گل و نسرین و سوسن نرگس و ریحان و نافرمان
تری قدرت نے کیا کیا رنگ دکھلائے بہارون مین

عقیق و لعل کیا کیا جڑ دئے سورج کی کرنون نے
جمی جس جس جگہ پر برف دیکھی کوہسارون مین

طلوعِ شمس برفستان مین دیکھو چشمِ موسیٰ سے
تجلی طور کی اب بھی ہے پیدا کوہسارون مین

چھڑا ہے ساز کسکا ابر پردہ ہین پہاڑونکے
صدائے نغمۂ دلکش بھری ہے آبشارون مین

تاہُّل

مرد و عورت سے مرکب تو ہے انسان کی — جسطرح ہستی ہین ہے ترکیب جسم و جان کی

لازم و ملزوم ہین جیسے کہ نور و آفتاب — یا یہ کہیئے بوئے خوش گلشن میں ہے جان گلاب

اقتضا فطرت کا ہے دونون مین شان اتحاد — ہے یہی قانون ہستی کی عبارت سے مراد

کہہ رہا ہے تجربہ باہم رہو شیر و شکر — کر دیا ہے مطلع ماضی نے استقبال پر

ارتقا کا مسئلہ بھی ڈالتا ہے روشنی — ہے تمدّن کی ترقی کا سبب یہ زندگی

گو فرائض مین نظر آتا ہے چندان اختلاف — متحد لیکن مقاصد مین ہین دونون یہ صاف

جبکہ نیچر لا "کا تو منشا ہو جذب و اتصال

پھر تعجب ہے کہ ہو تعمیل وجہ انفصال

ہان مگر بے احتیاطی کا نتیجہ ہے خراب — یعنی تکلیفین بڑھا دیتا ہے "نقص انتخاب"

اشتراکی زندگی مین یہ ضروری ہین صفات — "ہم خیالی" پہلے اُسکے بعد "حسن التفات"

ہو نہین سکتی کبھی پیدا بہم بیگانگی — سعی کی جائے اگر اسمین قرار واقعی

جب طبائع ہونگے یکسان لازمی ہے اتفاق — ورنہ ناما لوسیت کا خاصہ ہے افتراق

صحبتِ ناجنس سے سو بار ارشد الحذر — زندگی بھی تلخ اس سے عاقبت بھی پرخطر

با مخالف مشربان یکجا نشستن خوب نیست

این غلط مجموعہ را شیرازہ بستن خوب نیست

ارشد تھانوی

رباعیات مولانا صفی لکھنوی

تقدیر شباب و عمر فانی کیسا تھی — یہ بھی نہین یاد وہ کہانی کیا تھی

غفلت سے کھلی آنکھ تو معلوم ہوا — اک نیند کا جھونکا تھا جوانی کیا تھی

دلمین ہوسِ درہم و دینار نہ رکھ — خم پشت ہے عصیان کا بہت بار نہ رکھ

پیری مین سراس غرض سے بتاتے ہے صفیؔ — یعنی دنیا سے اب سروکار نہ رکھ

ایڈیٹوریل

ہندوستان کی ایک مشترک زبان کے متعلق عرصے سے ایک دلچسپ بحث چھڑی ہوئی ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ ملک کی مختلف زبانین ملکی ترقی مین ایک حد تک سنگ راہ مین یہ بحث ابتک اُردو و ہندی تک محدود رہتی کہ دونون مین کون زبان ملک کی مشترک زبان ہونیکی صلاحیت رکھتی ہے۔ لیکن گرشتہ ماہ کے ماڈرن ریویو کلکتہ مین ایک نامہ نگار نے بنگالی زبان کو بھی اسی دعوے کے ساتھ پیش کیا ہے اور زبردست دلائل سے اپنے دعوے کو پایۂ ثبوت تک پہونچایا ہے۔ بنگالی زبان کا مقابلہ زیادہ تر دیوناگری سے کیا گیا ہے مگر ضمناً اُردو یا ہندوستانی کا بھی ذکر آیا ہے جو حامیان اُردو کی خاص توجہ کے قابل ہے مضمون نگار کا یہ دعویٰ کہ بنگالی علم ادب سے زیادہ وسیع اور کارآمد ہے ایک حد تک صحیح ہے جس سے ہر زبان کے حامیون کو سبق لینا چاہیئے۔

فضیلت پناہ شمس العلما مولانا شبلی صاحب نعمانی اپنے ایک نوازش نامہ مین ادیب اور اُسکے ذریعہ سے اُردو علم ادب کی ترقی کے متعلق حسب ذیل تحریر فرماتے ہین جو اُردو اہل قلم کی خاص توجہ کے قابل ہے:-

"ادیب کے حُسن ظاہری مین کیا شک، اور حسن معنوی مین بھی اُردو کے کسی رسالہ سے کم نہین۔ یا یون کہئے کہ کوئی رسالہ اس سے بڑھکر نہین لیکن حقیقت یہ ہے کہ اب ایک محدود دائرہ سے قدم آگے بڑھانا چاہیئے۔ ابتک جو کچھ ہو رہا ہے، یا اپنی داستانین ہین، یا یورپ کی نہایت سرسری معلومات۔ اس سے زبان کی ترقی کا قدم آگے نہین بڑھتا۔ کوشش کیجائے کہ ہربرٹ اسپنسر اور ہکسلے وغیرہ کا فلسفہ اُردو زبان مین آئے۔ انگریزی سے اُردو مین جو کچھ منتقل ہو رہا ہے ادنےٰ اور ادنیٰ درجہ کے معلومات ہین۔ انکو کہانتک بار بار پڑھیئے۔ یورپ مین معلومات کے لحاظ سے آج سے ۱۰ برس پہلے ہم لوگ جہان تھے، اب بھی وہین ہین"۔

تصریح تصاویر

(۱)

اس ماہ کی رنگین تصویر بھی اُسی مُصوّر کے ہاتھ کی بنی ہوئی معلوم ہوتی ہے جسکی ایک تصویر "شاہجہان کا محل" کے عنوان سے گذشتہ مارچ کے ادیب مین شائع ہو چکی ہے۔ یہ دونون تصویرین ایک ہی ساتھ دستیاب ہوئی تھین۔ جو دیسی صناعی کا نہایت قدیم نمونہ ہین۔ اس تصویر مین شیخ سعدی کو ایک صوفی منش بزرگ کی حیثیت سے دکھایا گیا ہے جنکے گرد مُریدان عقیدت کیش حلقہ زن ہین۔ یورپ مین شیخ سعدی کی جسقدر خیالی تصویرین شائع ہوئی ہین اُنین اُنھین قلندرانہ وضع سے دکھایا گیا ہے اور یہ تصویر یورپین مصوّرونکے نقطۂ خیال سے بالکل علیحدہ ہے۔ ہمین بھی اس تصویر کو شیخ موصوف کی تصویر قبول کرنے مین پس و پیش تھا اور اگر تصویر کے حصّہ زیرین مین خود مصوّر نے اپنے قلم سے "تصویر شیخ سعدی شیرازی" نہ لکھ دیا ہوتا تو مشکل سے یقین آسکتا تھا کہ یہ وہی بزرگ ہین جنکی آزاد منشی محتاج تصریح نہین۔ بہر نوع یہ تصویر شیخ سعدی کی صوفیانہ زندگی کا مرقع پیش کرتی ہے اور اپنی قدامت کے اعتبار سے بہت کچھ قابل قدر ہے۔

(۲)

شاہ عالم ثانی کے دربار پر تصویر کے مقابل ایک مفصل نوٹ درج ہے۔ یہ بھی ایک قلمی تصویر کا عکس ہے جس سے ایک حد تک ملکی صناعی پر روشنی پڑتی ہے۔

(۳)

پارسی حُسن کی تصویر دیکھ کر گمان ہو سکتا ہے کہ کسی پارسی اہلیہ کا فوٹو ہے۔ لیکن یہ سُنکر حیرت ہوگی کہ یہ ہندوستان کے زندۂ جاوید مصوّر راجہ روی ورما کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔

(۴)

قصر احمد و باغ جنجیرہ کے فوٹو کے لئے ہم ہر ہائینس بیگم صاحبہ جنجیرہ کے دارو غۂ محل اور پرائیویٹ سکرٹری صاحب کے ممنون ہین جنھون نے حضور ممدوحہ کے مختصر حالات اور عمارات جنجیرہ کے نہایت دلچسپ فوٹو ارسال فرما کر ادیب کو سرفرازی کا موقع دیا۔ دارو غہ صاحب نے یہ حالات انگریزی زبان مین ارسال فرمائے تھے جنکا اُردو مین ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

(۵)

آنکھ کے ڈھیلون پر ایک مفصل مضمون درج ہے جو اپنی نوعیت مین کچھ کم دلچسپ نہین ہے۔ اسیطرح اُنکی عکسی تصاویر بھی دلچسپ اور نتیجہ خیز ہین۔

(۶)

دروازۂ مقبرۂ اعتماد الدولہ کی تصویر گزشتہ ماہ کی تصویر "مقبرۂ اعتماد الدولہ" سے تعلق رکھتی ہے جس کے مفصل حالات گزشتہ نمبر مین درج ہو چکے ہین۔

(۷)

مولانا سید علی حیدر صاحب طباطبائی لکھنوی ایک بلند پایہ عالم اور زبان اُردو کے زبردست مصنف ہین۔ جن حضرات نے آپکی شرح غالب اور ساقی نامۂ شگفتہ کا مطالعہ کیا ہے وہ آپکے تجرّ علمی اور زور طبع کا اندازہ کر سکتے ہین۔ آپکا فوٹو اُس شکر گزاری کے طور پر شائع کیا جاتا ہے جو آپکی قلمی اعانت سے ادیب پر فرض ہے اور جسمین آپ نے ابتدا ہی سے غیر معمولی دلچسپی ظاہر فرمائی ہے۔ قلمی معاونین کے کئی فوٹو گذشتہ نمبرون مین شائع ہو چکے ہین اور آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہیگا۔

(۸)

بن باس کی تصویر بھی ایک قلمی تصویر کا فوٹو ہے جو کلکتہ کے ایک مشہور مصوّر کی صناعی اور زمانہ حال کی دیسی مصوّری کا ایک قابل قدر نمونہ ہے۔ اس تصویر مین سری رامچندر، سیتا جی اور لچھمن بزمانہ جلاوطنی برسات کے موسم مین چترکوٹ اور اُسکے گرد و نواح مین سیر کرتے پھرتے ہین۔ مسٹر شاکر نے اسپر ایک دلکش نظم لکھی ہے جو تصویر کے مقابل درج ہے۔

نوٹ۔ اس نمبر کے ساتھ ادیب کی پہلی جلد (جنوری لغایت جون) کا انڈکس ارسال ہے۔ جو حضرات جلد بندھوائین وہ اس فہرست کو جلد کے شروع مین چسپان کرالین۔

مرکب چینی
مرکب اڑتالیس فوائد
جسکی تصدیق حکیموں ڈاکٹروں اور ذی علم اصحاب نے کی ہے
فائدہ ۱ جس کی تصدیق پینتالیس مختلف ملکوں اور مختلف عمر کے لوگوں نے کی ہے۔ وہ بوجہ خرابی معدہ و جگر بھوک بند ہو جانے سے دن بدن لاغر ہوتے جاتے تھے۔ چہرہ پر بے رونقی اور مردہ پن پیدا ہو جاتا تھا۔ ہاتھ پاؤں جلتے تھے۔ معدہ پر بوجھ۔ کبھی دست کبھی قے کبھی قبض ہو جاتی تھی۔ وہ سب اس کے استعمال سے دور ہو گئے۔
فائدہ ۲ جسکی تصدیق دو سو مریض آزما کر کرتے ہیں۔ خون گندہ ہونے سے چہرہ پر چھائیاں جسم پر دانے۔ پھوڑے۔ پھنسیاں کثرت سے مختلف جگہ میں پیدا ہو کر ان سے لیسدار پانی بہ کر جہاں وہ پانی لگتا تھا۔ زخم ہو جاتے تھے۔
فائدہ ۳ جسکی تصدیق پینتالیس آدمی کرتے ہیں۔ ان کی رانوں کا چمڑہ سیاہ اور موٹا ہو گیا تھا۔ اور پسینہ آنے سے سخت خارش ہوتی تھی۔ ہر وقت ہاتھ چڈوں میں رہتا تھا اور ان سے بدبو آتی تھی۔
فائدہ ۴ جسکی تصدیق گیارہ مریض کرتے ہیں۔ خنازیر مختلف حصہ جسم میں بغل اور گردن میں ان بدن گلٹیاں بڑھتی جاتی تھیں۔ اس کے استعمال سے بڑی گلٹیاں بیٹھ گئیں۔ اور آگے پیدا ہونی بند ہو گئیں۔
فائدہ ۵ جسکی تصدیق تین سو مریض کرتے ہیں۔ عرصے ناسور اور بھگندر سے پتلی سی پیپ جاری رہتی تھی۔ اس کے استعمال سے ناسور سوکھ گیا۔
فائدہ ۶ جس کی تصدیق پینتالیس مریض کرتے ہیں۔ ان کو چوٹ سے اٹھ کر درد تمام ران اور پنڈلیوں میں پہنچا کرتا تھا جس سے ٹانگ دن بدن سوکھتی جاتی تھی۔ اس کی ایک شیشی سے درد اور رینگن بادی جاتا رہا۔
الغرض یہ مرکب چوب چینی اور عشبہ وغیرہ کا سب سے بہتر اور سب سے عمدہ مصفی خون ہے جہاں بہت سے انگریزی عشبے ناکارہ اور نقصان رساں ثابت ہوئے ہیں کیونکہ وہ بلا لحاظ اس ملک کے شراب وغیرہ میں بنائے جاتے ہیں۔ جس سے خون زیادہ غلیظ اور تیز ہو جاتا ہے۔ اس نے سریع العمل فائدے دکھلائے ہیں۔ اس جوہر کا اعضائے رئیسہ اندرونی پر بہت اچھا اثر ہوتا ہے جس سے تمام چمڑے کی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔ یہ مرکب عشبہ ۵۰ سال سے مختلف حصوں ملک میں تجربہ کیا گیا ہے۔ اگر آپ کو کوئی شکایت ہو۔ تو آپ تجربہ کر کے ہمارے بیانات کی تصدیق کیجئے۔ ثبوت کے لئے اس جوہر کے استعمال سے پہلے بدن کو وزن کر کے لکھ لو۔ اور ایک ماہ بعد وزن کرو۔ تو آپ کا وزن ڈیوڑھا ہو جائیگا۔ قیمت شیشی کلاں عہ شیشی خورد عہ
پتہ: مینیجر شفاخانہ حاج الحرمین حکیم ڈاکٹر غلام نبی زبدۃ الحکماء لاہور

عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ

معزز ہمعصر مخزن کا وہ ریویو جس کا ذکر جون کے ادیب مین ہو چکا ہے مزید شکر گزاری کے ساتھ درج ذیل ہے۔ دیگر معاصرین کے حوصلہ افزا ریویو کے لئے اس مرتبہ گنجایش نہین نکل سکتی۔ آیندہ کوشش کیجائیگی کہ تمام بقیہ ریویو اکٹھا بطور ضمیمہ شائع کر دئے جائین۔ منیجر

رسالۂ مخزن لاہور۔ "ادیب" نامی الٰہ آباد سے ادب اُردو کا ایک ماہوار باتصویر رسالہ جنوری سنہ حال سے نکلنا شروع ہوا ہے۔ جسکے ایڈیٹر ہمارے قدیم کرمفرما منشی نوبت راے نظرؔ لکھنوی ہین منشی صاحب موصوف پہلے خدنگ نظر لکھنؤ کے ایڈیٹر تھے جو اپنے رنگ مین ایک پُر لطف گلدستہ تھا۔ اس کے بعد رسالہ زمانہ کی ایڈیٹری اور اہتمام مین منشی دیا نرائن نگم صاحب کے شریک رہے۔ اب کچھ عرصہ سے اخباری دنیا سے الگ تھے۔ ہم نہایت خوش ہین کہ وہ پھر اس حلقہ مین تشریف لائے ہین اور "اُدیب" رسالہ ہمراہ لائے ہین۔ دکن مین ایک مدت ہوئی ایک رسالہ اسی نام سے شہرت پا چکا ہے۔ مگر عرصہ ہوا کہ وہ مٹ گیا۔ اسنے حیدر آباد مین اپنی زندگی بہت اچھی طرح گذاری ہوگی۔ کہ موجودہ تناسخ مین اسکا رنگ روپ لکھنؤ ہے۔ کوئی دس سال ہوئے جب ہم نے مخزن ادب اُردو کی خدمت کے لئے جاری کیا۔ اسوقت میدان خالی تھا اور مخزن اپنے رنگ کا موجد قرار دیا گیا۔ اسکے بعد یہ رنگ اسقدر مقبول ہوا کہ اطراف و جوانب سے اسکے مقلد پیدا ہو گئے۔ اُن مین سے بعض کامیاب ہوئے اور بعض ناکام رہے۔ بعض زندہ رہے اور بعض مر گئے۔ ہمین اُن سب کے وجود مین آنے سے خوشی ہوتی رہی۔ کیونکہ ہم سمجھتے تھے کہ سب وہی مقصد رکھتے ہین جو ہمارے پیش نظر ہے اور اُن مین سے بعض کے قبل از وقت راہی عدم ہونے پر افسوس ہوتا رہا۔ لیکن ایک شکایت اُن سب سے رہی اور وہ یہ تھی کہ کسی نے کوئی نئی بات ایسی نہ نکالی۔ جس سے ملک کو ایسا فائدہ پہونچتا جو پہلے نہین پہونچ رہا تھا۔ کہین کہین صرف رنگ جدا دکھانے کے لئے یہ تدبیر اختیار کی گئی کہ تھوڑی سی چاشنی پولٹیکل مضامین کی لگا دی۔ مگر یہ تدبیر حقیقت مین پسندیدہ نہ تھی اور زیادہ کارگر نہ ہو سکی۔ علم ادب کی ترقی کوئی چھوٹا سا کام نہین ہے۔ اگر ادبی رسالے اسکی طرف دل و جان سے متوجہ رہتے تو ملک کی اعلیٰ درجہ کی خدمت تھی۔ ہان جنھین سیاسی مضامین سے خاص دلچسپی ہوتی اور جو سیاسی خیالات کی ترقی کے دلدادہ ہوتے انھین لازم تھا کہ سیاسیات کیلئے جداگانہ رسالے نکالتے جنمین سنجیدہ اور پُر مغز پولیٹیکل مضامین میانہ روی کے ساتھ لکھے جاتے۔ سیاسی مضمونون کے پہلو بہ پہلو شاعری کے نمونے اور شاعرانہ نازک خیالیون کے ساتھ پولٹیکل بلند پروازیان ایک بیجوڑ بات تھی جس سے بعض ہمعصرون کو بہت سی تکالیف پیش آئین جس سے بعض کے رسالے اہل نظر کے نزدیک بے لطف ہو گئے۔ ہمین یہ دیکھکر مسرت ہوئی ہے۔ کہ "ادیب" کے ایڈیٹر صاحب[ع] اس پرچہ کو پولیٹیکل مباحثے سے علٰحدہ رکھکر خالص ادبی پرچہ بنانا چاہتے ہین۔ اس ارادہ کے ساتھ جس بلند ہمتی سے اُنھون نے کئی تصویر مع ایک رنگین تصویر کے دینے۔ بڑی تقطیع پر چھاپنے اور اہتمام سے چھاپنے کا تہیہ کیا ہے۔ وہ قابل تعریف ہے اور ہم "ادیب" کو شجر مخزن کا ایک خوشرنگ ثمر سمجھتے ہین اور اس کا خیر مقدم کرتے ہین۔ اگر وہ اُمیدین جو اس رسالہ کے متعلق پہلے نمبر کو دیکھکر پیدا ہوئی ہین پوری ہوئین اور دوسرے نمبر بھی اسی انداز کے نکلے تو یقیناً "ادیب" ہمارے اُردو کے رسالون مین ایک مفید اضافہ ہوگا۔ اکثر ارباب سخن جن کے کلام نظم و نثر سے یہ پرچہ مزین ہے۔ ہمارے اور جملہ ناظرین مخزن کے دیرینہ احباب مین سے ہین۔ اور ایک آدھ نام کے سوا شائد ایسا تو کوئی بھی نہین جس سے ہمارے ناظرین آشنا نہ ہون۔ لیکن ہمین اُمید ہے کہ حضرت نظر کی نظر غائر کچھ نئے اہل قلم بھی ڈھونڈھ نکالیگی۔ جو اُن لوگون کا ہاتھ بٹائین جو پہلے سے اس میدان مین موجود ہین اور مدتون سے ہمارے ماہوار رسالون کی بلا معاوضہ خدمت کر رہے ہین۔

ہم اپنے لائق ہمعصر کے ممنون ہین کہ اُنھون نے پہلے نمبر مین مخزن کی خدمت کا خصوصیت سے اعتراف کیا ہے اور ہم دل سے "ادیب" کی کامیابی کے لئے دعا مانگتے ہین۔

ع ابھی تک جاری ہے۔

ادب اردو کا باتصویر ماہوار رسالہ — ایڈیٹر نوبت رائے نظر لکھنوی

فہرست تصاویر

فہرست مضامین

قیمت سالانہ چار روپیہ — فی پرچہ چھ آنہ
پنچکوڑی متر پرنٹر و پبلشر نے انڈین پریس الہ آباد مین چھاپکر شائع کیا

لڑکیون کا تعلیمی کورس

خوشی کا مقام ہے کہ ہندوستان مین لڑکیون کی تعلیم ترقی کر رہی ہے اور ہر شہر اور ہر قصبہ اور ہر گانون مین لڑکیون کے مدرسے جاری ہوتے ہین اس ترقی تعلیم کا نتیجہ جسقدر مفید ثابت ہوا ہے وہ محتاج تعریف نہین تاہم عام طور پر یہ شکایت بھی سُنی جاتی تھی کہ لڑکیونکی تعلیم کے لئے ابھی تک کوئی ایسا نصاب نہین تیار ہوا ہے جو اُنکی دماغی اور اخلاقی حالت کے مناسب حال ہو اور اُنھین خاطر خواہ فائدہ پہونچا سکے۔ اسی شکایت کی بنا پر ہمنے لڑکیون کے لئے ایک ایسا نصاب بصرف کثیر تیار کرایا ہے جو ہر طرح اور ہر حیثیت سے مکمل ہے اور جسے صوبہ ہذا کی تعلیمی کمیٹی نے نہ صرف پسند کرکے بلکہ تمام دیگر ریڈرون پر ترجیح دیکر مدارس نسوان مین جاری کر دیا ہے۔ ان ریڈرون کی زبان کی نسبت اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ ایڈیٹر صاحب ادیب کی اصلاح و نظر ثانی سے مزین ہین۔ اینمین اخلاقی اور نصیحت آمیز کہانیون اور سبقون کے علاوہ تمیز داری۔ معاشرت۔ امور خانہ داری۔ بچون کی پرورش۔ مریضون کی تیمار داری۔ خاوند کی اطاعت۔ شرم و حیا۔ عفت و عصمت اور بہتیار کارآمد باتین لکھی گئی ہین۔ علاوہ برین ریڈرون مین سیتاجی۔ دمینتی۔ سکنتلا۔ ساوتری۔ لیلاوتی۔ اہلیا بائی وغیرہ کی سوانح عمریان اور چین و جاپان کی لڑکیون کے حالات نہایت سلیس اور بچون کی سمجھ مین آنیوالی زبان مین درج ہین۔ کاغذ لکھائی چھپائی وغیرہ سب اعلی درجے کی ہین جو انڈین پریس کا حصہ ہے۔ ان ریڈرون مین ۱۱۸ تصاویر بھی ہین جنمین ۲۳ تصاویر پورے صفحون پر علیحدہ چھاپکر شامل کیگئی ہین۔ پورا نصاب حسب ذیل ہے

۱۔ اُردو کا نیا قاعدہ .... قیمت ۹ پائی

۲۔ لوور پرائمری ریڈر۔ (پہلی اور دوسری جماعت کا نصاب) ۶/

۳۔ اپر پرائمری ریڈر (تیسری اور چوتھی جماعت کا نصاب) ۸/

۴۔ لوور مڈل ریڈر (پانچوین اور چھٹی جماعت کا نصاب) ۸/

منیجر انڈین پریس الہ آباد

ممیرے کا سرمہ

(مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل اگزامینر بہادر گورنمنٹ پنجاب)

معزز انگریزون میڈیکل کالج کے پروفیسرون نامور ڈاکٹرون والیان ریاست اور ولایت کی یونیورسٹی کے سند یافتہ یورپین ڈاکٹرون نے بعد تجربہ اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے کہ یہ سرمہ امراض ذیل کے لئے اکسیر ہے ضعف بصارت۔ تاریکی چشم۔ جالا۔ پروال۔ غبار۔ پھولا۔ سبل۔ سُرخی۔ ابتدائی موتیا بند۔ پانی جانا۔ خارش وغیرہ معزز ڈاکٹر و حکیم بجاے اور ادویہ کے آنکھون کے مریضون پر اب اس سرمہ کا استعمال کرتے ہین۔ چند روز کے استعمال سے بینائی بہت بڑھ جاتی ہے اور عینک کی بھی ضرورت نہین رہتی۔ بچے سے بوڑھے تک کو یہ سرمہ یکسان مفید ہے قیمت اسلئے کم رکھی گئی ہے کہ خاص و عام اس سے فائدہ اُٹھائین۔ قیمت فی تولہ جو سال بھر کے لئے کافی ہے۔ مبلغ (عہ/۲) ممیرے کا سفید سرمہ اعلی قسم فی تولہ دو روپیہ ۲ خالص ممیرہ فی ماشہ بیس روپیہ خرچ ڈاک بذمہ خریدار درخواست کرتے وقت اخبار کا حوالہ ضرور دین۔

المشتہر پروفیسر میا سنگھ اہلوالیہ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور پنجاب اسسے بڑھکر معتبر شہادت کیا ہو سکتی ہے؟ جناب پروفیسر میا سنگھ صاحب تسلیم۔ مین نے آپکے یہان سے سفید سرمہ ممیرے کا منگوا کر استعمال کیا عمدہ درجہ کا فائدہ ہوا۔ بالکل صحت حاصل ہوگئی آپ کا سرمہ جملہ امراض چشم کو مفید ہے۔ بصارت کو طاقت بخشتا ہے تھوڑے دن فائدہ معلوم ہوجاتا ہے واقعی یہ سرمہ اکسیر کا حکم رکھتا ہے اسلئے مین بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہون کہ اس سے بڑھکر آنکھ کے لئے اور کوئی دوائی نہین ہے الراقم کنور چھتر پال سنگھ صاحب بہادر ریاست مجگوان اودھ (۲) مین نے ممیرے کا سرمہ جو جناب میا سنگھ نے تیار کیا ہے۔ ان مریضون پر جنکی آنکھین بہت کمزور اور بیمار تھین استعمال کرکے مفید پایا میری راے مین خاصکر مریضون کے واسطے جنکی آنکھون سے پانی بہتا رہتا ہے اور دُھند غبار کمزوری نظر ہو یہ سرمہ نہایت ہی مفید ہے۔ الراقم ڈاکٹر بیج لال بھوشہ بہادر۔ ایل۔ ایم۔ اسسٹنٹ سرجن و پروفیسر میڈیکل کالج لاہور حال آنریری سرجن گورنر

پرہلاد اور اگن کنڈ

انڈین پریس الہ آباد

ستمبر ۱۹۱۰ء

جلد ۲ نمبر ۳

دُمدار ستارے کا طلوع و غروب

جس دُمدار ستارے کے طالع ہونے کی خبر ہمارے منجم سالہا سال سے دے رہے تھے اُسکو لوگ خوب جی بھر کر دیکھ چکے اور یہ بھی سمجھ لیا کہ اُسکے طالع ہونیکی نحوست کا جو بھرم دل مین بیٹھا ہوا تھا وہ توہمات قدیم کی ایک یادگار تھا۔ اس ستارے کا تاریخی بیان اور اُسکی تمام حالات کا ذکر ادیب کے اپریل نمبر مین شائع ہو چکا ہے۔ مجھے اس جگہ اُن باتون کو دُہرانے کی ضرورت نہین ہے۔ جو کچھ پیشتر لکھا گیا ہے وہ اصول علم ہیئت سے تعلق رکھتا ہے۔ اس مضمون مین محض دُمدار ستارے کے مشاہدات کا ذکر کیا جاتا ہے جنکی طرف ہیئت والون نے ہمکو توجہ دلائی ہے۔
یہ عام طور پر معلوم ہے کہ یہ تارا عہد تاریخی مین ہمارے نظام شمسی کے اندر بارہا آچکا ہے۔ آخری مرتبہ یہ ۱۸۳۵ء مین طالع ہوا تھا اور اس مرتبہ اٹھارہوین بار اُسنے دورہ کیا۔ یون تو بڑی دوربینون سے کئی ماہ قبل اسکو ہیئت والون نے دیکھ لیا تھا در جون جون وہ زمین کے قریب آتا تھا اُسکی خبر برابر دے رہے تھے۔ لیکن ۱۹- اپریل ۱۹۱۰ء کو دُمدار تارا مدراس مین خالی آنکھ سے دکھائی دیا۔ اسکے نظر آنے سے دُنیا مین ایک ہلچل پڑ گئی اور فوراً تمام دُنیا مین تار خبرین دوڑ گئین۔ اسکے بعد لوگون نے اُسکو مختلف مقامات پر دیکھا اور شدہ شدہ ۲۵- اپریل ۱۹۱۰ء سے صبح کو تین بجے کے بعد وہ اُفق مشرقی مین اچھی طرح نظر آنے لگا۔

ہیئت والون کی مُنہ مانگی مراد بر آئی اور وہ سرگرمی سے مشاہدات کی جانچ مین مشغول ہو گئے۔ اس نیلی فضا مین جسکو آسمان کہتے ہین ایک نیا تارا جسکو ہم پہلے نہین دیکھتے تھے۔ عالم لاہوت سے سیر کرتا ہوا زمین کی جانب نکل آیا جسکی انوکھی شکل کو دیکھکر ہم محو حیرت ہو گئے۔ اسکے خوشنما منظر کی دلچسپی کو کسی منجم کے دل سے پوچھئے۔ چار بجے صبح کے قبل اُفق مشرقی کی بہار قابل دید ہوتی تھی۔ داہنی طرف تو چاند نظر آتا تھا، بیچ مین صبح کا روشن تارا چمکتا دکھائی دیتا تھا، اور اُس سے قریب ۲۰ درجہ کی دُوری پر بائین جانب دُمدار ستارہ طالع ہوتا تھا، جسکے نور کی چھوٹ زہرہ تک

جاتی تھی اور اک عجیب و غریب سمان نظر آتا تھا۔ جب تک چاند صبح کو دکھائی دیا اُسکی روشنی سے دُمدار ستارے کے نور کی دمک ماند رہی۔ لیکن جب ۲۸۔ ربیع الثانی مطابق ۹۔ مئی سنہ ۱۹۱۰ء کو چاند کے چھپ جانے سے میدان خالی ہوگیا تو دُمدار ستارہ جو پہلے دھیما دھیما نظر آتا تھا اک بقعۂ نور بنگیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ آسمان پر اک مہتاب چھوٹ رہی ہے جسکی ضو ہلکی ہوتی ہوئی دُور تک جاتی ہے۔

یہ دُمدار ستارہ جو نظام شمسی مین ۷۵ برس کے بعد پھر لوٹ کر آیا تھا واقعات عالم کی اک زندہ تاریخ تھا جو زبان حال سے انسان کی پُر درد داستان اور زمین کی حسرت ناک کہانیون کو بیان کرتا تھا اُسکی خاموش ہستی زمانہ ماضیہ کی تاریکی پر روشنی ڈالتی تھی اور اُسکا دیکھنے والا جس پر اک خود فراموشی کی حالت طاری ہوتی تھی عالم حیرت مین یہ خیال کرتا تھا کہ یہی وہ تارا ہے جس نے سنہ ۲۴۰ سنہ ۱۶۳ سنہ ۸ سنہ ۱۲ قبل مسیح مین ممالک روم اور شام کی ہولناک لڑائیون مین بڑے بڑے جانباز بہادرون کو جو ملک و زر کیلئے لڑ کر مر گئے خاک پر دم توڑتے دیکھا تھا۔ یہی وہ تارا ہے جو سنہ ۶۶ء سنہ ۳۷۳ء سنہ ۴۵۲ء مین مملکت روم اور ایران کی افسوسناک بربادیون پر خون رویا ہے۔ یہی وہ تارا ہے جو سنہ ۶۱۶ء مین جسوقت پیغمبر اسلام مبعوث بہ رسالت ہوئے آسمان پر طالع ہوا اور جس نے اسلام کی پُرجوش ابتدا کا خیر مقدم کیا تھا۔ یہی وہ تارا ہے جو سنہ ۱۰۶۶ء مین ولیم فاتح کے تاج زرّین پر چمکا اور جزیرہ برطانیہ کی فتح کا نشان ظفر بنکر آسمان پر لہرایا۔ یہی وہ تارا ہے جس نے سنہ ۱۱۴۵ء مین دوسری جنگ مقدس کی ابتدا کو مشاہدہ کیا اور سنہ ۱۴۵۶ء مین قسطنطنیہ کی تاراجی کے خوفناک منظر پر سایہ فگن ہوا۔ یہی وہ تارا ہے جس نے سنہ ۱۵۳۱ء مین چالیس ہزار بندگان خدا کو ڈوب کر مرتے دیکھا اور لسبن کے ہولناک بھونچال مین تیس ہزار زندہ آدمی کو جو خاک مین گڑ کر مر گئے زمین پر تڑپتے دیکھا تھا۔ یہی وہ تارا ہے جو سنہ ۱۶۰۷ء، سنہ ۱۶۸۲ء، سنہ ۱۷۵۹ء، سنہ ۱۸۳۵ء مین زمین پر عبرت ناک خونریزیون اور ہولناک حادثون کا باعث خیال کیا گیا تھا۔ یہی وہ تارا ہے جو ہمارے ملک معظم شاہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کی افسوسناک وفات پر سنہ ۱۹۱۰ء مین آسمان پر نشان ماتم بنکر لہرایا اور قوم کی قوم کو اپنے بادشاہ کے سوگ مین مغموم و اشکبار دیکھا۔ یہی وہ تارا ہے جو آیندہ سنہ ۱۹۸۵ء مین جب پھر طالع ہوگا تو اسوقت ہم مین سے کسی کو زندہ نہ پائیگا۔ تمام حیوانات جو اسوقت زمین پر زندہ ہین مر چکے ہونگے۔ دُنیا کا اک بڑا حصہ جو اسوقت اپنے کامون مین سرگرم ہے موت کی گہری نیند سوتا ہوگا اور ہماری قبرون کے نشان تک باقی نہ ہونگے۔ غرضکہ اسطرح کے خیالات کا ہجوم دُمدار ستارے کے دیکھنے والے کو محو حیرت بنا دیتا تھا اور وہ عالم تصوّر مین زمین کے پُر درد حادثات کو یاد کر کے جنکے تذکرون سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہین اک دوسری دُنیا مین پہونچ جاتا تھا۔

ہیئت دانون نے حساب کیا ہے کہ جسوقت دُمدار ستارہ مئی کی ابتدائی تاریخون مین صبح کو اُفق مشرقی مین دکھائی دیتا تھا تو زمین سے وہ ۷ کروڑ ۴۰ لاکھ میل کی دُوری پر تھا لیکن روز بروز وہ زمین کی جانب نہایت سرعت سے بڑھتا چلا آتا تھا۔ چنانچہ ۱۰۔ مئی سنہ ۱۹۱۰ء کو اُسکا بُعد گھٹ کر ۴ کروڑ ۱۰ لاکھ میل رہگیا یہانتک کہ ۱۴ مئی کو وہ زمین سے صرف ۲ کروڑ ۷۰ لاکھ میل کی دُوری پر تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جسوقت دُمدار ستارہ زہرہ سے اک ذرا بائین جانب کو دبا ہوا اُسکے برابر مین طالع ہوتا تھا لیکن دو دن کی مدت مین وہ زہرہ سے نیچا ہوگیا اور قریب ۲۰ درجون کے بائین جانب کو ہٹ گیا۔ تمنے خیال کیا ہوگا کہ دُمدار ستارہ ہر روز بڑا ہوتا جاتا تھا

ہیلی کا دمدار ستارہ

انڈین پریس الہ آباد

یہان تک کہ اُسکی دُم جو اک اُجلے بادل کے ٹکڑے کی سی نظر آتی
تھی۔ اُفق شرقی سے اوپر کو ۷۰ درجہ تک پہونچ گئی غرض ۱۷ تاریخ
تک یہ تارا آسمان مین اسطرح بھر گیا کہ وہ اک دوسری کہکشان معلوم
ہوتا تھا۔ اسکے بعد دُمدار ستارے کا صبح کو دیکھنا دشوار ہوگیا۔ سرجو
آفتاب کے بالکل محاذی پہونچ گیا تھا اُفق مشرقی کے نیچے رہتا
تھا لیکن دُم جو سورج کی کرن سے بالکل دھیمی دکھائی دیتی تھی
ایک سفید پنکھی سی آسمان مین بکھری ہوئی نظر آتی تھی۔

یہ سنکر حیرت ہوگی کہ ۲۵ اپریل کو جب دُمدار ستارے کا فوٹو
لیا گیا تو اُسکی دُم مین اک نرالی تبدیلی نظر آئی سر سے آگے بڑھکر
دُم کے تین حصے نظر آئے۔ بیچ مین تو کرنون کا اک جھرمٹ تھا اور
اُسکے دونون جانب نہایت ہلکی شعاعین بکھری ہوئی دکھائی دین
لیکن دوسری بار جب ۳۰۔ اپریل کو تصویر کھینچی گئی تو دُم کی ہیئت
بالکل بدلی ہوئی نظر آئی۔ دونون جانب جو ہلکی شعاعون کی گوٹ
سی معلوم ہوتی تھی وہ غائب ہوگئی اور دُم پھر اپنی اصلی حالت
پر آگئی۔ پانچوین مئی کو جو فوٹو لیا گیا وہ اس جگہ درج کیا جاتا ہے
جسے دیکھکر کہا جا سکتا ہے کہ جن تبدیلیون کا ذکر اوپر کیا گیا ہے
وہ اسمین نظر نہین آتی ہین۔ جس تاریخ کے فوٹو مین دُمدار ستارے
کی دُم تین ٹکڑون مین نظر آئی اُسوقت تک وہ زہرہ کے قریب
آچکا تھا۔ ہیئت دانون کی یہ راے ہے کہ یہ حیرت خیز تبدیلی
جو دُمدار ستارے مین دیکھی گئی وہ زہرہ کے اثر ڈالنے سے
پیدا ہوئی۔ لیکن سچ پوچھو تو خدا کی باتین خدا ہی جانتا ہے۔ کوئی
نہین بتا سکتا کہ اس تغیّر کا باعث کیا ہوا اور کیونکر ہوا۔

یہ عام طور پر معلوم ہے کہ جسوقت چاند کا تاریک کرہ
زمین اور آفتاب کی سیدھ مین حائل ہو جاتا ہے تو اُتنا حصہ آفتاب
ہماری نظرون سے چھپ جاتا ہے اور اصطلاح مین اسکو
سورج گہن کہتے ہین۔ یہ تو ہمیشہ چاند کی ۲۹ تاریخ کو ہوا کرتا ہے لیکن
دُمدار ستارے کے حائل ہونے سے سورج کا گہنا جانا اک ایسا
واقعہ ہے جسکی مثال تاریخ علم ہیئت مین مشکل سے مل سکتی ہے۔ ابھی
تھوڑا ہی عرصہ ہوا کہ ۱۸۸۲ء مین اک دُمدار ستارہ طالع ہوا تھا
جسکی ضیا اتنی تیز تھی کہ وہ دن کو دکھائی دیتا تھا۔ یہ تارا زمین اور
سورج کے بیچون بیچ مین ہوکر گذرا۔ لیکن اسکی وجہ سے آفتاب
مین گہن نہین لگا جس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اُسکا جسم اسقدر لطیف
اور شفاف تھا کہ ہم اُسکے جسم کے وارپار سورج کو دیکھتے رہے۔ اس
دلچسپ واقعہ کی دوسری مثال ہمارے نظرون کے سامنے گذری
ہے۔ ہیلیز کامٹ جسکو ابھی دیکھ چکے ہو ۱۹ مئی سنہ ۱۹۱۰ء کو نو بجے
صبح کے وقت زمین اور سورج کے بیچ مین ہوکر گذرا۔ اسکے سر
کی جانب کو تو آفتاب تھا۔ دُم کی طرف زمین تھی۔ اور ان دونون
کے بیچ مین دُمدار ستارہ اسطرح حائل ہوا کہ اُسکی دُم کے درمیان
سے سورج کو دیکھ رہے تھے۔ اگرچہ منجمون نے اس واقعہ کی
قبل سے خبر دیدی تھی اور یہ بتا دیا تھا کہ زمین دُمدار ستارے
کی دُم سے ہوکر گذرے گی۔ فضاے آسمانی مین ایک ڈرانی
روشنی دکھائی دیگی۔ کالی آندھی آئے گی اور دُنیا غارت ہوجائیگی
لیکن کوئی غیر معمولی بات محسوس نہین ہوئی اور نہ سورج مین سیاہ
داغ نظر آیا۔ اس سے دو باتین سمجھ مین آتی ہین۔ اوّل یہ کہ
تارے کی دُم زمین تک نہین پہونچی اور منجمون نے حساب مین
غلطی کھائی۔ دوسری بات یہ کہ ہیلیز کامٹ کے جسم مین نہایت
ہلکے اور شفاف بخارات بھرے ہین جنمین سے ہم اُس پار کے
تارون کو دیکھ سکتے ہین۔ کسی منجم کی راے ہے کہ زمین ہیلیز کامٹ
کے دُم مین ہوکر گذری لیکن دُم کا وہ حصہ جسمین زمین نے غوطہ
کھایا اس درجہ ہلکا تھا کہ کوئی اثر پیدا نہین ہوا۔ لیکن یہ راے

غلط معلوم ہوتی ہے۔ اسلئے کہ جسوقت زمین دُمدارستارے کے جسم سے ہوکر گذرنے والی تھی اُسوقت اونچے اونچے میناروں پر خالی بوتلین لگادی گئی تھین اور یہ خیال تھا کہ اگر یہ واقعہ ہوا تو تارے کی دُم کا ایک جز خالی بوتلون مین بند ہوکر رہجائیگا چنانچہ جب وقت آیا تو بوتلون مین کاک لگادے گئے اور اصول علم کیمیائی سے بوتلون کی جانچ کی گئی لیکن سوائے معمولی ہوا کے جو ہماری زمین پر موجود ہے کوئی دوسری چیز نہین پائی گئی۔ سائنس والون نے ہوا کی زیادہ مقدار کو منجمد کرکے جانچا ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ ایک نیا گیس جسکو آرگن کہتے ہین ہوا مین مخلوط ہے۔ ممکن ہے کہ یہ گیس دُمدارستارے کا جز ہو جسکو وہ اپنی نشانی چھوڑ گیا ہے۔

امریکہ مین جو زمین کے دوسری جانب کو آباد ہے یہ خیال کیا جاتا تھا کہ ۱۸- مئی ۱۹۱۰ء کو ۶ بجکے ۲۲ منٹ پر شام کو جسوقت دُمدارستارہ قرص آفتاب سے ہوکر گذرے گا، تمام فضائے آسمانی مین اک غیر معمولی روشنی چھا جائیگی اور اک قسم کی ایسی بدبو پیدا ہوگی کہ سانس لینا دشوار ہوجائیگا۔ ایشیا مین دوسرے دن صبح کو سورج مین گہن لگ جائیگا جو بڑی دُوربینون سے نظر آئیگا اور مرأة العکس سے اس بات کا پتہ چل جائیگا کہ دُمدارستارہ کس کس طرح کے گیسون سے مملو ہے لیکن باوجودیکہ ایک کرور پچاس لاکھ میل کا لمبا تارا زمین اور سورج کے بیچ مین ہوکر گذرتا ہمکو اسکی مطلق خبر نہوئی۔ ہان ۱۹ تاریخ کو ۹ بجے دن کو آفتاب پر اک غبار سا چھا گیا تھا۔ اب اسکو جو جی چاہے کہو۔ لیکن کوئی ایسی بات ظہور مین نہین آئی جس سے ہمکو دُمدارستارے کے زمین اور سورج کے درمیان حائل ہونے کی تمیز ہوتی۔ یہ سب کچھ سہی لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ اگر زمین ہیلیز کامٹ کے دُم سے ہوکر گذرتی اور وہ بھی اُس حصہ سے جو سر کے قریب ہے تو ہم پر قیامت آجاتی اور ایسی خوفناک بلا نازل ہوتی جسکے تصور سے دل کو ہول آتا ہے۔

یہ دیکھکر حیرت ہوئی ہوگی کہ ایک دن مین دُمدارستارہ آفتاب سے گذر کر اُفق مشرقی سے اُفق مغربی مین چلا آیا اور ۲۰ مئی کو شام کے وقت مغرب مین طالع ہوا۔ عام لوگون نے اس واقعہ کو نہایت حیرت سے دیکھا اور اُنکو یہ خیال ہوا کہ یہ کوئی دوسرا دُمدارستارہ ہے جو یکبیک مغربی آسمان مین نمایان ہوگیا۔ لیکن بعد کو وہ جان گئے کہ یہ دُمدارستارہ وہی ہے جو دو روز قبل صبح کو اُفق مشرقی سے طالع ہوتا تھا۔ لیکن اس قلابازی کی وجہ اُنکے سمجھ مین نہین آئی اور نہ اس چھوٹے سے مضمون مین مین اسکو سمجھا سکتا ہون۔ اتنا سمجھ لو کہ جب تک دُمدارستارہ آفتاب کی بائین جانب کو رہا اسوقت صبح کو نظر آتا رہا لیکن جب وہ آفتاب سے گذر کر اُسکے دائین جانب کو چلا آیا تو اُفق مغربی مین نمودار ہوا لیکن ان دونون صورتون مین رُخ اُسکا ہمیشہ آفتاب کی طرف رہا اور دُم اُسکے جانب سے مڑی رہی۔

یہ بات خیال کی گئی تھی کہ اب دُنیا اتنی ترقی کرگئی ہے کہ دُمدارستارون کی نسبت جو توہمات پُرانے لوگون نے مان لئے تھے وہ بالکل بے اصل ثابت ہونگے۔ لیکن واقعہ اسکے خلاف ظہور مین آیا۔ چین سے یہ خبر آئی کہ وہان کے اضلاع مین باغی رعایا نے ہیلیز کامٹ کی نحوست کو ملک کے لئے ایک بُرا شگون خیال کرکے شورش مچانا شروع کردی جسکے دفع کرنے مین حکام کو سخت مشکل پیش آئی۔ دمدارستارہ کا مرقع اُتار کر باغی رعایا کو دکھا دکھاکے اس تارے کا تاریخی بیان سُنایا گیا اور یہ بات دلنشین کرائی گئی کہ وہ ایک ستارہ ہے جو اجرام فلکی مین داخل ہے۔ اُسمین ایسی قدرت نہین ہے جو ہم پر کوئی بُرا اثر ڈال سکے۔

اسمان پر اسکا طالع ہونا ایسا ہے جسطرح سورج - چاند نکلا کرتے ہیں مشرق کا حال تو سُن چکے اب مغرب کی روداد سُنو - کسی اخبار نے یہ خبر شائع کی کہ جرمن کے ایک خوش عقیدہ کسان نے بنی نوع انسان کو دُمدار ستارے کی پر آشوب نحوست سے بچانے کے لئے خودکشی کر لی - اسلئے کہ وہ سے پناہ دے - چنانچہ بدمعاشون نے خاص نمازون کے قائم کرنے کے لئے غریب کسانون کو دھوکا دیکر خوب لوٹا -

لوگونکو یہ خیال ہوگا کہ جس روز سے دُمدار ستارہ اُفق مغربی مین طالع ہوا اُس روز سے اُسکی ظاہری چال جو ذیل مین دکھائی گئی ہے
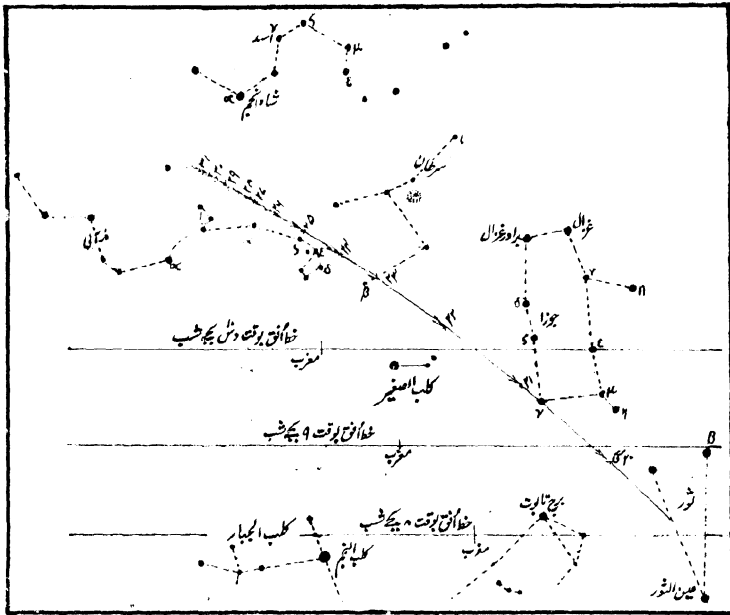
۲۰-۳۱ مئی تک دُمدار ستارے کی چال اور اُسکے آس پاس کے ستارے

اس بات کو مانتے ہوئے تھا کہ جبتک کوئی آدمی قربانی نہ دیا جاے اس تارے کے طالع ہونیکی وجہ سے دُنیا مین جو آفت برپا ہونیوالی ہے وہ کسی طرح ٹل نہین سکتی - روس کے کسانون مین بلا کا تلاطم تھا - گرجا کی نمازون مین دعائین کیجاتی تھین کہ خدایا تو اس تارے کی نحوست نہایت تیز محسوس ہوئی - ۲۰ مئی کو وہ برج ثور کے پاس تھا لیکن ۲۲ تاریخ کو صرف دو روز کی مدت مین برج جوزا سے گذر کر کلب صغیر کے مقابل تھا -

اوپر کے مربع مین ۲۰ سے ۳۱ مئی سنہ ۱۹۱۰ء تک کی چال دکھائی گئی ہے - اسکو دیکھکر معلوم ہو سکتا ہے کہ پانچ دن تک وہ کس

بلا کی چال سے بھاگتا نظر آیا - آج یہان تھا تو کل وہان - بغرض چند روز
مین قطع منازل کرتا ہوا - ۲۵ مئی کو وہ برج سرطان کے سامنے
پہونچ گیا - بعد ازان اگرچہ اُسکی سرعت رفتار مین کوئی فرق نہین تھا
لیکن ہمکو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ٹھہرا ہوا جاتا ہے - اسکی وجہ
یہ تھی کہ ۲۰ مئی کو وہ ہم سے نہایت نزدیک تھا - اس تاریخ کو اُسکی دوری
صرف ایک کرور چالیس لاکھ میل تھی - اسکی رفتار کی سرعت زیادہ متغیر
تھی - بعد کو جون جون دُور ہوتا گیا ہماری نگاہ نے دھوکا کھایا
اور وہ ہمکو ٹھہرا ہوا محسوس ہوا - حساب کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اہمکی
۱۹۱۰ء کو وہ ہم سے چار کرور پچاس لاکھ میل کی دُوری پر نکل گیا
تھا - یہ یاد ہو گا کہ اُسکی روشنی شب بہ شب گھٹتی جاتی تھی پہلے
اُسکی لمبی دُم جو نہایت دھیمی نظر آتی تھی نظرون سے غائب
ہونے لگی اور وہ چھوٹا ہوتا گیا یہان تک کہ ۷ جون ۱۹۱۰ء کو
دُمدار ستارہ چھوٹا ہوتے ہوتے ہم سے رخصت ہو کر فضاے
آسمانی مین ڈوب گیا اور اپنی انوکھی صورت کا ہمکو دلدادہ چھوڑ
گیا جسکی یاد دل کو ابتک تراش دے رہی ہے -

سید راحت حسین - بی اے

تبادلہ اشیاء

فلسفۂ اخلاق اور فلسفۂ ذہنی مین یہ بات مان لی گئی ہے
کہ اخلاق اور ذہن کی تکمیل اُس صورت مین ہو سکتی ہے جب
تبادلۂ خیالات کا سلسلہ کسی حد تک مکمل ہو اور لوگ اس سلسلہ سے
واقفیت رکھین اور اُسکی ضرورت کا احساس کرین - خیالات اور
اذہان مین ترقی کیون ہوتی ہے اور دن بدن اُنمین وسعت
کیون آتی جاتی ہے ؟ اسلئے کہ سلسلۂ تبادلۂ خیالات اور تبادلۂ اذہان
ہو رہا ہے - یہانتک اسکی ضرورت کا احساس کیا گیا ہے کہ
اب اکثر لوگون کو یہ علم ہی نہین کہ وہ اپنی زندگی مین ہر ساعت اسکے
پابند ہین اور اسکے سواے اُنکی زندگی تلخ ہے - گویا یہ امر اُنکی
زندگیون کا ایک ایسا جزو لاینفک بن گیا ہے کہ اُسے کوئی
بیرونی عمل سمجھا ہی نہین جاتا -

جسطرح فلسفۂ اخلاق اور فلسفۂ اذہان مین اسکی ضرورت
ثابت کی گئی ہے اسیطرح فلسفۂ اقتصاد مین تبادلۂ اشیاء کی ضرورت
کو بھی سمجھا گیا ہے - کوئی ملک اور کوئی قوم اُسیوقت تک ٹھیک معنون
مین ترقی یافتہ نہین کہی جا سکتی کہ جبتک اُسمین سلسلۂ تبادلۂ اشیاء
مضبوطی اور وسعت سے نہ پایا جاتا ہو - نہ صرف پایا ہی جاتا ہو
بلکہ لوگ اُسکی ضرورت اور ہستی کا بھی احساس کرین اور یہ سمجھین کہ
اُس کے سواے خود اُن کی ہستی کوئی شے نہین ہے اور وہ
دُنیا کی ایک بڑی نعمت اور ایک عظیم کامیابی سے بے بہرہ ہین -

علم الاقتصاد ہی اس سلسلہ کا حامی اور موید نہین ہے - خود
قدرت بھی اسکی حامی ہے - کیون ایک ملک اور ایک خطہ کی آب و ہوا
اور قدرتی پیداوارین یا قدرتی وسائل دوسرے ملک اور دوسرے
خطہ سے کسی حد تک متغائر ہین اور اُنکی نوعیت اور جنسیت مین
فرق پایا جاتا ہے - صرف اسواسطے کہ خود قانون قدرت ہی
تبادلۂ اشیاء کا حامی ہے - کیون ہر ملک اور ہر زمین مین ایک ہی
قسم کی پیداوارین نہین ہوتین صرف اسواسطے کہ ہر ملک والون کا

سید راحت حسین صاحب بی اے بی ایل

انڈین پریس الہ آباد

سلسلۂ تبادلۂ اشیاء خود بخود جاری رہے اور لوگ اُسطرف عملی
رنگ مین متوجہ رہین۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ تبادلۂ اشیاء سے اقتصادی رنگ
مین مطلب کیا ہے تو اُسکا جواب یہ ہوگا کہ قانون قدرت کا یہ منشاء
ہے کہ ایک ملک یا ایک قوم کے لوگ دوسرے ملک اور دوسری
قوم کے لوگون سے کچھ کوششین کچھ ساختین کچھ مصنوعات اپنی
آسایش اپنے مایحتاج زندگی کے واسطے لین اور اُنکے تبادلے مین
کچھ اُنھین دین بھی یا دوسرا ملک اور دوسری قوم خود بخود اُنسے
حاصل کرے۔ اب آپ کی سمجھ مین آگیا ہوگا کہ اقتصادی رنگ مین
تبادلۂ اشیاء سے مراد کیا ہے۔ علم الاقتصاد اس ضرورت کا
احساس صرف علمی رنگ میں نہین کراتا بلکہ عملی رنگ مین بھی
ہم دیکھ رہے ہین کہ کسی نہ کسی حد تک ہر قوم اور ہر ملک
اسکا احساس کر رہا ہے اور یہ ثابت اور ظاہر ہے کہ جس سرزمین
مین اس ضرورت کا احساس کم زور ہے وہان کی قومین اور نسلین
اس کمی کا خمیازہ بھی بھگت رہی ہین اور زمانہ جتا رہا ہے کہ اُنکے
ادبار اور تنزل کا کوئی خاص موجب ہے اور وہ یہی ہے کہ اُنمین
عملی رنگ مین تبادلۂ اشیا کا سلسلہ وسیع نہین ہے۔

اشیاء کا تبادلہ دو قسم پر ہے۔

(الف) تبادلہ جنسی۔

(ب) تبادلہ بہ تبادلۂ نوعیت۔

جو تبادلۂ اشیاء بالخصوص علم الاقتصاد مین مرعی ہے
اور جسکی نسبت علمی اور عملی رنگ مین بحث کیجاتی ہے۔ وہ تبادلہ
قسم (ب) ہے۔ بیشک تبادلہ قسم الف بھی ایک قسم کا تبادلہ ہے
اور اُس سے بھی بہت کچھ فوائد مترتب ہین۔ لیکن جبتک اُسکے
ساتھ تبادلہ قسم (ب) نہ ہو تب تک یہ نہین کہا جا سکتا کہ کوئی
ملک یا کوئی قوم صحیح معنون مین دوسرے ملک یا دوسری قوم کے ساتھ
تبادلۂ اشیاء کر رہی ہے۔ ایک ملک سے دوسرے ملک والون
کا قدرتی رنگ مین جنسون کا تبادلہ کرنا ایک ایسی عام بات ہے
کہ جسمین کوئی خاص فوقیت نہین ہے اگر ایک ملک والے دوسرے
ملک سے۔ تل۔ نیشکر۔ کپاس۔ کنک۔ کنوذ۔ لیجا کر اپنے ملک
کی پیداوار بدل لین تو اس مین گو کہ ایک دوسرے کے واسطے
فائدہ کی راہ کھل جاتی ہے اور یہ بھی ایک قسم کی تجارت ہے لیکن
اسمین وہ صورت اور وہ وسعت نہین پائی جاتی جسے
علم الاقتصاد عملی رنگ مین پیش کرتا ہے اور جس سے قومون اور
ملکون کی وقعت دوبالا ہوتی ہے۔ بالفاظ دیگر تبادلۂ اشیاء
سے اقتصادی رنگ مین یہ مراد ہے کہ تبادلہ بہ تبادلۂ نوعیت
کی صورت مین اشیاء کی داد و ستد ہو۔ یعنی قدرتی اشیاء مین تصرف
ہو کر بذریعۂ حرفت اور صنعت کے اُنکا تبادلہ کیا جائے۔

ہر قدرتی شے اور قدرتی ساخت مین انسان نے حرفت
اور صنعت کے ذریعہ سے جو کچھ تبدیلی کی ہے اُسکا نام نوعیت
مین تبادلہ اور ترقی کرنا ہے اور یہ سلسلہ ہر ایک ملک اور ہر ایک
قوم مین کم و بیش پایا جاتا ہے۔ کوئی ملک اور کوئی قوم اس عمل
سے خالی نہین لیکن فرق یہ ہے کہ بعض قومین تبادلۂ نوعیت ایسی
صورت مین کر رہی ہین کہ یا تو "اُنکی پہلی سی ضرورت اور مانگ
نہین رہی ہے اور یا اُنھین زمانہ کے مطابق جدت نہین ہے"
زمانہ خود بخود جتا رہا ہے کہ ہماری ضرورتون مین کسقدر فرق آگیا
ہے اور یہ سلسلہ کس زور شور سے جاری ہے۔ تمام پرانی ساختین
اور پرانی شیئین اپنی اپنی جگہہ چھوڑتی جاتی اور نئی ساختین اور نئی
شیئین اُنکا درجہ لیتی جاتی ہین۔ اس زمانہ مین وہی شے اور
وہی ساخت شہرت پاتی ہے جسمین ضرورت اور آسایش کے

اعتبار سے کچھ نہ کچھ جدت ہو۔ جس شے اور جس ساخت مین کوئی جدت اور انوکھاپن نہین وہ اگر چہ کسی حد تک گذارہ تو چلا دیتی ہے مگر دلچسپ اور دلپسند نہین ہوتی۔

اشیاء اور قدرتی نمونون مین جدت کب پیدا ہوتی ہے؟ جب اُنھین موجودہ ضروریات کے مطابق بنانیکی کوشش کیجاے۔ یورپ کی ساختین باوجود کیسقدر ناپایدار ہونے کے دُنیا مین کیون جگہہ لیتی جاتی ہین اور کیون ہر کس و ناکس اُنھین بدل پسند کرتا ہے؟ جو شخص صدق دل سے سودیشی چیزین استعمال کرتا ہے وہ بھی خوبصورتی اور جدت کے اعتبار سے یورپین ساختون کی قدر کرتا ہے۔

یورپ ہندوستان سے کیا لیتا ہے۔

"قدرتی شیئین"

"خام اشیاء"

"بے ڈول نمونے"

اور یہ چیزین یورپ لیکر ہندوستان کو کیا دیتا ہے۔

"نایاب ساختین"

"آرام دہ مصنوعات"

"دلکش اشیاء"

"خوش آیند مخترعات"

"جدت آمیز کاریگریان"

ہندوستان سے چمڑا اور کپاس جو یورپ مین جاتا ہے۔ وہ اگر اپنی پہلی حیثیت مین ہی واپس ہندوستان مین لایا جاے، تو شاید فیصدی دو شخص بھی اُسکا خیر مقدم نکرین اور کوئی چاہے بھی نہین۔

چمڑے اور کپاس سے جو چیزین بنکر آتی ہین اور جن جن خوش آیند صورتون اور نمونون مین اُنکی نوعیت مین جدت پیدا کیجاتی ہے اُسکا اثر یہ ہے کہ فیصدی ۹۹ آدمی خوشی سے اُنکا خیر مقدم کرتے ہین اور اُنکی خریداری ضروری سمجھتے ہین۔ یہ کس چیز کا اثر ہے صرف اسکا کہ نوعیت مین جدت روا رکھی گئی ہے۔ اگر ان جدت طرازیون کا اصل اجناس چمڑہ اور کپاس سے باعتبار قیمتون کے مقابلہ کیا جاسے تو ایک حیرت افزا فرق نکلیگا۔

علم الاقتصاد یہ بحث کرتا ہے کہ کوئی ملک اور کوئی قوم اُسوقت تک دولتمند اور سرمایہ دار نہین ہو سکتی جب تک وہ ایسی طاقت نہین رکھتی کہ دوسرے ملک کے ساتھ نوعیت کے تبادلہ کی صورت مین تبادلہ اشیاء کر سکے۔ یورپ کے مقابلہ مین ہندوستان سرمایہ اور دولت مین کب اور کن حالات مین مقابلہ کر سکتا ہے جب وہ یورپ کے حوالے ایسی شیئین بھی کرے جو باعتبار جدت طرازی کے خوش آیند اور آرام دہ ہون پچھلے زمانون مین اقتصاد مین آسایش کا سوال نظر انداز کر دیا جاتا تھا۔ لیکن اس زمانہ مین آسایش کے سامان کا مہیا کرنا بھی اقتصاد کی ایک عملی شاخ ہے۔ علم الاقتصاد کیون نوعیت اشیاء مین جدت کا خواہان ہے اسواسطے کہ اس طریق عمل سے ضرورتین رفع ہوتی ہین اور ضروریات رفع ہو جانا کیا نتیجہ رکھتا ہے؟

"آسایش کا میسر آنا"

اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ آسایش جایز کا چاہنا بھی ایک اقتصادی شغلہ ہے۔ جہان اقتصادی رنگ مین تبادلہ نوعیت سے باعتبار جدت طرازی کے دوسری اقوام سے تبادلہ اشیاء کا نہین ہوتا وہان گویا لوگ اور مخلوقات صحیح معنون مین آسایش کی خواہان نہین ہے۔ اُسکی زندگی وحشیانہ رنگ لئے ہوئے ہے اور وہ اُن طاقتون سے کام نہین لے سکتی کہ جو قدرت نے اس

مطلب کیواسطے اُسے عطا کر رکھی ہین۔

اقتصادی رنگ مین سوالات

"سودیشی اور

"تبادلہ اشیار

ایک ہی مفہوم رکھتے ہین سودیشی خیال یا سودیشی جوش کب مفید ہوسکتا ہے جب نوعیتون کے تبادلہ سے حرفتی اور صنعتی اعتبارات سے دوسرے ملکون اور دوسری قومون کے ساتھ تبادلہ اشیار کیا جاے۔ اگر ہندوستان لاکھون من کپاس اور کرورون من چمڑہ وغیرہ ہرسال دوسرے ملکون کی نذر کرے تو اُسکا اسقدر فائدہ نہین کہ جسقدر چند نوعی جدید مخترعات کے تبادلہ سے ہے پہلی صورت صرف محنت یا مشق کشتکاری کو ترقی دیتی ہے جسمین عملاً کوئی جدت نہین ہے اور دوسری صورت عملی رنگ مین ملک و قوم مین مختلف مذاق کے حرفت کار اور کاریگر پیدا کرتی ہے۔

اب سوچو کہ سوال سودیشی اول ہے یا سوال تبادلہ اشیار تھوڑے سے غور کے بعد ہی یہ بات ماننی پڑیگی کہ تبادلہ اشیار کا سوال مقدم ہے اور یون پوچھیو تو صرف الفاظ کا ہیر پھیر ہے سودیشی کا سوال بھی اپنے اندر تبادلہ اشیار کا مفہوم رکھتا ہے کیونکہ کسی دیش مین کوئی دولت اور ثروت یا سرمایہ اُسوقت تک ترقی نہین پاسکتا ہے جبتک عملی رنگ مین بہ صیغہ اقتصاد حرفت اور صنعت کے ذریعہ سے دوسرون کے ساتھ تبادلہ اشیار نہو۔ اگر کوئی جدت پیدا نہ کرین تو کہانتک اس ملک کے لوگ سودیشی جوش مین خرید و فروخت کرین گے۔ اس حالت میں ایک دن ایسا بھی آسکتا ہے کہ سودیشی کے بہی خواہان بھی تنگ آکر غیر ممالک کی اشیار کی جانب متوجہ ہون۔

جب ہم گنک اور کپاس یا کوئی اور جنس غیر ملک والون کو دیتے ہین تو ہم قدرتی رنگ مین کوئی تبدیلی نہین کرتے۔ ایک جنس دیتے ہین اور اُسکے بدلے ایک مخترعہ جنس روپیہ لیتے ہین گویا قدرتی سامان ایک انسانی سامان کے عوض مین فروخت کرتے ہین۔ اب ان دونون حالتون کا صریحی فرق دیکھیے۔ ہم ایک جنس قدرتی رنگ مین دیتے ہین اور دوسری قوم ہمین قدرت مین کچھ تصرف کرکے ایک سکہ دیتی ہے۔ ہم صرف ایک شے کا اُسکی اصلی صورت مین انتقال کرتے ہین اور دوسرا شخص ہمین ایک مخترعہ چیز دیتا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ بمقابل ہمارے دوسرا شخص دانا اور دور اندیش نہین ہے۔ ہمنے وہ راہ اختیار کی ہے جو صرف ایک انتقالی صورت رکھتی ہے اور اُس دوسرے شخص نے وہ صورت لی ہے جو ایک مخترعانہ لباس مین ہے۔ دونون مین فرق ظاہر ہے۔ ہم اس بات سے منکر نہین ہین کہ ہندوستان کے خطہ مین تبادلہ اشیار نہیں ہوتا ہے۔

ہوتا ہے مگر صرف اصلی صورت مین جو ایک محدود حد تک فائدہ رسان ہے۔ تبادلہ اشیار کے واسطے اقتصادی رنگ مین اختراعات کی ضرورت ہے جو اسوقت تک ہندوستان مین قریباً مفقود ہے۔ یہ کبھی بھی خیال نہین کیا جاسکتا کہ ہندوستان کی سرزمین تبادلہ اشیار جدت طرازی کی صورت مین نہین کرسکتی کرسکتی ہے مگر اسمین چند امور کی ضرورت ہے۔

"احساس کی۔

"ضرورت کی تشخیص کی۔

"عملی تعلیم کی۔

"ملکی ہمدردی کی۔

سب سے اول احساس چاہیئے۔ کیا ہندوستان مین احساس پیدا

ہوگیا ہے - اگر ہو گیا ہے تو کیون اسطرف توجہ نہین کیجاتی ہم دوسرے ملک کی ساختون سے کن حالات مین اور کب آزاد ہوسکتے ہین -

جب خود اپنے ملک کی ساختون مین جدت پیدا کرین ان حالات مین نہ تو کوئی انگریزی شے اور انگریزی ساخت ہمین ترک کرسکتی ہے اور نہ جرمنی اور نہ جاپانی اور نہ ہمین کوئی ضرورت ہے کہ دوسرے ملکون اور دوسری قومون کی ساختون اور اشیا کے لینے سے پرہیز کرین "عوض معاوضہ گلہ ندارد" وہ ہم سے لین اور ہم اُنسے - وہ ہمین دین اور ہم اُنھین - وہ ہمارے گھر آئین اور ہم اُنکے - انگریزی صناعون اور انگریزی ساختون کا کوئی قصور نہین - اُنکی خود ہی زبان ہے وہ اپنی قیمت آپ کرتے ہین ہم بے زبان ہین - ہم اپنا اعلان خود نہین کرسکتے -

اس اقتصادی اصول پر غور کرو اور اسکے مطابق عمل کرنا بہتری کی ایک صحیح علامت سمجھو -

سلطان احمد
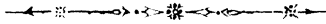
عورتون کی شجاعت

(لیڈی کُک کے مضمون مطبوعہ "اڈین ریویو" بابت جولائی ۱۹۱۱ء کا ترجمہ)

ایک مقدس عالم نے کیا خوب کہا ہے کہ اگرچہ اس مطلب پرست و خود غرض دُنیا مین بہت سی باتین دریافت کی جا چکی ہین اور بڑے بڑے انکشافات ہو چکے ہین تاہم ابھی بیشمار چیزون کی اصلیت ہماری نگاہون سے پوشیدہ ہے - مردون نے دُنیا جہان کی تمام ہمت و جرأت اور بہادری کو اپنا خاص حصہ قرار دیکر عورت کو اپنے مقابلہ مین ایک نہایت ڈرپوک - بزدل اور کم ہمت مخلوق ہونے کا دعوائے باطل بلند آہنگی کے ساتھ بڑی نخوت سے مشہور کر رکھا ہے - ہمین اس سے انکار نہین کہ بعض عورتین کبھی کبھی ایسی حرکت کر بیٹھتی ہین جس سے مردون کے اس باطل دعوے کی کسیقدر تائید ہو جاتی ہے - غیر مضرت رسان گائیون یا غریب بیلون کو دیکھکر بعض اوقات وہ ایسی ڈرجاتی اور چونک اُٹھتی ہین کہ گویا وہ بڑے خوفناک اور خونخوار سانڈ ہین - کبھی کسی چوہے کو دیکھکر وہ اُچھل پڑتی ہین اور مارے خوف کے کرسیون پر اُچکنے لگتی ہین -

یہ تمام تعلیم و تربیت کی خرابیاں ہین - یہ ایسا ہی ہے جیسا لڑکون کو ایام شیرخوارگی سے اس بات کی تعلیم دیجاتی ہے کہ وہ لڑکیون کو اُنکی مفروضہ بزدلی اور کمزوری کے لئے حقیر و ذلیل نگاہون سے دیکھین اور ان ہی خیالات کو لیکر جوان ہون - مانڈیویل نے اپنی کتاب "سپچ انٹو دی نیچر آف سوسائٹی" مین بیان کیا ہے کہ

> انسان بوجہ اسکے کہ وہ طبعاً خونخوار اور غارت گر نہین ہے اور ایک ڈرپوک حیوان ہے، امن و آسایش اور صلح کو پسند کرتا ہے - اگر کوئی اسکو مشتعل نہ کرے تو وہ کبھی کسی سے برسر پرخاش نہین ہوتا اور بلا جنگ و جدال اپنا مطلب نکالتا ہے -

انسان کے متعلق یہ راے اس نقطہ خیال سے درست ہوسکتی ہے کہ وہ وحشی بھی ہے - لیکن تہذیب و شایستگی نے اسکو

کچھ ایسے تدابیر وکمالات سکھا دئے ہین اور اُسکی خامیون اور اُسکی وحشت وخوفزدگی کو کچھ اس درجہ کم کر دیا ہے کہ وہ بہت دلیر- جری- جنگجو اور مغرور بن گیا ہے- لہذا یہ خیال کرنا کہ ان بہادر ذی ہمت اور دلاور مردون کی مائین اور بہنین بھی ویسی ہی جری اور شجیع ہونگی کوئی غیر معمولی بات نہین ہے- حیوانات کے دونون جنس مشترک خصوصیات اور مشترک صفات سے متصف ہوتے ہین

ایسی حالت مین نوع انسانی کیون اس کلیہ سے مستثنےٰ ہو- یہ کیون تصور کیا جاے کہ تمام دُنیا کی جرأت و دلاوری تو مردون کا حصہ ہے اور عورتین بیچاری بزدلی وکمزوری کی ٹھیکدار ہین؟ یہ محض مردون کی عجیب وغریب عظیم الشان نخوت وخود بینی ہے- اکثر لوگون نے اس مضمون پر معقولیت کے ساتھ غائر نگاہ نہین ڈالی ہے- مردون نے اپنی بہادری جتانیکی غرض سے عورتون کو میدان عمل سے نکال باہر کیا ہے اور اسپر اپنی فوقیت وبرتری کا دعویٰ کرتے ہین- لیکن جہان کہین عورتون کو کوئی ذرا سا بھی موقع مل گیا ہے وہ اپنی ہمت و دلیری کا ثبوت دینے مین کسیطرح مردون سے پیچھے نہین رہی ہین- اخلاقی دلاوری مین تو وہ مردون سے بہت ہی آگے ہین-

آجکل کے زمانہ مین جبکہ مرد وعورت دونون جنس کا باہمی مقابلہ کرنے مین بڑی توجہ ظاہر کیجاتی ہے عورتون کی شجاعت پر بحث کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا- ہمارا مطلب اس سے یہ نہین ہے کہ ہم مردون کی صریحی شجاعت وجوانمردی کی بیقدری کرین- بلکہ اسکے برعکس ہم تو اسکو اچھی طرح تسلیم کرتے ہین اور فخریہ اسکی قدر کرتے ہین- ہمارا منشا صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ عورتین بھی اُسی حد تک ویسی ہی بہادری کی صفت سے متصف ہونیکی پوری قابلیت رکھتی ہین- اسلئے انکو بھی مردون کیطرح اس صفت کو نمایان کرنے کا موقع دینا چاہئے- اگر مرد اس سے انکار کرین تو عورتون ہی کو چاہئے کہ وہ باہم ایک دوسری کو اسکی تشویق و تحریص دلائین اور اسطرف متوجہ کرین-

اسمین کسی کو شک کرنے کی گنجایش نہین کہ جسمانی بہادری پر اخلاقی شجاعت کو فوقیت وبرتری حاصل ہے- مرد جسمانی شجاعت وقوت مین بڑھے ہوئے ہین- عورتین اخلاقی ہمت وبہادری مین ترجیح رکھتی ہین- یہ مناسب نہین ہے کہ اگر ممکن بھی ہو تو اسمین تبدیلی کیجاے- لیکن اگر مرد کسیقدر اور اخلاقی دلیری پیدا کرین اور عورتین جسمانی طاقت مین کسیقدر ترقی کرین تو دونون کی شخصیت مین بہت بڑا اضافہ ہوجائیگا-

زمانہ حال کا ایک مورخ کہتا ہے:-

"ممکن ہے کہ اخلاقی اور دماغی قویٰ دونون خفتہ رہتے ہون لیکن اگر انسان بالکلیہ لذائذ نفسانی مین مستغرق ہوجاے تو پھر ان مخفی قوتون کا اسی حالت مین پڑا رہنا لازمی ہے- انسان ایک پودے کی مانند ہوتا ہے جسکا اصلی نشوونما جسکی پوری ترقی اور جسکا خلقی وفطری پھیلاؤ تمام وکمال اُس سرزمین پر منحصر ہوتا ہے جہان وہ اُگا ہے"-

اگر عورتون کی طرح مرد بھی ہر طرف سے بند کر دئے جاتے اور انکی جسمانی قوتون سے کام نہ لیکر بیکار ومضمحل کر دیا جاتا تو کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ انکی جسمانی حالت اسیطرح ترقی یافتہ ہوتی؟

باوجود اسکے عورتون نے شجاعت و دلاوری کی تاریخ مین خاصہ نام پیدا کیا ہے- تاریخ مین بہادر عورتون کی جرأت و شجاعت کی بیشمار مثالین ملتی ہین- بہت سی ایسی دلاور عورتون نے تو اُس زمانہ مین اپنی شجاعت کے جوہر دکھلائے ہین جبکہ وہ بالکل غلامی کی حالت مین تھین- یہان دو ایک کا نام لے دینا بے موقع نہ ہوگا-

لینا آف ایٹیکا نے ایک حرف زبان سے نکالے بغیر انتہا درجہ کی صعوبتون کو ضبط کے ساتھ برداشت کیا۔ شاعرہ ٹیلی سلا نے آرگالک عورتون کو موت سے بالکل نڈر بنا دیا اور اہل اسپارٹا کو شکست فاش دی۔ تھیوڈورا نے مشرقی سلطنت کو معرض تباہی سے بچایا۔ آرٹی می شیا نے اپنے شوہر کے ساتھ کیسی بہادری دکھائی۔ کیمیلا ملکۂ والشینس عین حالت جنگ مین جبکہ وہ اپنی فوج کی سردار بنی ہوئی دشمن کا مقابلہ کر رہی تھی قتل ہوئی۔ بوڈیشیا نے روما کے جنگ آزمودہ بہادرون سے معرکہ آرائی کی۔ آرلینس کی کنواری نے انگریزون کو فرانس سے نکال باہر کیا۔ ایریا نے اپنے شوہر کو جرأت دلانے کے لئے خنجر سے اپنا کام تمام کر ڈالا۔ اخیر وقت تک اسکی زبان پر یہ الفاظ تھے کہ "دیکھو پیارے پیٹس! اس سے مجھکو کچھ بھی تکلیف و اذیت نہین ہوئی"

شہدا کی تاریخ کے صفحے تو بہادر عورتون کے کارنامون سے بھرے پڑے ہین۔ نوجوان دوشیزہ عورتین اگر مسرت و شوق کے ساتھ نہین تو ایک خاطر جمعی اور اطمینان آمیز حقارت و نفرت کے ساتھ ضرور ہیبت ناک و دہشت انگیز موت کو برداشت کرتی تھین۔ انواع و اقسام کی شیطانی عقوبتین بھی ان بہادر عورتون کو استقلال و ثابت قدمی سے باز نہ رکھ سکتی تھین۔ نیرو کی ظالمانہ فرمانروائی کے حالات پڑھے جائین یا بشپون کی خودسرانہ حکومت پر نگاہ ڈالی جائے۔ عدالت مذہبی کی تاریخ دیکھی جائے یا انقلاب فرانس کے واقعات معلوم کئے جائین تو اُنسے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عورتون نے بمقابل مردون کے کس قدر حیرت انگیز ہمت و جرأت اور قابل تعریف دلیری و بہادری کے ساتھ جان دی۔

اینی بولین اور میری آف اسکاٹ لینڈ نے کس خاموشی، قائم مزاجی، اور اطمینان سے اپنی خوبصورت نازک گردنون کو جلاد کے سامنے تختہ پر رکھدیا تھا۔ بہادر ریلے کی وہ بے پروایانہ شان بھی جسمین خوش طبعی ملی ہوئی تھی ان خواتین کی شاہانہ دلجمعی اور ثابت قدمی کے سامنے کوئی ہستی نہین رکھتی۔

دوسرون کے لئے اپنی جان کو خطرہ مین ڈالنا اور اپنے آپ کو قربان تک کر ڈالنے مین پس و پیش نہ کرنا تو عورتون کی خاص بے نظیر صفت ہے۔ کسی کے زہریلے زخم کو چوس لینے مین اُنھون نے کبھی دریغ نہین کیا۔ کسی کو بچانے کی نیت سے بیچ مین پڑکر خنجر کا وار اپنے اوپر لینے مین وہ کبھی نہین جھجکین۔ میدان جنگ کے ہوش رُبا ہنگامون مین پہونچکر زخمیون کی تیمارداری کرنے مین وہ کبھی پیچھے نہین رہین۔ متعدی امراض کے مریضون اور قریب المرگ بیمارون کی خدمت اور خبرگیری سے وہ کبھی نہین تھکین۔ اپنی اور اپنے شوہر کی آبرو بچانے کے لئے اُنھون نے خودکشی کرنے تک مین کوتاہی نہین کی۔ عورتون کی یہ وہ خصوصیات ہین جنسے مردون کا طبقہ بالکل بے بہرہ ہے۔

عورت مین محبت کا مادّہ بہت ہے۔ کسی کو دل دینے کے بعد وہ اسکے لئے اپنی جان تک دینے مین دریغ نہین کرتی۔ وہ جو کچھ خود بخود بیساختہ طور پر کرتی ہے مرد ہزار کوششون کے بعد بھی نہین کر سکتے۔

اخلاقی جرأت مین تو عورتین خاص طور پر ممتاز ہین جسطرح جسمانی قوت و زور اور اسی قسم کی تربیت نے مردون کو عورتون سے زبردست بنا دیا ہے اُسیطرح اخلاقی طاقت و ہمت اور اسی قسم کی تربیت نے عورتون کو مردون پر فوقیت دی ہے۔ وفاداری۔ اطاعت۔ راست بازی۔ پارسائی۔ پاکدامنی۔ رحم۔ ہمدردی۔ دلسوزی۔ رقت۔ اخلاص۔ پرہیزگاری۔ زہد تقوی۔

دیانت داری - ثابت قدمی - استقلال - قائم مزاجی وغیرہ صفتین خاص عورتون کے حصّہ کی ہین - مردون کا طبقہ ان باتون مین انکی گرد تک کو نہین پہونچ سکتا۔

یہ بات ہر زمانہ مین بڑے بڑے مصنفین نے تسلیم کی ہے عورت ذات کی اخلاقی حیثیت سے مردون پر فوقیت رکھنے کیوجہ دریافت کرنا کوئی مشکل امر نہین ہے - مانڈ یول کا خیال ہے کہ یہ بات عورتون کے دماغ کے نہایت صحیح طور پر باقاعدہ اور بیحد تناسب ہونیکی وجہ سے ہے - ہم سمجھتے ہین کہ اسکا سبب زیادہ تر یہ ہے کہ عورتون کو زمانہ قدیم سے بہت اعلیٰ معیار اخلاق پیش نظر رکھنے کی ضرورت رہی - اب یہ لازم ہے کہ عورتین اپنی جسمانی حالت مین ترقی کرین اور مرد اپنے اخلاق و عادات کی خبر لین تاکہ ہر دو صنف انسانی کا اشتراک یکسان نتائج پیدا کر سکے۔

یہ کوئی تعجب کی بات نہین ہے کہ بعض بزدل اور تنگ نظر مردنی روشنی کی عورتون کے جانی دشمن ہین - کیونکہ وہ دیکھ رہے ہین کہ "عصائے حکومت" انکے ہاتھ اور انکی گرفت مین سے آہستہ آہستہ نکلا جاتا ہے اور انکی وحشیانہ قوت اور انکا مکر و فریب انکی مدد نہین کرتا - عورتین اوّل ہی سے اخلاق و عادات مین ان سے برتری رکھتی تھین - اب دماغی قابلیت مین بھی انکی برابری کرنے کو ہین اور انکی جسمانی حالت بھی جلد جلد ترقی کر رہی ہے۔

بہرکیف ان سب باتون پر نظر کرتے اُمید ہوتی ہے کہ عورت و مرد کے ایک سطح پر آ جانے کا دن کچھ بہت دور نہین ہے جب وہ وقت آ جائیگا تو پھر رفتار ترقی مین ایک حیرتناک سرعت پیدا ہو جائیگی - انسانیت کے ایک نئے اور بہت مبارک دور کا آغاز ہوگا - قوت و زبردستی - زور و زیادتی کے عوض راستی و انصاف کی حکومت ہوگی اور ہر حقدار کو اسکا حق ملیگا - پچھلے اور موجودہ زمانہ کی بہادر عورتین اس وقت قدر کی نگاہون سے دیکھی جائینگی اور اس خیال سے ان کی پرستش کی جائے گی کہ وہی اس نئے زمین و آسمان کے دریافت کرنے کا سبب ہوئین اور ان ہی کی دلیرانہ ہمت نے رہنمائی کی۔

سید خورشید علی

پنجاب ریویو - مولوی محمد ظفر علیخانصاحب - بی - اے - کا نام نامی اُردو دُنیا کے لئے کوئی نیا نام نہین - آپ کی ایڈیٹری مین "افسانہ" اور "دکن ریویو" مدتون نکلتا رہا اور دکن سے قطع تعلق ہونے پر آپ اخبار "زمیندار" کی ایڈیٹری انجام دے رہے ہین جو کرم آباد پنجاب سے شائع ہوتا ہے - حال مین آپ نے "پنجاب ریویو" نام ایک ادبی رسالہ شائع کیا ہے جسمین دکن ریویو کی تمام خوبیان موجود ہین اور نام کی تبدیلی کے سوا کوئی فرق نہین - صرف سائز بدل دیا گیا ہے جو ادیب کے مطابق ہے - لکھائی چھپائی مین بھی خاص کوشش کی گئی ہے - اس کا پہلا مضمون "مسلم پالیٹکس" امید دلاتا ہے کہ یہ دکن ریویو کے خلاف پالیٹکس مین بھی حصّہ لے گا اور ایک قومی ارگن کی تمام خدمات انجام دیگا - نامور نامہ نگارون کے علاوہ فاضل ایڈیٹر کے کئی مضامین نظم و نثر خاص تعریف کے مستحق ہین - ہم امید کرتے ہین کہ ادیب کی طرح کوئی پنجاب ریویو پر یہ اعتراض نہ کریگا کہ اس نام کا ایک مشہور رسالہ پادری رجب علی کی ایڈیٹری مین پنجاب سے عرصے تک شائع ہوتا رہا ہے - اسلئے کہ کام سے غرض رکھنے والے نام کی پروا نہین کرتے - خریداری کے لئے منیجر اخبار زمیندار کرم آباد (پنجاب) سے خط و کتابت کرنا چاہئے - ایڈیٹر

لٹریچر مین انقلاب

(ویسٹ منسٹر ایبے مین ایک مکالمہ)

مجھے معلوم ہے کہ جو کچھ آسمان کے نیچے ہے سب فنا ہو جائیگا اور جو کچھ فانی انسان اس دُنیا مین پیدا کرتا ہے وہ سب ایک نہ ایک روز نیست و نابود ہو جائیگا، مین جانتا ہون کہ وہ تمام شاعرانہ انداز بیان اور فصاحت کے نئے نئے اسلوب جو جسگر کادی اور دماغ سوزی سے پیدا کئے جاتے ہین صرف اس خیال سے کہ چند اشخاص سبحان اللہ اور واہ واہ کے نعرے بلند کرین فضول اور بیکار ہین کیونکہ خالی تعریف سے بڑھکر اور کوئی چیز بے وقعت نہین۔

ڈرم منڈ آف ہاتھورن ڈن (Drummond of Hawthornden)

دماغ کی بعض نیم خواب آلودہ حالتون مین ہم طبعاً شور و غل اور چہل پہل سے جان چُراتے ہین اور کسی ایسی سنسان جگہہ کی تلاش مین رہتے ہین جہان ہم اپنے خیالات مین محو ہو جائین اور بغیر کسی مداخلت کے خیالی پلاؤ پکا سکین ایسی حالت مین ایک مرتبہ مین ویسٹ منسٹر ایبے (Westminster Abbey) کی پُرانی اور کائی جمی ہوئی خانقاہ کے اودھر اُدھر ٹہل رہا تھا اور پراگندہ خیالات کے دریا مین غوطے لگا رہا تھا جسکو ہم سنجیدہ اور متمیز خیال کا سرچشمہ کہا کرتے ہین، جبکہ یکایک ویسٹ منسٹر اسکول کے کھلاڑی لڑکون کی مداخلت نے جو فٹ بال کھیل رہے تھے اُس جگہہ کی خاموشی کو برباد کر دیا اور اُنکے شور و غل سے محراب دار دروازے اور پرانے مقبرے گونج اُٹھے۔ مین نے اس آفت ناگہانی سے بچنے کیلئے عمارتون کے اندرونی کمرون مین گھسنا چاہا اور اسی خیال سے وہان کے پاسبانون مین سے ایک سے کتب خانہ مین داخل ہونیکی اجازت طلب کی۔ وہ مجھے ایک محراب دار دروازے مین سے لے گیا جو پُرانے زمانے کی پچیکاری کے کام سے معمور تھا۔ لیکن امتداد زمانہ کیوجہ سے کہین کہین اُسکے نقوش مٹ گئے تھے۔ اسکے بعد ایک تاریک گیلری مین ہوکر گزرنا پڑا، پھر ہم چیپٹر ہوس (Chapter House) اور بڑے کمرے مین پہونچ گئے جہان ڈومسڈے بک (Domesday Book)[1] محفوظ رکھی ہوئی ہے۔ اُسی گیلری مین بائین جانب ایک چھوٹا دروازہ ہے۔ اس محافظ نے اس دروازہ کو جسمین دو قفل پڑے ہوئے تھے کھولنا چاہا ذرا دقّت کے ساتھ یہ دروازہ کُھلا جس سے پتہ لگتا تھا کہ اُسکے کھولنے کی شاذ و نادر ضرورت پڑتی ہے۔ اب ہمنے ایک تنگ و تاریک زینے پر چڑھنا شروع کیا اور دوسرے دروازے مین سے گزر کر

---

[1] شاہ ولیم اوّل نے جو فاتح کے لقب سے مشہور ہے ڈومسڈے بک (Domesday Book) تیار کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس کتاب مین یا دوسرے الفاظ مین ہم کہہ سکتے ہین کہ اس رجسٹر مین انگلستان کی زمین کی قسمین، زمینداروں اور کاشتکارون کے نام، انکے مویشیون کی تعداد، اور مالگزاری وغیرہ وغیرہ یہ تمام حالات مندرج ہین۔ یہ بادشاہ گیارھوین صدی عیسوی کے اواخر مین تخت انگلستان پر متمکن تھا۔ تنہا

کتب خانے مین پہونچ گئے۔

۲۔ مین نے اپنے آپ کو ایک عظیم الشان گول کمرے مین پایا جسکی چھت پُرانے شاہ بلوط کے شہتیرون پر تھمی ہوئی تھی اور فرش سے مناسب بلندی پر گاتھک (Gothic) کھڑکیان لگی ہوئی تھین جنسے کافی روشنی آتی تھی اور باہر کے کمرون کا فرش بھی دکھائی دیتا تھا۔ آتشدان پر گرجا کے کسی بڑے مقتدر پادری کی پُرانی تصویر شاندار کپڑون مین لٹک رہی تھی۔ شاہ بلوط کی نقشی الماریون مین کتابین بند تھین جو گول کمرے کے گرد ایک چھوٹی گیلری مین رکھی ہوئی تھین۔ اُنمین سے زیادہ تر مناظرہ کی کتابین تھین جو استعمال کی مناسبت سے امتدادِ زمانہ کی وجہ سے زیادہ خراب ہو گئی تھین کتب خانے کے بیچون بیچ مین صرف ایک میز رکھی ہوئی تھی جسپر دو تین کتابین بھی پڑی ہوئی تھین، ایک دوات تھی جسمین روشنائی ندارد اور چند قلم تھے جو بد استعمالی کیوجہ سے زنگ آلود ہو گئے تھے۔ یہ مقام خاموش تعلیم اور گہرے خیالات کے لئے موزون معلوم ہوتا تھا گویا یہ ایسے کی مضبوط دیوارون کے درمیان دفن تھا اور اس لئے دُنیا کے شور وغُل سے علیحدہ تھا۔ مین صرف کبھی کبھی اسکول کے لڑکون کی آوازین بیرونی کمرون مین سے خفیف طور پر سُنتا تھا اور نماز کے گھنٹے کی آواز بھی کان مین پڑتی تھی جسکی جھنکار ایسے کی چھتون مین گونجتی تھی۔ رفتہ رفتہ خوشی کے نعرون کی آواز کم ہوتی گئی یہانتک کہ بالکل غائب ہو گئی گھنٹہ بجتے بجتے بند ہو گیا اور خاموشی خاموشی تمام گرد آلودہ کمرے مین چھا گئی۔

۳۔ مین نے ایک چھوٹی سی موٹی کتاب جسکی جلد عمدہ بندھی ہوئی تھی اُٹھالی اور ایک میز کے گرد ایک پُرانی آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔ اُس جگہ کی خاموش حالت اور متین کیفیت کیوجہ سے بجائے پڑھنے کے میرا وقت مختلف خیالات مین گزرنے لگا۔ جب مین نے اپنے گرد نظر اُٹھا کر پُرانی کتابون کی بوسیدہ جلدون کو جو الماریون مین سجی ہوئی تھین اور جنکے آرام مین بظاہر خلل اندازی نہین کی گئی تھی دیکھا، مین کتب خانہ کو ایک قسم کا علمی دفینہ سمجھنے کے لئے مجبور ہوا جہان کہ مصنفین مصر کی ممیون کی مانند پاکیزگی کے ساتھ مقبرون مین محفوظ رکھ دئے گئے ہین اور گوشۂ گمنامی مین چھوڑ دئے گئے ہین تاکہ آیندہ نسلین اُنکو بھول جائین۔

۴۔ مین نے دل مین کہا کہ ان جلدون مین سے ہر ایک نے جواب اسقدر بے پروائی کے ساتھ علیحدہ پھینک دی گئی ہین کتنی مرتبہ مصنفون کو درد سر کی تکلیف پہنچائی ہو گی؟ کتنے دن بے لطفی سے بسر ہوئے ہونگے؟ کتنی بیچین راتین گزری ہونگی؟ کیسے انکے مصنفین نے اپنے آپ کو تہ خانون اور علیحدہ کمرون کی خاموشی مین دفن کیا ہو گا، دُنیا سے علیحدہ ہو کر کام کیا ہو گا، اور قدرت کے خوبصورت مناظر کی دلچسپی کو ترک کیا ہو گا اور اپنا وقت تکلیف دہ تجسس وتلاش اور گہرے خیالات کی آورد مین صرف کیا ہو گا اور یہ سب کسواسطے؟ گرد آلودہ الماری کی ایک انچ جگہ گھیرنے کے لئے اپنی کتابون کے نام آیندہ زمانہ مین بعض سُست پادریون یا مجھ جیسے اتفاقیہ سیاحون سے کبھی کبھی پڑھے جانے کے لئے، اور اُس سے بعد کے زمانہ مین بالکل معدوم ہو جانے کے لئے یہانتک کہ اُنکا نام بھی کوئی نہ جانتا ہو۔ یہ قدر ہے اس ابدالآباد تک رہنے والے یادگار کی؟ ایک عارضی اور ناپائدار شہرت، ایک مقامی آواز، اُس گھنٹے کی آواز کے مانند جو ابھی ابھی ان گنبدون مین گونج رہی تھی اور جسنے ایک لمحہ کے لئے ہمارے کان گنگ کر دئے تھے۔ اسکے بعد کبھی کبھی سُنائی دینے لگی اور آخر کار اسطرح معدوم ہو گئی جیسے دراصل وہ تھی ہی نہین۔

۵۔ جبکہ مین کچھ بڑبڑاتا ہوا اور کچھ ان بیکار خیالات پر

غور کرتا ہوا ایک ہاتھ سے اپنے سر کو سہارا دیکر بیٹھ گیا اور دوسرے ہاتھ سے ایک کتاب کو اُلٹنے پلٹنے لگا تو اتفاق سے وہ کتاب میرے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور تعجب خیز امر یہ ہے کہ اُس چھوٹی سی کتاب نے اسطرح دو تین جمائیان لین جیسے کوئی آدمی گہری نیند سے اُٹھکر لیا کرتا ہے۔ پھر بھاری آواز مین بڑبڑائی اور آخرکار گفتگو کرنے لگی۔ شروع شروع مین اُسکی آواز بہت کرخت اور شکستہ معلوم ہوتی تھی جسکی وجہ شاید یہ ہوگی کہ کسی شایقِ علم مکڑی نے جو اُسکے اندر جالا پور رکھا تھا اُس سے وہ گھبرا رہی تھی اور علاوہ ازین مدت دراز سے اسیبے کی تنگ و تاریک کوٹھری مین سردی سے ٹھٹھری ہوئی پڑی تھی۔ بہرحال تھوڑی دیر کے بعد اُسکی آواز صاف سمجھ مین آنے لگی اور مین نے اُسکو نہایت تیز گفتار چھوٹی سی کتاب پایا۔ بلاشبہ اُسکی زبان کسیقدر قدیم اور متروک تھی اور اُسکا تلفظ آجکل یقیناً جاہلانہ سمجھا جائیگا لیکن حتی المقدور مین اُسکو موجودہ طرزِ گفتگو مین لانیکی کوشش کرونگا۔

۶۔ اُسنے دُنیا کی ناقدردانی کی شکایت کرنی شروع کی اور کہا کہ کمالات کی خوبیان گوشۂ گمنامی مین پڑی ہوئی ہین اور ایسی ہی ادادبی تنزل کے معمولی مضامین پر گفتگو کی اور نہایت دردناک لہجہ مین شکایتاً کہا کہ دو صدیون سے میرے کھلنے کی بھی نوبت نہین آئی۔ صرف پادری کبھی کبھی کتب خانہ کو دیکھا کرتا تھا، بعض اوقات اس کتاب کو نکال لیتا تھا، بعض اوقات اُس کتاب کو چند لمحون تک اُسنے دل بہلایا اور پھر اُنھین اُنکی جگہہ الماری مین رکھدیا "لوگون نے ہمین کس مرض کی دوا سمجھا ہے" اُس چھوٹی سی کتاب نے جسکو مین نے دیکھا کچھ کچھ غصہ آنے لگا تھا۔ کہا "لوگون نے ہمین کس مرض کی دوا سمجھا ہے کہ ہماری ہزارون جلدین پردہ نشین حسینوں کی طرح یہان بند کرکے رکھی ہین جنکی گرجا کے بڈھے ملازمین صرف اس خیال سے خبرگیری کیا کرین کہ پادری صاحب کبھی کبھی ہمین دیکھ لیتے ہین۔ کتابین اس غرض سے لکھی گئی تھین کہ وہ پڑھنے والون کو خوش کرین اور پڑھنے والے اُنسے لطف اُٹھائین اور مین یہ قاعدہ اگر میرے اختیار مین ہوتا بنا دیتی کہ پادری صاحب کم ازکم سال بھر مین ایک مرتبہ ضرور ہم مین ہر ایک کو دیکھنے آیا کرین اور اگر یہ کام اُنکے طاقت سے باہر ہے تو ایک مرتبہ تمام وسط فنشٹر کے اسکول کو ہمارے دیکھنے کی اجازت دیجاسے تاکہ کبھی کبھی ہم تازہ ہوا تو کھا سکین۔

۷۔ مین نے آہستہ آہستہ جواب دیا۔ میرے لائق دوست! "تمھین معلوم نہین کہ تم اپنے زمانے کی بہت سی کتابون سے کسقدر بہتر حالت مین ہو۔ اس قدیم کتب خانے مین جمع کردینے کیوجہ سے تم اُن اولیار اور شاہان زمانہ کی قیمتی یادگارون کی مانند ہو جو قریب کے گرجاؤن مین آرام سے زمین کے نیچے سو رہے ہین، حالانکہ تمھارے ہمعصر فانی انسانون کی یادگارین، معمولی قانون قدرت کی متابعت کرکے عرصہ ہوا خاک مین مل گئے ہین"۔

۸۔ چھوٹی کتاب نے اپنے اوراق کو پھڑپھڑاکر اور پھولکر کہا جناب مین تمام دُنیا کے لئے لکھی گئی تھی، ایک ایسے کی کتاب کے کیڑون کے لئے نہین۔ میری اشاعت کا یہ منشا تھا کہ مین ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ مین جاتی جسطرح اور مشہور ہمعصر مصنفون کی کتابین جاتی ہین، لیکن مین یہان دو صدی سے زیادہ بند پڑی ہوئی ہون اور بہت ممکن تھا کہ ایک روز خاموشی کے ساتھ ان کتاب کے کیڑون کی نذر ہو جاتی جو میری ہڈی پسلی چبانے کی فکر مین ہین۔ اگر آپ اتفاقاً مجھے خاک مین ملنے سے پہلے ان چند الفاظ کے کہنے کا موقع نہ دیتے

۹۔ مین نے جواب دیا "میرے اچھے دوست! اگر تمھاری اشاعت اسطرح کیجاتی جسطرح تمھارا منشا ہے تو تمھارا اب سے بہت پہلے

تاج محل کی سنگتراشی
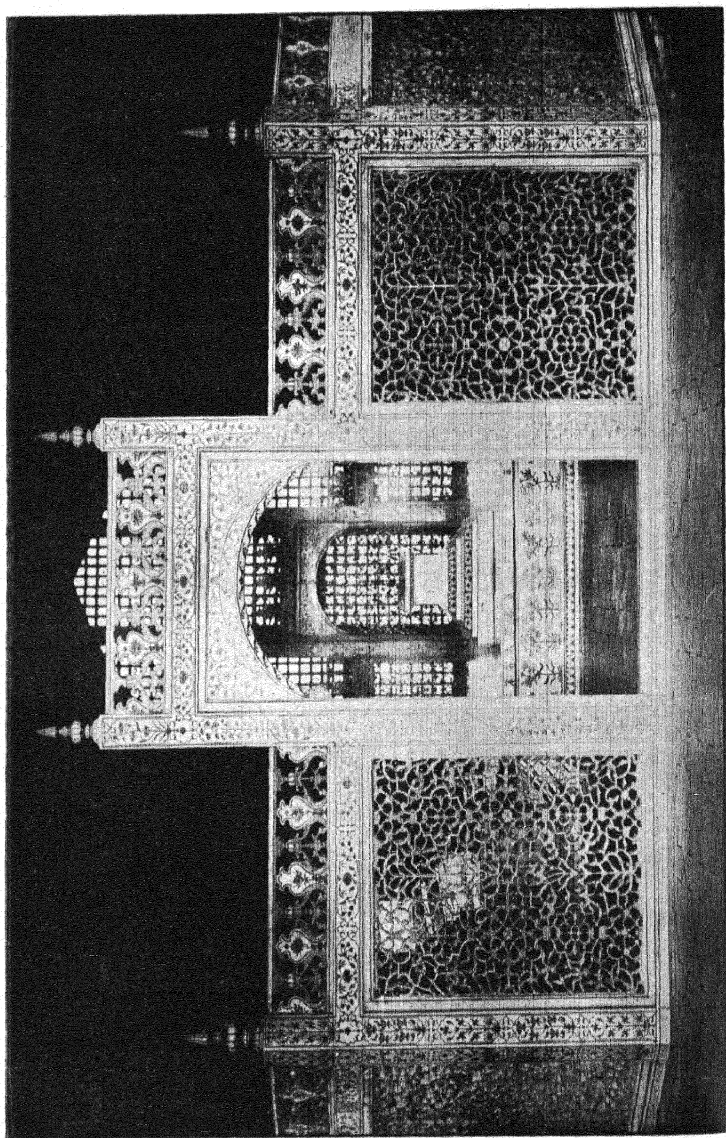
کہین پتہ بھی نہ لگتا۔ تمہاری ظاہری حالت دیکھکر یہ راے قائم کیجاسکتی ہے کہ تمہاری عمر بہت زیادہ ہے، تمہارے ہمعصرون مین سے بہت کم اس زمانے مین موجود ہونگے اور وہ بھی اپنی دیرپا زندگی کیلئے تمہاری طرح قدیم کتب خانون کے جنمین وہ مدفون ہین مرہون منت ہین جنکو مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ بجاے حرم سراؤن سے تشبیہ دینے کے زیادہ عمدگی اور شکر گذاری کے ساتھ اُن شفاخانون کے مانند کہا جا سکتا ہے جو مذہبی عمارتون کے ساتھ اس نظر سے ملحق کردیے جاتے ہین کہ اُنمین بڈھے اور کمزور آرام پائین اور جہان خاموشی کے ساتھ بغیر کسی کام کے یہ اپاہج اکثر اُس تعجب خیز حد تک پہونچ جاتے ہین جسمین اُنکا وجود نہونے کے برابر ہوتا ہے۔ تمنے اپنے ہمعصرون کا ذکر اسطرح کیا ہے گویا وہ ابتک مروج ہین۔ اُنکی کتابین کہان دیکھنے مین آتی ہین؟ ہم رابرٹ گروٹیسٹ آف لنکن (Robert Groteste of Lincoln) کا کیا ذکر سنتے ہین؟ کسی شخص نے اُس سے زیادہ اپنا نام یادگار چھوڑنے کے لئے کوشش نہین کی۔ کہا جاتا ہے کہ اُسنے دوسو کتابین لکھی ہین اور اُسنے گویا کتابون کا ایک مینار تعمیر کیا تھا جس سے اُسکا نام صفحۂ دنیا پر باقی رہتا؟ مگر افسوس وہ مینار مدت ہوئی کہ کہنہ اور فرسودہ ہوکر گر پڑا اور صرف کہین کہین اُسکے اجزاے پریشان کا نشان مختلف کتب خانون مین پایا جاتا ہے جہان قدیم اشیاء کے شائق کا ہاتھ بھی شاذ و نادر اُنکے آرام مین خلل انداز ہوسکتا ہے۔ ہم جیرالڈس کیمبرنسس (Giraldus Cambrensis) کا کیا حال جانتے ہین جو مورخ، فلسوف، علم الٰہیات کا ماہر، شاعر اور قدیم اشیاء کا دلدادہ تھا؟ اُسنے دو مرتبہ لاٹ پادری کے عہدہ کو نامنظور کیا تاکہ وہ علیحدہ کمرے مین بند ہوکر آیندہ نسلون کے لئے کتابین لکھے۔ لیکن آیندہ نسلین بھولکر بھی اُسکی دماغ سوزی اور جگر کاوی کی تلاش نہین کرتین۔ ہینری آف ہنٹنگڈن (Henry of Huntingdon) ہی کو کون جانتا ہے؟ جسنے علاوہ انگلستان کی عالمانہ تاریخ کے نفرتِ دنیا پر ایک رسالہ لکھا جسکا بدلہ دنیا نے اُسکو فراموش کر دینے سے اُتارا ہے۔ جوزف آف اگزیٹر (Joseph of Exeter) کا کیا حوالہ دیا جاتا ہے جسنے اپنے زمانہ مین قدیم زبانون کی انشا پردازی مین معجز نمائی کا کام کیا تھا؟ اُسکی تین بڑی رزمیہ نظمون مین سے ایک تو ہمیشہ کے لئے سواے چند حصّون کے نابود ہوگئی، باقی دو کا حال صرف وہی لوگ جانتے ہین جو علم ادب کی نہایت قدیم اور عجیب کتابون کی تلاش مین رہا کرتے ہین، رہین اُسکی عشقیہ نظمین اور ہجوین وہ تو بالکل ہی نیست و نابود ہوگئین۔ آجکل جان والس دی فرانسسکن (John Wallis the Franciscan) کی کونسی کتاب مروج ہے جسنے شجرِ حیات کا لقب حاصل کیا تھا۔ ولیم آف مامسبری (William of Malmsbury) کا سائیمون آف ڈرہام (Simeon of Durham) کا، بینیڈکٹ آف پیٹر بارو کا (Benedict of Peterborough) جان ہینول آف سینٹ الیبانس (John Hanvill of St. Alleans) کا، فلان کا اور فلان کا کون نام جانتا ہے؟

۱۰۔ کتاب نے ایک آزمایشی لہجے مین کہا "تم مجھے کسقدر قدیم خیال کرتے ہو؟ تم اُن مصنفون کا ذکر کر رہے ہو جو میرے زمانہ سے بہت پیشتر گذرے ہین اور جنکی تصنیفات یا فرانسیسی زبان مین ہین یا لاطینی مین، گویا ایک طریقے سے اُنھون نے اپنے آپ کو خود جلاوطن کرانے کا تہیہ کیا اور وہ فراموشی کے مستحق بھی تھے مگر مین جناب مشہور ونکن ڈی ورڈ (Wynkyn de Worde) کے مطبع سے دُنیا مین آئی تھی۔ مین اپنی مادری زبان مین اُسوقت لکھی گئی تھی جبکہ زبان مقرر اور قائم ہوچکی تھی اور حقیقت مین عمدہ

خالص انگریزی کا نمونہ خیال کیجاتی تھی"۔

(مجھے یہ ظاہر کردینا چاہئے کہ یہ خیالات اسقدر کثرت کے ساتھ قدیم الفاظ مین ادا کئے گئے تھے کہ مجھے انکو موجودہ زبان کے سانچے مین ڈھالنے کیلئے ضرورت سے زیادہ وقت اُٹھانی پڑی)۔

۱۱- مین نے کہا "مین معافی چاہتا ہون"، کیونکہ مین نے تمہاری عمر کا غلط اندازہ کیا، مگر اس سے کچھ بحث نہین، تقریباً تمہارے زمانہ کے تمام مصنف گوشۂ گمنامی مین پڑے ہوئے ہین "اور ڈیورڈ" کی شائع کی ہوئی کتابین، کتابین جمع کرنیوالون کے نزدیک نایاب خیال کیجاتی ہین -زبان کی صفائی اور عمدگی پر جسپر تم نے اپنے دعویٰ کی بنیاد رکھی ہے، ہر زمانہ کے مصنفون نے یہانتک کہ لائق رابرٹ آف گلوسیسٹر (Robert of Gloucester) (جسنے اپنی تاریخ اصلی اور مقفیٰ سیکسن مین لکھی تھی) کے زمانہ تک کے کتاب نویسون نے غلط بھروسہ کیا ہے۔ اب تک بھی بہت اشخاص اسپنسر (Spencer) کے، خالص انگریزی کے صاف چشمہ کا ذکر کیا کرتے ہین۔ گویا زبان ایک چشمہ یا کنوئین سے نکلی ہے اور مختلف زبانون سے مرکب نہین ہے جو دائمی انقلاب پذیر اور قابل تغیر و تبدل ہے۔ یہ وجہ ہے اسنے انگریزی علم ادب کو نہایت انقلاب پذیر بنا دیا ہے پس جس شہرت کی بنیاد اس پر قائم کیجائیگی وہ ضرور چند روزہ ہوگی تا وقتیکہ خیال، کو اس سانچے کی نسبت کسی زیادہ پائیدار اور مستقبل شے مین نہ ڈھالا جائیگا خیال کو بھی اور چیزون کے ساتھ فنا ہونا پڑے گا۔ اس سے نہایت مشہور مصنف کے غرور اور فخر کو بھی صدمہ پہونچنا چاہیے۔ اُسسے معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ زبان جسپر اُسنے اپنی شہرت کی بنیاد رکھی ہے رفتہ رفتہ بدلتی جاتی ہے اور زمانہ اور وقت کے رسم و رواج کی تبدیلی کے تابع ہے وہ پچھلے زمانے پر نظر ڈالتا ہے اور اس نتیجہ پر پہونچتا ہے کہ اُسکے ہموطن متقدمین کی جگہہ جو کبھی اپنے زمانے مین یکتائے دہر خیال کئے جاتے تھے متاخرین دکھائی دیتے ہین -چند مختصر قرنون نے اُنکے نام کو پردۂ خفا مین چھپا دیا ہے اور اُنکے کمالات کی خوبیان صرف کتاب کے کیڑون کے قدامت پرست دماغون کو بامزہ کرتی ہین اور، وہ پہلے سے سوچتا ہے کہ یہی اُسکی کتابون کا حال ہوگا۔ اگرچہ اُسکے زمانے مین اُنکی بہت تعریف ہوتی ہے اور صفائی زبان کا نمونہ خیال کیجاتی ہین مگر امتداد زمانہ کے باعث قدیم اور متروک ہو جائینگی- یہانتک کہ اُنکی زبان خود اپنے وطن مین اسقدر بعید از فہم ہو جائینگی جسقدر اہرام مصر کے نقوش یا وہ کتبے جو صحرا ترکستان مین پائے جاتے ہین"۔ "مین تمہین یقین دلاتا ہون" کہ "جب مین کسی موجودہ کتب خانے کو دیکھتا ہون کہ وہ نئی کتابون سے پُر ہے جنکی نہایت عمدہ مطلا جلدین بندھی ہوئی ہین - تو مجھے نیکدل شدکسیز (Xerxes) کی طرح رونا آجاتا ہے، جو اپنی فوج کا ملاحظہ کرنیکے بعد جو بڑی شان و شوکت سے آراستہ تھی یہ خیال کرکے کہ ایک صدی کے اندر انمین سے کوئی بھی باقی نہ رہیگا آنکھون مین آنسو بھر لایا تھا"۔

۱۲- کتاب نے ایک ٹھنڈی سانس لیکر کہا "آہ! اب مین سمجھی یہ بات ہے کہ ان موجودہ بیہودہ لکھنے والون نے تمام قدیم عمدہ مصنفون پر سبقت حاصل کر لی ہے۔ مین خیال کرتی ہون سر فلپ سڈنی کی آرکیڈیا (Sir Philip Sydney's Arcadia) کے علاوہ آجکل اور کچھ نہین پڑھا جاتا ہوگا سیک ول کے شاندار پلیز (Sackville's Plays) اور مرر فار مجسٹریٹس (Mirror for Magistrates) یا لاجواب جان لیلی (John Lyly) کا ادق طرز بیان خلایق کی پسند طبع ہوگا"۔

۱۳- مین نے کہا "تم نے پھر غلطی کی- جن مصنفون کی کتابین تم سمجھتی ہو آجکل اس وجہ سے مروج ہونگی کہ اُسوقت

جب تمہاری خریداری کم ہوتی جارہی تھی تو یہ بہت باک رہی تھین۔
مدت سے گوشۂ گمنامی مین پڑی ہین۔ سر فلپ سڈنی کی
آرکیڈیا (Sir Philip Sydney's Arcadia) کا ذکر اب
شاذونادر کیا جاتا ہے جسکی نسبت اُسکی تعریف کرنے والون نے
نہایت زور سے پیشین گوئی کی تھی کہ یہ کتاب ہمیشہ مقبول خلائق
رہے گی اور جو درحقیقت عمدہ خیالات، نازک تصاویر اور زبان
کی شستگی اور سلاست سے پُر ہے۔ سیکوول پردۂ خفا مین مستور
ہے اور لیلی کا بھی جسکی تصنیفات کبھی شاہی دربار کی تفریح کا باعث
تھین اور جنکے فقرات لوگون کے دلنشین ہوجایا کرتے تھے اب
کوئی اُسکا نام بھی نہین جانتا۔ سب کے سب مصنف جنھون نے
اُس زمانہ مین تصنیفات کین اسیطرح صفحۂ دُنیا سے مع اپنی کتابون
اور بحث و مباحثہ کے معدوم ہوگئے ہین۔ دریاے ادب کی
پیہم امواج اُنکے اوپر سے گزر گئی ہین اور اب وہ اسقدر گہرے
پانی مین غرق ہوگئے ہین کہ صرف کبھی کبھی کوئی جفاکش غوطہ زن
بڑی محنت سے اُنکا کوئی جز تلاش کرکے بطور نمونہ کے سطح آب
پر لاتا ہے تاکہ متقدمین پرست لوگون کی تفریح طبع کا باعث ہو۔

۱۴- مین نے کہا "اپنے نزدیک"، "مین اس زبان
کے تغیر و تبدل کو خداے بزرگ کے ایک دور اندیشانہ حفظ ماتقدم
پر محمول کرتا ہون جس سے تمام دُنیا کا عموماً اور مصنفون کا خصوصاً فائدہ متصور
ہے۔ تشبیہاً ہم یہ دلیل پیش کرسکتے ہین کہ ہم روزمرہ نباتات
کی مختلف اور خوبصورت قسمون کو دیکھتے ہین جو اُگتی ہین پھلتی
پھولتی ہین، تھوڑے عرصہ تک کھیتون کی آرایش کا سامان
ہوتی ہین اور آخر کار مرجھاکر خاک مین ملجاتی ہین اور اپنے جانشینون
کے لیے رستہ چھوڑ دیتی ہین۔ اگر یہ حالت نہ ہوتی تو قدرت
کی رنگا رنگ گلکاریان اور کثرت نباتات بجاے رحمت کے
زحمت ہوجاتین۔ زمین کثرت نباتات کی شکایت کرتی اور سطح زمین
بالکل ایک جنگل کی طرح ہوجاتی۔ اسیطرح عالمون اور طبّاع لوگون کی
تصنیفات زائل ہوتی رہتی ہین اور آیندہ کتابون کے لئے جگہ
چھوڑتی جاتی ہین۔ زبان رفتہ رفتہ بدلتی رہتی ہے اور اُسکے ساتھ
اُن مصنفوں کی کتابین بھی زائل ہوتی رہتی ہین جنھون نے
اپنے خاص زمانہ مین نام پیدا کیا تھا، ورنہ ذہن وجودت طبع دُنیا
مین ضرورت سے زیادہ کتابین پیدا کردیتی اور دماغ ادب کے بیشمار
ذخیرہ سے بالکل مبہوت ہوجاتا۔ پہلے زمانہ مین اس کثرت تصنیف
مین کچھ رُکاوٹین تھین۔ کتابین ہاتھون سے لکھی جاتی تھین اور
یہ کام دیر مین اور بہت محنت سے ہوتا تھا۔ وہ یا تو جھلّی پر لکھی
جاتی تھین جو قیمتی ہوتی تھین۔ یہانتک کہ اکثر ایک کتاب کو تراش
دیتے تھے اور اُسپر دوسری کتاب لکھتے تھے یا پیپرس (Papyrus)
پر جو آسانی سے ٹوٹ جاتا تھا اور جلد خراب ہوجاتا تھا۔ فن تصنیف
ایک محدود اور غیر مفید پیشہ تھا جسمین اکثر فقراے گرجا اپنی فرصت
اور آرام کے اوقات مین خانقاہون کے کمرون مین مصروف
رہتے تھے۔ قلمی نسخون کے فراہم کرنے مین دشواری ہوتی تھی اور
صرف کثیر کرنا پڑتا تھا اور یہ کام قریب قریب خانقاہون تک
محدود تھا۔ انھین حالات کیوجہ سے کسی حد تک ہمنے متقدمین
کے خیالات سے کافی فائدہ نہین اُٹھایا، اُنکی جودتِ طبع
کے چشمون سے ہم مستفیض نہین ہوئے اور موجودہ تیز فہمی اُنکے
خیالات کے طوفان مین غرقاب نہین ہوئی مگر چھاپہ اور کاغذ کی
ایجاد نے ان تمام رکاوٹون کا خاتمہ کردیا ہے۔ اُنھون نے
ہر شخص کو مصنف بنادیا ہے اور ہر دماغ کو اپنے خیالات کتابون
مین ظاہر کرنے اور تمام دماغی دُنیا مین شائع کرنے کے قابل
بنادیا ہے۔ اس ایجاد کے نتایج تعجب خیز ہین۔ علم ادب کا نالا

کنارون سے اُبل چلا ہے۔ دریا بن گیا ہے بلکہ سمندر ہو گیا ہے۔ چند صدی پہلے پانسو یا چھ سو قلمی کتابین ایک بڑا کتب خانہ خیال کیجاتی تھین مگر تمہاری راے اب ایسے کتب خانون کی نسبت کیا ہو گی جنمین تین یا چار لاکھ کتابین موجود ہون، سیکڑون مصنف ایک ہی وقت مین کام کر رہے ہون اور مطابع نہایت زور کے ساتھ روز بروز بڑھتے جا رہے ہون اور کتابون کی تعداد دونی اور چوگنی ہو رہی ہو ؟ تاوقتیکہ کوئی اتفاقیہ وبا میوز[۱] (Muse) کے بچون مین نہ پھیلے اب کہ وہ اسقدر بچے دے رہی ہے، مجھے آیندہ نسل کا خوف ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ آیندہ زبان کی تبدیلی کافی نہو گی تنقید سے اس بارہ مین بہت فائدہ ہو سکتا ہے۔ یہ فن ادب کے ساتھ بڑھتا جاتا ہے اور اُن آبادی کی رُکاوٹون کے مشابہ ہے جنکا ذکر سیاست مدن کے عالم کیا کرتے ہین۔ اسواسطے نقادانِ فن کی کثرت مین خواہ وہ بُرے ہون یا بھلے حتی الامکان کوشش کرنی چاہئے۔ مگر مجھے اندیشہ ہے کہ یہ سب بے سود ہو گا تنقید کو جو کچھ وہ کرے کرنے دو۔ لکھنے والے لکھین گے، چھاپنے والے چھاپین گے اور دُنیا آخر کار اچھی کتابون سے بھر جائیگی۔ پس تھوڑے دنون مین کسی شخص کی زندگی صرف کتابون کے نام جاننے کے لئے کافی نہو گی۔ بہت سے اشخاص جنکی معلومات آجکل بیحد وسیع ہین بجز رسالون کے پڑھنے کے اور کچھ نہین پڑھتے اور بہت جلد وہ زمانہ آنیوالا ہے جبکہ ایک عالم ایک گھومنے والی فہرست کتب سے زیادہ بہتر نہ ہو گا۔

۱۵۔ چھوٹی کتاب نے میرے چہرے کے سامنے ایک خشک جمائی لی اور کہا میرے مہربان! میرے دخل در معقولات کو معاف فرمایئے لیکن مین دیکھتی ہون کہ آپ زیادہ ترجیح کہہ رہے ہین۔ مین ایک ایک مصنف کا حال دریافت کرتی ہون جسکی کچھ کچھ شہرت ہو رہی تھی جب مین نے دُنیا کو چھوڑا۔ اُسکی شہرت بہرحال عارضی خیال کیجاتی تھی۔ عالم اُسکا نام سُنکر ناک بھون چڑھاتے تھے کیونکہ وہ بیچارہ نیم تعلیم یافتہ شخص تھا جو لاطینی زبان بالکل نہین جانتا تھا اور یونانی سے محض بے بہرہ تھا اور امیرون کے محفوظ جنگلون مین سے ہرن چرانے کے لئے مارا مارا پھرتا تھا۔ مجھے خیال ہے اُسکا نام شیکسپیر تھا مین فرض کئے لیتی ہون کہ وہ گوشۂ گمنامی مین جا پڑا ہو گا۔"

۱۶۔ مین نے کہا "برخلاف اسکے" "یہ اُسی شخص کے قدمون کی برکت ہے کہ اُسکے زمانہ کا علم ادب معمول سے زیادہ دیرپا رہا ہے۔ اکثر ایسے مصنف پیدا ہوتے ہین جنپر زبان کی تبدیلی کا اثر (بظاہر معلوم ہوا کرتا ہے) نہو گا کیونکہ وہ انسانی خصلت کے ناقابل تغیر اصول کو خوب سمجھتے ہین۔ لیکن وہ اُن عظیم الشان درختون کے مانند ہوتے ہین جو کسی دریا کے کنارے پر کھڑے ہون اور جو اپنی بڑی اور گہری جڑون سے، جو سطحِ زمین مین خوب گڑی ہوتی ہین اور مٹی کو خوب مضبوط پکڑے رہتی ہین، اپنے گرد کی مٹی کو ہمیشہ بہنے والی دھار سے محفوظ رکھتی ہین اور بہت سے پودون کو قائم رکھتی ہین اور شاید بیکار سرکنڈون کو ہمیشہ تک قائم رکھنے کی کوشش کرتی ہین۔ یہی حال شیکسپیر کا ہے جسکو ہم زمانہ کی دستبرد سے محفوظ دیکھتے ہین اور جسکی زبان آجکل بھی مستعمل ہے اور جسنے بہت سے مصنفون کو صرف اسوجہ سے دیرپا بنا دیا ہے کہ اُسکے قریب کے زمانہ مین پیدا ہوئے تھے۔ لیکن وہ بھی (مجھے یہ کہتے ہوئے افسوس ہوتا ہے) کہ رفتہ رفتہ زمانہ کا اثر قبول کرتا جاتا ہے اور اُسکی اصلی زبان کو شارحون کی کثرت نے اسطرح بدل ڈالا ہے

---

[۱] علم ادب اور فنون لطیفہ کی کا نام میوز (Muse) ہے۔

جیسے انگور اور معمولی بیلین قریب قریب اصلی درخت کو جسکے گرد چمٹی رہتی ہین اپنے سینے کے اندر دفن کرلیتی ہین یعنی بالکل چھپالیتی ہین۔

۱۷- یہان چھوٹی کتاب نے اپنے بازون کو اٹھانا اور آ[illegible] نکالنا شروع کیا، یہانتک کہ آخرکار اُسنے بہت زور سے قہقہہ لگایا اور وہ ہنسی سے بیتاب ہوگئی اور اُسکی سانس پھول گئی "بہت خوب" بہت خوب! اسطرح تم مجھے یقین دلانا چاہتے ہو کہ اُس زمانے کا علم ادب ایک بدمعاش ہرن کے چور کی بدولت باقی ہے، اُس آدمی کی بدولت جسکو ایک حرف نہین آتا تھا۔ ایک شاعر کی بدولت غالباً ایک شاعر' اور اسپر پھر اُسنے بہت زور سے قہقہہ لگایا۔

مین اقرار کرتا ہون کہ یہ بیہودہ برتاؤ کسیقدر مجھے ناگوار گزرا جس سے بہرحال مین نے اس خیال سے درگزر کیا کہ وہ ذرا کم تہذیب کے زمانہ مین لکھی گئی تھی لیکن باوجود اسکے مین نے ارادہ کیا کہ مین مسئلہ زیربحث سے دست بردار نہ ہونگا۔

۱۸- مین نے پھر تیقن کے ساتھ کہا " ہان ایک شاعر! کیونکہ اُسے تمام مصنفون سے زیادہ عمدہ موقع اپنی یادگار دُنیا مین قائم رکھنے کا ملا ہے اور دماغ سے لکھتے ہین اور وہ دل سے لکھتا ہے، پس جو کچھ وہ لکھتا ہے دل ہی مین جا اُترتا ہے۔ وہ قدرت کے مناظر کی نہایت عمدہ تصویر کھینچتا ہے، جسکی خوبیان ہمیشہ یکسان رہتی ہین اور دلچسپ معلوم ہوتی ہین۔ نثار بے انتہا اور بکثرت ہین، صفحے کے صفحے معمولی باتون سے بھرے ہوئے ہین اور انکے خیالات آخرکار ناگوار معلوم ہونے لگتے ہین۔ لیکن ایک اصلی شاعر کے نزدیک ہر چیز صاف، دل کو لُبھانے والی اور روشن ہوتی ہے۔ وہ نہایت عمدہ خیالات کو نہایت عمدہ زبان مین بیان کرتا ہے۔ وہ اُنکو ہر ایک اُس چیز سے جسکو وہ قدرت کے کارخانے مین یا ہنر اور فن مین نہایت عجیب دیکھتا ہے مثال دیکر سمجھاتا ہے وہ انھین انسانی زندگی کی تصویرون سے مالامال کردیتا ہے جو روزمرہ اُسکی آنکھون کے سامنے گزرتی ہین۔ لہٰذا اُسکی تصنیفات مین وہ روح' وہ خوشبو (اگر مین اُسے اس نام سے موسوم کرسکتا ہون) اُس زمانہ کی پائی جاتی ہے جسمین وہ زندگی بسر کرتا ہے۔ وہ اُن ٹوکرون کی مانند ہوتی ہین جو اپنے محدود دائرے مین زبان کی دولت اور اُسکے جواہرات کو بند کرلیتی ہین اور جنکو اس طریقہ سے آیندہ نسلون تک آسانی کے ساتھ پہونچایا جاتا ہے۔ طرز بیان اکثر اوقات پُرانا ہوجاسے، اور اس بات کی کبھی کبھی ضرورت پیش آئے کہ اُسے دوسرے طریقہ پر بیان کرین جیسے کہ چاسر[1] (Chaucer) کا حال ہے۔ لیکن جواہرات کی چمک اور اصلی قیمت نہین بدلتی علم ادب کی تاریخ پر نظر ڈالو! کسقدر سُستی کی مہیب وادیان نظر آتی ہین جو فقیرون کے قصون اور بحث و مباحثہ سے پُر ہین۔ کتنی علم الٰہیات کی دلدلین ہین! کتنے علم تصورات کے خشک میدان ہین۔ صرف کہین کہین شاعرانہ[2] نازک خیال کی زیارت ہوجاتی ہے جو بطور نشانات، صفحات زمانہ پر باقی ہین تاکہ شاعرانہ فہم و ذکاوت کی صاف روشنی

[1] چاسر انگریزی زبان مین سب سے پہلا شاعر ہوا ہے اور وہی انگریزی شاعری کا موجد شمار کیا جاتا ہے۔

[2] شاعرون کا قلم عقلمندی سے زمین اور سمندرون مین گزرتا ہے اور دُنیا کی خرابیون کو جڑ سے اکھاڑ دیتا ہے اور ہر ایک زندہ شخص کی بھلائی اور بُرائی کو آئینہ کیطرح صاف نمایان کردیتا ہے۔ وہ شہد جو مکھیان اپنے چھتے مین جمع کرتی ہین اسقدر شیرین نہین ہوتا جسقدر کہ لطیف نظم کی وہ سُنہری پتیان جو شاعر کے دماغ سے جھڑتی ہین شاعری ہمارے معمولی خیالات سے اسقدر بلند ہوتی ہے جسقدر کہ سیسہ، میل (ملاؤ) سے بدرجہا بہتر ہوتا ہے۔

(Churchyard) چرچ یارڈ

کو ایک زمانہ سے دوسرے زمانہ تک پہونچاتے رہین۔

۱۹ - مین زمانۂ حال کے شاعرون کی تصیدہ گوئی مین مصروف ہونے والا تھا جبکہ دروازے کے یکایک کھلنے نے مجھے اپنی طرف متوجہ کرلیا - یہ پاسبان تھا جو مجھے اطلاع دینے آیا تھا کہ اب کتب خانہ بندکرنے کا وقت آگیا ہے - مین نے چاہا کہ چھوٹی کتاب سے کچھ رخصتی الفاظ کہون - لیکن لائق چھوٹی کتاب خاموش تھی اور اُسکے باز و بند ہو گئے تھے، وہ اُن واقعات سے جو گزر چکے تھے بالکل بیخبر معلوم ہوتی تھی - مین اُسوقت سے اب تک دو تین مرتبہ کتب خانہ مین گیا ہون اور اُس سے پھر ہمکلام ہونیکی کوشش کی ہے مگر ناکامیابی ہوئی، اور آیا یہ تمام پریشان کلامی درحقیقت وقوع مین آیا یا یہ اُن نامعقول خوابون مین سے ایک ہے جنکا مین مریض ہون، مین آجتک اس بات کو معلوم نہین کرسکا۔

محمد یحییٰ تنہا

اخبار نویسی کی ابتدا

اور

(ہندوستان مین اُسکی موجودہ حالت)

انگلستان والے اس بات پر جہان تک فخر کرین بجا ہے کہ اخبارات جنھین لٹریچر کے معاون آزادی کے حامی اور ملکی حقوق کے محافظ خیال کیا جاتا ہے - انکی ابتدا اعلیٰ طور پر انھین کے ملک سے ہوئی تھی۔

اسمین شک نہین کہ اخبارات کا رواج اہل روما مین بھی موجود تھا لیکن چھاپہ خانہ کی دریافت سے پہلے انکا استعمال اسقدر محدود تھا کہ انکی طرف کوئی خاص توجہ نہین کیجاسکتی - سسرو (Cicero) نے اپنے قصر ٹسکولم (Tusculum) مین ایتھنز کے اسکولون کی نقل مین جو گیلیریان بنوائی تھین ایمین عوام کیلئے جو سامان تفریح مہیا کیا گیا تھا اُسکا ایک جزو روزانہ اخبار بھی تھا جسمین پبلک امور اور عام دلچسپی کی باتون کے علاوہ آجکل کے اخبارات کے مطابق پیدایش - اموات اور شادی کی خبرین درج کیجاتی تھین اور فیشن ایبل طبقے کے لوگون کی آمدورفت کا ذکر بھی کیا جاتا تھا - اس قسم کے اخبارات کی اشاعت عام نہ تھی بلکہ اسکی ایک کاپی کسی ایسے مقام پر آویزان کردی جاتی تھی جہان لوگ عام طور پر جمع ہوتے ہون - یہ اخبار گورنمنٹ کی منظوری سے مرتب ہوتا تھا لیکن یہ امر قرین قیاس ہے کہ امرا چونکہ عوام کی طرح اس اخبار کو پڑھنے کے لئے گھرون سے نکلنے کی تکلیف گوارا نہ کرتے ہونگے اسلئے اس اخبار کی نقلین انھین پرائیویٹ طور پر مہیا کردیجاتی ہونگی - رومیون کے اس اخبار کا نام "ایکٹا ڈائرنا" (Acta Diurna) ہوتا تھا اور وہ بمنزلہ ایک گزٹ کے تھا جسمین روما کے قابل ذکر معاملات کی مستند کیفیت درج کی جاتی تھی - یہ اخبار جس ڈھنگ پر لکھا ہوا ہوتا تھا اُسکا اندازہ ذیل کی تین خبرون سے ہوسکتا ہے جو اس زمانے کے کسی ایک اخبار مین درج ہوئی تھین :-

"۲۶ - جولائی کو علاقہ ٹرمالکس (Trimalchis) واقع کیوما (Cuma) مین ۳۰ لڑکے اور ۴۰ لڑکیان پیدا ہوئین۔"

"اسیوقت ایک غلام قتل کیا گیا جسنے اپنے آقا کے خلاف بدتہذیبی کے الفاظ استعمال کئے تھے"۔

"اسی روز باغات پومپی (Pompey) مین آگ لگ اُٹھی یہ آگ رات کے وقت باورچی خانہ مین لگی تھی"۔

انگلستان مین چھپے ہوئے اخبارات کی ابتدا ملکہ ازبتھ کے زمانے مین برلے (Burleigh) کی دور اندیشی کے باعث ہوئی تھی۔ جب ۱۵۸۸ء مین ہسپانیہ اپنا زبردست اور ہیبت جنگی جہازون کا بیڑا تیار کرکے انگلستان کو اپنا مطیع بنا لینے کی دھمکی دے رہا تھا۔ برلے نے ایک ایسے موقع پر جبکہ ہر کس و ناکس کے دل مین اندیشہ پیدا ہو رہا تھا غلط افواہون کو پھیلنے سے روکنے کے لئے ایک اس قسم کا اخبار جاری کرنیکی تجویز سوچی جسکے ذریعہ قوم کو دشمن کی تمام کارروائیون کی صحیح اطلاع دیجائے اور وہ اسباب جتائے جائین جنکے ذریعہ سے ان کارروائیون کا سدباب کیا جا سکتا ہے۔ اس اخبار کا نام انگلش مرکری ("English Mercurie") تھا اور اسے ہر مائی نس (ملکہ ازبتھ) کا پرنٹر کرسٹوفر بارکر (Christopher Barker) چھاپکر شائع کیا کرتا تھا۔ یہ بات اغلب ہے کہ اس اخبار کے اکثر مضامین لارڈ برلے (Lord Burleigh) کے قلم سے نکلے ہون۔ اس مشہور مدبر کو یہ طریقہ خوب آتا تھا کہ کیونکر لوگون کا جوش ہسپانیہ کے خلاف بھڑکا کر انمین اپنی ملکہ سے محبت کرنے کی روح پھونکی جائے۔ اس اخبار کے صرف تین نمبر یعنی ۵۰ ۵۱ اور ۵۴ آجکل موجود ہین اور انھین برٹش میوزیم مین بحفاظت رکھا گیا ہے۔ انمین سے نمبر ۵۰ کی تاریخ ۲۳ جولائی ۱۵۸۸ء ہے اور اسمین سرفرانسس والسنگھم (Sir Francis Walsingham) کی طرف سے خبر درج ہے کہ ۲۰ تاریخ کو ہسپانیہ کا آرمیڈا (Armada) رودبار مین دیکھا گیا جو موافق ہوا کے سہارے انگلستان کیطرف چلا آرہا ہے"۔ اسکے بعد انگریزی بیڑے کا تذکرہ ہے جسکے جہازون کی تعداد ۸۰ تھی۔ اسمین یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ کو معتبر ذرایع سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ ہسپانی بیڑے کے جہازون کی تعداد ڈیڑھ سو سے کم نہ ہوگی جونہین ملاحون نے اسے انگریزی بیڑے کے مستولون سے دیکھا وہ خوشی کے نعرے بلند کرنے لگے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھین دشمن سے کسی قسم کا خطرہ نہین۔ اسکے بعد اس حملے کا ذکر ہے جو ۱۲ جولائی کو آرمیڈا پر کیا گیا تھا اور ان تیاریون کی تفصیلین بھی بیان کی گئی ہین جو مقامات ٹلبری (Tilbury) اور بلیک ہیتھ (Blackheath) مین ہوئی تھین۔ آخر مین باشندون کے اطمینان کے لئے لکھا گیا ہے کہ اگر ہسپانیہ والے ساحل پر اتر بھی آئین تو خطرے کی بات نہین کیونکہ "خدا کی مہربانی سے اسمین کچھ شبہ نہین ہو سکتا کہ شہنشاہ ہسپانیہ کے اس غیر منصفانہ اور جرأت بھرے حملے کا انجام یہی ہوگا کہ تا ابد اسے اپنے اس فعل کے لئے شرمسار اور نادم ہونا پڑے گا"۔

اس اخبار کا اگلا نمبر تین روز بعد یعنی ۲۶ جولائی کو شائع ہوا اسمین ان تمام واقعات کا ذکر تھا جو ۱۲ تاریخ کے بعد اسوقت تک ہوئے تھے اور جنکا تعلق انگریزی اور ہسپانی بیڑے سے تھا۔ ان واقعات کے ریورٹر شاہی بیڑے کے امیر و ممبر تھے جو براہ راست ان امور کی اطلاع اُمرا سے کونسل کے پاس بھیجدیا کرتے تھے۔

۱ؔ مجیسٹی کا لقب اسوقت مروج نہ تھا۔ ۱۲

یہ بات معلوم نہین ہو سکی کہ اس اخبار کے نمبر ۵۲ اور ۵۳ کے پرچے کب شائع ہوئے۔ البتہ نمبر ۵۸ کی تاریخ ۲۴۔ نومبر ہے اور اسمین اس کامیابی کا ذکر ہے جو انگریزی بیڑے کو ہسپانی آرمیڈا کے مقابلے مین حاصل ہوئی تھی اور اس موقع پر ملکہ بڑے تزک و احتشام کے ساتھ سینٹ پال (St. Paul) کے گرجا مین گئی تھی۔

لارڈ اورفورڈ (Lord Orford) نے غلطی سے یہ بات لکھدی ہے کہ سب سے پہلے چھپے ہوئے اخبار کے اجرا کا خیال پیرس کے ایک طبیب تھیوفراسٹ رینا ڈوٹ (Theophrast Renaudot) کو پیدا ہوا تھا جسنے اپنے گزٹ کا پہلا نمبر سنہ ۱۶۳۱ء مین شائع کیا۔ لیکن جب دیکھا جاے کہ انگلش مرکری سنہ ۱۵۸۶ء مین چھپکر شائع ہوتا تھا تو رینا ڈوٹس پیرسین گزٹ (Renaudot's Parisian Gazette) کو سب سے پہلا چھپکر شائع ہونے والا اخبار نہین کہا جاسکتا۔

مخفی نہ رہے کہ اس مضمون مین بحث صرف اُن اخبارات سے ہے جو چھپکر شائع ہوتے تھے۔ کیونکہ لکھے ہوئے اخبارات کا رواج تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدایش سے سالہا سال پہلے چینیون اور قدیم مصریون مین بھی موجود تھا اور چودھوین پندرھوین صدی مین انگلستان مین بہت سی کوٹھیان اس قسم کی موجود تھین جنکا کام تاجرون اور رؤسا کو معقول معاوضے پر تازہ ترین خبرین بہم پہونچانا ہوتا تھا۔

ان اخبارات کے علاوہ جنکا اوپر ذکر ہوچکا ہے دُنیا بھر کے مختلف حصّون کے سیاسی معاملات یا خاص دلچسپی کے خانگی امور سے متعلق خبرین اکہرے کاغذ کے تختے کے چھوٹے چھوٹے رسالون کے ذریعے سے جنکے مختلف نام ہوا کرتے تھے شائع کیجاتی تھین۔ چنانچہ انمین سے بعض رسالون کے نام حسب ذیل ہین:۔ "ہسپانیہ کی خبرین" سنہ ۱۶۱۰ء۔ "جرمنی کی خاص خبرین" سنہ ۱۶۱۲ء۔ "قصبہ ایڈلنگٹن (Adlington) مین ایک دیو صورت بچے کی پیدائش کی عجیب خبر" سنہ ۱۶۱۳ء وعلیٰ ہذا القیاس۔

غرض اس زمانے کے اخبارات ہرطرح ترقی کرنے گئے۔ کیونکہ ناظرین اسلئے مطمئن تھے کہ انھین سستے دامون تازہ ترین خبرین بہم پہونچ جاتی تھین اور پرنٹرون کو یہ فائدہ تھا کہ وہ اپنی قیمت کا معاوضہ کافی حاصل کرلیا کرتے تھے۔ برٹن (Burton) جسنے اپنی کتاب اناٹمی آف میلنکلی (Anatomy of Melancholy) (مالیخولیہ کی تشریح) پہلے مرتبہ سنہ ۱۶۲۱ء یا سنہ ۱۶۲۱ء مین شائع کی تھی وہ اس بات کا شاکی ہے کہ لوگون کو آجکل زیادہ تر کھیل تماشون کی کتابین یا خبرون کے رسالے پڑھنے کا شوق ہے اور سنہ ۱۶۲۵ء مین بن جنسن (Ben Jonson) نے اپنی کتاب سٹیپل آف نیوز (Staple of News) مین اس بات کا تمسخر اڑایا تھا کہ لوگ خبرون کو کسقدر دلچسپی سے پڑھتے ہین۔ لیکن باوجود ان سب باتون کے اخبارات زیادہ باقاعدہ ہوتے اور ترقی کرتے گئے۔

جن دنون انگلستان مین خانہ جنگی چھڑی ہوئی تھی تو بہت سے اخبارات اور خبرون کے رسالے نکلنے شروع ہوئے جنمین سے بعض ایک اور بعض دوسرے فریق کی طرفداری کیا کرتے تھے اور ان مین اکثر ایسے تھے کہ انھین بڑی قابلیت سے آیڈٹ کرکے نہایت دلیری کے ساتھ شائع کیا جاتا تھا۔ اسی زمرے مین ایک قابل ذکر شخص مارچمونٹ نیڈھم (Marchmont Needham) نامی تھا جسنے آکسفورڈ مین تعلیم حاصل کی تھی اور جو کبھی فریق شاہی اور کبھی پارلیمنٹ کا طرفدار بن جاتا تھا۔ آخر سنہ ۱۶۶۰ء مین کونسل آف اسٹیٹ نے اس شخص کی نسبت حکم دیا کہ وہ عام لوگون کے پڑھنے کی خبرین نہ لکھا کرے اور اسکے ۱۸ سال بعد ماہ نومبر

ڈیورو (Devereux) کی عدالت مین اسکی زندگی کا خاتمہ ہوا۔ وُڈ (Wood) لکھتا ہے کہ وہ حد درجے کے فتنہ پرداز۔ بغاوت انگیز اور پرجوش مضامین لکھنے والا تھا اور شاہی فریق کے لوگ اس سے اسقدر ناراض تھے کہ اسکے مرنے کے کئی سال بعد بھی وہ اس بات کو برداشت نہ کرسکتے تھے کہ کوئی انکے سامنے اس شخص کا ذکر کرے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ کسقدر ہردلعزیز اور زبردست آدمی تھا۔ ۱۶۲۲ء سے ۱۶۶۵ء تک ۳۵۰ سے زاید اس قسم کے اخبارات اور خبرون کے رسالے شائع ہوئے لیکن پہلا باقاعدہ چھپنے والا پرچہ پبلک انٹیلی جنسر (Public Intelligencer) تھا جسکی اشاعت ۳۱۔ اگست ۱۶۶۱ء سے شروع ہوئی تھی۔ اس سے اگلے سال یہ سوال پیدا ہوا کہ اخبار انٹیلی جنسر کے ذریعہ آئرش پارلیمینٹ کے مباحثات کی اشاعت روک دیجائے۔ چنانچہ اس بارے مین ایک چٹھی بھی اسپیکر نے سر اڈورڈ نکولس کو (Sir Edward Nicholas) جو انگلستان کے سکریٹری آف اسٹیٹ تھے لکھی تھی۔

انگلستان کے انقلاب کے بعد سب سے پہلے جو روزانہ اخبار قائم ہوا اُسکا نام اورینج انٹیلی جنسر (Orange Intelligencer) تھا اور اسکے بعد ۱۶۹۲ء تک ۲۶۔ اخبارات جاری تھے ۱۷۰۹ء مین جبکہ انگلستان پر ملکہ این حکمران تھی تو ۱۸۔ اخبارات شائع ہوا کرتے تھے جنمین سے صرف ایک روزانہ تھا اور اسکا نام لندن کورنٹ (London Courant) تھا۔ شہنشاہ جارج اوّل کے زمانے مین اخبارات اسقدر ترقی کرچکے تھے کہ تین روزانہ۔ ۶ ہفتہ وار اور ۱۰۔ اخبارات ہفتے مین تین مرتبہ شام کے وقت شائع ہوا کرتے تھے۔

اسوقت سے اخبارات کی تعداد ترقی کرتی گئی اور جب انھین پولیٹیکل مباحثے کی آزادی دی گئی تو پبلک مین انھین بڑا رسوخ حاصل ہوگیا اور آزادی کے بڑے بھاری حامی اور معاون بنگئے۔ ۱۸۶۹ء کی ایک تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے مین صرف لندن کے اندر دو کرور کے قریب پرچے سالانہ شائع ہوا کرتے تھے اور برطانیہ کلان اور آئرلینڈ کے پراونشل اخبارات کی تعداد ۳۰۰ سے زاید تھی اور اسمین روز بروز اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ انکی سالانہ فروخت کا اندازہ پانچ کرور ساٹھ لاکھ پرچون کے قریب لگایا جاتا تھا جنمین اگر دو کرور لندنی پرچے بھی شامل کئے جاوین تو گویا تمام پرچون کی سالانہ تعداد سات کرور ۶۰ لاکھ کے قریب ہوگی (مخفی نہ رہے کہ پرچے سے مراد یہان اخبار کے واحد پرچے سے ہے) اسی تحریر سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ انگلستان کے پراونشل اخبارات کو قائم ہوئے ایک صدی سے زیادہ عرصہ نہین گذرا۔

لیکن جس زمانے مین انگلستان کے اخبارون نے زیادہ عروج حاصل کیا۔ وہ اُنیسوین صدی کے آخری بیس برس کا زمانہ تھا۔ ۱۸۹۰ء مین جُداجُدا معاملات کے متعلق جُداجُدا اخبار شائع ہونے لگے یعنی علمی۔ تجارتی۔ طبّی۔ مذہبی وغیرہ۔ آجکل انگلستان کی اخبار نویسی اسقدر ترقی کرچکی ہے کہ وہان صبح اور شام کے اخبارات جُداجُدا شائع ہوتے ہین عہدہ اڈیٹری کیلیے بڑے بڑے لائق لوگ تلاش کئے جاتے ہین اور انھین بیش قرار تنخواہین دیجاتی ہین۔ عام طور پر انگلینڈ مین صبح کیوقت شائع ہونے والے اخبارون کو ۱۰۰۰ سے ۱۵۰۰ روپیہ ماہوار تنخواہ دیجاتی ہے۔ کامیاب اخبار نویسی کا چونکہ بہت بڑا جزو لائق اہل قلم سے کنٹری بیوشنز (Contributions) (مضامین) حاصل کرنا ہے لہذا وہان کے اخبارات اپنے معمولی نامہ نگارون کو ۳۰ سے ۸۰ روپئے تک فی مضمون معاوضہ دیتے ہین اور خاص خاص مضامین کیلیے

۱۵۰۰ سے ۲۵۰۰ روپیہ تک معاوضہ دیا جاتا ہے۔

ہندوستان کے اخبارات کی نسبت معلوم نہین کہ سب سے پہلے کونسا اخبار کب شائع ہوا۔ ہان اسقدر وثوق کے ساتھ معلوم ہو چکا ہے کہ پہلا روزانہ انگریزی اخبار جو ہندوستان مین شائع ہوا وہ "ہرکورہ" (ہرکارہ) تھا جو ۲۷- اپریل سنہ ۱۸۰۹ء کو اکہرے کوارٹو شیٹ (Quarto Sheet) (کاغذ کے چوتھائی حصے) پر چھپنا شروع ہوا اور جسکا مقام اشاعت کلکتہ تھا۔ اسکے بعد جلد ہی اسمین ایک تختہ کاغذ کا اضافہ کیا گیا اور ۱۲ جولائی سنہ ۱۸۲۱ء کو اسمین کاغذ کا تیسرا تختہ لگایا گیا۔ آخر یکم فروری سنہ ۱۸۲۴ء سے وہ رائل فولیو (Royal Folio) پر شائع ہونے لگا اور یکم جنوری سنہ ۱۸۳۲ء تک اسی حالت مین رہا جسکے بعد اسنے پھر اپنی صورت بدل لی اور اس صورت مین اسوقت تک چھپتا رہا جبکہ اسے "انڈین ڈیلی نیوز" مین ملا دیا گیا۔ اپنے زمانے مین یہ اخبار بڑا طاقتور شمار کیا جاتا تھا اور جب یکم اکتوبر سنہ ۱۸۳۴ء کو اسمین انڈیا گزٹ اور بنگال کوریر (Bengal Courier) کو ملا دیا گیا تو اسے مزید تقویت حاصل ہو گئی۔

ذیل کی فہرست سے ان اخبارات کی تعداد معلوم ہو سکتی ہے جو سنہ ۱۸۸۵ء مین ہندوستان کے مختلف حصون سے شائع ہوتے تھے۔

نام صوبجات	انگریزی اخبارات کی تعداد	ورنیکولر اخبارات کی تعداد	انگریزی اور ورنیکولر دونون زبانون مین شائع ہونے والے اخبارون کی تعداد
بمبئی	۳۵	۶۲	۲۱
مدراس	۳۶	۲۳	۲۵
بنگال	۳۵	۵۹	۵
صوبہ مغربی وشمالی	۹	۵۹	۵
پنجاب	۱۰	۳۰	۱
اودھ	۴	۷	۸
صوبجات متوسط	۳	۴	۲
برہما	۱۴	۵	۰
سندھ	۹	۳	۱
راجپوتانہ	۰	۲	۴
میزان	۱۵۵	۲۵۴	۷۲

ہندوستان مین آجکل اخبارات کی جو حالت ہے وہ اخبار سر رشتۂ روزگار بابت ۲۴- فروری سنہ ۱۹۱۰ء کے اقتباس ذیل سے معلوم ہو سکتی ہے۔

"تمام ہندوستان مین ۲۵۰۱ چھاپہ خانے ہین جنین ہر قسم کی کتابین چھپتی ہین۔ گذشتہ دس سال کے اندر ۵۰ فیصدی کا اضافہ ہوا ہے۔ اخبارات کی تعداد ۷۲۵ ہے۔ انہین بھی تقریباً دس فیصدی کا اضافہ ہوا ہے ۱۰۶۲ رسالے شائع ہوتے ہین .... بمبئی مین سب سے زیادہ اخبار اور رسالے شائع ہوتے ہین اور اس لحاظ سے بمبئی کے بعد دوسرا نمبر پنجاب کا ہے۔"

یہ اعداد اخبار مذکور نے غالباً کسی معتبر انگریزی رپورٹ سے حاصل کئے ہونگے اور اگر ایسا ہے تو یقیناً انکی صحت مین کلام نہین ہو سکتا۔ اسمین شک نہین کہ انگریزی اخبارات اور رسالون نے کیا بلحاظ عمدگی مضامین اور کیا بلحاظ تعداد واشاعت بہت ترقی کر لی ہے لیکن اگر ورنیکولر اخبارات بھی کوشش کرین تو وہ اپنی حالت مین بہت کچھ اصلاح کر سکتے ہین۔

یہ امر قابل افسوس ہے کہ سارے ہندوستان مین اُردو زبان

کے (جیسے اکثر اس ملک کی لنگوا فرینکا (Lingua Franca) کہا
جاتا ہے) صرف چھ روزانہ اخبار ہین اور گو ان خدمات کو جو وہ
سرانجام دے رہے ہین نظرانداز نہین کیا جا سکتا تاہم حقیقت یہ
ہے کہ ابھی تک انمین وہ خوبیان نہین پائی جاتی جو روزانہ اخبارون
کے لئے ضروری ہین - ان چھ اخبارون مین سے دو لاہور ایک
لکھنؤ - دو بمبئی اور ایک حیدر آباد (دکن) سے نکلتا ہے - ہماری
بدقسمتی سے ہندی مین جو اُردو کی برابری کا دعویٰ رکھتی ہے ایک
بھی روزانہ اخبار موجود نہین - گو اب سُنا گیا ہے کہ صوبجات متحدہ
کے ایک اخبار کو (جسکا نام عمداً درج نہین کیا گیا) روزانہ کرنیکی
تجویز ہو رہی ہے - ورنیکولر مین اگر کسی زبان کے عمدہ روزانہ
پرچے آجکل نکل رہے ہین تو وہ گجراتی ہے اور گو کچھ عرصے
پہلے بنگالی کے چند روزانہ اخبار نکلا کرتے تھے لیکن اب غالباً
ہت بادی کے علاوہ اور کوئی معتبر پرچہ روزانہ نہین چھپتا -
مرہٹی زبان مین چند پرچے روزانہ نکلتے ہین لیکن وہ ابھی عرصۂ دراز
مین بمبئی سماچار - جام جمشید اور سانجھ ورتمان ایسے گجراتی روزانہ
اخبارون کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو سکین گے - پنجاب کی
تازہ ترین ایڈمنسٹریشن رپورٹ (Administration Report)
سے معلوم ہوا ہے کہ آجکل اس صوبے مین جسقدر اخبارات
شائع ہوتے ہین - انکی مجموعی تعداد ۲۵۲ ہے جنکی تفصیل درج ذیل ہے

اخبارات انگریزی ۳۸
انگریزی - فارسی - اُردو ۱
اُردو ۱۹۲
اُردو و ہندی ۱
ہندی ۱۱
اُردو و گورمکھی ۱
گورمکھی ۱۸

رپورٹ مذکور سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ سنہ ۱۹۰۹-۱۰ء مین
تین نئے انگریزی اور ۱۵ ورنیکولر اخبارات جاری ہوے اور
۶- انگریزی اور ۷۴ ورنیکولر اخبارات کی اشاعت بند ہو گئی - اوپر
جو ۲۵۲ - اخبارات کی تفصیل درج ہوئی ہے ان مین سے ایک
رسالہ ششماہی شائع ہوتا ہے - چار سہ ماہی - ۱۲۴ ماہوار - ۴۰
پندرہ روزہ پرچے ہین - تین مہینے مین تین بار نکلنے والے -
۷۰ ہفتہ وار - تین ہفتہ مین دو بار - ایک ہفتے مین تین بار اور
آٹھ روزانہ -

ہندوستان مین ورنیکولر پریس کی حالت آجکل جسقدر
قابلِ رحم ہے وہ محتاج بیان نہین - ملک کے ہر حصے سے اخبار
حشرات الارض کیطرح نکلتے اور برساتی مچھرون کیطرح غائب ہوتے
رہتے ہین - اسکی وجہ زیادہ تر یہی ہے کہ جو لوگ اخبار جاری کرنے
لگتے ہین وہ اپنی مالی حالت کا پہلے سے بالکل اندازہ نہین
لگاتے - عام طور پر ایک ہی شخص اخبار کا ایڈیٹر - پرنٹر - پبلشر اور
پروپرائٹر ہوتا ہے اور اکثر دیکھا جاتا ہے کہ جہان اخبار یا رسالے
کو نکلے سال چھ مہینے کا عرصہ ہوا پھر پبلک کے نام اپیل شائع
ہونے شروع ہوتے ہین - ہندوستان کی نیم تعلیم یافتہ پبلک
پہلے ہی اخبار خوانی کیطرف کم متوجہ ہے اسلئے اگر کوئی
اخبار بند ہو جاتا ہے تو اسکا افسوس سوائے اسکے پروپرائٹر
کے اور کسی کو نہین ہوتا -

پس جب یہ حالت خود اخبار نویسون اور اخبارات کے
مالکون کی ہے تو آپ اندازہ لگا سکتے ہین کہ انمین کنٹری بیوٹر
(مضمون نگار) کس پایہ کے مل سکتے ہین یا اگر لائق مضمون نگار
ملجائین تو وہ کب تک اپنی ضروریات کو نظرانداز کر کے محض ہمدردی

کے خاطر اخبارون یا رسالون کی امداد کر سکتے ہین۔ فی الحقیقت ہندوستان مین اخبارات کو کامیابی کے ساتھ چلانا ایک نہایت مشکل کام ہو رہا ہے جسکی مزید توضیح کے لئے اگست ۱۹۱۰ء کے رسالہ ایسٹ اینڈ ویسٹ (East and West) سے مسٹر مالاباری کے قلم سے نکلے ہوئے ایک مضمون کا اقتباس درج ذیل کیا جاتا ہے۔

اپنے ہفتہ وار انگریزی اخبار "انڈین اسپکٹیٹر (Indian Spectator) کی خراب حالت کی نسبت خامہ فرسائی کرتے ہوئے وہ لکھتے ہین:۔

"سوائے اس تھوڑے سے عرصے کے جبکہ یہ اخبار میرے دوست مسٹر این۔ ایم۔ دربیدجی کے زیر انتظام تھا۔ ہمیشہ اسمین مجھے خسارہ ہی رہا ہے۔ تضیع اوقات اور نقصان صحت کے علاوہ اس معاملے مین جسقدر مالی گھاٹا مجھے اٹھانا پڑا ہے۔ اُسکی یاد جب کبھی دل مین تازہ ہوتی ہے تو میری پریشانی خاطر بہت بڑھ جاتی ہے۔ اخبار اسپکٹیٹر کی حالت اس بچے کی سی تھی جو ہمیشہ بیمار اور کمزور رہتا ہے اور اسیوجہ سے والدین اسکے ساتھ زیادہ پیار اور محبت کرنے لگتے ہین۔ اس بچے کے والدین ہر چند کہ مالی لحاظ سے زیادہ خوشحال نہ تھے مگر پھر بھی وہ جو شے مانگتا تھا اسے مہیا کی جاتی تھی۔ اسکے بہت سے اجرتی اور آنریری (مفت کام کرنیوالے) مضمون نگار اور ریویو لکھنے والے تھے۔ جنمین انگریزی اور ہندوستانی دونون قومون کے لوگ شریک تھے۔ ایڈیٹر اور سب ایڈیٹر الگ تھا۔ عام طور پر ہم اپنے مضمون نگارون کو تین روپیہ فی کالم کے حساب سے اجرت دیا کرتے تھے لیکن بعض اوقات پانچ سے دس روپیہ فی کالم تک بھی دیدیتے تھے۔ بعض موقعون پر مجھے یاد ہے کہ ہمنے ایک ایک آرٹیکل کے لئے ساٹھ سے سو روپیہ تک اجرت دی ہے۔ میرے خیال مین ہندوستانی اخبار نویسی مین یہ اجرت زیادہ سے زیادہ ہے جو کسی مضمون نگار کو دی گئی ہو۔ برعکس اسکے ہمارے کئی انگریز نامہ نگار تھے جنھین صرف ۸ ر فی کالم کے حساب سے اجرت دیجاتی تھی۔ ان مضامین کو ہم اصلی مضامین کی کمی پورا کرنیکے کام مین لاتے تھے مجھے یاد ہے۔ غریب کرنیل .... نے فوجی اصلاح کے مضمون پر بہت سے متعدد آرٹیکل روانہ کئے تھے جب مینجر نے اسے قریباً ۴ کالم مضمون کے لئے چھ روپیہ بطور نذرانہ بھیجے تو مین نے اسے ایک خط مین لکھا کہ اسسے آپ کا سگرٹون کا ڈبہ خریدنے کا خرچ چل جائیگا۔ اسکا جواب جو مجھے ملا اسنے میری آنکھین کھول دین۔ خط مین لکھا تھا "ہان اسنے میری بچسالہ بے مان کے بچے کا چندروز کے لئے دودھ روٹی کا خرچ چل جائیگا"۔ اس تحریر نے دل کو اسقدر صدمہ پہونچا کہ مین نے فوراً اپنی دو چاندی کی گھڑیاں جو شادی سے پہلے کی میرے پاس موجود تھین بیچ کر انکا روپیہ لیتے غریب پرانے مضمون نگار کو بھیجدیا۔ مین نے پرائیویٹ طور پر ایک خط سر ڈونالڈ سٹوارٹ صاحب کمانڈر انچیف کو اس مطلب کا بھی لکھا کہ وہ کرنیل موصوف کو کچھ مالی امداد دلانے کا بندوبست کرین۔ میری اس درخواست کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ کرنیل کی لڑکی کی تعلیم کے لئے آبو لارنس اسکول (Abu Lawrence School) بھیجدیگیا۔

لیکن تمام ہندوستانی اخبار نویسون مین مسٹر مالاباری کی طرح ہمدردی کی اسپرٹ (Spirit) موجود نہین ہوتی اسلئے بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مضمون نگار عمر بھر خون جگر پی کر بھی کسی اخبار یا رسالے کی خدمت کرتا رہے تو مالک یا ایڈیٹر اسے معمولی بات خیال کرکے خاموش ہو رہتا ہے اور سمجھ لیتا ہے کہ مضمون بھیجنا مضمون نگارون کا فرض ہے۔

سطور بالا مین جدید اخبار نویسی کی ابتدا اور اسکی موجودہ حالت پر کسیقدر اجمال کے ساتھ بحث کی گئی ہے اور بعض وہ

اولاد کش ملکہ

نقائص ظاہر کئے گئے ہین جنکی بدولت ہندوستان کی ورنیکولر اخبار نویسی کی جڑ خصوصاً کمزور ہو رہی ہے - یہ سوال کہ ہندوستان مین پریس کو کیونکر تقویت دیجا سکتی ہے نہایت دقیق اور مشکل ہے گو ہر شخص جو اخباری دُنیا سے ذرا بھی مس رکھتا ہو ضرور یہ بات تسلیم کریگا کہ مذکورۂ بالا نقائص کا دور کیا جانا مقدم ہے - ارادہ تو تھا کہ اسی سلسلے مین اس اثر کا بھی ذکر کیا جاتا جو جدید ایکٹ کے باعث پریس پر پڑا ہے لیکن مضمون کو چونکہ پولیٹکل رنگت دُنیا منظور نہین اسلئے فی الحال اس سرسری ریویو پر ہی اکتفا کی جاتی ہے - اخیر مین صرف اتنا اور لکھنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی زمانے مین ورنیکولر پریس کے نقائص کو دور کرکے اسکی اصلاح اور ترقی کے لئے کوشش کیگئی تو یہ امر یقینی ہے کہ اسکے قدردان ضرور پیدا ہو جائینگے اور آجکل جو یہ شکایت عام طور پر پیش کیجاتی ہے کہ تعلیم یافتہ پارٹی ورنیکولر لٹریچر کو قدر کی نگاہ سے نہین دیکھتی خودبخود رفع ہو جائیگی -

تیرتھ رام

بےغرض محسن

(۱)

ساون کا مہینہ تھا - ریوتی رانی نے پیرون مین مہندی رچائی مانگ چوٹی سنواری اور تب اپنی بوڑھی ساس سے جاکر بولی "امان جی آج مین بھی میلہ دیکھنے جاؤنگی"

ریوتی پنڈت چنتامن کی بیوی تھی - پنڈت جی نے سرسوتی کی پوجا مین زیادہ نفع نہ دیکھکر لکشمی دیوی کی مجاوری کرنی شروع کی تھی - لین دین کا کاروبار کرتے تھے - مگر اور مہاجنون کے برخلاف بجز خاص خاص حالتون کے ۲۵ فیصدی سے زیادہ سود لینا مناسب نہ سمجھتے تھے -

ریوتی کی ساس ایک بچّے کو گود مین لئے کھٹولے پر بیٹھی ہوئی تھین - بہو کی بات سُنکر بولین "بھیگ جاؤگی تو بچّے کو زکام ہو جائے گا"

ریوتی - "نہین امان - مجھے دیر نہ لگے گی - ابھی چلی آؤنگی"

ریوتی کے دو بچّے تھے - ایک لڑکا - دوسری لڑکی - لڑکی ابھی گود مین تھی اور لڑکا ہیرامن ساتوین سال مین تھا - ریوتی نے اُسے اچھے اچھے کپڑے پہنائے - نظر بد سے بچنے کے لئے ماتھے اور گالون پر کاجل کے ٹیکے لگادئے - گُڑیان پیٹنے کیلئے ایک خوشرنگ چھڑی دیدی اور اپنی کئی ہمجولیون کے ساتھ میلہ دیکھنے چلی -

کیرت ساگر کے کنارے عورتون کا بڑا جمگھٹ تھا - نیلگون گھٹائین چھائی ہوئی تھین - عورتین سولہون سنگار کئے - ساگر کے پُرفضا میدان مین - ساون کے رم جھم برکھا کی بہار لوٹ رہی تھین - شاخون مین جھولے پڑے ہوئے تھے - کوئی جھولا جھولتی - کوئی ملار گاتی - کوئی ساگر کے کنارے بیٹھی لہرون سے کھیلتی تھی - ٹھنڈی ٹھنڈی خوشگوار ہوا - پانی کی ہلکی ہلکی پھوہار - پہاڑیون کی نکھری ہوئی ہریالی - لہرون کے دلفریب جھکولے موسم کو توبہ شکن بنائے ہوئے تھے -

آج گڑیون کی بدائی ہے۔ گڑیان اپنے سسرال جائنگی کنواری لڑکیان ہاتھ پاؤن مین منہدی رچائے۔ گڑیون کو گہنے کپڑے سے سجائے اُنھین بدا کرنے آئی ہین۔ اُنھین پانی مین بہاتی ہین اور چہک چہک کر ساون کے گیت گاتی ہین۔ مگر دامن عافیت سے نکلتے ہی ان نازونعمت مین پلی ہوئی گڑیون پر چارون طرف سے چھڑیون اور لکڑیون کی بوچھار ہونے لگی۔

ریوتی یہ سیر دیکھ رہی تھی اور ہیرامن ساگر کے زینون پر اور لڑکون کے ساتھ گڑیان پیٹنے مین مصروف تھا۔ زینون پر کائی لگی ہوئی تھی۔ دفعتاً اُسکا پیر پھسلا تو پانی مین جا پڑا۔ ریوتی چیخ مار کر دوڑی اور سر پیٹنے لگی۔ دم کی دم مین وہان مردون اور عورتون کا ایک ہجوم ہوگیا۔ مگر یہ کسی کی انسانیت تقاضا نکرتی تھی کہ پانی مین جا کر ممکن ہو تو بچے کی جان بچائے۔ سنوارے ہوئے گیسو نہ بکھر جائین گے! دُھلی ہوئی دھوتی نہ بھیگ جائیگی! کتنے ہی مردون کے دلون مین یہ مردانہ خیالات آرہے تھے۔ دس منٹ گزر گئے۔ مگر کوئی شخص کمر ہمت باندھتا نظر نہ آیا۔ غریب ریوتی پچھاڑین کھا رہی تھی۔ ناگاہ ایک آدمی اپنے گھوڑے پر سوار چلا جاتا تھا۔ یہ اژدحام دیکھکر اُتر پڑا اور ایک تماشائی سے پوچھا "یہ کیسی بھیڑ ہے؟ تماشائی نے جواب دیا" ایک لڑکا ڈوب گیا ہے"۔

مسافر۔ "کہان؟"

تماشائی۔ "جہان وہ عورت کھڑی رو رہی ہے"۔

مسافر نے فوراً اپنی گاڑھے کی مرزئی اُتاری اور دھوتی کسکر پانی مین کود پڑا۔ چارون طرف سناٹا چھا گیا۔ لوگ متحیر تھے کہ کون شخص ہے۔ اُسنے پہلا غوطہ لگایا۔ لڑکے کی ٹوپی ملی۔ دوسرا غوطہ لگایا تو اُسکی چھڑی ہاتھ لگی اور تیسرے غوطے کے بعد جب اوپر آیا تو لڑکا اُسکے گود مین تھا۔ تماشائیون نے واہ واہ کا نعرہ پرشور بلند کیا۔ مان نے دوڑ کر بچے کو لپٹا لیا۔ اس اثنا مین پنڈت چنتامن اور کئی عزیز آپہونچے اور لڑکے کو ہوش مین لانے کی فکر کرنے لگے۔ آدھ گھنٹہ مین لڑکے نے آنکھین کھول دین۔ لوگون کی جان مین جان آئی۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا اگر لڑکا دو منٹ بھی پانی مین اور رہتا تو بچنا غیر ممکن تھا۔ مگر جب لوگ اپنے گمنام محسن کو ڈھونڈنے لگے تو اُسکا کہین پتہ نہ تھا۔ چارون طرف آدمی دوڑائے۔ سارا میلہ چھان مارا۔ مگر وہ نظر نہ آیا۔

(۲)

بیس سال گزر گئے۔ پنڈت چنتامن کا کاروبار روز بروز بڑھتا گیا اس دوران مین اسکی مان نے ساتون جاترائین کین۔ اور مرین تو انکے نام پر ٹھاکردوارا تیار ہوا۔ ریوتی بہو سے ساس بنی لین دین بہی کھاتہ ہیرامن کے ہاتھ مین آیا۔ ہیرامن اب ایک وجیہ جسیم و شکیم نوجوان تھا۔ نہایت خلیق۔ نیک مزاج۔ کبھی کبھی باپ سے چھپا کر غریب اسامیون کو بلا سودی قرض دیا کرتا۔ چنتامن نے کئی بار اس گناہ کے لئے بیٹے کو آنکھین دکھائی تھین اور الگ کر دینے کی دھمکی دی تھی۔ ہیرامن نے ایک بار ایک سنسکرت پاٹھ شالا کے لئے پچاس روپیہ چندہ دیا۔ پنڈت جی اسپر ایسے برہم ہوئے کہ دو دن تک کھانا نہین کھایا۔ ایسے ناگوار واقعے آئے دن ہوتے رہتے تھے۔ انھین وجوہ سے ہیرامن کی طبیعت باپ سے کچھ کھچی رہتی تھی۔ مگر اُسکی یہ ساری شرارتین ہمیشہ ریوتی کی سازش سے ہوا کرتی تھین۔ جب قصبہ کی غریب بدھوائین یا زمیندارون کے ستائے ہوئے اسامیون کی عورتین ریوتی کے پاس آکر ہیرامن کو آنچل پھیلا پھیلا کے دعائین دینے لگتین تو اُسے ایسا معلوم ہوتا کہ مجھے زیادہ بھاگوان اور میرے بیٹے سے زیادہ فرشتہ صفت

آدمی دُنیا مین کوئی نہوگا۔ تب اُسے بے اختیار وہ دن یاد آجاتا جب ہیرامن کیرت ساگر مین ڈوب گیا تھا اور اُس آدمی کی تصویر اُسکے نگاہون کے سامنے کھڑی ہوجاتی جسنے اُسکے لال کو ڈوبنے سے بچایا تھا۔ اُسکے تہ دل سے دعا نکلتی اور ایسا جی چاہتا کہ اُسے دیکھ پاتی تو اُسکے پیرون پر گر پڑتی۔ اُسے اب کامل یقین ہوگیا تھا کہ وہ انسان نہ تھا۔ بلکہ کوئی دیوتا تھا۔ وہ اب اُسی کھٹولے پر بیٹھی ہوئی جسپر اُسکی ساس بیٹھتی تھی اپنے دونون پوتون کو کھلایا کرتی تھی۔

آج ہیرامن کی ستائیسوین سالگرہ تھی۔ ریوتی کے لئے یہ دن سال بھرکے دنون مین سب سے زیادہ مبارک تھا۔ آج اُسکا دست کرم خوب فیاضی دکھاتا تھا اور یہی ایک بیجا صرف تھا جسمین پنڈت چنتامن بھی اُسکے شریک ہوجاتے تھے۔ آج کے دن وہ بہت خوش ہوتی اور بہت روتی اور آج اپنے گمنام محسن کے لئے اُسکے دل سے جو دعائین نکلتین وہ دل و دماغ کے اعلیٰ ترین جذبات مین رنگی ہوتی تھین۔ اُسی کی بدولت تو آج مجھے یہ دن اور یہ سُکھ دیکھنا میسر ہوا ہے!

(۲)

ایک دن ہیرامن نے آکر ریوتی سے کہا "اَمان سری پور نیلام پر چڑھا ہوا ہے۔ کہو تو مین بھی دام لگاؤن۔"

ریوتی "سولہون آنہ ہے"؟

ہیرامن "سولہون آنہ۔ اچھا گانون ہے۔ نہ بڑا نہ چھوٹا یہان سے دس کوس ہے۔ چار ہزار تک بولی چڑھ چکی ہے۔ سو دو سو مین ختم ہوجائیگا"۔

ریوتی۔ "اپنے دادا سے تو پوچھو"؟

ہیرامن۔ "اُنکے ساتھ دو گھنٹہ تک سر مغزن کرنیکی کسے فرصت ہے"۔

ہیرامن اب گھر کا مختار کُل ہوگیا تھا اور چنتامن کی ایک نہ چلنے پاتی۔ وہ غریب اب عینک لگائے ایک گدّے پر بیٹھے اپنا وقت کھانسنے مین صرف کرتے تھے۔

دوسرے دن ہیرامن کے نام پر سری پور ختم ہوگیا مہاجن سے زمیندار ہوئے۔ اپنے منیب اور دو چپراسیون کو لے کر گانون کی سیر کرنے چلے۔ سری پور والون کو خبر ہوئی۔ نئے زمیندار کی پہلی آمد تھی۔ گھر گھر نذرانہ دینے کی تیاریان ہونے لگین۔ پانچوین دن شام کے وقت ہیرامن گانون مین داخل ہوے۔ دہی اور چاول کا تیلک لگایا گیا اور تین سوا اسامی پہر رات تک ہاتھ باندھے ہوئے اُنکی خدمت مین کھڑے رہے۔ سویرے مختار عام نے اسامیون کا تعارف کرانا شروع کیا۔ جو اسامی زمیندار صاحب کے سامنے آتا وہ اپنی بساط کے موافق ایک یا دو روپیہ اُنکے پیرون پر رکھدیتا۔ دوپہر ہوتے ہوتے وہان پانچسو روپیون کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔

ہیرامن کو پہلی بار زمینداری کا مزہ ملا۔ پہلی بار ثروت اور طاقت کا نشہ محسوس ہوا۔ سب نشون سے زیادہ تیز زیادہ قاتل ثروت کا نشہ ہے۔ جب اسامیون کی فہرست ختم ہوگئی تو مختار سے بولے۔ "اور کوئی اسامی تو باقی نہین ہے"؟

مختار۔ "ہان مہراج۔ ابھی ایک اسامی اور ہے۔ تخت سنگھ"

ہیرامن۔ "وہ کیون نہین آیا"۔

مختار۔ "ذرا مست ہے"۔

ہیرامن "مین اُنکی مستی اُتار دونگا۔ ذرا کوئی اُسے بُلا لائے"۔

تھوڑی دیر مین ایک بوڑھا آدمی لاٹھی ٹیکتا ہوا آیا اور ڈنڈوت کرکے زمین پر بیٹھ گیا۔ نہ نذر نہ نیاز۔ اُسکی یہ گستاخی دیکھکر ہیرامن کو بخار چڑھ آیا۔ کڑک کر بولے "ابھی کسی زمیندار

سے پالا نہین پڑا۔ایک ایک کی ہیکڑی بُھلا دونگا۔"

تحت سنگھ نے ہیرامن کیطرف غور سے دیکھکر جواب دیا۔"میرے سامنے بیس زمیندار آئے اور چلے گئے۔مگر کبھی کسی نے اس طرح گھُرکی نہین دی۔"

یہ کہکر اُسنے لاٹھی اُٹھائی اور اپنے گھر چلا آیا۔بوڑھی ٹھکرائن نے پوچھا" دیکھا زمیندار کو؟ کیسے آدمی ہین۔

تحت سنگھ۔" اچھے آدمی ہین۔مین انھین پہچان گیا۔"

ٹھکرائن۔"کیا تم سے پہلے کی ملاقات ہے"۔

تحت سنگھ۔"میری اُنکی بیس برس کی جان پہچان ہے۔گڑیون کے میلے والی بات یاد ہے نہ؟"

اُس دن سے تحت سنگھ پھر ہیرامن کے پاس نہ آیا۔

(۴)

چھ مہینہ کے بعد ریوتی کو بھی سری پور دیکھنے کا شوق ہوا۔وہ اور اُسکی بہو اور بچے سب سری پور آئے۔گانون کی سب عورتین اُنسے ملنے آئین۔انھین بوڑھی ٹھکرائن بھی تھی اُسکی بات چیت سلیقہ اور تمیز دیکھکر ریوتی دنگ رہ گئی۔جب وہ چلنے لگی تو ریوتی نے کہا ٹھکرائن! کبھی کبھی آیا کرنا۔تمسے ملکر طبیعت بہت خوش ہوئی۔اسطرح دونون عورتون مین رفتہ رفتہ میل ہو گیا۔یہان تو یہ کیفیت تھی۔اور ہیرامن اپنے مختار عام کے مغالطے مین آکر تحت سنگھ کو بیدخل کرنیکی بندشین سوچ رہا تھا۔

جیٹھ کی پورنماشی آئی۔ہیرامن کی سالگرہ کی تیاریان ہونے لگین۔ریوتی چھلنی مین میدہ چھان رہی تھی کہ بوڑھی ٹھکرائن آئی۔ریوتی نے مسکراکر کہا "ٹھکرائن۔ہمارے یہان کل تمہارا نیوتہ ہے"

ٹھکرائن۔"تمہارا نیوتہ سر اور آنکھون پر۔کونسی برس گانٹھ ہے؟"

ریوتی۔"تیسوین۔"

ٹھکرائن۔"نارائن کرے ابھی ایسے ایسے سو دن ہمین اور دیکھنے نصیب ہون۔"

ریوتی۔"ٹھکرائن۔تمہاری زبان مبارک ہو۔بڑے بڑے جنتر منتر کئے ہین تب تملوگون کی دعا سے یہ دن دیکھنا نصیب ہوا ہے۔یہ تو ساتوین ہی سال مین تھے کہ انکے جان کے لالے پڑ گئے۔گڑیون کا میلہ دیکھنے گئی تھی۔یہ پانی مین گر پڑے۔بارے ایک مہاتما نے انکی جان بچائی۔انکی جان اُنھین کی دی ہوئی ہے۔بہت تلاش کرایا مگر اُنکا نہ پتہ چلا۔ہر برس گانٹھ پر انکے نام سے سو روپیہ نکال رکھتی ہون۔دو ہزار سے کچھ اونچا ہو گیا ہے۔بچہ کی نیت ہے کہ اُنکے نام سے سری پور مین ایک مندر بنوا دین۔سچ مانو ٹھکرائن۔ایکبار اُنکے درشن ملجاتے تو زندگی سُپھل ہو جاتی۔جی کی ہوس نکال لیتے۔"

ریوتی جب خاموش ہوئی تو ٹھکرائن کی آنکھون سے آنسو جاری تھے۔

دوسرے دن ایک طرف ہیرامن کی سالگرہ کا جشن تھا۔اور دوسری طرف تحت سنگھ کے کھیت نیلام ہو رہے تھے۔

ٹھکرائن بولی۔"مین ریوتی رانی کے پاس جاکر دہائی مچاتی ہون"۔

تحت سنگھ نے جواب دیا۔"میرے جیتے جی نہین۔"

(۵)

اساڑھ کا مہینہ آیا۔میگھ راج نے اپنی جان بخش فیاضی دکھائی۔سری پور کے کسان اپنے اپنے کھیت جوتنے چلے۔تحت سنگھ کی حسرتناک اور آرزو مند نگاہین اُنکے ساتھ ساتھ جاتین۔یہانتک کہ زمین اُنھین اپنے دامن مین چھپا لیتی۔

تحت سنگھ کے پاس ایک گائے تھی۔وہ اب دن کے

دن اُسے چرایا کرتا۔ اُسکی زندگی کا اب یہی ایک سہارا تھا۔ اُسکے اُپلے اور دودھ بیچکر گذران کرتا۔ کبھی کبھی فاقے کرنا پڑ جاتے۔ یہ سب مصیبتین اُسنے جھیلین۔ مگر اپنی بینوائی کا رونا رونے کے لئے ایک دن بھی ہیرامن کے پاس نہ گیا۔ ہیرامن نے اُسے زیر کرنا چاہا تھا مگر خود زیر ہوگیا۔ جیتنے پر بھی اُسکی ہار ہوئی۔ پُرانے لوہے کو اپنی کمینہ ضد کی آنچ سے نہ جُھکا سکا۔

ایک دن ریوتی نے کہا "بیٹا! تمنے غریب کو ستایا۔ اچھا نہ کیا"

ہیرامن نے تیز ہوکر جواب دیا "وہ غریب نہین ہے۔ اُسکا گھمنڈ مین توڑ دونگا"

ثروت کے نشے مین متوالا زمیندار وہ چیز توڑنیکی فکر مین تھا جسکا وجود ہی نہ تھا۔ جیسے بے سمجھ بچہ اپنی پرچھائین سے لڑنے لگتا ہے۔

(۶)

سال بھر تخت سنگھ نے جون تون کرکے کاٹا۔ پھر برسات آئی اُسکا گھر چھایا نہ گیا تھا۔ کئی دن تک موسلا دھار مینہ برسا تو مکان کا ایک حصہ گر پڑا۔ گائے وہان بندھی ہوئی تھی دبکر مر گئی۔ تخت سنگھ کے بھی سخت چوٹ آئی۔ اُسی دن اُسے بخار آنا شروع ہوا۔ دوا دارو کون کرتا۔ روزی کا سہارا تھا وہ بھی ٹوٹا۔ ظالم بیدرد مصیبت نے کچل ڈالا۔ سارا مکان پانی سے بھر رہا۔ گھر مین اناج کا ایک دانہ نہین۔ اندھیرے مین پڑا ہوا کراہ رہا تھا کہ ریوتی اُسکے گھر گئی۔ تخت سنگھ نے آنکھین کھولدین اور پوچھا "کون ہے؟"

ٹھکرائن۔ "ریوتی رانی ہین"

تخت سنگھ "میرے دھن بھاگ۔ مجھپر بڑی دیا کی"

ریوتی نے شرمندہ ہوکر کہا "ٹھکرائن۔ ایشور جانتا ہے مین اپنے بیٹے سے حیران ہون۔ تمہین جو تکلیف ہو مجھسے کہو۔ تمہارے اوپر ایسی آفت پڑ گئی اور ہمسے خبر تک نہ کی"۔

یہ کہکر ریوتی نے روپیون کی ایک چھوٹی سی پوٹلی ٹھکرائن کے سامنے رکھدی۔

روپیون کی جھنکار سُنکر تخت سنگھ اُٹھ بیٹھا اور بولا "رانی ہم اسکے بھوکے نہین ہین۔ مرتے دم گنہگار نکرو"

دوسرے دن ہیرامن بھی اپنے ہوا خواہون کو لئے اُدھر سے جا نکلا۔ گرا ہوا مکان دیکھکر مسکرایا۔ اُسکے دل نے کہا آخر مین نے اسکا گھمنڈ توڑ دیا۔ مکان کے اندر جاکر بولا "ٹھاکر اب کیا حال ہے؟"

ٹھاکر نے آہستہ سے کہا "سب ایشور کی دیا ہے۔ آپ کیسے بھول پڑے؟"

ہیرامن کو دوسری بار زک ملی۔ اُسکی یہ آرزو کہ تخت سنگھ میرے پیرون کو آنکھون سے چومے اب بھی پوری نہ ہوئی۔ اُسی رات کو غریب۔ آزاد منش۔ ایماندار۔ بیغرض ٹھاکر اس دُنیا سے رخصت ہوگیا۔

(۷)

بوڑھی ٹھکرائن اب دُنیا مین اکیلی تھی۔ کوئی اُسکے غم کا شریک اور اُسکے مرنے پر آنسو بہانے والا نہ تھا۔ بینوائی اور بے مائگی نے غم کی آنچ اور تیز کر دی تھی۔ سامان فراغت موت کے زخم کو گو بھر نہ سکین۔ مگر مرہم کا کام ضرور دیتے ہین۔

فکر معاش بُری بلا ہے۔ ٹھکرائن اب کھیت اور چراگاہ سے گوبر چُن لاتی اور اُپلے بناکر بیچتی۔ اُسے لاٹھی ٹیکتے ہوئے کھیتون کو جاتے اور گوبر کا ٹوکرا سر پر رکھکر بوجھ سے ہانپتے ہوئے

آتے دیکھنا سخت دردناک تھا۔ یہانتک کہ ہیرامن کو بھی اُسپر ترس
آگیا۔ ایک دن اُنھون نے آٹا دال چاول تھالیون مین رکھکر اُسکے
پاس بھیجا۔ ریوتی خود لیکر گئی۔ مگر بوڑھی ٹھکرائن آنکھون مین آنسو
بھرکر بولی "ریوتی جبتک آنکھون سے سوجھتا ہے اور ہاتھہ پیر چلتے
ہین مجھے اور مرنے والے کو گنہگار نکرو"۔

اُس دن سے ہیرامن کو پھر اُسکے ساتھ عملی ہمدردی
کرنے کی جرأت نہوئی۔

ایک دن ریوتی نے ٹھکرائن سے اُپلے مول لئے۔ گانون
مین پیسے کے تیس اُپلے بکتے تھے۔ اُسنے چاہا کہ اس سے بیس ہی
اُپلے لون۔ اُس دن سے ٹھکرائن نے اُسکے یہان اُپلے لانا بند کردیا۔
ایسی دیویان دُنیا مین کتنی ہین! کیا وہ اتنا نہ جانتی تھی کہ ایک
رازسربستہ زبان پر لاکر مین اپنی جانکاہیون کا خاتمہ کر سکتی ہون۔ مگر
پھر وہ احسان کا بدلہ ہوجائیگا۔ مثل مشہور ہے نیکی کر اور دریا مین ڈال۔
شاید اُسکے دل مین کبھی یہ خیال ہی نہین آیا کہ مین نے ریوتی
پر کوئی احسان کیا ہے۔

یہ وضعدار۔ آن پر مرنیوالی عورت شوہر کے مرنے کے بعد
تین سال تک زندہ رہی۔ یہ زمانہ اُسنے جس تکلیف سے کاٹا اُسے
یاد کرکے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہین۔ کئی کئی دن فاقے سے
گذر جاتے۔ کبھی گوبر نہ ملتا۔ کبھی کوئی اُپلے چُرا لیجاتا۔ ایشور کی مرضی!
کسی کا گھر بھرا ہوا ہے۔ کھانے والے نہین۔ کوئی یون رو رو کر
زندگی کے دن کاٹتا ہے۔

بُڑھیا نے یہ سب دُکھ جھیلا۔ مگر کبھی کسی کے سامنے
ہاتھہ نہین پھیلایا۔

(۸)

ہیرامن کی بیسوین سالگرہ آئی۔ ڈھول کی سہانی آواز سنائی
دینے لگی۔ ایک طرف گھی کی پوریان پک رہی تھین۔ دوسری طرف
تیل کی۔ گھی کی موٹے معزز برہمنون کے لئے۔ تیل کی غریب۔ فاقہ کش
نیچون کے لئے۔

یکایک ایک عورت نے ریوتی سے آکر کہا "ٹھکرائن جانے
کیسی ہوئی جاتی ہین۔ تمھین بُلا رہی ہین"۔

ریوتی نے دل مین کہا ایشور آج تو خیرت سے کاٹنا کہین
بُڑھیا مر نہ رہی ہو"۔

یہ سوچکر وہ بڑھیا کے پاس نہ گئی۔ ہیرامن نے جب دیکھا
امّان نہین جانا چاہتین تو خود چلا۔ ٹھکرائن پر اُسے کچھ دنون سے
رحم آنے لگا تھا۔ مگر ریوتی مکان کے دروازہ تک اُسے منع
کرنے آئی۔ یہ رحمدل۔ نیک مزاج۔ شریف ریوتی تھی۔

ہیرامن ٹھکرائن کے مکان پر پہونچا تو وہان بالکل سناٹا
چھایا ہوا تھا۔ بوڑھی عورت کا چہرہ زرد تھا اور جان کندنی کی حالت
طاری تھی۔ ہیرامن نے زور سے کہا "ٹھکرائن! مین ہون
ہیرامن!"

ٹھکرائن نے آنکھین کھولین اور اشارہ سے اُسے اپنا
سر نزدیک لانے کو کہا۔ پھر رُک رُک کر بولی "میرے سرہانے
پٹاری مین ٹھاکر کی ہڈیان رکھی ہوئی ہین۔ میرے سہاگ کا سیندور
ابھی وہین ہے۔ یہ دونون پراگ راج بھیجدینا"۔

یہ کہکر اُسنے آنکھین بندکرلین۔ ہیرامن نے پٹاری کھولی
تو دونون چیزین بحفاظت رکھی ہوئی تھین۔ ایک پوٹلی مین دس
روپئے بھی رکھے ہوئے ملے۔ یہ شاید جلنے والے کا زاد راہ تھا۔
رات کو ٹھکرائن کی تکلیفون کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا۔

اُسی رات کو ریوتی نے خواب دیکھا۔ ساون کا میلہ ہے۔
گھٹائین چھائی ہوئی ہین۔ مین کیرت ساگر کے کنارے کھڑی ہون۔

حضرت ریاض

انڈین پریس الہ آباد

اتنے مین ہیرامن پانی مین پھسل پڑا۔ مین چھاتی پیٹ پیٹ کر رونے لگی۔ دفعتہً ایک بوڑھا آدمی پانی مین کود اور ہیرامن کو نکال لایا۔

ریوتی اُسکے پیرون پر گرپڑی اور بولی "آپ کون ہین؟"

اُسنے جواب دیا۔ "مین سری پور مین رہتا ہون۔ میرا نام تخت سنگھ"۔

سری پور اب بھی ہیرامن کے قبضے مین ہے۔ مگر اب اُسکی رونق دو چند ہو گئی ہے۔ وہان جاؤ تو دور سے شوالے کا سنہرا کلس دکھائی دینے لگتا ہے جس جگہہ تخت سنگھ کا مکان تھا۔ وہین اب یہ شوالہ بنا ہوا ہے۔ اُسکے سامنے ایک پختہ کنوان اور پختہ دھرم سالہ ہے۔ مسافر یہان ٹھیرتے ہین اور تخت سنگھ کا جس گاتے ہین۔ یہ شوالہ اور دھرم سالہ دونون اُسکے نام سے مشہور ہین

د۔ ر

+ + + + + + + + +

حضرت ریاض

ہندوستان مین کون ایسا شخص ہے جو حضرت ریاض کو نہ جانتا ہو۔ ریاض الاخبار آج عمدہ لٹریچر مین انھین کے زور قلم سے ایک ممتاز اخبار ہے۔ ریاض کی شوخ طبیعت اور چلبلی تخیل ابتدائے شاعری سے اپنی چمک دمک دکھا رہی تھی۔ آپ کا نام منشی سید ریاض الدین احمد اور تخلص ریاض ہے۔ آپ کے والد مولوی سید طفیل احمد صاحب بڑے پایہ کے عالم تھے۔ مولد کے اعتبار سے آپ خیرآبادی ہین۔ خیرآباد ممالک متحدہ مین ایک ممتاز قصبہ ہے جسکی خاک سے مشاہیر علما اور فقہا پیدا ہوئے

لیکن آپ کی شاعری کا وطن لکھنؤ ہے۔ ابھی آپ خیرآباد کے مدرسۂ عربیہ مین تعلیم حاصل کر رہے تھے کہ یکایک طبیعت شعر و سخن کیطرف مائل ہوئی۔ عنفوان شباب تھا۔ اس زمانے مین امیر مرحوم کی شاعری کا طوطی بول رہا تھا۔ آپ امیر کے شاگرد ہوئے اور اُستاد سے ملنے کی غرض سے لکھنؤ مین آئے۔ چند روز کے بعد خیرآباد سے ایک ماہوار رسالہ (گلکدۂ ریاض) نکالا۔ اسیر مغفور کی توجہ سے اس ماہوار گلدستے نے بہت ترقی کی اُردو زبان کا یہ پہلا گلدستہ تھا جسکو تمام شاعر پسند کرتے تھے۔ ریاض کی ابتدائی شاعری سب کو پسند آئی اور آپ کو اپنی خداداد طبیعت کی بہت کچھ داد ملی۔

اسکے بعد ریاض الاخبار خیرآباد سے جاری کیا جسکی تاریخ اشاعت "لمعۂ رخشان" ہے ۱۲۹۶ھ شاعری کے شوق اور طبیعت کی مناسبت سے آپ خیرآباد سے اپنا دفتر لکھنؤ اُٹھا لائے بہت دلون ریاض الاخبار لکھنؤ سے جاری رہا۔

ریاض کو ہمیشہ لکھنؤ مین قیام کرنے کا شوق رہا اور وہ اُسوقت اور موقع کی تلاش مین تھے کہ کوئی صورت لکھنؤ مین قیام کی نکل آئے۔

مگر افسوس لکھنؤ مین آپ کے مصارف اخبار سے نہ نکل سکے اور آخر آپ کو اپنا دفتر گورکھپور منتقل کرنا پڑا۔

گورکھپور مین ریاض الاخبار نے (حکام اور رؤسا کی علمی قدردانی سے) بہت ترقی کی۔ ادھر گورنمنٹی ملازمت کا سلسلہ نکل آیا اور منشی ریاض احمد صاحب پیشکار سپرنٹنڈنٹ پولیس ہو گئے۔

ریاض الاخبار گورنمنٹ اور ملکی خیرخواہی کی بدولت ترقی کرنے لگا۔ کاملاً ریاض کی اشاعت کے بعد حضرت خلد آشیاں نواب کلب علیخان بہادر فرمانروائے ریاست رامپور کو توجہ ہوئی۔

اس زمانے مین آپ کی قدر افزائیون کی شہرت عالمگیر تھی اور دربار رامپور مین منیر۔ عروج۔ تجر۔ آغا حجو ہندی۔ قلق۔ امیر۔ داغ۔ جلال وغیرہ مشاہیر فن جمع تھے۔ حضور نے محض قدردانی سے حضرت ریاض کو طلب فرماکر خلعت اور زرنقد سے ممتاز فرمایا۔ مگر افسوس ہے آپ قیام نہ فرما سکے۔

حضرت ریاض کی عمر کا زیادہ حصہ تعلقات کی بنا پر گورکھپور مین گذرا۔

ریاض الاخبار کی شہرت کے زمانے مین آپ نے ایک چھوٹا سا رسالہ نظم و نثر کا "فتنہ اور عطر فتنہ" کے نام سے ہفتہ وار جاری کیا۔

ریاض نے اپنی ذاتی قابلیت اور جوہر شناسوں کی قدردانی سے نہایت خوشحالی کے ساتھ زندگی بسر کی۔ شرافت کے اعتبار سے بھی ریاض کا پایہ بہت بلند ہے۔ آپ سادات کرمانی سے ہین۔ آپ کے مورث اعلیٰ شاہ شجاع والی کرمان اپنے وطن سے خیرآباد تشریف لائے۔ آپ کا خاندان ہمیشہ معزز اور موقر رہا۔

ریاض اپنی زندگی کے پچاس سال گورکھپور کی نذر کر چکے تو آپ کے دل مین لکھنؤ کی محبت نے گدگدی کی۔ گورکھپور سے لکھنؤ آنے مین آپ کا بہت کچھ مالی نقصان ہوا لیکن اس سب کو آپ نے گوارا کیا۔ چنانچہ ایک مقطع مین آپ فرماتے ہین:-

ریاض تھی جو مقدر مین بازگشت شباب
جوان ہونے کو پیری مین لکھنؤ آئے

ریاض خلیق۔ ملنسار۔ اور متواضع آدمی ہین۔ آپ کے بہت سے شاگرد اطراف ہند مین موجود ہین مگر کبھی آپ نے اس بات پر فخر نہین کیا۔

ریاض کے کلام مین شوخی کے علاوہ شوکت الفاظ اور بلند پروازی اور نازک خیالی بہت ہے اور عموماً کلام شاعری کے سقم سے بہت پاک ہے۔ زبان اور روزمرہ کے محاورے مین صاف صاف مطلب ادا کرنا جس سے سننے والے کے دل پر اثر ہو ریاض کا خاص حصہ ہے۔

ریاض الاخبار ہمیشہ زبان کی خدمت کے لحاظ سے ممتاز رہا ہے۔ جس زمانے مین منشی امیر احمد کا پہلا دیوان چھپا ہے اور مولوی غلام محمد خان تپش مرحوم اڈیٹر اخبار مشیر قیصر نے اعتراض کئے ہین تو اسکے جواب جو منشی ریاض احمد نے اپنی قابلیت سے لکھے ہین وہ قابل دید ہین۔

دوسرا معرکہ ریاض الاخبار مین امیر اللغات کے متعلق ہے۔ مولوی غلام محمد تپش مرحوم کے اعتراضات اور منشی ریاض احمد کے معقول جواب اور چلبلی چوٹین بڑے مزے کی ہین۔ آپ جہان رہے کچھ نہ کچھ زبان کی خدمت ضرور کرتے رہے۔

ابتدا مین ریاض کو مشاعرون مین شریک ہونے کا بہت شوق تھا اور کوئی مشاعرہ ایسا نہوتا تھا جسمین ریاض نہون۔ کوئی گلدستہ ایسا نہ تھا جسمین ریاض کی غزل نہو۔ پیام یار کی طرح ہے اور منشی نثار حسین کی فرمایش ہے کہ گلدستہ لکھا ہوا رکھا ہے۔ تمہاری غزل کا انتظار ہے۔ آپ نے قلم اٹھایا اور غزل موجود۔

لیکن اب مشاعرون مین جانا یکقلم موقوف اور غزل کا یہ حال ہے کہ ان دوستون سے تو مجبور ہین جنسے بے تکلفی

ہے باقی سب سے عذر بارد۔

ریاض کا سن اسوقت پچاس برس کا ہے لیکن طبیعت جوان اور بذلہ سنج۔ لطف یہ ہے کہ آپ کسی صحبت مین بار خاطر نہین ہوتے جو آپ کے کلام سے ظاہر ہے۔

دوری راہ سے کچھ بیٹھ گیا دل میرا　پاؤن کیا خاک اُٹھے اب سوے منزل میرا

رنگ باندھا ہے چمن مین یہ فغان نے میری　جسکے مُنہ دیکھتے رہتے ہین عنادل میرا

آستین رنگ یہ لے آئی لہو دے نکلی　نہ چھپا لاکھ چھپا حشر مین قاتل میرا

بزم متوالی تھی کیا خم سے اڑالی مینے　ہاتھ تھامانہ کسی نے سر محفل میرا

کچھ عجب لطف سے مل جل کے رہا ایک سے ایک　غم ترا جان مری رنج ترا دل میرا

یہ مرا ہو کے رہا بعد فنا تربت مین　جان سے بھی ہے سوا بر سے لئے دل میرا

جو کھلا پھول بنا زخم مرے دلکا ریاض

جو کلی رہگئی کھلنے سے بنی دل میرا

یہ کسکے سایۂ دیوار نے مجھے پیسا　یہ کون لوٹ پڑا مجھپہ آسمان کی طرح

رہ حیات کٹی اسطرح کہ اُٹھ اُٹھکر　مین بیٹھ بیٹھ گیا گرد کاروان کی طرح

ہمین ہے گھر سے تعلق اب اسقدر باقی　کبھی جو آئے تو دو دن کو میہمان کی طرح

گیا چمن مین تو جُھک جُھک کے بہت ملین شاخین　لیا گلون نے مجھے میرے آشیان کی طرح

مجھے شباب نے مارا بلا سے جان بنکر　بہار آئی مرے باغ مین خزان کی طرح

ریاض موت ہے اس شرط سے ہمین منظور

زمین ستائے نہ مرنے پر آسمان کی طرح

خواجہ محمد عبدالرؤف عشرت

چارمینار

گورنمنٹ نظام کے پایۂ تخت (حیدرآباد) مین یون تو بہت سی قابل دید عمارات ہین۔ مگر چارمینار ان مین سب سے عمدہ اور خوبصورت عمارت سمجھی جاتی ہے۔ ممکن نہین کہ کوئی سیاح حیدرآباد مین آئے اور چارمینار پر اُسکی نظر نہ پڑے اور وہ اسکی تعریف کئے بغیر رہ سکے موسیو تھیونو Thevenot فرانسیسی سیاح جو سلطان عبداللہ قطب شاہ ۱۰۳۵ھ ۱۶۲۵ء تا ۱۰۸۳ھ ۱۶۷۲ء کے عہد حکومت مین حیدرآباد مین آیا تھا۔ اسکی نسبت لکھتا ہے۔

"شہر بھر مین جیسی یہ عمارت باہر سے خوشنما دکھائی دیتی ہے ویسی اور کوئی نہین[1]"

چارمینار شہر کے عین وسط مین واقع ہے۔ یہ چو منزلا اور مربع عمارت ہے۔ اسکے چارون رُخ مشرق مغرب۔ شمال جنوب کو ٹھیک ٹھیک قائم کئے گئے ہین۔ اسکی ہر سمت (۶۰) فیٹ چوڑی (۴۲) فیٹ اونچی ہے۔ چارون طرف چار بڑی بڑی محرابین ہین جو چوبیس ۲۴ چوبیس فیٹ بلند اور تینتیس ۳۳ تینتیس فیٹ چوڑی ہین اور انکے مقابل چار بڑی بڑی سڑکین نکلی ہین۔ اسکی سب سے پہلی چھت گنبد کی طرح بنائی گئی ہے اور اندرونی جگہہ ایسی ہی کھُلی ہوئی ہے جیسے کہ باہر کی جانب برآمدے کھُلے ہوئے ہین۔ دیوار مین آمدورفت کے لئے متعدد دروازے بنے ہوئے ہین۔ اس چھت کے اوپر دو اور منزلین ہین جنکے بیرونی طرف محرابین بنی ہوئی ہین۔ عمارت کے چارون گوشون پر ذرہ نخے

[1] سیاحت نامہ موسیو تھیونو صفحہ ۸۲

چار مینار ہین۔ انکا ارتفاع اسّی اسّی فیٹ ہے۔ ہر مینار کے چار درجے ہین جنکے بیرونی رخون پر خوبصورت محراب دار کھڑکیان بنی ہوئی ہین۔ تمام عمارت پر بیل بوٹے بنائے گئے ہین۔ یہ عمارت شہر سے باہر بہت دور سے نظر آتی ہے۔ اسکے میناروں پر چڑھنے سے اطرافِ شہر کے آٹھ آٹھ دس دس کوس تک کا نظارہ ہوتا ہے۔

چار مینار سلطان محمد قلی قطب شاہ (۹۸۸ھ/۱۵۸۰ء - ۱۰۲۰ھ/۱۶۱۱ء) کا بنایا ہوا ہے۔ ۱۰۰۰ھ/۱۵۹۱ء مین اسکی تعمیر شروع ہوئی[۱] "یا حافظ" سے تاریخ نکلتی ہے۔ مورخین نے تعمیر کے مختلف وجوہات بیان کئے ہین۔ بعض کہتے ہین کہ سلطان محمد قلی کو منظور تھا کہ شہر کی آبادی مشہد مقدس کی طرح ہو اسلئے اُسنے حضرت امام ضامن علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام کے روضۂ مقدس کے عوض چار مینار تعمیر کرایا[۲]۔ بعض کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ جبکہ حیدر آباد بسا تو شہر اور قلعہ مین وبا پھیلی تھی۔ اس وبا کے دُور کرنے کے لئے یہان کے باشندون نے ایک تعزیہ اور علم نکالا۔ اتفاقاً بیماری کا زور جاتا رہا۔ اسکی یادگار مین بادشاہ نے یہ چار مینار بنوا دیا[۳]۔ یہ روایت صحیح ہو تو تعجب نہین کیونکہ چار مینار کی صورت ایک عظیم الشان تعزیہ کی سی معلوم ہوتی ہے۔

عہد قطب شاہی مین اُن دونون منزلون سے جو بمنزلہ بالاخانون کے ہین پہلی منزل پر مدرسہ تھا اور طلبا کی سکونت کے لئے حجرے بنے ہوئے تھے۔ دوسری منزل مسجد اور خزانہ آب کا کام دیتی تھی[۴]۔ یہان چھوٹی سی مسجد جو نہایت خوبصورت ہے۔ اسوقت بھی موجود ہے۔ خزانہ آب مدوّر اور خوب عمیق ہے کوکابلی سے بذریعہ نہرون کے اسمین پانی آتا تھا اور یہان سے محلاتِ شاہی مین جاتا تھا[۵]۔ اتنی بلندی پر اس خزانۂ آب کے بنانیکی وجہ یہ تھی کہ یہان سے محلات کے تمام حصّون مین پانی جاسکے اور وہان جو اونچے سے اونچے کمرے ہین اُنمین بھی پانی پہونچ سکے[۶]۔

چار مینار کی تعمیر پر دو لاکھ ہون[۷] صرف ہوئے ہین[۸]۔ بوجہ امتدادِ زمانہ استر کاری کے جھڑ جانے سے عمارت کی حالت خراب ہوگئی تھی جسکی مرمت ۱۲۵۵ھ مین حضرت غفران منزل ناصر الدولہ (۱۲۴۴ھ/۱۸۲۸ء و ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء) نے کرادی[۹]۔ ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء مین سر سالار جنگ اعظم نے عمارت کے گرد لوہے کا کٹہرہ لگوا دیا۔

حکیم سید شمس اللہ قادری

---

[۱] تاریخ گلزار آصفیہ صفحہ ۲۱۔

[۲] سلسلۂ آصفیہ جلد چہارم صفحہ ۳۲۷۔

[۳] سلسلۂ آصفیہ جلد چہارم صفحہ ۳۲۷۔

[۴] تاریخ گلزار آصفیہ صفحہ ۲۱۔ محبوب السلاطین صفحہ ۳۵۲۔

[۵] تاریخ قطب شاہی۔ حدیقۃ العالم جلد اول صفحہ ۲۱۰۔ گلزار آصفیہ صفحہ ۲۱۔

[۶] سیاحت موسیو تھیونو صفحہ ۸۶۔

[۷] ہون دکن کے قدیم طلائی سکہ کا نام ہے۔ اہل یورپ اسکو پگوڈا بولتے ہین قیمت اسکی ۳ ½ کلدار کے برابر ہوتی تھی۔

[۸] محبوب السلاطین صفحہ ۳۵۲۔

[۹] گلزار آصفیہ صفحہ ۲۱۔

مالوہ

قصّۂ پارینہ ہے گو اب بیانِ مالوہ　　ہے عجب دلچسپ لیکن داستانِ مالوہ

ذرّہ ذرّہ اس زمین کا گوہرِ تاریخ ہے　　پتّہ پتّہ اس چمن کا دفترِ تاریخ ہے

یاد آیا میکہ روشن تھا چراغ اس ملک کا

کیف افزائے دل و جان تھا ایاغ اس ملک کا

سرزمینِ مالوہ ! او خطّۂ عظمت نشان　　اب بھی افسانے ترے دُنیا مین ہین وردِ زبان

رشکِ گلزارِ جنان تھا آہ کاشانہ ترا　　غیرتِ صد کانِ سیم و زر تھا ویرانہ ترا

ایک ہیرا تو بھی تھا انمول کانِ ہند مین　　پھول یا خوشرنگ کوئی گلستانِ ہند مین

خطّۂ زرخیز تجھ مین ہُن برستا تھا کبھی　　تیری دولت کیلئے قارون ترستا تھا کبھی

آہ وہ سبزی و شادابی ترے گلزار کی　　گوہر افشانی وہ تیرے ابرِ گوہر بار کی

میکدے مین تھا دُرافشان تیرے ابرِ نوبہار　　آہ تیری صحبتِ مے اُف وہ تیرے میگسار

آہ وہ ارزانیِ جنسِ مسرّت آہ آہ　　اور فراوان وہ متاعِ علم و حکمت آہ آہ

اندنون گو مالوہ تو خانمان برباد ہے

آجتک تاریخ کو تیری کہانی یاد ہے

یہ خزان بھی ہے تیری غیرتِ فروشِ فصلِ گُل　　یاد آیا میکہ تھا گلشن مین جوشِ فصلِ گُل

ہے مخالف گر ہوائے دہر تجھسے ۔ کیا ہُوا　　روح پرور اب بھی ہے تیرے گلستان کی ہَوا

قابلِ تعظیم اب بھی ہین یہ **مانڈو**[۱] کے کھنڈر　　ان خزف ریزون کی تہ مین ہین جواہر بیشتر

ہے بظاہر آجکل **اُجیّن** بے نام و نشان

چشمِ باطن دیکھتی ہے اور ہی جلوے یہان

بکرمِ اعظم سادہ فرمانروا عالی همم　　عدل جو انصاف پرور مالکِ سیف و قلم

جمع سارے علم و فن کے لوگ تھے دربار مین　　تھے شگفتہ پھول رنگا رنگ کے گلزار مین

ہند کا وہ بُلبلِ[۲] شیرین بیان شیرین سخن　　گونجتا تھا جسکے نغمون سے کبھی سارا چمن

جسکا ایجادِ "ڈراما" طرّۂ دستار تھا　　وہ بھی اس دربار کا اک غاشیہ بردار تھا

ہین یہ **بیجاگڈھ** کی دیوارین شکستہ کہہ رہی

غم نہین ہے اندنون حالت اگر اپنی ردی

لائقِ تکریم اک اک سنگریزہ ہے یہان　　سرزمین تھی یہ کبھی خجلت دہِ صد آسمان

خاندان مین جیسے ہوتا ہے بڑا بوڑھا کوئی　　عزّت اُسکی اقربا و خویش کرتے ہین سبھی

یون ہی ذی توقیر ہے ہندوستان مین مالوہ !　　ہے تجھے تقدیمِ اہلِ خاندان مین مالوہ !

اب بھی قبضے مین ترے ہے فخر و عزّت کی سند

پاچکا ہے روزِ اوّل تو **قدامت** کی سند

سیّد محمد فاروق (شاہپوری)

سودائے عشق

مَے سوزِ عاشقی کا، جو نصیب جام ہوتا　　مین سحر کو بھی نہ بجھتا، وہ چراغِ شام ہوتا

وہ جگر کا داغ بنتا، دمِ حشر بھی نہ مٹتا　　دل و جان کو پھونک دیتا، وہ تپِ دوام ہوتا

نہ مین بجھنے والا شعلہ، نہ شرارِ خام ہوتا

شبِ غم مین بنکے ٹپکون کسی چشمِ تر سے آنسو　　مین بنون سحر کا تارا، نہین مجھکو یہ گوارا

شبِ تار مین چمکتا ہوا بنکے جگنو　　جو فروغِ عشق دیتا مجھے چرخِ فتنہ آرا

مین جگر پہ داغ کھا کھاکے مہِ تمام ہوتا

کسی مہ لقا کے غم مین دمِ سرد شب کو بھرتا　　کسی انجمن مین بنتا، مین سرودِ عاشقانہ

کبھی سر پہ خاک اُڑاتا کبھی آہ و نالہ کرتا　　مری شورشون کا ہوتا لبِ خلق پر فسانہ

مرے دشمنون کو یارب غمِ ننگ و نام ہوتا

دلِ بیقرار ملتا جو مجھے مزاجِ بسمل　　مجھے کیا پڑی تھی منّت جو مین کرتا چارہ گر کی

---

[۱] سلاطین مالوہ کا قدیم دارالسلطنت ۔ یہان علاوہ ایک پُرانے قلعہ کے گذشتہ تمدن کی اور کئی یادگارین ابتک موجود ہین۔

[۲] یعنی ہندوستان کا مشہور شاعر اور "ایوان ڈراما" کا اولین معمار کالیداس جو راجہ بکرماجیت کے دربار کا ملک الشعراء تھا۔

جو زمانہ ذوق دیتا مجھے لذتِ خلش کا   وہ جگر پہ چوٹ کھاتا کسی دشنۂ نظر کی

مرے زخموں کو نہ ہرگز کبھی التیام ہوتا

جو ازل میں آہ! ملتا دلِ حق شناس مجھکو   نہ بتوں کا عشق ہوتا، نہ غمِ مجاز ہوتا

نہ قلق جفا کا ہوتا، نہ وفا کا پاس مجھکو   کسی چشمِ سرمگیں کا نہ شہیدِ ناز ہوتا

کسی زلفِ پرشکن میں نہ اسیرِ دام ہوتا

نہ کسی کی نوکِ مژگاں کی خلش جگر میں ہوتی   نہ کمندِ شوق حلقے کسی زلفِ عنبریں کے

شبِ غم میں تیرہ دنیا نہ مری نظر میں ہوتی   نہ زمانے بھر کے جھگڑے، نہ بکھیڑے ہوتے دیں کے

مجھے تجھ سے کام ہوتا، تجھے مجھ سے کام ہوتا

نہ چمن میں گل کا شیدا، نہ میں عندلیب ہوتا   نہ فلک سے برق گرتی، مری شاخِ آشیاں پر

ترا داغِ سوزِ الفت جو مجھے نصیب ہوتا   میں شرار بن کے اڑتا شبِ غم میں آسماں پر

نہ ہلالِ عید بنتا، نہ مہِ صیام ہوتا

تو جو بے حجاب ہوتا، تو میں زار زار روتا   کہ ازل سے حسنِ پنہاں کا ہوں تیرے آشنا میں

مجھے شرمِ دید آتی، کہ ہجومِ خلق ہوتا   تجھے رشک سے اٹھا کر نہ نگاہ دیکھتا میں

دمِ حشر تیری رویت کا جو اذنِ عام ہوتا

پسِ پردۂ ازل بھی ترے روشناس تھے ہم   تجھے انجمن میں لایا ترا شوقِ خودنمائی

تیری رہگذر میں ہوتی صفتِ خلق یوں نہ برہم   نزی چال میں نہ ہوتی جو یہ شانِ دلربائی

تو قدم قدم پہ اک دل نہ دمِ خرام ہوتا

کبھی جیتے جی نہ جاتا درِ تبکدہ سے اٹھکر   یہیں سر ٹپکتا رہتا، یہیں سختیاں اٹھاتا

تیری جستجو میں پھرتا نہ بسانِ بادِ صرصر   نہ طوافِ کعبہ کرتا، نہ حرم میں خاک اڑاتا

اگر ان بتوں پہ مرنا نہ مجھے حرام ہوتا

سرور (جہان آبادی)

کنول کا پھول

یہ دلفریب ادائیں، یہ شان برنائی   یہ رنگ و بو، یہ نزاکت، یہ حسن و رعنائی

سحر کو یہ رخِ گلگوں پہ غازہ آرائی   فضائے آب میں ہے تو طلسمِ یکتائی

شفق میں رنگ ہے، شعلے میں ہے ضیا تیری

نظر فریب ہے ہر رنگ میں ادا تیری

شرابِ ناب سے گلگوں ہے جامِ شوق ترا   زمانہ طالبِ شربِ مدامِ شوق ترا

ہر ایک خانۂ دل میں مقامِ شوق ترا   لبِ نسیمِ سحر پر پیامِ شوق ترا

بہارِ حسن کا چھوٹا سا اک چمن ہے تو

نہیں ہے گل کوئی پھولوں کی انجمن ہے تو

تو وہ چراغ ہے جسکو فروغ آب میں ہے   غضب کا سحر تری چشمِ نیمخواب میں ہے

عجب بہار ترے حسنِ لاجواب میں ہے   نہ یاسمن میں نزاکت نہ یہ گلاب میں ہے

ہر ایک پھول سے انداز ہے جدا تیرا

کہ دل نشین ہے عجب کنج پر فضا تیرا

بہارِ عشوۂ فردوس تو ہے پانی میں   طلسمِ جلوۂ صد رنگ و بو ہے پانی میں

فروغِ رنگِ مے شعلہ خو ہے پانی میں   ہر ایک پھول کی تو آبرو ہے پانی میں

چمن میں لالہ و گل کو ہے آرزو تیری

ہوا پہ شبنمِ تر کو ہے جستجو تیری

عجب نشاط فزا ہے شرابِ ناب تری   بلائیں لیتا ہے ہر صبح آفتاب تری

کلیدِ حسن ہے رعنائی شباب تری   شکیبِ عشق کا شیرازہ ہے کتاب تری

مے نشاط سے گلگوں ہے ہر ورق تیرا

مگر جریدۂ افسوں ہے ہر ورق تیرا

تجلیاں ہیں تری زیرِ آب شعلہ فروش   کہ آفتاب ہے زیرِ سحاب شعلہ فروش

فروغِ مے سے ہے حسنِ شباب شعلہ فروش   مگر ہے آب میں رنگِ شراب شعلہ فروش

ہوا میں یا ہے کوئی تو ترانۂ خاموش

فسونِ نار کا ہے یا فسانۂ خاموش

لبِ نسیمِ سحر پر ہے گفتگو تیری — کشاں کشاں لئے پھرتی ہے جستجو تیری
ہزار دل سے ہے بھونرے کو آرزو تیری — کہ مست رکھتی ہے صہبائے مشکبو تیری

فضائے آب میں سرمست جام ہے تیرا
شہیدِ لذّتِ شربِ مدام ہے تیرا

ترے چراغ پہ پروانہ وار گرتا ہے — وفورِ شوق سے بے اختیار گرتا ہے
بلائیں لیتا ہے ہو کر نثار گرتا ہے — قریب آ کے ترے بار بار گرتا ہے

یہ بیخودی یہ پروں کی تپش یہ سرعتِ شوق
ذرا سے کیڑے میں ہے کس بلا کی وسعتِ شوق

یہ دھیمی دھیمی فغاں اور یہ ناشکیبائی — یہ جوشِ دردِ محبت، یہ نالہ فرسائی
یہ آستاں پہ ترے شوقِ ناصیہ سائی — یہ تیرے کُنج میں دن بھر نسیم پیمائی

سوادِ شب میں بھی دُھن ہے ترے شبستاں کی
مگر تلاش کسی کے ہے حُسنِ پنہاں کی

خرابِ بادۂ اُلفت ہے آشنا تیرا — اسیرِ دامِ محبت ہے مبتلا تیرا
رگِ جنوں میں ہے نشترِ خلش فزا تیرا — خُدا نما ہے مگر حسنِ خود نما تیرا

جگر کا داغ ہے روشن چراغ سے تیرے
مۓ ازل کا ہے طالب، ایاغ سے تیرے

شاکر (میرٹھی)

ماں کی تصویر

یہ اُردو نظم انگلستان کے ایک نامی شاعر **کوپر** کی انگریزی نظم کا ترجمہ ہے۔ شاعر موصوف کے عہد طفلی میں اُنکی مادرِ مشفقہ کا سایۂ عاطفت سر سے اُٹھ گیا تھا۔ عرصۂ دراز کے بعد اُنکے کسی دوست نے اُنکی والدۂ مرحومہ کی تصویر تحفتہً اُنکو بھیجی۔ چنانچہ وہ تصویر مذکور کو سامنے رکھکر عالمِ خیال میں جو اُس سے گفتگو کر رہے ہیں یہ نظم ہو بہو اُسکا نقشہ دکھاتی ہے۔ مترجم۔

تصویر رکھ کے مادرِ مشفق کی روبرو — پھروں ہی اُس سے ہجر میں کرتا ہوں گفتگو
اے مادرِ شفیق ذرا بول دیجئے — دل میں پڑی ہے غم کی گرہ کھول دیجئے
یہ لب وہی ہیں جنپہ تبسم بھی ہے عیاں — بچپن میں جنسے آپ نے دی تھیں تسلیاں
اب بھی زبانِ حال سے کہتے ہیں برملا — بے سود رنج و غم ہے جو ہونا تھا وہ ہوا
وہ مہر اور وہ پیار۔ محبت کی وہ نگاہ — تصویر سے عیاں ہے زہے قدرتِ الٰہ
یہ فن[1] عجیب فن ہے جو زندہ رکھے مدام — باقی نشان رہتا ہے مٹجائے گرچہ نام
امید کب تھی مجھکو یہ تصویر پاؤنگا — دھوکے میں اپنی ماں کے۔ گلے سے لگاؤنگا
اے یادگارِ مادرِ مشفق ترے نثار — لکھتا ہوں میں یہ نظم رہے کچھ تو یادگار
دیکھے سے تجھکو رنج مرا تازہ ہوگیا — آتا ہے کب وہ لوٹ کے دُنیا سے جو گیا
تجھکو سمجھ کے مادرِ مشفق خیال میں — بہلونگا لونگا خوشی کا ملال میں
اے مادرِ شفیق تجھے بھی ہے کچھ خبر — سُنکر جو تیری مرگ کو رویا ترا پسر
آئی تھی اُسکے پاس بھلا تیری روحِ پاک؟ — قسمت میں جسکی تھا کہ ہو بچپن سے دردناک
بوسہ لیا ہو اُسکے لبوں کا عجب نہیں — تسکین دل کا اور تو کوئی سبب نہیں
بہتے ہوئے جو اشک نظر تجھکو آئے ہوں — بیکس پسر کو دیکھکے آنسو بہائے ہوں
لوساناں باغِ جناں سے ہے رنج دور — تصویر کہہ رہی ہے کہ ایسا ہوا ضرور
ہے یاد مجھکو ہائے نہ کیوں دل ہو پاش پاش — گھنٹے کا بجنا۔ گاڑی میں لیجانا تیری لاش
کھڑکی سے تجھکو جھانک کے دیکھا یہ یاد ہے — اور آخری سلام کیا تھا یہ یاد ہے
دیکھی جو تیری لاش بھری تھی اک آہِ سرد — آنسو رواں ہوئے تھے اُٹھا تھا جگر میں درد
لیکن اب آپ پہونچی ہیں ایسے جہاں میں — آوازِ الوداع نہ آئے گی کان میں
قسمت سے میں حضور کو جس روز پاؤنگا — رخصت کا لفظ پھر تو زباں پر نہ لاؤنگا
دیتے تھے سب مجھے یہ تسلی کہ غم نہ کھا — دم بھر میں تیری ماں ابھی آتی ہے ماں جا
ازبسکہ تھا خلل مرے ہوش و حواس میں — صبحِ امید آئی نظر شامِ یاس میں
شام و سحر یہی مجھے بس انتظار تھا — امید کب بر آئیگی دل بیقرار تھا
نیرنگیٔ زمانہ تھی اور اک یہ بے گناہ — بچپن سے دھوکے کھائے ہیں میں نے خدا گواہ

[1] یعنی فن تصویر کشی ۱۲

القصہ اس امید میں برسوں گذر گئے — آئیں اگر نہ آپ تو ہم بھی نہ مر گئے
ہاں یہ ہوا کہ رنج کا جتنا ذخیرہ تھا — سارا اس انتظار میں وہ خرچ ہو گیا
قسمت پر اپنی صابر و شاکر ہوں اتنی تو ماں — گو رنج کم ہے آپ کو بھولا نہیں ہوں ہاں
گھر تھا جو اپنا پہلے وہ اب گھر نہیں رہا — قبضہ ہمارا اُس پہ سر اسر نہیں رہا
اولاد ہے اب اوروں کی اور اپنا باغ ہے — اس غم سے لالہ سان دلِ مضطر پہ داغ ہے
مالی ہمارا یاد ہے روبن تھا جسکا نام — لیجانا مدرسے مجھے اُسکا تھا ایک کام
پہنے لباد ہ سر پہ سیلے مخملی کلاہ — چھوٹی سی گاڑی یاد وہ آتی ہے آہ آہ
اپنا تھا جو وہ غیروں کا اب حصہ ہو گیا — لوگوں سے کہتے سُننے کو اک قصہ ہو گیا
قبضہ کسی کا ہا ہے رہا کس پہ یاں سدا — کیا سچ ہے یہ مثل بھی کہ دُنیا ہے اک سرا
رہنا سمجھ کے چاہیے ایسے جہان میں — طوفان ہزاروں اُٹھتے ہیں یاں ایک آن میں
باتیں ہزاروں دل سے مرے محو ہو گئیں — پر مہربانیاں تری بھولا کبھی نہیں
راتوں کو میرے کمرے میں آنا ترا مدام — اب کیا خبر مری تجھے ہو صبح یا کہ شام
تاکید نوکروں پہ کہ سردی نہ کھائے یہ — ہاں ہوشیار! دیکھیو کچھ دُکھ نہ پائے یہ
بسکٹ مٹھائی کھانے کو دُنیا وہ ہر سحر — گھر سے نکلتے وقت وہ رکھنا مری خبر
ہے یاد میرے مُنہ کو وہ دھونا جناب کا — گالوں پہ میرے عطر لگانا گلاب کا
کہنے پہ میں جو آؤں تو باتیں ہزار ہیں — کیا کیا کہوں کہ لطف ترے بیشمار ہیں
ان سب سے بڑھکے پیار کی الفت کی وہ نظر — چہرہ وہ جس پہ چین جبین کا نہ تھا خطر
اس عمر میں بھی یاد ہیں وہ سب عنایتیں — ہیں نقشِ لوحِ دل پہ وہ ساری حکایتیں
لکھتا ہوں صدق دل سے یہ اشعار آبدار — رو رو کے کر رہا ہوں یہ موتی ترے نثار
کرتا ہوں تیرے واسطے دن رات میں دعا — لکھکر یہ نظم میں نے کیا اپنا فرض ادا

قطعہ

بالفرض اگر یہ گردشِ دوراں بدل بھی جائے — بالفرض میرے دل کا یہ ارمان نکل بھی جائے
یعنی پھر انقلابِ زمانہ سے دن وہ آئے — اے ماں خدا حضور سے دُنیا میں پھر ملائے
گر پھر سے یہ عنایت پروردگار ہو — بچپن ہو میرا اور وہی تیرا کنار ہو
لب پر مرے ہنسی ہو اُدھر مسکراؤ تم — ہاتھوں سے اپنے سر کو مرے تھپتھپاؤ تم
بیٹھوں جو تیرے پاس تو ہو دور سب الم — کھیلوں ترے لباس کے پھولوں سے دمبدم
حاشا پر ایسی خواہشِ بیجا کروں نہ میں — اس چند روزہ زیست پہ ہرگز مروں نہ میں
الفت تری زیادہ ہے دُنیا سے مجھکو ماں — ہرگز نہ ہو یہ مجھسے کہ تجھکو بلاؤں یاں
آزاد روح کو تری اس جا بلاؤں میں — اور قیدِ زندگی میں تجھے پھر پھنساؤں میں

قطعۂ دیگر

جیسے کوئی جہاز کہ طوفان ہزار ہو — موجیں ادھر ہوں اور اُدھر تیز دھار ہو
لیکن سلامتی سے کنارے پہ جا لگے — بچ جائے ڈوبنے سے کچھ ایسی ہوا لگے
ٹھہرے جہاں وہ جاکے اک اچھا مقام ہو — باغِ ارم سے بڑھکے ہو ایسا مقام ہو
موسم بھی خوشنما ہو ہوائیں بھی سرد سرد — پھولے ہوئے ہوں پھول کوئی سُرخ کوئی زرد
اٹھلاتی ہو نسیمِ سحر صحنِ باغ میں — خوشبو گلوں کی لاتی ہو ہر دم دماغ میں
اے ماں اسیطرح سے وہاں تم پہونچ گئیں — موجیں جہاں ہیں اور نہ طوفان ہے کہیں
والد بھی بحرِ ہستیٔ ناپائدار سے — عرصہ ہوا کہ صاف سلامت گذر گئے
اللہ نے لکھا تھا یہی سرنوشت میں — پہونچیں وہ آپ سے کہیں پہلے بہشت میں
لیکن ہزار حیف کہ ہم راہ میں رہے — صدمے جو کچھ لکھے تھے مقدر میں وہ سہے
بدقسمتی سے منزلِ مقصد سے دُور ہیں — گم کردہ راہ ہو گئے گو بے قصور ہیں
ہر چند اب یہ ہونے کو آیا ہے اپنا سن — منزل سے دور ہوتے ہی جاتے ہیں رات دن
یہ سوچکر کہ خوش ہیں مرے باپ اور ماں — گذرے کسیطرح سے مگر دل ہے شادماں
دعوی نہیں یہ مجھکو کہ اولادِ شاہ ہوں — دولت ہے پاس صاحبِ تخت و کلاہ ہوں
اس بات کا ہے فخر کہ اُنکا ہوں میں پسر — رہنے کو باغِ خلد میں جنکو ملا ہے گھر

خاتمہ

اے ماں اب الوداع کہ سب کام ہو چکا — میں ہنس چکا تمہارے تصور میں رو چکا
طفلی کے سارے عیش اُٹھائے خیال میں — سب لطف بچپنے نے دکھائے خیال میں
جو جشن کر چکا تھا وہ اب پھر منا لئے — جو لطف اُٹھا چکا تھا وہ اب پھر اُٹھا لئے
جب تک خیال کے پر پرواز ہیں درست — جبتک مرے حواس کے سب ساز ہیں درست
آئینۂ خیال میں تنویر دیکھکر — تسکین ہو گی دل کو یہ تصویر دیکھکر

حاضر بذات خاص نہین گو جہان مین — موجود ہے نشان ترا اس نشان مین
وحشت زدہ پسر کی تسلّی کے واسطے
کافی ہے یہ نشان تشفّی کے واسطے

سید تصوف حسین - واصف

یاد احباب

اے دوستو! بتاؤ کس حال مین ہو اب تم؟ — ہونٹون پہ کیون نہین ہے وہ شوخیِ تبسم؟
آواز مین نہین ہے کیون نغمہ و ترنم؟ — کیا ہو گئی بتاؤ وہ طاقتِ تکلّم؟
ناراض کس لئے ہو خاموش کس لئے ہو
احباب با وفا سے روپوش کس لئے ہو
احبابِ مہر گستر اصحابِ روح پرور — دیدار کب تمہارا ہوگا ہمین میسر
کس روز اب ملوگے اک دن کرو مقرر — کچھ عذر ہو تو آئین ہم خود تمہارے گھر پر
پہلو مین تم نہین ہو دشوار زندگی ہے
قابو مین تم نہین ہو بیکار زندگی ہے
اے انقلابِ دُنیا اے گردشِ زمانہ — اے روزگارِ فانی سُن تو مرا فسانہ
کرتا ہون یہ شکایت مین تجھسے دوستانہ — رکھتا نہ تھا جہان مین مین شوکتِ شہانہ
اک رند پارسا تھا اک مرد با خدا تھا
محفل مین دوستون کی اک یار با وفا تھا
دل تھا مرا حریصِ پیمانۂ محبت — رہتا تھا رات دن مین دیوانۂ محبت
سُنتا تھا اہل دل سے افسانۂ محبت — ادنیٰ تھا اک گدائے میخانۂ محبت
سرخوش رہا ہمیشہ پیمانۂ وفا سے
آتی تھی نیند مجھکو افسانۂ وفا سے
تو نے ورق وہ اُلٹا وہ دَور تو نے پلٹا — آنکھون مین میری اب تک پھرتا ہے سب وہ نقشا
جی بھر کے وہ تماشا دو دن بھی تو نہ دیکھا — کیا ہو گئے وہ چرچے کیا ہو گئی وہ دُنیا

وہ ہمنفس کہان ہین وہ ہمنشین کہان ہین
وہ اہل دل کہان ہین وہ مہ جبین کہان ہین
شیرازہ کُھل گیا سب دفتر ہوا پریشان — تھے جمگھٹے جہان پر اب وہ جگہ ہے ویران
جس باغ مین تھے جلسے وہ باغ ہے بیابان — وابستگی تھی جنسے نظرون سے ہین وہ پنہان
اپنا پتا بتاؤ کچھ تو ہمین جہان ہو
اے میرے غمگسارو آواز دو کہان ہو
ہم دیکھکر یہ نقشے حیران ہو گئے ہین — اب کیا بتائین کیا کیا سامان ہو گئے ہین
دوا نکدے تمہارے سُنسان ہو گئے ہین — عشرتکدے تمہارے ویران ہو گئے ہین
اُجڑا ہوا پڑا ہے اب وہ تمہارا گلشن
اموال پر تمہارے قابض ہوئے ہین دشمن
جو بے بہا کتابین کی تھین کبھی فراہم — افسوس وہ صحیفے پڑھتے تھے جنکو ہردم
وہ خامۂ گہر زا لکھتے تھے جس سے پیہم — غم مین تمہارے وہ سب اب کر رہے ہین ماتم
تصنیف کو تمہاری اب کرم کھا رہے ہین
لکھے تھے جو حواشی اُنکو مٹا رہے ہین
خالی پڑی ہوئی ہین مدت سے درسگاہین — عرصہ ہوا ہے اُٹھو مین بند خانقاہین
دیدار سے تمہارے محروم ہین نگاہین — کھینچین بتاؤ کب تک فرقت مین سرد آہین
ہمسے ملو خود آکے یا اب ہمین بُلا لو
اے سونے والو اُٹھکر ہمکو گلے لگا لو
ان بیوفائیون کا مین ہو گیا ہون قائل — پردہ یہ کسطرح کا ہے درمیان مین حائل
تصویر سے تمہاری بہلاؤن تا بکے دل — المختصر نہین ہے دل زندگی پہ مائل
ناراض، تم نہ ہونا اسکو دکھا دو ستانہ
ہم خود ملینگے تمسے آتا ہے وہ زمانہ

عزیز

شاعری

مرحبا! مشاطۂ زلفِ مضامینِ بلند — رہبرِ راہِ خُدا - ہادیِ جانِ دردمند
رازدارِ ضبطِ دل - اے پردہ دارِ رازِ نفس — کاشفِ اسرارِ باطن عکسِ سوز و سازِ نفس
اے بہارِ بیخزان اے آفتابِ لازوال — کر نہین سکتا تجھے جورِ زمانہ پایمال
اے نشانِ رفتگان - اے رنگِ خونابِ جگر — نورِ قلبِ باصفا - تعبیرِ جذبِ پُراثر
تو وہ گوہر ہے - تیرے بدلے خزانے کھولدین — تو وہ جوہر ہے - تجھے لے لین جواہر تولدین
رونقِ بزمِ خیال اے جلوہ گاہِ شمعِ جان — اے شبیہِ دردِ دل تصویرِ جذباتِ نہان
جس پہ سو جان سے ہے صدقے دل وہ تیر انداز ہے — جسنے عالم کو کیا بسمل ترا انداز ہے
خونِ دل کھا کر بھی جسکو تیری نعمت ملگئی — صدمۂ جانکاہِ تنہائی سے فرصت ملگئی
عاشقِ شیدا ہے ہر بُلبُل ترا وہ گُل ہے تو — شاہدِ رعنا ترا ہر گُل ہے - وہ بُلبُل ہے تو
اے انیسِ گوشۂ عزلت گزینانِ الم — اے شریکِ حالِ زارِ صاحبانِ دردِ غم
اے زبانِ غیب اے نیچر کی سچی ترجمان — نیرِ افلاکِ شہرت یادگارِ جاودان
جی لبھاتی ہے تپش جسکی وہ دردِ جان ہے تو — دل کو بھاتی ہے خلش جسکی وہی پیکان ہے تو
تو وہ سودا ہے کہ لین ہم راحتِ جان کے عوض — تو وہ سودا ہے نہ دین ہم جنتِ دوران کے عوض

کب ترے معراج کی ہمسر ہے معراجِ شہی
تیرے قدمون پر نچھاور سیکڑون تاجِ شہی

جگت موہن لال - رواں

موت اور زندگی

پھیر کر سر پیٹھ پر سے ہاتھ میرے موت نے — اسطرح سرگوشیان کین مجھسے مہرِ درد سے
"جانِ من! کیا تجھکو اس غم سے مین وارستہ کرون — پھر تجھے مسرور اور پھر کیا تجھے پیدا کرون"
"کیا ترا قالب خوشی کی بیخودی مین ہو عیان — یا کسی لوٹن کبوتر مین ہو پیدا تیری جان"
"یا مگس مین جو ہو شیدائے گلِ نیلوفری — یا مصفا اور روپہلی دھار مین برسات کی"
"یا ترو تازہ زمینون کے شگفتہ پھول کی — روح پرور دلکشا بو مین بسا دون جان تری"
"سازِ آوازِ نسیمِ دشت مین کر دون تجھے — یا ترانون مین صدائے موج کے بھر دون تجھے"
کہہ اُٹھا مین "یہ کرم آمیز ہمدردی تری — وجہ مجبوری ہے اور ہے باعثِ شرمندگی"
"سچ بتا اے موت! کیا اسطرح میری زندگی — ہائے اب بیکار اور بے صرفہ آخر ہوگئی"
"روح لرز گئی مری یا جسم گھبرائے گا کیا — نزع کی تکلیف سے جسدم کہ ہوگا سامنا"
"یا مری جان جائیگی قالب سے اسکے پیشتر — وہ ملے مجھکو کہ جو ہے منحصر تقدیر پر"

یعنی نغمہ سنجیِ دل بستۂ شعر و سخن
یا ادائے حاجت و خدمت گزاریِ وطن

ترجمۂ نظم (مسز سروجنی نائڈو)

محمد سیف الدین - شباب

غزل

ذوقِ نگاہ سوئے گلستان ہے کب مجھے — کرنا رہا قفس سے نہ صیاد اب مجھے
لیتا ہے سوزِ عشق سے ازبسکہ گداز کو — ایسا ملا ہے کچھ دلِ ایذا طلب مجھے
آسان ہین سختیان دلِ مشکل پسند کو — راحت ہے راہِ عشق مین گر ہو تعب مجھے
بیتاب کیون مرا دلِ خانہ خراب ہے — معلوم آجتک نہین اسکا سبب مجھے
ہر قطرہ دلکے خون کا صرفِ خلش ہوا — تابِ خیالِ نشترِ مژگان ہے کب مجھے
صحرا نورد دیوان سے فزون ہے خلش کا ذوق — بہتر ہے گل کا خار بیابان بھی اب مجھے
سنتا ہون نوحہ خوانی پروانہ شمع سے — ماتمکدہ سے کم نہین بزمِ طرب مجھے
ہوتا ہے خونِ دل مرا کانٹون کی پیاس سے — دکھلا رہے ہین دشت مین خشکیدہ لب مجھے

ارشد مین ہون اشارۂ ابرو کا منتظر
لبیک کہکے دوڑون پکارے وہ جب مجھے

آغا غلام حسین - ارشد

صحرا

واہ! اے صحرا! ہے منظر تیرا کیا ضرب المثل　　قدرتِ خلّاقِ اکبر کا ہے مظہر بے بدل

جلوۂ وسعت سے تیرے خیرہ ہوتی ہے نظر　　دامنِ محشر دکھائے تیرے دامن کا اثر

ریگ تیری لمعۂ خورشید محشر دھوپ مین　　فرش تیرا آتشین چادر سے بڑھکر دھوپ مین

وحشت انگیز اک دلچسپی کا عالم تجھ مین ہے　　ایک وحشت ایک دلچسپی سی باہم تجھ مین ہے

زخمی شمشیرِ غربت کی تو رکھے آبرو　　کشتۂ ہنجارِ غربت کی تو رکھے آبرو

خانمان برباد جو ہو تو اُس انسان کی پناہ　　تیرا دامن چاکِ دل اور چاکِ دامان کی پناہ

تیرا دامن قدرتی پھولون سے ہے کیا گلستان　　جسنے دامن اپنا بھرتے جاتے ہین دیوانگان

راہبِ عزلت گزین پر تیرا افسون چل گیا　　چلتے چلتے آبلون سے اُسکا تلوا اچھل گیا

اتفاقاً گر تری جانب نکل آیا کبھی　　سالکِ راہِ صفا تجھسے نہ پھر لوٹا کبھی

منزلِ عشق و محبت کا تو دیتا ہے نشان　　جتنے ہین خانہ بدوش اُنکا تو ہے دار الامان

رہروانِ جادۂ الفت کا تو دار القرار　　تشنہ کامانِ محبت کے لیے تو آبشار

کھوہ مین ہے کوہ کی تیرے وہ گنجِ شایگان　　جسکو ملجائے نہ ڈھونڈے گنجِ قارون کا نشان

شاہدِ قدرت کا ہوتا ہے وہ ممنونِ وصال　　تیرے دامن کا جسے ہوتا ہے حاصل اتصال

راہ پیما تھی تجھے مین لیلیِ ناقہ سوار　　قیس محزون کا تو ہی تھا میزبانِ غمگسار

وسعتِ صحرا! غزالِ دشت ہے تجھ پر فدا　　آہوئے رم خوردہ کو آتی ہے خوش تیری ادا

ہین تری دلکش فضا پر جان سے صدقے طیور　　تیرے نظارہ سے اُنمین جوشِ عشرت کا ظہور

شیرِ درندہ کا مسکن۔ مار و اژدر کا وطن　　چشمِ ہر غولِ بیابان تجھ سے شمعِ انجمن

شیر و اژدر۔ مار و عقرب سب ہین تیرے خانہ زاد　　اُنسے دشت آباد تیرا تجھسے وہ ہر وقت شاد

کیسی ہے بانگِ جرس دلکش ترے میدان مین　　ہے صبا کا بھی نفس دلکش ترے میدان مین

قافلہ والون کی تیری اگر مجبوشی غمگسار　　کاروانِ گم شدہ سے سرد مہری آشکار

حرب کے بھی معرکے دیکھے ہین تو نے بیشمار　　خون کی چھینٹون سے تر ہین تیرے دامان و کنار

گو دبین سوتے ہین تیری کتنے جانباز و دلیر　　ہین ترے آغوش مین ہر جنگجوئی کے شیر

راہ پیما کاروان گم کردہ با حالِ خراب　　دھوپ کی شدت مین کرتا ہے تلاش چشمۂ آب

العطش کا شور وہ لب پر کہ یا رب الامان　　نقشِ حسرت وہ دلِ مضطر کہ یا رب الامان

آب ہے نایاب اور لب پر صدائے العطش　　صور کی آواز سے بڑھکر صدائے العطش

شدتِ جوع و عطش سے ماہیِ بے آب ہے　　برقِ مضطر کی طرح ہر گام پر بیتاب ہے

ہے مگر پنہان تری وسعت مین مکر اے حیلہ جو!　　یعنے سمجھا ہے جسے ہر تشنہ لب اک آبجو

ہے وہ اے صحرا! بلاشک تیرے میدان کی سراب　　جس سے ہے تشنہ دہن کو صد امید فتح باب

وہ بگولے تیرے۔ اے صحرا! وہ طوفانِ غبار　　ہے فرشتہ موت کا گویا کہ مرکب پر سوار

نیش عقرب سے فزون خارِ مغیلان کے وہ نیش　　نوکِ خارِ جانستان سے پائے ہمت ریش ریش

دفن زندون کو ہے کرتا ریگ کا تودہ ترا　　کب بچا اُسکے شکنجے مین اگر کوئی پھنسا

آتی ہے بن بن کے آندھی موجۂ ریگِ روان　　راہ پیما کو کرے جو دم کے دم مین بے نشان

ڈھیر ہو جاتا ہے رہرو ڈھیر مین تیرے وہین　　بھاگنے کی راہ تک اُسکو کہین ملتی نہین

ریت جو نمناک ہے اُس سے یہ ملتا ہے نشان　　چشمۂ آبِ بقا ہے تیرے دامن مین نہان

پڑتی ہے ریگِ روان پر جب شعاعون کی ضیا　　کرمکِ شب تاب بنجاتے ہین ذرے برملا

شیشۂ ساعت پہ تیرا کسقدر احسان ہے　　تیری ہی ریگِ روان سے وقت کی پہچان ہے

ریگِ ساعت ہے تری مرآۃِ حالِ روزگار　　ہین یہی ذرے دلیلِ گردشِ لیل و نہار

بدر الزمان - بدرؔ

ادب آموز

حیف[علہ] کہ دُنیا مین مسرت نہین　　ہے تو یہان رنج ہے راحت نہین

فکر ہے فرحت نہین　　عُسر ہے عشرت نہین

عیش و فراغت نہین　　شادی و بہجت نہین

لوگ وہ ہین جنمین مروت نہین　　دوست وہ ہین جنمین محبت نہین

حسن ہے عفت نہین　　زور ہے جرأت نہین

زر ہے سخاوت نہین　　علم ہے دولت نہین

دار فنا بابِ سکونت نہین　　یہ ہے سرا جائے اقامت نہین

علہ اس نظم مین مستزاد کے ایک ٹکڑے کے ساتھ تین ٹکڑے اور لگا دیے گئے ہین اور سطریع وہ ایک شعر بن گیا ہے۔ اور ان چارون ٹکڑون کا تسلسل قافیہ کے ساتھ بعد کے شعر سے قائم رکھا گیا ہے۔

بسکہ ہے دُنیا دنی   دل نہ لگانا کبھی
کس کی یہ ہو کر رہی   کس سے وفا اسنے کی
کیسی زمانے مین ہوا یہ چلی   بغض ہے آپسمین محبت نہین
ہے نہ دلون مین صفا   ہے نہ کسی مین وفا
تومین ہے لیکن جفا   طبع مین کبر و ریا
جسمین محبت نہین وہ دل ہی کیا   آنکھ وہ کیا جسمین مروّت نہین
غور تو کر اک ذرا   خود غرضی پر نہ جا
جسکا نہ تو خود ہوا   ہوگا وہ کیونکر ترا
وقت نہ کھو ہاتھ سے بہرِ خدا   دیکھ مناسب تجھے غفلت نہین
وقت نکل جائے گا   پھر نہ اُسے پائے گا
روے کا غم کھائیگا   ہاتھ نہ کچھ آئے گا
مکر اک آفت ہے تو پچھتائیگا   راست روی مین کوئی آفت نہین
کینہ و شر و فتور   رکھے بشر دل سے دُور
کیجئے پیدا شعور   کبر سے رہئے نفور
وصف اضافی یہ ہے تجھکو غرور   آفت و شر ہے یہ شرافت نہین
جہل کو تو دُور کر   اسمین سراسر ہے شر
چاہیئے علم و ہنر   دفع ہو جس سے ضرر
بڑھتی ہے یہ صرف کرو جسقدر   علم سے بڑھکر کوئی دولت نہین
دُرِّ ثمین آبرو   تاج و نگین آبرو
دینی و دین آبرو   خلد برین آبرو
نعمت عظمےٰ ہے ذہین آبرو   اس کے برابر کوئی نعمت نہین
ایسی فراغت کی تو   کر نہ کبھی آرزو
بات نہ بگاڑ اپنی خو   تا نہ ہون خندان عدو

سیّد غلام مصطفیٰ۔ ذہینؔ

زندگی

ہے نفس کی آمد و شد پر مدارِ زندگی   تن مین سانس آئی نہ آئی کیا قرارِ زندگی
دیدۂ بینا سے دیکھین آشنائے بحرِ عقل   ہے حباب آسا یہ بُنیاد و حصارِ زندگی
شان و شوکت جاہ و حشمت نغمۂ عیش و طرب   مٹنے والے ہین یہ سب نقش و نگارِ زندگی
گُلرخانِ دہر رنگ و حُسن پر نازان ہین کیون   ہے فقط دو چار دن لطف بہارِ زندگی
نشۂ عیش و طرب مین مست ہین کیون اہلِ شوق   ہوش مین آئے نہین کچھ اعتبارِ زندگی
صورتِ نمرود و فرعون آپکو بھولے ہین کیون   یہ سمجھ لین موت ہے انجام کارِ زندگی
بعد طفلی کے ہوا جب دورۂ عہدِ شباب   قا تو پسند آئی شرابِ خوشگوارِ زندگی
ہر گھڑی رہنے لگا آنکھون مین عشرت کا سرور   چین سے کٹنے لگے لیل و نہارِ زندگی
وقتِ پیری کُھل گئین آنکھین یہ ثابت ہوگیا   تھا وہ نشۂ زندگی کا یہ خمارِ زندگی
دفعتہً آئی قضا بھر آئے آنسو آنکھ مین   سمجھے وقتِ نزع ہم انجام کارِ زندگی
حاتم و نوشیروان۔ اکبر۔ ہرشچند رکیطرح   رہئے دُنیا مین۔ رہے جبتک قرارِ زندگی
چھوڑ جاؤ مر کے بھی تم نام نیک اے دوستو   اس سے بہتر کچھ نہین ہے یادگارِ زندگی
طالبان موت مثلِ خضر زندہ ہین مدام   ہین مگر مُردے سے بدتر جان نثارِ زندگی

اپنے دل سے سیرِ دُنیا کی ہوس جاتی رہی
اب نہین ہم اے محبؔ امیدوارِ زندگی

محبؔ (دریاآبادی)

ایڈیٹوریل

بہی خواہان ادیب کو یہ سنکر خوشی ہوگی کہ عالیجناب صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب نے اپنے صوبے کے تمام ڈپٹی کمشنروں، انسپکٹروں، ہیڈ ماسٹروں اور مہتمان مدارس کے نام ایک سرکلر جاری فرمایا ہے جسمین تمام مردانہ و زنانہ سکنڈری اسکولوں کے ریڈنگ روم کے لئے ادیب کی خریداری کی ہدایت کیگئی ہے۔ ایک غیر صوبے مین ایسی شاندار کامیابی ادیب کیلئے غیر معمولی فخر کا باعث ہے۔ ہم حضور ممدوح کی اس علمی قدردانی کا نہایت ادب سے شکریہ ادا کرتے ہین اور امید کرتے ہین کہ ہمارے صوبے کی بیدار مغز گورنمنٹ بھی اس قسم کی علمی حوصلہ افزائی سے دریغ نفرمائیگی۔

نمایش گاہ الٰہ آباد مین زنانہ درجے کے متعلق ایک پردہ کلب کا بھی انتظام کیاگیا ہے جو عالیجناب مسز لیسلی پورٹر صاحبہ کی حسن کوشش کا نتیجہ ہے۔ اسکے تفصیلی حالات جو صاحب سکرٹری گورنمنٹ صوبہ جات متحدہ نے ایک خاص چٹھی کے ساتھ ارسال فرمائے ہین اور مستورات ہند کے لئے خاص دلچسپی کا باعث ہین ایک علٰحدہ ورق پر بطور ضمیمہ درج ہین۔ اس کلب مین داخل ہونیکے لئے جو مستورات براہ راست گورنمنٹ ہاؤس نینی تال کے پتہ سے درخواست کرینگی انھین مسز ممدوحہ نہایت خوشی و مسرت سے شرکت کی دعوت دینگی۔ اس کلب مین تمام ضروری سامان آسائش وزیبائش کے علاوہ پردے کا ایسا قابل اطمینان انتظام کیاگیا ہے جسکے لئے پردہ نشین مستورات کو مطلق پس وپیش نہ کرنا چاہیئے۔

اس لاثانی نمایش کا پراسپکٹس مزید ترمیم کے ساتھ حال ہی مین شائع ہوا ہے جسمین نمایش ہذا کے تمام ضروری حالات اور قواعد وضوابط نہایت شرح وبسط کے ساتھ درج ہین۔ نمایش یکم دسمبر سے ۲۸ فروری تک عام طور پر کھلی رہیگی اور ہندوستان سے یورپ تک کے تمام عجائبات نمایاں کئے جائینگے جنسے زمانہ حال کی ترقیون کا ایک تابناک منظر پیش نظر ہوگا۔ ایام کرسمس مین نیشنل کانگرس اور سوشل کانفرنس وغیرہ کے اجلاس بھی الٰہ آباد ہی مین منعقد ہونگے اور ایک ایسا دلچسپ نظارہ پیش نظر ہوگا جو عرصہ دراز تک دیکھنے مین نہ آئیگا۔ اس موقع پر ادیب کا ایک خاص نمبر "نمایش نمبر" کے نام سے شائع کرنے کا ارادہ کیاگیا ہے جو اعلیٰ درجے کی تصاویر سے مزین کیا جائیگا۔ مضامین کے متعلق یہ انتظام کیاگیا ہے کہ نمائش کے ہر بڑے اور قابل الذکر شعبے کی نسبت جدا جدا حالات صحت واختصار کے ساتھ قلمبند کئے جائین۔ ہمارے قلمی معاونین مین جو حضرات جس شعبے سے دلچسپی رکھتے ہون اور اسکے متعلق کوئی مضمون عنایت فرماسکین تو ناچیز ایڈیٹر کو پہلے سے مطلع فرمائین تاکہ اسکی نسبت دوسرا انتظام نہ کیا جائے اور اس اہم علمی خدمت مین قابل قدر مدد مل سکے۔

ناگری پرچارنی سبھا کا سالانہ اجلاس ۱۰ اور ۱۱ اکتوبر کو بمقام بنارس منعقد ہونیوالا ہے جسکی صدارت آنریبل پنڈت مدن موہن صاحب مالوی نے قبول فرمائی ہے۔ اس مرتبہ سبھا موصوف کی ایک قابل تعریف کارگزاری یہ ہوگی کہ وہ "ترقی اردو" کے مسئلے پر بھی غور کریگی جسکی ہمکو خاص طور پر اطلاع دیگئی ہے۔ ہمارے خیال مین ناگری پرچارنی سبھا کیلئے ترقی اردو کا مسئلہ جو ضرورت سے زیادہ واضح ہوچکا ہے اسقدر قابل غور نہین جسقدر اردو ہندی کے تعلقات کا نازک مسئلہ جو ملک کی بدقسمتی سے روز بروز زیادہ پیچیدہ ہوتا جاتا ہے۔ اگر ناگری پرچارنی سبھا کے روشن خیال ممبرون کی کوشش سے یہ گتھی سلجھ جائے تو گویا یہ پہلا قدم ہوگا جو صحیح راستے پر پڑیگا۔ اردو اور ہندی ملک کی دو نہایت وسیع زبانین ہین جو ہندوستان کی دو بڑی قومون سے تعلق رکھتی ہین اور جنمین کسی ایک کا مٹ جانا دوسرے کے لئے باعث نقصان ہوگا۔ نظر برین سب سے پہلے مخالفت کی اس بے پایان خلیج کو کوتاہ کرنیکی ضرورت ہے جو گذشتہ دس بارہ سال سے ان دونون زبانون کی راہ ترقی مین حائل ہے۔ اس صورت مین دونون پارٹیان جو ایک دوسرے کی مخالفت ومعاندت مین اپنا اپنا زور ختم کر رہی ہین ایک دوسرے کی ضروریات واحساسات کا لحاظ کرین اور اپنی اپنی ترقی کی جداگانہ راہین اختیار کرین تو تمام پیچیدگیان آسانی سے دور ہوسکتی ہین۔ رہا زبان کی ترقی کا مسئلہ وہ لٹریچر کی ترقی سے وابستہ ہے۔ جس زبان کا علم ادب جسقدر زیادہ وسیع اور مفید عام ہوگا اسیقدر اسکی ترقی یقینی ہے۔

تصریح تصاویر

پہلاد اور اگن کنڈ کی رنگین تصویر بابو سمرندر ناتھ گپت کے زور قلم کا نتیجہ ہے جو گورنمنٹ آرٹس اسکول کلکتہ کے ممتاز طالب علم ہین۔ پہلاد ایک خلقی بھگت تھا۔ اسے شروع ہی سے معبود حقیقی کی محبت تھی۔ بخلاف اسکے اسکا باپ راجہ ہرناکشپ بدترین درجے کا مُرتد اور کافر تھا۔ اُسے بیٹے کے اس رجحان سے سخت نفرت تھی اور اُسکی اس حرکت پر اُسے سخت سزائین دیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اُسے پہاڑ سے نیچے گرادیا لیکن پہلاد کا بال بیکا نہوا۔ دوبارہ ہاتھی سے پامال کرایا مگر پہلاد کا رویان بیلا نہوا۔ آخر ایک بڑا اگن کنڈ روشن کر کے پہلاد کو دہکتے ہوئے شعلون کی نذر کردیا۔ لیکن پہلاد پر یہ آگ گلزار ہوگئی اور اُسے کوئی آنچ نہ آئی۔ اب اُسکے باپ نے پوچھا کہ تیرا "رام" کہان ہے۔ پہلاد نے جواب دیا ہر جگہ۔ اس پر راجہ نے غصے سے اپنے محل کے ایک ستون کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ کیا اس کھمبے مین بھی۔ پہلاد نے کہا ہان اسمین بھی۔ معاً اُسی ستون سے نرسنگ اوتار نمودار ہوا اور کافر راجہ کو اپنے تیز ناخنون سے پھاڑ ڈالا۔ مصور نے آگ کے شعلون مین پہلاد کا استقلال نہایت کامیابی سے دکھایا ہے۔

دمدار ستارہ کی تصویر اُس فوٹو کا عکس ہے جو امریکہ کی ایک رصدگاہ مین ڈاکٹر ای۔ ای۔ برنارڈ نے ۵۔ مئی سنہ حال کو لیا تھا۔ اسکے متعلق سید راحت حسین صاحب بی۔ اے نے ایک مفصل مضمون لکھا ہے جو مشاہدات حال سے تعلق رکھتا ہے اور جسے اُنکے اُس مضمون کا تکملہ سمجھنا چاہیے جو ادیب کے اپریل نمبر مین شائع ہوچکا ہے۔ اس مرتبہ سید صاحب کا تازہ فوٹو بھی ہدیہ ناظرین ہے جسے اُس منت پذیری کے طور پر سمجھنا چاہیے جو ادیب کو اپنے تمام اوّلین نامہ نگارون سے ہے اور جسکی بنا پر وہ اپنے تمام اہل قلم کو ایک دوسرے سے روشناس کرنیکا تہیہ رکھتا ہے۔

اولاد کُش ملکہ کی تصویر انڈین پریس کے ایک قابل مصور کی صناعی کا نتیجہ ہے۔ انگریزی مین "پرشین ٹیلیس" (حکایاتِ فارس) کے نام سے ایک دلچسپ کتاب ہے جسمین ایک قصہ اس ملکہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس ملکہ نے جو حُسن و جمال مین یگانۂ آفاق تھی بادشاہ سے اس شرط پر شادی کی تھی کہ وہ اُسکے کسی فعل پر مزاحم نہو۔ جب ایسا ہوگا وہ فوراً بادشاہ سے ترک تعلق کریگی۔ چنانچہ جب ملکہ کے کوئی بچہ پیدا ہوتا تو وہ فوراً اُسے آگ مین ڈال دیتی اور وہ جلکر خاکستر ہوجاتا۔ بادشاہ نے بہت ضبط کیا لیکن اولاد کی محبت نے ایک موقع پر اُسے مجبور کیا کہ وہ ملکہ سے اسکی غرض دریافت کرے۔ جیسے ہی بادشاہ نے ملکہ سے اسکی وجہ پوچھی ملکہ نے فوراً بچے کو آگ مین ڈالدیا اور غائب ہوگئی۔ تصویر مین یہ سین نہایت عمدگی سے دکھایا گیا ہے۔

تاج سخن۔ حافظ جلیل حسن صاحب جلیلؔ اُردو کے نہایت نامور شاعر ہین۔ حال مین آپ کو دربار آصفیہ سے "جلیل القدر" کا خطاب اور اُستادی اعلیحضرت کا منصب حاصل ہوا ہے۔ تاج سخن آپ کا پہلا دیوان ہے جسمین صرف غزلیات درج ہین۔ قصائد و قطعات وغیرہ کا مجموعہ غالباً علیحدہ شائع ہوگا۔ ملک الشعرا حضرت امیر مینائی مغفور کے تلامذہ مین جناب جلیلؔ کو فاضل اُستاد کی قربت سب سے زیادہ حاصل رہی ہے اور امیر اللغات ایسے مہتم بالشان لغت کی تالیف مین آپ حضرت امیر کے دست راست کا کام دیتے رہے ہین۔ اسی خصوصیت سے آپ کے تمام برادران خواجہ تاش نے آپ کو اُستاد کا جانشین تسلیم کرلیا ہے۔ تاج سخن مین جناب جلیل کی شیوا بیانیون کے زبردست نمونے موجود ہین جنمین ملک الشعرا حضرت امیر کا رنگ صاف طور پر جھلکتا ہے۔ ۲۵ جُزو حجم پر قیمت دو روپیہ۔ ملنے کا پتہ "صدیق احمد سکان اختر صاحب مینائی۔ حیدرآباد دکن۔

معذرت۔ اس مرتبہ چار مینار کی تصویر سہواً بننے سے رہگئی۔ آئندہ نمبر مین ضرور حاضر کیجائے گی۔ منیجر۔

نمایش صوبہ جات متحدہ

آیندہ نمایش الہ آباد کے طبقۂ مستورات سے ملحق ہندوستانی مستورات کی دلچسپی و آرام کے لئے ایک "پردہ کلب" قائم کیا گیا ہے۔ ماہ جون مین "پردہ کلب" کی اگزیکیوٹو کمیٹی کا جو اجلاس منعقد ہوا تھا اُسمین طبقۂ مستورات کی عمارت کی تصاویر بھی پیش کی گئی تھین۔ یہ عمارت نہایت نفیس اور عالیشان ہے اور اسکی چھت پر قیود پردہ کا لحاظ کر کے اس قسم کا انتظام کیا گیا ہے کہ وہان سے پردہ نشین مستورات مختلف کھیل تماشون دریا اور ہوائی جہازون کا بے تکلف و بخوش اسلوبی نظارہ کر سکین گی۔ حضور مسز لیسلی پورٹر صاحبہ "پردہ کلب" کی پریسیڈنٹ ہین اور آپ نے بہ نفس نفیس اس نو تعمیر عمارت کے لئے تمام فرنیچر اور سامان آرائش تجویز فرمایا ہے۔ جنابہ ممدوحہ نہایت محظوظ ہونگی اگر ہندوستانی مستورات اُنسے اس کلب مین شامل ہونیکی درخواست کرینگی۔

نمایش مین زنانہ دستکاریون کے نمونے نہایت شوق سے دکھائے جائین گے اور انکے لئے سونے، چاندی اور تانبے کے تمغہ جات انعام دیے جائین گے۔ نمایش مین جو اشیاء بھیجی جائین وہ ۱۳۔ اکتوبر سے پہلے احاطۂ نمایش مین پہونچ جانی چاہئین۔ دستکاریون کی تفصیل مین قدیم و جدید ہر قسم کی صنعتین شامل ہین۔ مثلاً ہر قسم کے لیس کا کام، زر دوزی و کلابتون کا کام، پھول اور درخت، دستی تصاویر، کارچوبی، عکسی تصاویر وغیرہ۔ اسی سلسلہ مین گڑیون کے متعلق خاص طور پر مقابلہ ہوگا اور انکے لئے خاص انعامات دیئے جائین گے۔ اس مقابلہ مین زیادہ تر یہ بات ملحوظ رکھی جائیگی کہ انکے ذریعہ کسی خاص طبقہ کے طرز پوشش پر روشنی پڑے مثلاً گڑیا کو اسطرح سجایا جاے کہ ایک دُلہن کا نظارہ پیش نظر ہو، یا بچون کی کوشش دکھائی جاے، یا یہ دکھایا جائے کہ طوائف کس قسم کا لباس زیب تن کرتی ہین وغیرہ۔ اسیطرح کوئی اور ہندوستانی نظارہ ان گڑیون کے ذریعہ سے پیش کیا جاسکتا ہے اور مستورات کے حسب خواہش انجمن وسعت بھی ہوسکتی ہے مثلاً وہ بجاے ایک دُلہن کے پوری برات یا پوری محفل مع ناچ رنگ وغیرہ بھی دکھا سکتی ہین۔

جو اشیاء فروخت و بیوپارانہ شہرت کی غرض سے نہ بھیجی جائین گی وہ زیادہ قدر و منزلت کی نظر سے دیکھی جائین گی۔ تمام اشیاء کے کُل اخراجات بھیجنے والے کو ادا کرنے پڑینگے۔ تمام چیزون کی پشت پر اُنکے مالکون کا نام اور پتہ صاف حروف مین تحریر ہونا چاہئے اور اگر کوئی چیز بغرض فروخت نمایش مین پیش کیجائے تو اسکی قیمت بھی اُسپر لکھدیجاے۔

تمام نمایشی اشیاء ماہ اکتوبر کے اندر بنام راے سانول داس بہادر جوینر سکریٹری بورڈ آف ریونیو، الہ آباد آنا چاہئین۔

اگر ہندوستانی مستورات "پردہ کلب" مین شامل ہونا چاہین تو حضور مسز لیسلی پورٹر صاحبہ گورنمنٹ ہاؤس نینی تال کے نام پر جلد درخواست ارسال کرین۔

مرکب چوبچینی
چالیس فوائد
جسکی تصدیق حکیموں ڈاکٹروں اور ذی علم اصحاب نے کی ہے
فائدہ ۱ جس کی تصدیق پینتالیس مختلف ملکوں اور مختلف عمر کے لوگوں نے کی ہے۔ وہ بوجہ خرابی معدہ وجگر بھوک بند ہو جانے سے دن بدن لاغر ہوتے جاتے تھے۔ چہرہ پیلے سو نقی اور مردہ پن پیدا ہو جاتا تھا۔ ہاتھ پاؤں جلتے تھے۔ معدہ پر بوجھ کبھی دست کبھی قے کبھی قبض ہو جاتی تھی۔ وہ سب اس کے استعمال سے دور ہو گئے۔
فائدہ ۲ جسکی تصدیق دو سو مریض آزما کر چکے ہیں۔ خون گندہ ہونے سے چہرہ پر چھائیاں جسم پر دانے۔ پھوڑے۔ پھنسیاں کثرت سے مختلف جگہ میں پیدا ہو کر ان سے لیسدار پانی بہ کر جہاں وہ پانی لگتا تھا۔ زخم ہو جاتے تھے۔
فائدہ ۳ جسکی تصدیق پینتالیس آدمی کرتے ہیں۔ ان کی رانوں کا چمڑہ سیاہ اور موٹا ہو گیا تھا۔ اور پسینہ آنے سے سخت خارش ہوتی تھی۔ ہر وقت ہاتھ چڈوں میں رہتا تھا اور ان سے بدبو آتی تھی۔
فائدہ ۴ جسکی تصدیق گیارہ مریض کرتے ہیں۔ خنازیر مختلف حصہ جسم میں بغل اور گردن میں ان بدن گلٹیاں بڑھتی جاتی تھیں۔ اس کے استعمال سے بڑی گلٹیاں بیٹھ گئیں۔ اور آگے پیدا ہونی بند ہو گئیں۔
فائدہ ۵ جسکی تصدیق تین سو مریض کرتے ہیں۔ عرصے ناسور اور بھگندر سے پتلی سی پیپ جاری رہتی تھی۔ اس کے استعمال سے ناسور سوکھ گیا۔
فائدہ ۶ جس کی تصدیق پینتالیس مریض کرتے ہیں۔ ان کو چوتڑ سے اٹھ کر درد تمام ران اور پنڈلیوں میں پہنچا کرتا تھا جس سے ٹانگ دن بدن سوکھتی جاتی تھی۔ اس کی ایک شیشی سے درد اور لنگڑا پن جاتا رہا۔
الغرض یہ مرکب چوبچینی اور عشبہ وغیرہ کا سب سے بہتر اور
سب سے عمدہ مصفی خون ہے۔ جہاں بہت سے انگریزی عشبے ناکارہ اور نقصان رساں ثابت ہوئے ہیں کیونکہ وہ بلا لحاظ اس ملک کے شراب وغیرہ میں بنائے جاتے ہیں۔ جس سے خون زیادہ غلیظ اور تیز ہوتا ہے) اس نے سریع العمل فائدے دکھلائے ہیں۔ اس جوہر کا اعضائے رئیسہ اندرونی پر بہت اچھا اثر ہوتا ہے جس سے تمام چمڑے کی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔ یہ مرکب عرصہ ۵۰ سال سے مختلف حصوں ملک میں تجربہ کیا گیا ہے۔ اگر آپ کو کوئی شکایت ہو۔ تو آپ تجربہ کر کے ہمارے بیانات کی تصدیق کیجئے۔ ثبوت کے لئے اس جوہر کے استعمال سے پہلے بدن کو وزن کر کے لکھ لو۔ اور ایک ماہ بعد وزن کرو۔ تو آپ کا وزن ڈیوڑھا ہو جائیگا۔ قیمت شیشی کلاں عہ شیشی خورد عہ
پتہ: مینیجر شفاخانہ حاج الحرمین حکیم ڈاکٹر غلام نبی زبدۃ الحکماء لاہور

عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ

اس مرتبہ ہندی زبان کے دو نہایت مقتدر پرچون کی راے شائع کیجاتی ہین جنسے آسانی سے معلوم ہوسکتا ہے کہ ادیب ہر طبقے مین پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ نیز اُردو معاصرین کی رائین بھی کچھ کم وقیع نہین جنکے لئے ہم شکر گزار ہین۔ منیجر۔

اخبار وینکٹیشور بمبئی (ہندی) اُردو کا جدید باتصویر ماہواری رسالہ۔ منشی نوبت راے صاحب تخلص نظر لکھنوی کے ایڈیٹری مین انڈین پریس الٰہ آباد سے شائع ہوتا ہے۔ ہندی کے مثل اُردو مین اعلیٰ درجے کے ماہواری رسالے ابھی بہت کم ہین۔ ادیب کے شائع ہونے سے ایک حصہ اس کمی کا پورا ہوگیا۔ یہ اعلیٰ درجے کا قابل مطالعہ ماہوار رسالہ ہے۔ اُردو کے کئی ایک نامی نامہ نگارون کے مضمون سے پُر رہتا ہے۔ منشی نوبت راے صاحب جس خوبی سے اسکی ایڈیٹری کرتے ہین وہ اصل مین لائق تعریف ہے۔ نمونے کی طور پر اسکا چھٹا پرچہ ہمارے روبرو ہے۔ اسمین کل آٹھ تصاویر ہین۔ شروع مین شہنشاہ جارج اور ملکہ میری کی رنگین تصویر ہے۔ ایک تصویر مریخ کی بھی ہے۔ یہ رنگ برنگ کے نظم اور نثر کا مجموعہ ہے۔

تمدن ہند۔ انگریزی حکومت کے برکات۔ روپیے کی قیمت گھٹ رہی ہے۔ اسلامی پردہ۔ یہ مضامین غور وخوض کے ساتھ پڑھنے کے لائق ہین۔ تمدن ہند مین شمس العلما ڈاکٹر سید علی صاحب بلگرامی۔ ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ ڈی نے ویدون اور برہمن کے مذہب پر کچھ اپنے خیالات ظاہر کئے ہین۔ اُن خیالون کو چاہے ہم مانین یا نہ مانین لیکن یہ دیکھکر خوشی ہوئی کہ مسلمان عالمون کو بھی اب ہندو مذہب پر کچھ توجہ کرنے کا خیال پیدا ہوگیا ہے۔ نظمین بھی عمدہ ہین۔ غرض یہ رسالہ ہر پہلو سے عمدہ اور خوبصورت ہے۔ اسکی ترقی سے اُردو دان اصحاب کو خوشی ہوگی۔

رسالہ استری درپن الٰہ آباد (ہندی)۔ ادیب۔ اُردو زبان کا ایک نیا رسالہ انڈین پریس الٰہ آباد سے شروع سال سے نکلنے لگا ہے۔ ابتک اسکے چار پرچے چھپ چکے ہین جنمین کئی ایک دلچسپ مضمون اُردو زبان کے لائق لوگون کے لکھے ہوئے دیکھے گئے۔ قریب قریب ۵۰ صفحہ ہر ماہ مین ہوتے ہین۔ کاغذ نفیس۔ تصویر نہایت اعلیٰ درجے کی ہین۔ اپریل کے پرچے مین نظم و نثر کے ۱۶ مضمون ہین۔ مضامین کا خلاصہ لکھنے سے ناظرین کو معلوم ہوجائیگا کہ کس قسم کے مضامین اُسمین اکثر چھپا کرتے ہین۔

سب سے پہلا مضمون آزادی پر سید احمد صاحب دہلوی کا ہے .... دوسرا مضمون مولانا حافظ محمد اسلم صاحب نے حافظ شیرازی پر لکھا ہے .... باقی مضامین مین سے دو مضمون کتاب نویسی اور دُمدار ستارہ معمولی مضامین سے کہین بڑھ چڑھکر ہین۔

خان بہادر اکبر حسین صاحب اور پنڈت بشن نرائن صاحب در ایسے زبردست اُستادون کے کلام نظم مین پائے گئے۔ ہر ماہ اسی طرح کے مضامین سے ادیب بھرا رہتا ہے۔ اگرچہ اُردو زبان مین رسالون کی کچھ کمی نہ تھی۔ لیکن پڑھنے والون کی تعداد دن بدن بڑھ رہی ہے جنکے پڑھنے کے لیے ایسے رسالون کا نکلنا بہت اچھا ہے۔ اُردو دان منشی نوبت راے صاحب نظر کے نام نامی سے بخوبی واقف ہین۔ آپ ہی اسکے ایڈیٹر ہین۔ ایسے لائق آدمی کے ایڈیٹری مین امید کیجاتی ہے کہ رسالہ کی اشاعت مین روز بروز ترقی ہوتی رہے گی۔

رسالہ مارتنڈ لاہور۔ ادیب الٰہ آباد۔ اُردو کا سب سے اچھا سب سے بڑا اور چھاپے کی صفائی لکھائی و مضمون کی ترتیب وغیرہ کے لحاظ سے سب سے اعلیٰ درجہ کا رسالہ ہے۔ چار تصویرین ہر مہینہ مین دیجاتی ہین ..... ایڈیٹر منشی نوبت راے صاحب نظر ہین ..... جو بطور خود اُردو زبان کے لاثانی انشا پرداز ہین۔ ..... اُردو رسائل مین۔ ادیب ایک دلچسپ اضافہ ہے بلکہ وہ نفاست کے لحاظ سے سب سے اچھا ہے اور ولایت کے خوبصورت رسالون کی برابری کرسکتا ہے ہم نظر صاحب کو اس رسالہ کیلئے سچے دل سے مبارکباد دیتے ہین۔

جلد ۲ — اکتوبر سنہ ۱۹۱۰ع — نمبر ۴

ادیب اُردو کا باتصویر ماہوار رسالہ — ایڈیٹر نوبت رائے نظر لکھنوی

فہرست تصاویر

فہرست مضامین

قیمت سالانہ چار روپیہ — پنچکوڑی مترا پرنٹر و پبلشر نے انڈین پریس الہ آباد مین چھاپکر شائع کیا — فی پرچہ چھ آنہ

لڑکیون کا تعلیمی کورس

خوشی کا مقام ہے کہ ہندوستان مین لڑکیون کی تعلیم ترقی کر رہی ہے اور ہر شہر اور ہر قصبہ اور ہر گانون مین لڑکیون کے مدرسے جاری ہو رہے ہین اس ترقی تعلیم کا نتیجہ جسقدر مفید ثابت ہوا ہے وہ محتاج تشریح نہین تاہم عام طور پر یہ شکایت بھی سُنی جاتی تھی کہ لڑکیونکی تعلیم کے لئے ابھی تک کوئی ایسا نصاب نہین تیار ہوا ہے جو اُنکی دماغی اور اخلاقی حالت کے مناسب حال ہو اور انھین خاطر خواہ فائدہ پہونچا سکے۔ اسی شکایت کی بنا پر ہمنے لڑکیون کے لئے ایک ایسا نصاب بصرف کثیر تیار کرایا ہے جو ہر طرح اور ہر حیثیت سے مکمل ہے اور جسے صوبہ ہذا کی تعلیمی کمیٹی نے نہ صرف پسند کرکے بلکہ تمام دیگر ریڈرون پر ترجیح دیکر مدارس نسوان مین جاری کر دیا ہے۔ ان ریڈرون کی زبان کی نسبت اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ ایڈیٹر صاحب ادیب کی اصلاح و نظرثانی سے مزین ہین۔ انمین اخلاقی اور نصیحت آمیز کہانیون اور سبقون کے علاوہ تمیزداری۔ معاشرت۔ امور خانہ داری بچون کی پرورش۔ مریضون کی تیمارداری۔ خاوند کی اطاعت۔ شرم وحیا عفت وعصمت اور بہت کار آمد باتین لکھی گئی ہین۔ علاوہ برین ریڈرون مین سیتاجی۔ دمینتی۔ سکنتلا۔ ساوتری۔ لیلاوتی۔ اہلیا بائی وغیرہ کی سوانح عمریان اور چین و جاپان کی لڑکیون کے حالات نہایت سلیس اور بچون کی سمجھ مین آنیوالی زبان مین درج ہین۔ کاغذ لکھائی چھپائی وغیرہ سب اعلیٰ درجے کی ہین جو انڈین پریس کا حصہ ہے۔ ان ریڈرون مین ۱۱۸ تصاویر بھی ہین جنمین ۳۴ تصاویر پورے صفحون پر علیحدہ چھاپکر شامل کیگئی ہین۔ پورا نصاب حسب ذیل ہے

۱۔ اردو کا نیا قاعدہ .... قیمت ۹ پائی

۲۔ لوئر پرائمری ریڈر (پہلی اور دوسری جماعت کا نصاب) ۶/

۳۔ اپر پرائمری ریڈر (تیسری اور چوتھی جماعت کا نصاب) ۷/

۴۔ لوئر مڈل ریڈر (پانچوین اور چھٹی جماعت کا نصاب) ۸/

منیجر انڈین پریس الہ آباد

میرے کا سرمہ

(مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمکل اگزمینر بہادر گورنمنٹ پنجاب)

معزز انگریزون میڈیکل کالج کے پروفیسرون نامور ڈاکٹرون والیان ریاست اور ولایت کی یونیورسٹی کے سند یافتہ یورپین ڈاکٹرون نے بعد تجربہ اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے کہ یہ سرمہ امراض ذیل کے لئے اکسیر ہے ضعف بصارت۔ تاریکی چشم۔ جالا۔ پروال۔ غبار۔ پھولا۔ سبل۔ سرخی۔ ابتدائی موتیا بند۔ پانی جانا۔ خارش وغیرہ معزز ڈاکٹر و حکیم بجائے اور ادویہ کے آنکھون کے مریضون پر اب اس سرمہ کا استعمال کرتے ہین۔ چند روز کے استعمال سے بینائی بہت بڑھ جاتی ہے اور عینک کی بھی ضرورت نہین رہتی۔ بچے سے بوڑھے تک کو یہ سرمہ یکسان مفید ہے قیمت اسلئے کم رکھی گئی ہے کہ خاص و عام اس سے فائدہ اُٹھائین۔ قیمت فی تولہ جو سال بھر کے لئے کافی ہے۔ مبلغ (عہ) میرے کا سفید سرمہ اعلیٰ قسم فی تولہ (تے) خالص میرہ فی ماشہ (ایک روپیہ) خرچ ڈاک بذمہ خریدار درخواست کرتے وقت اخبار کا حوالہ ضرور دین

المشتہر پروفیسر میا سنگھ اہلوالیہ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور پنجاب انسے بڑھکر اور معتبر شہادت کیا ہو سکتی ہے؟ جناب پروفیسر میا سنگھ صاحب تسلیم۔ مین نے آپ کے یہان سے سفید سرمہ میرے کا منگواکر استعمال کیا مدورجہ کا فائدہ ہوا۔ بالکل صحت حاصل ہوگئی آپ کا سرمہ جملہ امراض چشم کو مفید ہے۔ بصارت کو طاقت بخشتا ہے تیسرے دن فائدہ معلوم ہو جاتا ہے واقعی یہ سرمہ اکسیر کا حکم رکھتا ہے اسلئے مین بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہون کہ اس سے بڑھکر آنکھ کے لئے اور کوئی دوائی نہین ہے الراقم کنور چھتر پال سنگھ صاحب بہادر ریاست مجگوان اودھ (۲) مین نے میرے کا سرمہ جو کہ سردار میا سنگھ نے تیار کیا ہے۔ ان مریضون پہ جنکی آنکھین بہت کمزور اور بیمار تھین استعمال کرکے مفید پایا میری رائے مین خاصکر مریضون کے واسطے جنکی آنکھون سے پانی جاری رہتا ہے اور دھند غبار کمزوری نظر ہو یہ سرمہ نہایت ہی مفید ہے۔ الراقم ڈاکٹر بیج لال گھوش رائے بہادر ایل۔ ایم اسسٹنٹ سرجن و پروفیسر میڈیکل کالج لاہور حال آنریری سرجن گورنر جنرل ہند

شہزادی فرخ نار

انڈین پریس الہ آباد

اکتوبر ۱۹۱۰ء

جلد ۲ — نمبر ۴

رودِ نیل

یاقوت حموی نے تصریح کی ہے کہ نیل عجمی لفظ ہے اور اسکو عربون نے رومی زبان کے لفظ نیلوس سے معرب کیا ہے۔ نیل کو قدیم مصری ہاپی Hapi کہتے تھے۔ صحف انبیا مین اسکے مختلف نام آئے ہین توارات مین "دریاے مصر" لکھا ہے۔ مابعد کے صحیفون مین سیحور שיחור درج ہے۔

دریاے نیل افریقہ کا سب سے مشہور دریا ہے۔ متقدمین خیال کرتے تھے کہ وہ تمام دُنیا کے دریاؤن سے بڑا اور لمبا ہے مگر حال کے سیاحون کی تحقیقات سے معلوم ہو گیا ہے کہ دُنیا مین بہت سے دریا اس سے بڑے اور لمبے ہین۔ دُنیا کا سب سے لمبا دریا شمالی امریکہ مین مس سس سپی (Mississippi) ہے جو مغربی پہاڑون سے نکلا ہے اور چار ہزار دو سو میل کے فاصلے کو طے کر کے خلیج میکسیکو Mexico مین گرتا ہے۔ اسکے بعد جنوبی امریکہ کا دریاے ایمیزان (Amazon) ہے جو چار ہزار میل سے کچھ زیادہ بہتا ہے اور دُنیا کے سب دریاؤن سے چوڑا ہے۔ دُنیاے جدید کے دریاؤن سے قطع نظر کر کے دیکھا جاے تو دُنیاے عتیق مین نیل سے لمبا کوئی دریا نہین ملتا۔ ایشیا کا سب سے بڑا دریا ینگسی کیانگ Yang Tse Kiang جو چین کو سیراب کرتا ہے کُل تین ہزار میل لمبا ہے۔ یورپ کا سب سے بڑا دریا والگا Volga جو روس مین ہے دو ہزار دو سو میل طے کر کے بحر خضر Caspian مین گرتا ہے۔

دریاے نیل کا منبع عین خط استوا پر واقع ہے۔ اس حساب سے یہ دریا چونتیس ۳۴ درجون کی لمبان مین یعنی دو ہزار تین سو ۲۳۰۰ میل کے طول مین بہتا ہے اگر اسکے تمام اینچ پینچ کی بھی پیمایش کیجاے تو تین ہزار تین سو ستر میل ہوتے ہین۔

دریاے نیل کا منبع

قدیم زمانے مین دریاے نیل کا منبع اچھی طرح تحقیق نہین ہوا تھا۔ بطلیموس[1] Ptolemy اپنے جغرافیہ مین لکھتا ہے کہ یہ

[1] بطلیموس جسکو انگریزی مین کلاڈیس ٹولمی (Claudius) Ptolemy کہتے ہین۔ اسکندریہ کا ایک زبردست ہیئت دان تھا۔ دوسری صدی مسیحی مین گذرا ہے۔ علم ہیئت کے متعلق اُسنے حکیم فیثاغورس کے خلاف ایک نیا نظام ایجاد کیا تھا جسکا اصول یہ ہے کہ زمین مرکز ہے اور تمام سیارے اُسکے گرد حرکت کرتے ہین۔ اُسنے اس مسئلہ کو اپنی کتاب المجسطی Almagest مین تفصیل سے لکھا ہے۔ سواے اسکے اُسنے ایک جغرافیہ بھی تصنیف کیا ہے اور اُسمین اپنے زمانے کی معلومہ دُنیا کے تمام و کمال حالات درج کئے ہین۔ بس فی

دریا سوڈان Soudan کے اُن پہاڑون سے نکلا ہے جو جبل القمر کے نام سے مشہور ہین۔

مسلمانون کی تحقیقات

منبع نیل کے متعلق صدر اسلام مین اگرچہ کہ بہت سے جغرافیہ نویس گذرے ہین مگر وہ خط استوا کے ملکی حالات سے بہت کم ملکہ براے نام واقف تھے اور اُنھون نے یونانیون کے بیانات کو اپنی تصنیفات مین درج کرنے پر اکتفا کیا تھا۔ یہ لوگ نیل کے منبع کو بلاد زنج اور حبش کے اُن پہاڑون مین بتاتے تھے جو بحر یمن کے مقابل واقع ہوئے ہین چھٹی صدی ہجری مین ادریسی[1] ایک مشہور جغرافیہ نویس گذرا ہے یہ شخص نوبہ کا باشندہ تھا۔ اسکے لئے صحیح واقعات کا معلوم کرنا آسان تھا۔ کیونکہ یہ ملک خط استوا کے قریب واقع ہوا تھا اسنے جغرافیہ مین جو نقشے درج کئے ہین اُنمین سے ایک نقشے مین خط استوا والی بڑی جھیلون کو دریاے نیل کا منبع بتایا ہے۔ ادریسی کے بعد ابو الفدا[2] نے اسکی خوب صراحت کی ہے وہ اپنی کتاب مین لکھتا ہے کہ دریاے نیل خط استوا کی اُس جھیل سے نکلا ہے جسکا نام کورا ہے۔ عربی جغرافیہ کی کتابون سے معلوم ہوتا ہے کہ کورا اُس جھیل کا نام ہے جسے آج کل البرٹ نیانزا Albert Nyanza کہتے ہین اور یہی تحقیقات زمانۂ حال کی ہے۔

ادریسی کا عجیب وغریب نقشہ

جسمین خط استوا کی جھیلون کو نیل کا منبع بتایا ہے

سترھوین صدی مسیحی مین منبع نیل کے متعلق اہل یورپ کی راے

آج سے تقریباً تین سو برس پہلے اہل یورپ کو منبع نیل کے متعلق ذاتی واقفیت نہ تھی۔ انکے معلومات کا دار و مدار یونانیون کی تحریرات یا مسلمانون کی تصنیفات پر تھا۔ سترھوین صدی مسیحی مین ایتھوپیا[3] Ethiopia مین بعض یورپین سیاح گئے اور وہان کے لوگون سے دریافت کر کے نہر الازرق کو جو نیل کا ایک

---

[1] ادریسی ابو عبد اللہ محمد بن ادریس عرب کا مشہور جغرافیہ نویس ہے۔ اسنے صقلیہ (Sicily) کے بادشاہ راجر اول کی ملازمت اختیار کرلی تھی اور بادشاہ کی فرمائش سے چاندی کا ایک کرہ بنایا تھا جسکی تشریح مین اسنے اپنا نادر جغرافیہ نزہۃ المشتاق فی افتراق الآفاق تصنیف کیا۔ اسکے اُس حصہ کو جسمین ہسپانیہ اور شمالی افریقہ کے حالات ہین ۱۸۶۶ء مین علماے جرمن نے چھپوایا ہے۔ سال ولادت سنہ ۴۹۳ھ ۱۰۹۹ء۔ سال وفات سنہ ۵۵۹ھ ۱۱۶۴ء۔

[2] ابو الفدا۔ عماد الدین اسمعیل بن علی حموی حماۃ کا بادشاہ تھا۔ اسنے تاریخ و جغرافیہ مین دو کتابین لکھی ہین پہلی کتاب المختصر فی اخبار البشر جو دنیا بھر کی تاریخ ہے سنہ ۷۲۹ھ مین تصنیف کی اسکے بعد اپنا مشہور جغرافیہ لکھا جسکا نام تقویم البلدان ہے۔ اسمین تمام زمین کا جغرافیہ درج ہے اور خصوصاً عرب عجم اور مصر کے حالات نہایت صحت اور تفصیل سے مذکور ہین۔ اس کتاب کو ۱۸۴۰ء مین علماے فرانس نے بمقام پیرس چھپوا کر شائع کیا ہے۔ سال وفات سنہ ۷۳۲ھ ۱۳۳۱ء س۔ ن۔

[3] زمانۂ قدیم مین اتھوپیا Ethiopia افریقہ کے اُس حصہ کا نام تھا جسے آجکل نوبیہ Nubia اور ابی سینیا Abyssinia کہتے ہین۔ ایتھوپیا دو لفظون سے مرکب ہے جسکے معنی "جلے ہوے چہرے" کے ہوتے ہین۔ یہان کے لوگون کے چہرے چونکہ تمازت آفتاب کیوجہ سے سیاہ ہو جاتے ہین۔ اسلئے یونانیون نے اس ملک کا یہ نام رکھدیا تھا۔ س۔ ن۔

معاون دریا ہے- نیل اصلی قرار دیا- بعد ازان اُسکے منبع کی جستجو کرنے لگے- ابتدا مین یہ راے ہوئی کہ وہ حبش کے ایک پہاڑ کی جڑ سے نکلا ہے جسے گویام Gojam کہتے ہین ۱۱۸۴ھ/۱۷۷۰ء مین ان ممالک مین جب بروس Bruce کا گذر ہوا تو اُسنے تحقیق کیا کہ گونڈار Gondar کے علاقہ مین ایک جھیل سے جسے دیمبیا Dembea کہتے ہین یہ دریا برآمد ہوتا ہے-

منبع نیل کے متعلق زمانہ حال کی تحقیقات

محمد علی پاشا والی مصر کیطرف سے ۱۲۵۷ھ/۱۸۴۱ء مین سلیم بک اور دار نو بک منبع نیل کی تحقیقات کیلئے روانہ ہوئے - یہ لوگ قاہرہ سے نکلکر خرطوم Khartum تک گئے جہان کہ نہر الازرق اور نہر الابیض کا اتصال ہوا ہے اور نہر الابیض کو نیل اصلی ہونیکی راے ظاہر کی- اسکے بعد انگلستان کی رائل جاگرفیکل سوسائٹی Royal Geographical Society نے اپنی کوششین شروع کین اور اس مہم پر کپتان اسپیک Speke کو روانہ کیا- اسپیک نے ۱۲۷۵ھ/۱۸۵۸ء سے لیکر ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۲ء تک وسط افریقہ کے تین سفر کئے اور بڑی مصیبتون کے بعد پتہ چلایا کہ یہ دریا خط استوا کی سب سے بڑی جھیل وکٹوریہ نیانزا Victoria Nyanza سے نکلا ہے-

وکٹوریہ نیانزا

وکٹوریہ نیانزا ۱- درجہ عرض جنوبی اور ۳۳½ درجہ طول شرقی پر واقع ہے- اسکا محیط زیادہ سے زیادہ تین ہزار نو سو میل مربع ہوگا- اسکے جنوب مغرب مین ۲½ درجہ عرض جنوبی اور ۳۰ درجہ طول شرقی پر الگزنڈرا نیانزا (Alexandra Nyanza) ایک چھوٹی سی جھیل ہے- اس سے ایک دریا کیٹینگول (Kitan Gule) نکلکر وکٹوریہ نیانزا مین گرتا ہے- علاوہ اسکے ایک اور دریا کاٹنگا (Katonga) علاقہ اوگنڈا Uganda سے گذرتا ہوا شمال مغرب سرے سے آملا ہے- جنوب مشرق مین کوئی قابل ذکر دریا نہین- اس جانب شورزار میدان اور نمکین جھیلین ہین- دریاے نیل اسکے شمالی سرے سے برآمد ہوتا ہے جھیل سے ابتدا مین تین دھارین نکلتی ہین اور تھوڑی دور بہکر آپس مین مل جاتی ہین اور ایک دریا یعنی دریاے نیل ہوجاتا ہے- انمین مشرقی

منبع نیل کا نقشہ جیسا کہ ایڈورڈ گائیور نے سنہ ۱۸۴۱ء مین بنایا تھا

نپولین چینل

دھار کا نام اسپیک نے فرانس کے بادشاہ نپولین Napoleon کے نام پر نپولین چینل Napoleon Channel رکھا- کیونکہ ان تحقیقات کے صلہ مین فرانس کی رائل جاگرفیکل سوسائٹی نے اسپیک کو طلائی تمغہ دیا تھا- دریاے نیل اس چینل سے نکلکر ایک چٹان سے رُک جاتا ہے اور یہان نہایت زور شور کے ساتھ ایک چادر گرتی اور بہکر دریا

رائپن فالس

کی دھار بنجاتی ہے- اسپیک نے اس چادر کا نام رائپن فالس Ripon Falls رکھا کیونکہ ان تحقیقات کے زمانہ مین ڈاکٹر رائپن Dr. Ripon جاگرفیکل سوسائٹی کے پریزیڈنٹ تھے- کپتان اسپیک کے بعد ۱۲۸۰ھ/۱۸۶۴ء مین وسط افریقہ مین سر سموئیل بیکر Sir Samuel Baker کا گذر ہوا- اُسنے بہت سی نئی باتین دریافت کین کہ دریاے نیل رائپن فالس سے نکلکر

کو جمہ Goia نام ایک چھوٹی سی جھیل کو چیرتا ہوا شمال کو بہتا ہے۔ ۲ درجہ ۵ دقیقہ عرض شمالی ۳۲ درجہ ۳۰ دقیقہ طول شرقی پر اسکا رُخ مغرب کی جانب بدل جاتا ہے اور یہان سے

مارچیسن فالس | تھوڑی دُور بہکر ایک چٹان کیوجہ سے چادر بنجاتی ہے بیکرسنے اسکا نام مارچیسن فالس Murchison Falls رکھا۔ دریا اس مقام سے گزر کر شہر ماجنجو Magongo کے مغرب مین البرٹ نیانزا Albert Nyanza مین جاگرتا ہے۔

البرٹ نیانزا | البرٹ نیانزا Albert Nyanza خط استوا کے شمال ۱ درجہ عرض شمالی اور ۳۱ درجہ طول شرقی پر واقع ہے۔ اسکا رقبہ زیادہ سے زیادہ (۲۴۰۰) ہوگا اسکے جنوب مین عین خط استوا کے ۳۰ درجہ طول پر البرٹ ایڈورڈ نیانزا Albert Edward Nyanza ایک چھوٹی سی جھیل ہے جس سے ایک دریا جو راونزری Ruwenzori کہلاتا ہے نکلکر البرٹ نیانزا مین گرتا ہے۔

دریاے نیل البرٹ نیانزا کے شمالی سرے سے برآمد ہوکر جانب شمال بہنے لگتا ہے۔ اسکے بعد راستہ مین اور بہت سے ندی نالے مل جاتے ہین اور ایک دریاے ذخار بنجاتا ہے۔

نیل کے معاون دریا

بحر الغزال | سوڈان Soudan کے جنوب مغربی پہاڑون سے ایک دریا نکلا ہے جسے بحر الغزال Bahar-El-Ghazal کہتے ہین۔ اسمین ایک چھوٹا سا دریا بحر العرب Bahar-El-Arab آکر گرتا ہے۔ پھر دونون ملکر ایک چھوٹی سی جھیل کے پاس جسکا نام بحر العجب Bahar-El-Ajob ہے دریاے نیل سے ملجاتے ہین۔ اس سے تھوڑے فاصلہ پر مشرق کی جانب

نہر صوباط | نہر صوباط Sobat آکر ملی ہے۔ یہ دریا حبش کے جنوب مشرقی پہاڑون سے نکلتا ہے۔

بحر الازرق | نیل کے معاون دریاؤن مین بحر الازرق Blue Nile سب سے بڑا دریا ہے۔ یہ دریا ابیسینیا Abyssinia کی ایک جھیل سے جسے دیمبیا Dembea یا تسانہ Tzana کہتے ہین برآمد ہوتا ہے اور گوجام Gojam فنجی Fungi اور سنار Sennar کے علاقون کو سیراب کرتا ہوا ۱۵ درجہ ۴۴ دقیقہ عرض شمالی اور ۳۲ درجہ ۳۱ دقیقہ طول شرقی پر خرطوم Khartoom کے پاس نیل سے مل گیا ہے۔ بحر الازرق منبع کے پاس عبائی Abai کہلاتا ہے۔ فنجی اور سنار مین نیل ازرق Blue Nile کہتے ہین۔

نہر عطبرہ | نیل ازرق کے بعد ۱۷ درجہ ۳۷ دقیقہ عرض شمالی اور ۳۳ درجہ ۵۹ دقیقہ طول شرقی پر نہر عطبرہ R. Atbara کا اتصال ہوا ہے۔ یہ دریا حبش کے کوہستان سے نکلا ہے اور العفون El Efun کے پاس ایک چھوٹا سا دریا جو خور الغاش Khor-El-Gash کہلاتا ہے آکر اسمین ملتا ہے۔ بحر الازرق کیطرح عطبرہ کے بھی بہت سے نام نام ہین۔ دہانہ کے پاس عطبرہ کہتے ہین۔ بلاد تگیر Tigor مین اسکا نام تقازہ Takazze ہے۔ مخرج کے پاس نہر سطیط (Setit) کہلاتی ہے۔

عطبرہ کے الحاق کے بعد کوئی معاون دریا نیل مین آکر نہین ملا ہے۔ یہان سے دہانہ تک وہ تن تنہا تین ہزار کیلو میٹر کا فاصلہ طے کرتا ہوا بحر الروم Mediterranean Sea مین جاگرتا ہے

نیل کے مختلف نام | دریاے نیل اپنے مخرج سے لیکر دہانہ تک مختلف نامون سے نامزد ہے۔ علاقہ اوگنڈا Uganda مین اسکو بحر الجبل Bahar-El-Jebel کہتے ہین۔ سوڈان Soudan مین بحر الابیض Bahar-El-Abiad کہلاتا ہے۔ خرطوم Khirtoom سے لیکر بحر روم Mediterranean Sea تک نیل Nile مشہور ہے

نیل کے آبشار

دریائے نیل کے راستہ مین بیس سے زیادہ آبشار پڑتے ہین مگر انمین بڑے بڑے اور زیادہ مشہور چھ ہین ایک خرطوم کے پاس دوسرا بربر Berber کے شمال مین تیسرا مراوی Merawi کے پاس چوتھا خاص حانک Hanik مین پانچوین اور چھٹے آبشار وادی حلفہ Wadi Halfa اور اسوان Asswan مین واقع ہین۔

ان مقامات کے رہنے والے اُن لوگون کو جو یہان سیرو تفریح کرنے آتے ہین ایک عجیب اور خوفناک تماشا دکھاتے ہین۔ دو شخص ایک چھوٹی سی کشتی مین بٹھکر دریا مین جاتے ہین۔ اُنمین ایک تو کشتی چلاتا ہے دوسرا اُس پانی کو اُلیچتا ہے جو تلاطم کیوجہ سے کشتی مین آجاتا ہے۔ الغرض یہ کشمکش بہت دیر تک رہتی ہے یہانتک کہ وہ نہایت ہوشیاری سے کشتی کو اپنے قابو مین کرکے تیز دھار پر لانے کے بعد بہاو پر چھوڑ دیتے ہین۔ پھر کشتی تیر کیطرح بلندی سے نیچے نکل جاتی ہے۔ تماشہ بین گمان کرتے ہین کہ کشتی ڈوب گئی ہوگی۔ مگر وہ لوگ آبشار سے گذر کر جب بہت دُور بہ جاتے ہین تو یہان پانی دھیما ہوجاتا ہے باہر نکل آتے ہین۔

بحر یوسف

اسیوط (Siut) کے نیچے نیل سے ایک شاخ نکلی ہے جسے بحر یوسف کہتے ہین۔ یہ نہر وادی نیل کے مغرب مین کوہستان لیبیان (Libyan) کیطرف دریائے نیل کے متوازی دُور تک چلی گئی ہے۔ بنی سویف Bani Suif مین اسکی دو شاخین ہوجاتی ہین جنمین ایک الجیزہ Gizah تک جاتی ہے اور دوسری صحرائے اعظم مین داخل ہوگئی ہے جسکی الفیوم El Fayum کے پاس آٹھ شاخین ہوگئی ہین۔

بحر یوسف پایا بی نیل کے زمانے مین خشک ہوجاتا تھا۔ اسمٰعیل پاشا کے عہد مین نہر ابراہیمیہ کھود کر اُسکی ایک شاخ اسمین ملائی گئی تو اُسوقت سے اسمین ہمیشہ پانی رہتا ہے۔ الفیوم کے شمال مغرب مین ایک کھاری جھیل ہے جسکو برکۃ القارون یعنی قارون کا خزانہ کہتے ہین۔ طغیانی نیل کے زمانے مین بحر یوسف کا زائد پانی اسمین کاٹ دیا جاتا ہے۔

نہر التمساح

اس مقام پر جہان آجکل پورٹ سعید Port Said آباد ہے۔ قدیم زمانے مین نیل کی ایک شاخ گرتی تھی اور اسکے دہانہ پر پلوسیوم Pilu Sium

نقشہ نہر التمساح

نام ایک بندر آباد تھا۔ رمسس Rameses ثانی نے اس شاخ کو بحر قلزم Red Sea سے ملانے کیلئے ایک نہر کھودی تھی۔ اسکا دہانہ بوباسطیس کے پاس تھا اور بحر التمساح Bahar-El-Themasah کو چیرتی ہوئی کلیسمہ Clysma کے قریب بحر قلزم مین گرتی تھی۔ یہ نہر تھوڑی مدت مین خود بخود بھر گئی۔ دارائے ثالث نے جب مصر کو فتح کیا تو اُسکی ریت وغیرہ نکلوائی۔ پھر اسکی حالت خراب ہوگئی تو بطلیموس ثانی نے نہایت عمدگی سے مرمت کی۔ اسکے بعد رومیون نے اپنے زمانے

مین اسکو پاٹ دیا۔ یہانتک کہ مسلمانون کا زمانہ آیا۔ ۱۸ھ مین جب تمام عرب
مین قحط پڑا تو حضرت عمرؓ نے تمام اضلاع کے حکام کو لکھا کہ ہر جگہہ سے کثرت
کے ساتھ غلہ وغیرہ روانہ کیا جاے۔ مصر سے خشکی کا راستہ بہت دُور دراز
تھا۔ اسلیئے غلہ کے پہونچنے مین دیر لگی۔ حضرت عمرؓ نے حاکم مصر عمرو بن عاصؓ
کو لکھا کہ اگر دریاے نیل بحر قلزم سے ملا دیا جاے تو اس بُعد مسافت
کی دقت ہمیشہ کے لیئے رفع ہو جائیگی۔ عمرو بن عاص نے اس کام
کو شروع کیا۔ بحر قلزم
سے بحر التمساح تک قدیم
نہر سے ریت وغیرہ صاف
کرائی۔ پھر بحر التمساح
سے لیکر فسطاط تک نئی
نہر تیار کی۔ یہ کام چھ مہینے
مین ختم ہوا۔ سنہ ۱۵۱ھ مین
محمد بن عبداللہ ہاشمی
نے مدینہ مین علم بغاوت
بلند کیا تو خلیفہ منصور عباسی
نے حاکم مصر کو حکم دیکر
یہ نہر بند کر دی تاکہ اہل مصر
مدینہ کو سامان جنگ
نہ بھیج سکین۔

دریاے نیل کا دہانہ

دریاے نیل دو شاخون کے ذریعہ سے بحر روم
(Mediterranean Sea) مین گرتا ہے۔ اسکی یہ دو شاخین قاہرہ
دال النیل | سے بیس کیلومٹر کے فاصلہ پر پھٹتی ہین اور اس مقام کو
فم البحر کہتے ہین انمین سے جو شاخ مشرق کیطرف گرتی ہے اُسے
بحر دمیاط کہتے ہین اور جو شاخ مغرب مین گرتی ہے اُسکا نام بحر الرشید
ہے اور انکے درمیان کی زمین روضۃ البحرین یا دال النیل کہلاتی ہے۔
ان دونون شاخون سے بہت سی چھوٹی چھوٹی نہرین نکلی ہین۔ انمین سے
بعض تو بحر روم مین گرتی ہین اور بعض اُن جھیلون مین جا ملی ہین جو
ساحل بحر روم پر واقع ہین۔ یہ جھیلین تعداد مین تین ہین۔ قدیم زمانہ
ساحل بحر روم کی جھیلین | مین بہت بڑی بڑی تھین۔ لیکن اب روز بروز چھوٹی
ہوتی جاتی ہین اور ایک
وقت ایسا آئیگا کہ بالکل
خشک ہو جائینگی۔
کیونکہ دریاے نیل
کی طغیانی مین ہر سال
مٹی کا جو ذخیرہ انمین
گرتا ہے وہ انکو بند کرتا
رہتا ہے۔ انمین سب
سے بڑی جھیل بحیرۃ المنزلہ
Manzaleh نہر سویز
Suez اور بحر دمیاط
Damiatt کے درمیان
واقع ہے اور پورٹ سعید
Port Said کے مغرب مین بیس کیلومٹر کے فاصلہ پر سمندر سے
مل گئی ہے۔ دوسری جو بحیرۃ البرلس Barlas کہلاتی ہے دال النیل
مین واقع ہے۔ تیسری کا نام بحیرۃ المریوط Mareotis ہے۔ یہ جھیل
بالکل خشک ہو گئی تھی۔ ۱۷۹۹ء مین جبکہ فرانسیسیون نے مصر پر فوج
کشی کی تو اسکندریہ کے پاس اُسے سمندر سے ملا دیا۔

بحر دمیاط کی نہرین | بحر دمیاط سے حسب ذیل نہرین نکلی ہین۔

۱۔ نہرالساحل کہ جسکو ریاح توفیقی بھی کہتے ہین فم البحر کے پاس سے نکلی ہے۔ پھر اسکی بہت سی شاخین ہوجاتی ہین۔ منجملہ اُنکے بڑی بڑی شاخون کے یہ نام ہین بحر سوتیس۔ بحر صفط۔ بحر طناح۔ بحر صغیر۔ یہ سب کی سب بحیرۃ المنزلہ مین گرتی ہین۔

۲۔ نہرالمنوفیہ۔ وادی النیل کے اندر فم البحر کے پاس سے نکلی ہے اور یہان سے ستر کیلومٹر کے فاصلہ پر اسکی دو بڑی بڑی شاخین ہوجاتی ہین۔ نہر باجوریہ اور بحر شبین۔ نہر باجوریہ سے بحر نشرت اور بحر قضابہ نکلی ہین۔ بحر شبین محلۃ الکبریٰ کے پاس سے ہوتی ہوئی بحر دمیاط اور بحیرۃ برلس کے مابین بحر الروم مین گرتی ہے۔ اس سے کئی شاخین نکلی ہین۔ انمین سب سے بڑی بڑی بحر السیف۔ بحر التیرہ۔ بحر البلقاس ہین اور یہ سب کی سب بحیرۃ برلس مین گرتی ہین۔

بحر رشید کی نہرین | جو نہرین بحر الرشید سے نکلی ہین وہ یہ ہین۔

۱۔ بحر صعیدی و سوق کے پاس سے نکلی ہے اور بحیرہ برلس مین گرتی ہے۔

۲۔ نہر الغربی۔ فم البحر کے پاس سے نکلی ہے اور صحراے لیبیان Libyan کے درمیان سے گذر کر نہر خطاطبہ سے مل جاتی ہے۔

۳۔ نہر خطاطبہ۔ فم البحر کے اوپر پچاس کیلومٹر کے فاصلہ سے برآمد ہوتی ہے پھر نہر الغربی ملکر بحر مریوط مین گرتی ہے۔ اس سے تین بڑی بڑی شاخین نکلتی ہین۔ نہر حاجر۔ نہر الودیاب۔ نہر توباریہ۔ پہلی دو شاخین بحر مریوط سے جاملی ہین تیسری صحراے اعظم مین جاکر ریت مین جذب ہوجاتی ہے۔

نیل کی طغیانی

نیل کی طغیانی قدرت کا ایک کرشمہ ہے۔ اسکا پانی ہر سال ایک معین وقت پر بڑھنا شروع ہوتا ہے اور ایک خاص زمانے تک بڑھتا رہتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ اُترکے اپنی اصلی حالت پر آجاتا ہے۔ پہلے زمانے مین اس طغیانی کی نسبت بہت سے لغو خیالات پھیلے ہوئے تھے۔ قدیم مصری اپنی دیوی آئیسیس Aeosius کے آنسوؤن کو اس سیلاب کا باعث بتاتے تھے۔ یہ لوگ خیال کرتے تھے کہ اُنکے سب سے بڑے دیوتا را Ra نے جسے یونانی مین ہیلیوس Helios کہتے ہین ایک دن یہ بددعا کی کہ آفتاب کے جتنے دن ہین اُنمین دیوتا پیدا نہ ہونگے۔ ہرمس Hermes نے جو عقل و دانش کا دیوتا تھا ماہتاب سے چوسر کھیلتے وقت پانچ دن جیت لئے جسے اُسنے سال کے تین سو ساٹھ دنون مین بڑھادیا اور ان پانچ دنونمین پانچ دیوتا پیدا ہوئے۔ پہلے اوسارس Usayres پیدا ہوا۔ اسکے بعد ہورس Hwres جسے یونانی مین اوسارس اپالو کہتے ہین تیسرے دن ٹائیفون Typhon چوتھے دن آئیسس Aeosius پانچوین دن نیافیز Neaphiz جسے یونانی مین وینس Venos کہتے ہین۔ اوسارس دیوتا نے آئیسس دیوی کے ساتھ شادی کی تھی۔ ٹائیفون نے ایک دن اوسارس کو دعوت دی اور اُسمین ایک صندوق پیش کرکے کہا کہ جسکے جسم کے برابر ہو وہی لے لے۔ جب اوسارس اُسکے اندر اترا تو ٹیفون نے اُسے بند کرکے دریاے نیل مین بہادیا۔ آئیسس دیوی اپنے شوہر کے فراق مین دریاے نیل پر کھڑی رویا کرتی ہے جس سے اُسکے آنسو دریا مین گرتے ہین اور اُنکے باعث یہ سیلاب آیا کرتا ہے۔

اس قسم کی اور بھی بہت سی روایات مشہور ہین۔ مگر اُنمین ایک بھی قابل التفات نہین حقیقت یہ ہے کہ خط استوا کے ملکون مین منبع کے آس پاس ہر سال دھوان دھار بارش ہوتی ہے جسکی وجہ سے یہ سیلاب آتا ہے۔ مصر کے بادشاہ بطلیموس[۵] ثانی نے بہت سے قابل آدمیون کو حبش و سوڈان کے ممالک مین بھیجکر اس امر کی تحقیق

[۵] سکندر اعظم کی وفات کے بعد اسکے سپہ سالار بطلیموس نے جسے انگریزی میں ٹولمی کہتے ہین مصر پر قبضہ کرلیا۔ اُسکے بعد یہ حکومت دو سو برس تک اُسکے خاندان مین رہی۔ اُسکا بیٹا بطلیموس ثانی جسکا اصلی نام فیلاڈلفس ہے سنہ ۲۸۵ ق م سے لیکر سنہ ۲۴۷ ق م تک برسرحکومت رہا۔ اسے علمی تحقیقات کا بیحد شوق تھا۔ مصر قدیم کی نسبت اسنے بہت باتین دریافت کی تھین۔ دنیا بھر کی نادر و نایاب کتابین جمع کرکے اپنے مستقر اسکندریہ Alexandria مین ایک عظیم الشان کتب خانہ قائم کیا تھا جسے شہنشاہ تھیوڈوسس Theodosius کے حکم سے سنہ ۳۹۱ء مین عیسائیون نے جلادیا۔

کیا تھا - اسکے بعد تمام محققین نے یہی اسباب بیان کئے ہین جو مورخ اسٹرابو[۱] Setirabo نے یہ بھی لکھا ہے کہ بہت سے سیاحون نے اس نظارے کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے -

طغیانی کا موسم | مورخ ہیروڈوٹس[۲] Herodotus کا بیان ہے کہ طغیانی کا پانی گرمی کے موسم مین یعنی جون کے اخیر ایام مین بڑھنا شروع ہوتا ہے اور ستمبر کے اخیر تک زیادتی پر رہتا ہے - اکتوبر اور نومبر کے مہینون مین کمی ہونے لگتی ہے - یہانتک کہ اپنی اصلی حالت پر آجاتا ہے - اس حساب سے طغیانی کی مدت پانچ مہینے ہوتی ہے - لیکن اسٹرابو Setirabo و پلینی[۳] Pliny نے اسمین اختلاف کیا ہے یہ لوگ تین مہینے کی مدت بتاتے ہین اور اُسی مین چڑھاؤ اُتار کا زمانہ قرار دیتے ہین - الحسن[۴] الفاسی نے اسّی دن بتائے ہین وہ لکھتا ہے کہ ۱۷ - جون سے نیل مین طغیانی شروع ہوتی ہے - اسکے بعد چالیس دن چڑھتا رہتا ہے اور پھر چالیس دن تک اُترتا رہتا ہے - اس حساب سے ۲۶ جولائی تک طغیانی رہتی ہے پھر اُتار شروع ہوتا ہے - ۴ ستمبر کو دریا کی اصلی حالت ہو جاتی ہے -

امین فکری[۵] اپنے جغرافیہ مین لکھتا ہے کہ دریا مین ۱۸ - جون سے زیادتی شروع ہوتی ہے - ۱۵ - اگست کو نصف حد تک پہونچ جاتی ہے - ۲۰ - ستمبر کو کمال حاصل ہو جاتا ہے - یہ دن یوم الصلیب کہلاتا ہے اسکے بعد بتدریج گھٹاؤ شروع ہوتا ہے - نومبر کے مہینے مین کمی کی انتہا ہو جاتی ہے اور دریا اصلی حالت پر آجاتا ہے -

جن لوگون نے وسط افریقہ کی سیاحت کی ہے وہ بیان کرتے ہین کہ سوڈان Soudan اور اتھوپیا Ethiopia کے ممالک مین مارچ کے اخیر ایام سے بارش شروع ہوتی ہے اور متواتر چھ مہینے یعنے ستمبر تک اسکا سلسلہ جاری رہتا ہے انھین ایام سے نیل مین زیادتی شروع ہو جاتی ہے لیکن اسکا اثر مصر مین دو مہینے کے بعد ظاہر ہوتا ہے - وجہ اسکی یہ ہے کہ پہلے تو گذرگاہ کی شورزار زمین پانی جذب کر لیتی ہے پھر اسقدر دور دراز سے نکلکر دو ہزار میل کی مسافت طے کر کے مصر مین آتے ہوئے اسقدر زمانہ گذر جاتا ہے -

طغیانی کی بلندی | پلینی Pliny کا بیان ہے کہ ایام طغیانی مین نیل کا چڑھاؤ اگر سطح سے اٹھارہ یا ساڑھے اٹھارہ فیٹ اونچا ہو تو خوشحالی

---

[۱] اسٹرابو قدیم زمانے کا ایک مشہور سیاح ہے جناب مسیح کا معاصر تھا - اسنے جغرافیہ کے متعلق بہت سی باتین تحقیق کی ہین اور اس بارے مین ایک کتاب لکھی ہے جسمین اُس زمانہ کی علومہ دنیا کے حالات اور وہان کے اقوام کی تاریخ درج ہے - [۲] ہیروڈوٹس زمانۂ قدیم کا مشہور مورخ ہے - یونان کا باشندہ تھا - اسکو ابوالمورخین کے لقب سے یاد کرتے ہین تاریخ مین اسنے ایک کتاب لکھی ہے جسمین ایران - شام - عرب - مصر - یونان - روم کے واقعات اور وہان کی اقوام کے تذکرے تفصیل کے ساتھ درج ہین - ولادت ۴۸۴ ق م وفات ۴۲۵ ق م - [۳] پلینی علم طبیعات کا عالم تھا - اُسنے تاریخ طبیعی کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے اسکے زمانے مین کوہ وسوویس کی آتش فشانی شروع ہوئی اور پومپئی اور ہرکولینم تباہ ہو گئے تو اسنے پہاڑ کے دہانہ کے پاس جاکر دیکھنا چاہا کہ اُسمین سے کس طرح یہ برباد کن چیزین خارج ہوتی ہین اور اسی کوشش مین اُسکی جان جاتی رہی - ولادت ۲۳ء وفات ۷۹ء - [۴] الحسن بن محمد بن وزان الفاسی - غرناطہ کا باشندہ تھا - مراکو مین آکر بڑے بڑے علما سے علم حاصل کیا اسکے بعد افریقہ کے شمالی اور وسطی ممالک کی سیر و سیاحت کی پھر یہان سے نکلکر عرب - ایران - تاتار مین گیا - اس سفر سے واپس ہوکر ۱۵۱۷ء مین جب قسطنطنیہ پہونچا تو بحری قزاقون نے اُسے گرفتار کر لیا اور وہان سے روما لیگئے جہان پوپ لیو دہم کے ایما سے عیسائی مذہب قبول کر لیا - جب پوپ کا انتقال ہو گیا تو روما کی سکونت چھوڑ دی اور ٹونس مین آکر مسلمان ہو گیا اور یہین فوت بھی ہوا - اسنے جغرافیہ مین ایک کتاب لکھی ہے جسمین افریقہ کے شمالی اور وسطی ممالک کا مفصل ذکر ہے - یہ کتاب تین صدیون تک یورپ مین افریقہ کے متعلق مستند مانی جاتی تھی - [۵] محمد امین فکری اسنے فرانس مین تعلیم پائی ہے - پہلے مصر کے سررشتۂ تعلیم مین ملازم تھا پھر ہائیکورٹ کا جج مقرر ہوا - سویڈن مین جو اورینٹل کانفرنس منعقد ہوئی تھی اسمین سلطنت مصر کی طرف سے وکیل مقرر ہو کے گیا تھا - اسنے علی مبارک پاشا کی فرمائش سے ۱۲۹۶ھ مین مصر کا ایک ضخیم جغرافیہ تصنیف کیا ہے - اسکے علاوہ ایک کتاب اپنے سفر یورپ کے متعلق لکھی ہے -

رود نیل
پیمانہ
بحر الروم
اسکندریہ
سینا
القطرہ
سویز
قاہرہ
اسیوط
اسوان
صحرائے نوبہ
نوبہ
خرطوم
ام دامان
الابیض
دارفور
شکا
بحر العرب
بلاد شلوک
فاشودہ
کسلا
حبش یا ابی سینیا
سومالی لینڈ
اوگنڈا
بلاد نیام نیام
وسط افریقہ کی خود مختار ریاستیں
منابع دریائے نیل
برٹش مشرقی افریقہ
بحر وکٹوریہ نیانزا
البرٹ اڈورڈ نیانزا
وسط افریقہ
یمن
عدن
۲۵
۳۰
۳۵
۴۰

کا اندیشہ ہے اگر چوبیس ۲۴ فیٹ تک چڑھ جاوے تو ملک غرقاب ہو جاتا ہے
شہنشاہ جولین Julian نے اپنی ایک چٹھی مورخہ ۲۰ ستمبر ۳۶۲ء مین
طغیانی کی بلندی بائیس ۲۲ فیٹ لکھی ہے حسن الفاسی نے لکھا ہے کہ طغیانی کی
اوسط بلندی پندرہ ۱۵ بالشت ہے اور اس سال افراط سے زراعت ہوتی ہے اگر
پندرہ اور بارہ کے درمیان ہو تو فصل مین کچھ کمی ہو جاتی ہے اور اگر بارہ ۱۲ اور دس ۱۰
کے درمیان ہو تو قحط پڑ جاتا ہے۔ اگر اٹھارہ ۱۸ بالشت تک پانی بلند ہو جاے
تو رطوبت بہت زیادہ ہو جائیگی اور اگر اس سے بھی بڑھ جاوے تو مصر کے
غرق ہو جانے کا خطرہ ہے۔

حال کی کتب جغرافیہ مین لکھا ہوا ہے کہ سب سے بہتر طغیانی وہ
ہے جو معمولی سطح سے سولہ ۱۶ فیٹ بلندی پر ہو۔ اگر اس سے زیادہ ہو جاے
تو اردگرد کا علاقہ غرقاب ہو جاتا ہے۔ بہ نسبت شمال کے جنوبی ممالک مین چڑھاؤ
خوب بلند ہوتا ہے۔ اسکے بعد دریا کو سمندر سے جسقدر قرب ہوتا جاتا ہے
بلندی کم ہوتی جاتی ہے۔

ایام طغیانی مین نیل کا پانی بہت تیزی کے ساتھ بہتا ہے چند
سال پہلے اسکی تحقیقات کی گئی تھی تو معلوم ہوا کہ قاہرہ مین جزیرۃ الروضہ
کے پاس ایک گھنٹہ مین چوبیس ہزار ملین پانی گذر جاتا ہے۔

مقیاس النیل طغیانی کی روزانہ زیادتی کا اندازہ کرنے کیلئے فراعنہ مصر نے ممفس
Memphis کے بڑے مندر مین ایک پیمانہ لگایا تھا۔ یہ پیمانہ اصل مین ایک
مینار تھا اور اسپر زیادتی کے درجے بنے ہوے تھے۔ شہنشاہ قسطنطین
Constantine نے اپنے زمانۂ حکومت مین اس مینار کو مندر سے
اٹھوا کر اسکندریہ کے ایک گرجا مین نصب کرا دیا جسکی وجہ سے مصریون
مین بیحد ناراضگی پھیل گئی۔ اسکے بعد شہنشاہ جولین Julian جب
تخت نشین ہوا تو مینار کو اُسی مندر مین بھجوا دیا مگر شہنشاہ تھیوڈوسئیس
Theodosius نے پھر اُسکو وہان سے اٹھوا منگایا۔

عہد اسلام مین عبد العزیز بن مروان نے جو خلیفہ عبد الملک
کیطرف سے مصر مین حاکم تھا سب سے پہلے ۶۹ھ مین بمقام حلوان مقیاس
بنایا۔ جب یہ عمارت گر گئی تو ۹۶ھ مین سلیمان بن عبد الملک کے زمانے مین
اسامہ بن یزید والی مصر نے جزیرۃ الروضہ مین اسی قسم کی ایک نئی عمارت
تعمیر کی۔ ۲۱۱ھ مین جب مامون الرشید مصر مین داخل ہوا تو اُسکے حکم
سے اس عمارت مین بہت کچھ ترمیم کی گئی۔ خلیفہ الواثق باللہ کے عہد مین ۲۲۳ھ
مین اسکو منہدم کر کے از سر نو بنایا گیا اور اُسکا نام مقیاس الجدید قرار پایا۔
اسکے بعد ۲۴۷ھ مین بعہد متوکل باللہ اسکی شکست و ریخت کی مرمت کی گئی
خلفاے فاطمیہ کے زمانہ مین ۴۸۵ھ خلیفہ مستنصر باللہ کے حکم سے منہدم
کرنیکے بعد اسکی از سر نو تعمیر ہوئی۔ اسکے بعد اسمین وقتاً فوقتاً ترمیمات ہوتی رہین۔

حسن الفاسی نے اس پیمانہ کی نسبت لکھا ہے کہ یہ ایک چار ۴ بالشت
مربع حوض ہے اور اسکا عمق اٹھارہ ۱۸ بالشت ہے اسکے درمیان ایک
ستون ہے جسپر نشانات بنے ہوئے ہین۔ اسمین ایک اندرونی نل
کے ذریعہ سے دریا کا پانی آتا ہے اور نیل مین روزانہ جسقدر طغیانی ہوتی
ہے اسمین اُسیقدر پانی بلند ہوتا جاتا ہے۔

اسوقت خاص مصر مین چار مقیاس بنے ہوئے ہین ایک
قناطر الخیریہ مین۔ دوسرا قاہرہ کے پاس جزیرۃ الروضہ مین تیسرا جزیرہ الیفنٹین Elephantine
مین چوتھا وادی حلفہ Wady Halfa مین۔ انکے علاوہ خرطوم
Khartoom اور بربر Berber مین بھی دو مقیاس لگے ہوے
ہین۔ یہان سے وقتاً فوقتاً ٹیلیگراف کے ذریعہ سے قاہرہ مین خبرین
بھیجی جاتی ہین۔

وادی النیل

وادی النیل سے وہ آراضی مراد ہے جو دریاے نیل کی طغیانی
سے سیراب ہوتی ہے۔ دریاے نیل حبش اور نوبیہ کے ملکون مین
دو صحراؤن کے درمیان سے گذرتا ہے۔ لہذا یہان سواے اُن
جزیرون کے جو اسکے وسط مین ہین۔ ان اطراف مین کہین زراعت

نہین ہوتی۔ البتہ کسی کسی مقام پر لب ساحل چند وسیع قطعات موجود ہین جو قابل زراعت ہین۔ پہلے آبشار تک نیل کے اطراف کی زمینون کا یہی حال ہے۔ اس جگہ سے وہ گویا سرزمین مصر مین داخل ہوتا ہے اور پھر اسکی وادی وسیع ہوجاتی ہے اور بیشمار باغون۔ چراگاہون اور سبزہ زارون سے ہوکر گذرتا ہے۔

دریاے نیل کے سبب سے مصر کی زرخیزی

دُنیا کے عموماً تمام ممالک کی یہ حالت ہے کہ وہان بارش کے پانی سے پیداوار ہوتی ہے۔ اگر کسی سال بارش نہو تو زمین بنجر اور افتادہ ہوجاتی ہے۔ لیکن مصر کی حالت اسکے خلاف ہے۔ اس ملک مین بارش نہین ہوتی تاہم وہ دُنیا کے بڑے بڑے زرخیز ملکون مین شمار ہوتا ہے۔ سبب اسکا دریاے نیل ہے۔ کیونکہ طغیانی سے تمام زمین سیراب ہوجاتی ہے اور بارش کے نہ ہونے سے جو نقصان ہوتا ہے اُسکا بدلہ اس دریا سے اسطرح مل جاتا ہے۔

دوسرے دریاؤن کا یہ دستور ہے کہ وہ جب کسی زمین سے گذرتے ہین تو اُنکی رو مین عمدہ مٹی بہکر ریت یعنی ناکارہ مٹی رہجاتی ہے۔ برخلاف اسکے دریاے نیل اپنی رو مین سوڈان اور نوبیہ کے علاقون سے جو چکنی مٹی بہا لاتا ہے۔ مصر کی زمینون پر اُسکی تہ جم جاتی ہے اور گذشتہ فصل سے زمین جسقدر کمزور ہوگئی تھی اسکی وجہ سے اُتنی ہی زوردار ہوجاتی ہے۔

دریاے نیل کا پانی چونکہ تمام ملک مین نہین پھیل سکتا ہے اسلئے اہل مصر نے دریا سے بہت سی نہرین کاٹی ہین اور اُنسے زراعت کیلئے تمام بلند علاقون کو سیراب کرتے ہین۔ چنانچہ اسمٰعیل علی آفندی نے اپنے جغرافیہ نخبۃ الازہریہ مین اس قسم کی نہرون کا مفصل ذکر درج کیا ہے۔

ساحل نیل کے شہر

نیل کے کنارے حسب ذیل بڑے بڑے شہر آباد ہین۔

القاہرہ (Cairo) ملک مصر اور براعظم افریقہ کا سب سے بڑا شہر ہے۔ دریاے نیل کے مشرقی ساحل پر واقع ہے خلیفہ معزالدین باللہ فاطمی کے سپہ سالار جوہر الصقلی نے ۳۵۸ھ (۹۶۹ء) مین اسکو آباد کرایا تھا۔ اُس عہد سے آجتک شاہان اسلام کا دارالحکومت ہے۔ موجودہ مردم شماری اندازاً چار لاکھ ہے۔ اسمین ملکی اور اجنبی دونون شامل ہین۔

قاہرہ مین مسلمانون کی یادگار عمارات کثرت سے ہین اور اپنی صنعت کے لحاظ سے اسقدر مشہور ہین کہ متقدمین کی بےنظیر یادگار سمجھی جاتی ہین۔ یہان بعض صحابہ کرام اور ائمہ وعظماے عظام کے مزارات بھی ہین۔ حضرت عمرو بن العاص (فاتح مصر) حضرت زینب (ہمشیرۂ امام حسینؓ) حضرت کلثوم۔ امام شافعی۔ امام لیث کے مقبرے بڑی شان وشوکت کے ہین۔ ایک مسجد مشہد حسین کے نام سے مشہور ہے۔ کہتے ہین کہ اسمین امام حسینؓ کا سر مبارک مدفون ہے۔

فسطاط جسکو مصر العتیقہ بھی کہتے ہین قاہرہ کے شمال مین نیل کے مشرقی ساحل پر آباد ہے۔ قدیم زمانے مین جبل مقطم اور نیل کے درمیان کف دست میدان تھا جسمین دریا کے کنارے رومیون نے ایک قلعہ بنایا تھا جو قصر شمع کہلاتا تھا۔ مسلمانون نے ۲۰ھ (۶۴۱ء) مین مصر پر حملہ کیا تو سب سے پہلے قصر شمع کا محاصرہ کیا اور اُسکے میدان مین لشکر کے خیمے نصب کئے جب قلعہ فتح ہوگیا تو فوج اسکندریہ کیطرف روانہ ہوئی اور خیمے اُکھاڑے جانے لگے تو معلوم ہوا کہ ایک خیمہ کے گوشہ مین کبوتری نے انڈے دئے ہین۔ تو حضرت عمرو بن عاص نے خیمہ کے اُکھاڑنے سے منع کردیا اور اُسکو وہین چھوڑکر اسکندریہ چلے گئے۔ اسکندریہ کے فتح کے بعد جب واپس آئے تو اُس خیمہ کے پاس ۲۱ھ مین ایک شہر کی بنیاد ڈالی اور ایک جامع مسجد بھی تعمیر کرائی جو اتبک جامع عمرو کے نام سے مشہور ہے اور یہ سب سے پہلی مسجد ہے جسے مسلمانون نے مصر مین تعمیر کرایا۔ خیمہ کو عربی زبان مین فسطاط کہتے ہین۔ اسی مناسبت سے شہر کا نام بھی فسطاط مشہور ہوگیا۔ فسطاط پہلے زمانہ مین بڑا غدّار شہر سمجھا جاتا تھا۔ علامہ بشاری نے اپنے جغرافیہ مین لکھا ہے کہ یہ شہر بغداد کا

ناسخ اور اسلام کا فخر ہے۔ تمام بلاد اسلام مین یہان سے زیادہ کسی جامع مسجد مین علمی مجلسین نہین ہوتین اور نہ یہان سے زیادہ کسی شہر کے ساحل پر جہاز لنگر ڈالتے ہین۔ فاطمیون نے جب قاہرہ کو بسا کر اُسے اپنا تخت گاہ بنایا تو اسکی یہ رونق کم ہو گئی اور رفتہ رفتہ قاہرہ کے مضافات مین شامل ہو کر مصر العتیقہ سے نام زد ہو گیا۔

الجیزہ El Gizah دریاے نیل کے بائین جانب آباد ہے۔ اسلامی فوج جب اسکندریہ سے فسطاط مین واپس آئی تو حمیر اور ہمدان کے قبیلون نے اپنی سکونت کیلئے نیل کے مغربی ساحل کو پسند کیا۔ حضرت عمرو بن العاص نے اس آبادی کے اطراف حصار کھینچکر قلعہ بنوا دیا جو الجیزہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ الجیزہ کے مغرب مین تینون وہ اہرام[۵۱] استادہ ہین جو دنیا کے سات عجائبات مین شمار کئے جاتے ہین۔

ممفس Memphis فراعنۂ مصر کا تختگاہ ہے نیل کے مغربی کنارے پر آباد تھا۔ تورات مین موف מף یا نوف נף کہلاتا ہے۔ اسکے جائے وقوع کو ظاہر کرنے کے لئے ایک بھاری بت اور چند گرے ناٹے پتھر کے ٹکڑے باقی رہگئے ہین۔ حال مین اسکے پاس ایک عجیب وغریب قبرستان برآمد ہوا ہے جو ہزار فیٹ لمبی چٹان تراش کر بنایا گیا ہے۔ اسمین سنگ مرمر کے بہت سے خوبصورت صندوق نکلے ہین اور اُنمین اُن سانڈون کی لاشین رکھی ہوئی ہین جنھین قدیم مصری متبرک سمجھکر پوجتے تھے۔

بنی سویف Bani Sooif مصر صعید کی مدیریت دویم کا صدر مقام ہے۔ اسکی آبادی تقریباً (۲۲۰۰۰) ہو گی۔ یہان قالین۔ دُھسّے اور پشمینے بہت اچھے بُنے جاتے ہین۔ علاوہ ازین روئی اور اناج کی تجارت بھی بہ کثرت ہوتی ہے۔

المینا El Mina مصر صعید کی مدیریت چہارم کا صدر مقام ہے۔ قدیم زمانہ مین اسکا نام اطمون تھا۔ خلیفہ ہارون الرشید کے عہد مین خطیب بن عبد الحمید یہان کا حاکم ہو کر آیا تو اسکا نام المنیۃ الخطیب ہو گیا۔ اسوقت اسکی آبادی (۱۵۰۰۰) نفوس ہے اور یہان شکر سازی کے بڑے بڑے کارخانے ہین۔

اسیوط Sioot مصر صعید کی مدیریت پنجم کا صدر مقام ہے۔ اسکی آبادی (۵۶۲۰۰) ہو گی۔ تجارت کی بہت بڑی منڈی اور صنعت وحرفت کا مرکز ہے۔ اس شہر مین بہت سے فاضل پیدا ہوئے ہین منجملہ اُنکے امام سیوطی بہت مشہور ہین۔ امام سیوطی کا نام جلال الدین ہے۔ تفسیر۔ حدیث۔ فقہ۔ تاریخ ادب وغیرہ کے بہت بڑے عالم تھے سنہ ۹۱۱ھ مین فوت ہوئے۔ سو سے زیادہ انکی تصنیفات ہین۔

سوہاج Soohag مصر صعید کی مدیریت ششم کا بندرگاہ ہے یہان کی رنگی ہوئی کھالین اور لکڑی کا کام بہت مشہور ہے۔ سعید پاشا خدیو نے یہان بہت سی عمارات بنوائی ہین (۲۱۰۰۰) اسکی مردم شماری ہو گی۔ اسکے پاس نہر سوہاجیہ کا منبع ہے۔

قنا (Kenah) مصر صعید کی مدیریت ہفتم کا صدر مقام اور تجارت کی بہت بڑی منڈی ہے اسمین بہت سے بزرگان دین کے مزار ہین جنمین سب سے زیادہ مشہور عارف باللہ سید عبد الرحیم بن احمد القنادی المتوفی سنہ ۱۰۹۳ھ کا مزار ہے۔

تھیبس (Thebes) مصر کا قدیم شہر ہے کسی زمانے مین سواحل نیل کے تمام ملک کا دار الحکومت تھا۔ تورات مین اسکا نام نو آمون נא אמון آیا ہے۔ کہتے ہین کہ یہ شہر چودہ میل کے حلقہ مین تھا۔ اور اسکے سو دروازے تھے اور اسکے بیچ مین دریاے نیل بہتا تھا۔ اب اس

---

۵۱ مصر مین ستر سے زیادہ اہرام ہین مگر انمین الجیزہ کے اہرام سب سے بڑے ہین اور اسیوجہ سے الہرمان کہلاتے ہین۔ یہ مینار اصل مین فراعنۂ مصر کے مقبرے ہین۔ انکے زمانۂ تعمیر کی نسبت اختلاف ہے۔ یاقوت حموی انکو طوفان نوح سے پہلے کی عمارت بتاتا ہے۔ حال کی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ سنہ ۳۰۰۰ ق م اور سنہ ۲۰۰۰ ق م کے درمیان بنے ہین انمین سب سے بڑا مینار جو ہرمان کبیر کہلاتا ہے شاہ جوفو Chufu کا بنایا ہوا ہے۔ دوسرے مینار کو جو اس سے کسیقدر چھوٹا ہے جوفو کے بیٹے چیفرس Chafers نے تعمیر کرایا تھا تیسرا مینار منکرس Mincares کی تعمیرات سے ہے۔ یہ مینار مخروطی شکل کے ہین اور پتھرون سے بنے ہوئے ہین اور انمین پتھر انکو سطح وصل کیا ہے کہ جوڑ یا درز کا معلوم ہونا تو ایک طرف چونا یا مصالح کا بھی اثر نہین معلوم ہوتا اور اس پر استحکام کا یہ حال ہے کہ ہزارہا برس ہو چکے جوڑون مین بال برابر فصل نہین پیدا ہوا ہے۔

مقام حسب ذیل چار قریے بستے ہین اور انہین اسکے کھنڈر اپنی گذشتہ شان و شوکت یاد دلانے کے لئے ابتک موجود ہین۔ الاقصر (Luxor) نیل کے ساحل راست پر آباد ہے اور اسمین بہت سے عجیب و غریب عمارتی یادگار پائے جاتے ہین۔ اسکے شمال مین قصبہ کرنک Carnac ہے جسمین ایک عجیب و غریب مندر واقع ہے۔ مغربی ساحل پر فراعنۂ مصر کا قبرستان ہے جسے بیبان الملوک کہتے ہین۔ اسکے پاس ایک قصبہ آبو کے نام سے مشہور ہے اسمین بھی بہت سی یادگار عمارات کے شکستہ آثار نظر آتے ہین۔

قفط Coptos آثار تھیبس کے پاس ساحل راست پر آباد ہے۔ یہ بھی قدیم شہر ہے اور گذشتہ زمانے کے بہت سے آثار اسمین موجود ہین۔ اسکے پاس ایک وادی کا منبع واقع ہے۔ کہتے ہین کہ بطلیموس نے اسی خلیج کو کھولکر دریائے نیل کو بحر احمر سے ملایا تھا جسکی وجہ سے شہر بہت بڑی تجارتگاہ بن گیا تھا۔ ہندوستان۔ عرب۔ ایتھوپیا کے شہرون سے بحری راستہ سے یہان سامان تجارت آتا تھا۔ قدیم مصریون کو اسی قصبہ کیطرف منسوب کرکے قفطی یا قبطی کہتے ہین

اسوان Assouan نیل کے دائین ساحل پر آبشار ششم کے قریب واقع ہے۔ تجارت یہان خوب ہوتی ہے اسکے سامنے ایک جزیرہ ہے جسے الفنتین Elephantine کہتے ہین۔ اسمین پرانے زمانہ کا ایک عظیم الشان مندر اور بہت سے ستون استادہ ہین۔

وادی حلفہ Wadi Halfa مصر صعید کی مدیریت ششم کے چوتھے مرکز کا صدر مقام ہے۔ اسکے پاس نیل کا پانچوان آبشار واقع ہے جسے "شلال وادی حلفہ" کہتے ہین۔ اس شہر پر مصر کی سرحد ختم ہوکر نوبیہ کا علاقہ شروع ہوتا ہے۔

حانک Hannek اسی شہر مین مہدی سوڈانی پیدا ہوئے تھے۔

الوالحمد Abo Hammed نوبیہ کا مشہور شہر ہے نیل کے دائین کنارے صحرائے عتمور کے سرے پر آباد ہے بربر Berber سے کروسکو Cearoses کو جانیوالے قافلے یہان ٹھہرا کرتے ہین۔

بربر Berber جسکو الخیرف بھی کہتے ہین نیل کے دائین ساحل پر تجارت کی بہت بڑی منڈی ہے خرطوم Khartoom سواکن Suakin کو جانے والے قافلے یہان ٹھہرا کرتے ہین۔

الدامر El Damer نیل اور نہر عطبرہ کے سنگم پر واقع ہے۔

شندی Shendy حبش۔ کردوفان Kordofan اور دارفور Darfur سے آتے جانے والے قافلون کا مرکز ہے۔

خرطوم Khartoom نہر الابیض اور نہر الازرق کے مقام اتصال پر آباد ہے۔ اسکو محمد علی پاشا نے آباد کیا تھا۔ اسمٰعیل پاشا نے یہان بہت سی عمارتین بنوائی تھین۔ یہ شہر سوڈان مصری کا پایہ تخت تھا۔ ۱۸۸۲ء مین جب مہدی سوڈانی نے علم بغاوت بلند کیا تو اسکی حالت خراب ہوگئی اور بہت سی عمارتین منہدم ہوگئین۔ مہدی نے دریا کے ساحل راست پر خرطوم کے سامنے ایک شہر ام درمان Omdarman کو اپنا مستقر بنایا لیکن جب مہدی کا استیصال ہو گیا تو مصریون نے خرطوم کو از سر نو رونق دیکر پھر اپنا مقام بنالیا اور تھوڑے ہی عرصہ مین اسکو پہلے سے بھی زیادہ ترقی ہوگئی۔

حکیم سید شمس اللہ قادری

مہتاب الدولہ درخشان

حضرت واجد علی شاہ طاب ثراہ کے منتخب کئے ہوئے شاعرون مین تھے - تدبیر الدولہ منشی مظفر علی اسیر سے انھون نے فن شعر کو حاصل کیا تھا - انکی سخن سنجی و خوش گوئی پر اُستاد کو بھی ناز تھا - یہی سبب ہوا کہ جب فتح الدولہ برق نے اپنے ایک خوش فکر شاگرد مرزا محمد رضا طور کو دربار شاہی مین پیش کیا تو منشی صاحب نے مہتاب الدولہ درخشان کو پیش کر دیا - مہتاب الدولہ خود بیان کرتے تھے کہ میری اور آفتاب الدولہ قلق کی نذر ساتھ ہی ہوئی اور ہم دونون کو خطاب بھی ساتھ ہی ملے - الحاق اودھ کے بعد قلق اور اسیر لکھنؤ مین رہ گئے - طور کربلاے معلی چلے گئے - برق و درخشان بادشاہ کے ساتھ مٹیا برج مین رہے اور وہین مر بھی گئے - بادشاہ کے قلعہ سے چھوٹنے اور ۵۷ء کے فتنہ و فساد فرو ہونے کے بعد لکھنؤ سے اور بھی شعرا پہونچے اور ملازمان شاہی مین منسلک ہوئے - سات شاعر اُنمین سے سبعہ سیارہ کہلاتے تھے - یہ امتیاز حضرت کا دیا ہوا تھا - درخشان بھی ان ساتون مین داخل تھے - یہ سب لوگ بڑے نازک خیال تھے - اس سبب سے کہ بادشاہ کو وہی رنگ زیادہ ترپسند تھا - مرزا داغ مرحوم بارہا ذکر کرتے تھے کہ مین جب رامپور سے چلا تو لکھنؤ و عظیم آباد وغیرہ مین ٹھہرتا ہوا اور مشاعرون مین سب جگہہ شریک ہوتا ہوا کلکتہ پہونچا - جو مزہ مجھے مٹیا برج کے مشاعرون مین آیا وہ لطف لکھنؤ مین بھی نہ پایا - درخشان نہایت پرگو شخص تھے - جمیع اصناف سخن پر انکا کلام تمام تھا - بنگالان لوگون کے لئے ایسا کور دہ تھا کہ کسی نے یہ بھی نہ جانا کہ لکھنؤ کے کچھ اہل کمال یہان پڑے ہوئے ہین - کسی کے کلام کا بھی کچھ پتہ نہین ہے - مجھے ایک عرصہ کے بعد شاہزادہ مرزا محمد مقیم بہادر کے حسب طلب کلکتہ جانے کا اتفاق ہوا - وہان ایک ایک سے پوچھا کہ عیش و بہار و ہنر و درخشان وغیرہ کے دیوان کسی کے پاس ہین - ایک مصرع بھی نہ ملا - مستورات مین سے ایک صاحب کے پاس درخشان کے چند شعر نکلے - دیکھا تو سب الف کی ردیف کے ہین اور یہ معلوم ہوا کہ کسی نے فقط اپنی پسند کے شعر لکھ لئے ہین - پوری غزل کوئی نہین ہے - مین نے اُنھین اشعار کو مغتنم سمجھا اور سب لکھ لئے - اگر محسنات کلام کے بیان مین میرے قلم سے کہین مبالغہ تراوش کرے تو اہل فن اُسکو مقتضاے محبت و حق صحبت پر محمول فرمائین -

اشعار

ہر مصرع ہو جو حاصل مصرع تر دوسرا مرغ معنی کے لئے پیدا ہو شہپر دوسرا

حال اپنا سے زمان ہے مثل سنگ آسیا ایک ہے آرام مین کھاتا ہے چکر دوسرا

نیک پر ہے فوق بد کو بحر عالم مین تو کیا خس نظر آتا ہے مجھکو ایک - گوہر دوسرا

گلشن عالم مین کی اک وضع پر ہم نے بسر پیرہن بدلا نہ مانند صنوبر دوسرا

کیون پڑے رد تری کس طرح ناکس سے کرتا ہے رجوع بند کر سکتا نہین رزق مقدر دوسرا

دست رس میرا جو ہو تجھ سے توڑ دون آئینہ دیکھنے پائے نہ تیرا روے انور دوسرا

کام وہ کر جس سے راحت گور کی منزل مین ہو تا قیامت تو رہے جسمین نہین گھر دوسرا

ذبح کیا کرتے ہو چھوڑو باندھکر پر بام پر ایک کو دیکھے تو آ بیٹھے کبوتر دوسرا

اے درخشان جسکے مضمون سے ہے روشن اک جہان
شاہ اختر سا نہین دیکھا سخنور دوسرا

اس غزل مین حسن بندش لطف تغزل شان مشق دیکھنے کی

چیزین ہین۔ غزل مین زبان کا مزہ ردیف کے چپکنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اسکے ہر شعر مین ردیف ایسا مزہ دے رہی ہے جیسے ترانہ مین سم۔ ہر شعر کے حاصل معنی کو دیکھئے کیسے پُر مغز مضامین ہین۔ مطلع مین شہرت کا استعارہ شہپر ہے۔ سنگ آسیا کی تشبیہ۔ خس کا پانی کے اوپر بہنا اور گوہر کا تہ نشین ہونا۔ صنوبر اور مقدّر کے قافیہ مین قناعت کا او آئینہ والے شعر مین غیرت کا مضمون داد طلب ہے۔ گھر کا قافیہ بھی ردیف سے خوب لپٹا ہے اور مضمون بھی عبرت خیز ہے۔ ایک کبوتر کو دیکھکر دوسرے کا آبیٹھنا کیا اچھی تخیل ہے، اور تخئیل ہی شعر کی جان ہے ورنہ شاعر کوئی واعظ نہین ہے کہ سارا کلام اُسکا پند ناصح ہو۔ مقطع مین بادشاہ کی مدح ہے۔ ذوالفقارالدولہ بادشا کے مقرب و رفیق خاص تھے۔ اُنکے یہان مشاعرہ تھا اور سب کو معلوم تھا کہ جہان پناہ بھی رونق افروز ہونگے۔ غزلین بھی شعرا نے فکر سے کہین اور ایک آدھ شعر مین اُنکی مدح بھی کی ہے۔ بادشاہ کہتے تو بہت تھے مگر مشاعرہ مین آنے کا ذوق نہ تھا اسی سبب سے یہ مشاعرہ لُٹ گیا۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا تھا کہ ہوادار پر سوار چلے جارہے ہین شعرا کو باریابی کا موقع مل گیا باتون باتون مین کوئی مصرع حضرت کی زبان سے نکل گیا۔ سب نے ملکر اُسے طرح قرار دے لیا۔ پھر جو سواری ہوئی تو اپنی اپنی غزلین سناتے ہوئے ہوادار یا بوچے کے ساتھ ساتھ چلے۔ بوچے کے کہار مزاج شناس تھے۔ آہستہ آہستہ قدم اُٹھانے لگے۔ سیدھی راہ کو چھوڑکر باغون کے اندر ہوتے ہوئے گزرے۔ شعرا جب پڑھ چکے اور داد لے چکے تو رئیس الدولہ جو خوشنویسون کے افسر اور مطبع سلطانی کے مہتمم تھے بوچے کے قریب آئے اور بادشاہ کی غزل صاف کی ہوئی گزران دی۔ اُنسے غزل لیکر حضرت نے پڑھنا شروع کی۔ کلام الملوک ملوک الکلام کا شور بلند ہوا۔ لیجئے مشاعرہ ہوگیا۔ جہان پناہ رہس منزل مین داخل ہوگئے۔ رئیس الدولہ بھی شعر کہتے تھے اور مہتاب الدولہ سے مشورہ تھا۔

ولہ

محراب سے ابرو کے مقابل نظر آیا — کیا نام خدا قبلہ نما دل نظر آیا
جی ڈوب گیا جب مجھے ساحل نظر آیا — دریاے محبت کا نہ پوچھو حد و پایان
دیدار فقط زیست کا حاصل نظر آیا — مرجانے سے بدتر ہے غم دوری احباب
دل صورت منقار عنادل نظر آیا — نالان ہے جراحت سے نہین طالب مرہم

نازک ہے فن شعر نہایت ہی **درخشان**
کہنے سے سمجھنا مجھے مشکل نظر آیا

محراب ابرو کی گنجائش وزن مین نہ تھی۔ محراب سا ابرو باندھ دیا۔ نام خدا کا لفظ محض قبلہ و محراب کی رعایت سے رکھا ہے اور پھبتی کا لفظ معلوم ہوتا ہے۔ دوسرے شعر مین جی ڈوب جانا بھی دریا کی رعایت سے لائے ہین مگر وہ بُرا نہین معلوم ہوتا۔ رعایت لفظ کرنے مین اتنا سلیقہ شاعر کو ضرور ہونا چاہئے کہ رعایت مبتذل و مبتکر مین تمیز کرے۔ یورپ کے شاعرون کی تقلید مین جو لوگ رعایت سے مطلقاً نفرت ظاہر کرتے ہین اُنکی راے یہ ہے کہ کسی محل پر رعایت اچھی نہین معلوم ہوتی۔ مگر تجربہ اسکے خلاف ہے۔ مین اسکو ویسی ہی بات سمجھتا ہون کہ کسی کو اوبلا ہوا گوشت پسند ہے کسی کو بھُنا ہوا۔ حد و پایان مین ایک لفظ مونث ایک مذکر ہے۔ مگر دونون ملکر مذکر ہی بولے جائینگے۔ دل دو نیم کی تشبیہ منقار عنادل سے اور مقطع مین بندش کی صفائی و طرز بیان نہایت پُر لطف ہے۔

ولہ

جلانے کا مزہ پایا تو ہوتا — کبھی تم نے بھی گُل کھایا تو ہوتا
تمہین اتنا خیال آیا تو ہوتا — کوئی میرے لئے ہے بے خور و خواب

کہین سکتہ نہ عاشق کو ہوا ہو   اُسے آئینہ دکھلایا تو ہوتا
پلائی گر نہ ساقی نے مجھے مَے   دکھا کر جام ڈھکایا تو ہوتا

جلانے کا مزہ دیکھ لیا ہوتا یا چکھا ہوتا زیادہ تر اس محل پر بولتے ہین۔ پایا تو ہوتا ضرور قافیہ کے سبب سے کہہ گئے ہین۔ خواب وخیال مین مراعات النظیر پھر موجود ہے اور بیشک بُری معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اُسکے بُرا معلوم ہونے کی لم یہ نہین ہے کہ رعایت لفظی اصل مین بُری چیز ہے بلکہ متبذل ہونے کی وجہ سے بُری معلوم ہو رہی ہے۔ یعنی خواب کے ساتھ خیال کا لفظ دولاکھ دفعہ کہا گیا ہے اب سُنتے سُنتے جی اُکتا گیا۔ تیسرے شعر مین عاشق کا لفظ متبذل ہے۔ انکا ایک شعر مجھے یاد آیا اسی مضمون کو کیا اچھی طرح کہا ہے۔ ؎

سکتہ مین وہ آئینہ دکھا کر مجھے بولے   پتھر پڑین اے شخص تری بے خبری پر

ڈھکانے کا شعر بہت صاف ہے مگر ایک پرہیزگار کہہ رہا ہے کہ مجھے مَے نہ پلائی تھی تو ڈھکایا ہی ہوتا اسکے معنی کیا معنی اسکے یہ ہین کہ شراب کا مضمون فارسی و اُردو کی شاعری مین معرکہ شعرا ہے خواہ کوئی شراب پیئے یا نہ پیئے ان مضامین کا کہنا ضرور ہے۔ ایسے ہی اور بھی اسرار ہین جو ہر زبان کی شاعری مین پائے جاتے ہین۔ یورپ کی شاعری بھی اس رنگ مین ڈوبی ہوئی ہے۔ لیکن انصاف یہ ہے کہ ایسے مضامین کہنا ضرور ہی کیا ہے۔ آغا حجو شرف مرحوم نے شراب ساقی پیرمغان مےخانہ واعظ زاہد سبحہ زنار مسجد بتخانہ وغیرہ کا ذکر غزل مین ترک کر دیا تھا۔ کہتے تھے آخر اسکے معنی کیا کہ شراب سے نفرت واعظ سے عقیدت اور پھر اُسکی تعریف کرین اور اسکی مذمت۔ اس قسم کے شعر سراسر غیر واقعی ہوا کرتے ہین مجھے اُس سے کچھ لطف نہین ملتا۔ اُسی زمانہ مین مرزا غالب کا دیوان پہلی دفعہ لکھنؤ سے چھپکر نکلا۔ ایک دن کیا دیکھتا ہون کہ شرف تڑپ رہے ہین اور بے چین ہوئے جاتے ہین۔ مجھے دیکھکر کہنے لگے بھئی مرزا نوشہ نے ایک شعر کہا ہے کہ مین نے کلیجہ پکڑ لیا ہے۔ ؎

نظر لگے نہ کہین اُسکے دست وبازو کو   یہ لوگ کیون مرے زخم جگر کو دیکھتے ہین

مین نے کہا کہ اس مضمون غیر واقعی سے آپ کو لطف کیون آ رہا ہے۔ کہنے لگے اسکا تو جواب ہی نہین ایسا غیر واقعی ہو تو کیا کہنا۔ یہ غزل بھی اُسیطرح کے مشاعرہ کی ہے جو سواری کے ساتھ ساتھ ہوا کرتا تھا۔ بادشاہ کی غزل بھی اسیطرح مین ہے۔ مجھسے رئیس الدولہ نے ذکر کیا کہ اپنی غزل پڑھکر حضرت نے خواجہ حیدر علی آتش کا مطلع پڑھا۔ ؎

کبھی وہ سرو قد آیا تو ہوتا   کوئی دم گور پر سایہ تو ہوتا

اور مہتاب الدولہ سے فرمایا کہ دیکھو بظاہر یہ مطلع دولخت معلوم ہوتا ہے۔ اُنھون نے عرض کیا بجا ارشاد ہوتا ہے۔ کہنے لگے نہین۔ سرو کو گور سے اک مناسبت ہے۔ یہ درخت قبرستان مین اکثر لگاتے ہین۔ یہ ایران کی رسم ہے۔ مہتاب الدولہ نے کہا کہ کوئی دم کا لفظ بھی سرو کے مناسب حال ہے کہ اُسکا سایہ دیر تک نہین رہتا۔ پھر فرمانے لگے کہ فارسی کے اساتذہ سایہ اور آیا کبھی قافیہ نہ کرینگے۔ اُردو مین کوئی اسکا خیال نہین کرتا۔ مین نے بھی یہی اختیار کر لیا۔ مہتاب الدولہ نے ناسخ کا مطلع پڑھا کہ۔ ؎

گھر مرا فرقت مین سونا ہو گیا   کُنج مرقد کا نمونہ ہو گیا

اور عرض کیا کہ دیکھئے شیخ نے بھی ہائے مختفی کو روی قرار دیا ہے۔ جناب مُفتی میر عباس صاحب کے پاس یہ ذکر پہونچا۔ اُنھون نے اس مسئلہ مین یہ اجتہاد فرمایا کہ دکھا اور سایہ اور نمونہ اور اچھا قافیہ نہ کرنا چاہئے لیکن سایہ اور آیا اور نمونہ اور سونا مین کچھ قباحت نہین۔ ایک بادشاہ کے دم سے مٹیابرج مین عجب دلچسپ مجمع رہا۔ کیسے کیسے وقائع چھپ گئے اور کتنے لوگ شاعر وطبیب وعلامہ بن گئے۔ رئیس الدولہ نے مجھسے پوچھا کہ جناب مفتی صاحب نے

یہ تفصیل جو کی میری سمجھ مین اسکی وجہ نہ آئی - دیکھا اور سایہ قافیہ غلط اور آیا اور سایہ صحیح - مین نے کہا کہ دیکھا اور سایہ مین ہاے مختفی کو سوا روی قرار دینے کے اور کوئی صورت نہین اور فارسی والے کبھی ہاے مختفی کو روی نہین قرار دیتے - کہنے لگے ہمین فارسی والون سے کیا غرض - میرانیس اور مرزا دبیر ہمارے زمانہ کے بڑے شاعر ہین یہ لوگ تو ہاے مختفی اور الف کو ایک چیز سمجھتے ہین اور بے تکلف دریا کے ساتھ چشمہ باندھا کرتے ہین اور صحرا کا قافیہ سبزہ کر دیا کرتے ہین اور کچھ برا بھی نہین معلوم ہوتا - مین نے کہا اگر چشمہ کا قافیہ مجمع یا کون و مکان کا قافیہ ارض و سما کر دیجئے تو برا تو جب بھی نہ معلوم ہوگا - کہنے لگے تو پھر سونا اور نمونہ بھی غلط ہے - الف ہو تو سب جگہہ الف ہی ہو ہ ہو تو سب جگہہ بس ہ ہو - مین نے انھین سمجھایا کہ حسب قاعدہ کہین ہ ہونا ہی نہ چاہئے - خصوصا ترکیب فارسی مین ہو تو نہایت مہمل پن معلوم ہوتا ہے اور جناب مفتی صاحب قبلہ کا مقصود یہی ہے کہ فقط اردو کیواسطے اجازت ہے کہ سونا اور نمونہ قافیہ کرلین ورنہ فارسی مین ایسا نہین ہوسکتا جیسا کہ بادشاہ نے ارشاد فرمایا -

ولہ

کیا شرف ذات کا گر فیض کا جوہر نہوا ۔۔۔ آب گوہر سے لب خشک کبھی تر نہوا
جامۂ سلطنت و فقر برابر نہ ہوا ۔۔۔ تھکل آئینہ نمدپوش سکندر نہوا
بحر ہستی مین ہے دن رات روان کشتی عمر ۔۔۔ خواب سنگین کبھی اسکے لئے لنگر نہوا
بخیہ درکار نہین چشم مروت کے لئے ۔۔۔ آشنا باز کی وحشت سے کبوتر نہوا
بیشتر حال جہان ہم نے پریشان دیکھا ۔۔۔ گھر ہوا در نہوا زور ہوا زر نہوا
دیکھئے کب نظر آتا ہے ہمین قامت یار ۔۔۔ وقت فردائے قیامت کا مقرر نہوا
طالب بوسۂ ابرو کو دیا اسنے جواب ۔۔۔ کیا کہون ہاتھ مین اسدم مرے خنجر نہوا
سادہ رویون سے نہین چشم وفا دنیا مین ۔۔۔ آئینہ مرگ سکندر سے مکدر نہوا

آب گوہر والا مطلع - انصاف یہ ہے کہ خوب کہا ہے لیکن اڈیسن کی راے کے موافق یہ صنعت بھی قابل ترک ہے - اس سبب سے کہ محض فارسی مین یہ ایک لفظ دو معنون مین مشترک پایا جاتا ہے کہ آب چمک کو بھی کہتے ہین اور پانی کو بھی کہتے ہین - اشتراک معنی کے سبب سے یہ صنعت پیدا ہو گئی ہے - اسکی خوبی محض دھوکا ہی دھوکا ہے - اصل مین کچھ بھی نہین - اس آب مین نمائش سراب ہے - اڈیسن کی اس نکتہ سنجی کے آگے صائب کا بھی یہ مشہور شعر

دست طمع چو پیش کسان کردۂ دراز ۔۔۔ پل بستہ کہ بگزری از آب روے خویش

خاک مین مل گیا یہان بھی لفظ آب کے مشترک ہونے سے یہ حیرت انگیز صنعت پیدا ہوئی ہے - مگر اسکی کیا وجہ کہ ہم اڈیسن کا تتبع کرین اور شکسپیر کی تقلید نہ کرین وہ تو انکی زبان کا فردوسی ہے اور اس صنعت کا دلدادہ ہے اور اڈیسن کا مرتبہ شعر مین اس سے بہت ہی پست ہے - اسکی فلسفیانہ نثرین البتہ مقبول ہین -

آئینہ نمدپوش کو درویش صاف باطن خیال کرنا اور سکندر پر اسکا تفوق ثابت کرنا نہایت بلند مضمون ہے کہ تعریف نہین ہوسکتی - خواب سنگین یعنی غفلت کا بے سود ہونا بھی اچھی طرح نظم کیا - کبوتر کی آنکھ سے مروت کے معنی نکالنا کیا اچھی تخییل ہے - ایسی تخییلین پیدا ہوسکین تو زبان اردو مین جان پڑ جاے - حال جہان کی پریشانی کس تفصیل سے دوسرے مصرع مین بیان کی ہے یہ صنعت معنوی اور بندش کی برجستگی داد خوش بیانی کی طالب و سزاوار ہے - فرداے قیامت والا شعر بھی مشاقانہ ہے لیکن قامت کے ساتھ قیامت کا ذکر اس کثرت سے کیا گیا ہے کہ اب سننے کو جی نہین چاہتا - بوسۂ ابرو مین نہایت تصنع کو دخل دیا ہے - بوسہ لینے کے مقامات جو ہین انمین ابرو نہین داخل - شمشیر و خنجر کے ساتھ دم کا لفظ مبتذل ہوچکا ہے اس سبب سے برا معلوم ہوتا ہے - سادہ رویون کا ذکر ایک

عدم حیل

انڈین پریس الہ آباد

ثقہ شاعر کے قلم سے نکلنا اور اُنکی بیوفائی کا گلہ کرنا البتہ گرفت کے قابل ہے لیکن لکھنؤ مین زیادہ تر اور دہلی مین بھی مہذب شاعرون کا رنگ سخن صاف دلالت کرتا ہے کہ قصد شاعر کا کیا ہے۔ بقول غالب ایک سخن گسترانہ بات ہے۔ یہ غزل ان مرحوم کو کئی مرتبہ پڑھتے ہوئے مین نے سُنا ہے ہمیشہ مشاعرہ مین رنگ دیتی تھی۔

ولہ

قلم خط شعاع مہر کا ہو دستِ مانی مین ۔ بھرے تصویر جانان مین سپیدہ روزِ روشن کا
یہ طاقت جوش وحشت نے دکھائی ناتوانی پر ۔ گریبان سے مرے کرتا ہے باتین چاک دامن کا
طریقِ عشق مین ہرگز نہین چلتی ہے طرّاری ۔ یہ وہ منزل ہے لُٹ جائے جہان اسباب رہزن کا
دلِ بے رحم سے اعجاز داؤدی بھی عاجز ہو ۔ بہت مشکل ہے کرنا موم ایسے سخت آہن کا
برنگِ بوئے گل پہونچے سبکروحی سے اُس جا ہم ۔ دکھائے برچھیان سبزہ جہان دیوارِ گُلشن کا
ہمیشہ رنج مین رکھتی ہے اپنی ہمّت عالی ۔ ہمین ہے دوست کا احسان۔ گویا ظلم دشمن کا
فرومایہ کو ہو برعکس فیضِ صحبتِ عمدہ ۔ عفونت بیشتر لاتا ہے پانی چاہِ گلشن کا
نہین چھپتا ترا چوری سے جانا غیر کے گھر مین ۔ بڑھایا جب قدم دروازہ سے ماتھا ٹھنکا
بسر کرتا ہے تنگی سے کوئی۔ کوئی فراغت سے ۔ ہوا ہے ساتھ یاران جہان مین چولی دامن کا
مسی آلودہ لب سے اُس پری کے شرم آئی ۔ اُڑا تخت سلیمان کیطرح ہر تختہ سوسن کا

خط شعاعی کا قلم روز روشن کا سپیدہ اُسکی تصویر کے لئے چاہئے۔ صد ہا رنگ سے یہ مضمون کہا جا چکا ہے اسکے مبتذل ہونے مین شک نہین۔ چاک دامن کا گریبان سے باتین کرنا ایک بات ہے مگر مصرع بالکل پیش پا اُفتادہ اُٹھا کر چپکا دیا ہے۔ رہزن والا شعر بے عیب ہے۔ بے رحم کی مذمّت لطف سے کی ہے۔ سبزہ کا برچھیان دکھانا اچھی تخئیل ہے خصوصاً وہ سبزہ جو دیوار پر اُگا ہو۔ دیوار و در پر حفاظت کے لئے سنانون کی شکل کی آہنین سلاخین لگا دیا کرتے ہین۔ مطلب یہ ہے کہ سبکروحی حاصل ہو تو گُلشن عرفان تک رسائی ممکن ہے۔ مجھے یہ شعر پسند ہے خصوصاً اسکی تشبیہ۔ دشمن کا قافیہ بھی خوب کہا۔ اخلاقی مضمون ہے۔ چاہ گُلشن کا بیشتر متعفن ہو جانا مسلم امر ہے۔ ایسا معشوق جو غیر کے گھر چوری سے جائے قابل نفرت ہے۔ اس قسم کے مضامین کچھ بازاری لوگون کو اچھے معلوم ہوتے ہونگے مگر اس شعر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کو محض یہ محاورہ صرف کرنا تھا کہ ماتھا ٹھنکا اور اُسکا محل استعمال دکھانا تھا ورنہ لکھنؤ کے شعرا رشک کے مضامین جسمین معشوق کا شاہد بازاری ہونا نکلے بہت کم کہتے ہین۔ مرزا داغ نے قیامت کی کہتے ہین۔ ؎

تم کو ہے وصل غیر کا انکار ۔ اور اگر ہم نے آکے دیکھ لیا

آتش نے بھی ایک جگہ رشک کا مضمون غضب کا کہا ہے مگر اسکے برعکس ہے۔ ؎

مرتے ہین رشک کے مارے پس دیوار رقیب ۔ شور کرتا ہے جو پازیب کا دانہ شبِ وصل

چولی کی تنگی اور دامن کی فراخی اچھی تخئیل ہے۔ چولی دامن کا ساتھ فقیر و تونگر کا خوب کہا۔ کئی شعر اس غزل مین مثالی ہین اور اخلاقی ہین۔ آخری شعر مین مطلب مبہم رہ گیا اور اغراق بھی ہے۔ شرم سے رنگ اُڑنا کہنا چاہئے تھا اور یہ کا لفظ اسقدر کے محل پر عجز طبع پر دلالت کرتا ہے۔ جہان سامعین کو یہ معلوم ہوا کہ فلان لفظ مین شاعر عاجز ہو گیا پھر شعر و شاعر دونون نظر سے گر جاتے ہین اور اُس شعر کے ساتھ اچھے شعرون کا بھی خون ہو جاتا ہے۔

ولہ

عاشق کے دل کو دام ہوس مین پھنسا دیا ۔ کیا باغ سبز سبزۂ خط نے دکھا دیا
آئی قریب گوشۂ ابرو جو زلف یار ۔ اُتری ہوئی کمان پہ چلّہ چڑھا دیا
سیماب وار پاک ہین آلودگی سے ہم ۔ گردون نے گرچہ خاک مین ہمکو ملا دیا
جام تہی مین صورت دستِ سوال تھی ۔ گردن کو اپنی شیشہ مے نے جھکا دیا
پیدا ہے میرے نالۂ جان سوز سے صدا ۔ بس اے تپ فراق کہ تو نے جلا دیا

سرمہ نہ ہر غبیر ہوتا خاک راہ یار — آنکھوں سے ہمنے نقش قدم کو مٹا دیا
ہم اُس سے نقد بوسہ کے اُمیدوار تھے — قیمت میں دل کی یار نے خنجر لگا دیا
مرنا بھی اہل ہوش کا ہے غافلوں کو پند — ہم سو رہے تو یاروں کو اپنے جگا دیا
غالب ہوئی جو نکہت گل پر شمیم زلف — غنچوں نے چٹکیوں میں صبا کو اُڑا دیا
آثار صبح حشر ہیں شاید کہ اے اجل — میرا چراغ عمر جو تو نے بجھا دیا

کسطرح سوز دل کا درخشان گلہ کرون
جب آہ سرد نے بھی کلیجہ پکا دیا

اس غزل کے سب قافیوں میں روی الف تعدیہ ہے۔ اہل فن کے نظر میں ساری غزل ایک ہی قافیہ میں ہے مگر دکھا دیا اور جگا دیا میں الف جزو غیر منفک ہوگیا ہے۔ اس سبب سے ان دونوں قافیوں میں سے ایک کا مطلع میں آجانا تکرار قافیہ کے عیب کو چھپا دیتا ہے۔ سبز و سبزہ میں تجنیس مبتذل ہے اور جو صنعت مبتذل ہوگئی ہو اُس سے احتراز چاہیئے۔ اس سے کلام میں امتیاز پیدا ہوتا ہے مشکل یہ ہوتی ہے کہ لوگ یہ دیکھتے رہتے ہیں کہ کوئی لفظ مناسب اس سے چھوٹ تو نہیں گیا۔ جہاں دیکھا کہ لفظ بدلنے سے تجنیس یا مراعات یا ایہام تناسب پیدا ہوتا ہے فوراً اعتراض کرنے کو موجود ہوگئے۔ صنعت کو کیا چھوڑا گویا بڑی غلطی کی میں نے ایک جگہ "بسان نکہت گل" باندھا تھا۔ ایک صاحب نے مجھسے کہا یہاں برنگ نکہت گل کہنا بہتر تھا۔ میں نے یہ جواب دیا کہ میں نے عمداً ترک کیا ہے۔ جس بات کو ہزار دفعہ لوگ کہہ چکے اُسکے باندھنے میں اب لطف کیا رہا۔ بلکہ سراسر بے لطفی و ابتذال ہے۔ تجنیس بھی اُنھیں صنعتوں میں ہے جنکو یورپ کے شعرا نے ترک کردیا ہے۔ نواب عماد الملک بہادر ایک دفعہ فرماتے تھے کہ مجھے بھی یہ صنعت بہت مکروہ معلوم ہوتی ہے۔ میں نے یہ مصرع پڑھا۔ ع نقش سُم سبکتگت سجدہ گہ سبکتگین۔ اسکو اُنھوں نے بہت پسند کیا۔ اصل بات یہی ہے کہ مبتذل ہونا صنعت کو خراب کردیتا ہے۔ اُتری ہوئی کمان کی تشبیہ اور زُلف کے ابرو پر آجانے سے کمان پر چلّہ چڑھ جانا یعنی تیر افگنی کا سامان ہوجانا سزاوار ستائش ہے۔ سیماب کا خاک میں ملکر بھی آلودگی سے پاک رہنا مضمون نفیس ہے۔ جام کا ہاتھ پھیلانا اور شیشہ کا گردن جُھکانا بھی بہت اچھی تخییل ہے۔ آگ میں صدا پیدا ہونا شدت اشتعال کی علامت ہے اور بہت اچھی بات ہے۔ نقش قدم والا شعر بھی خوب کہا۔ قیمت لگانے اور خنجر لگانے میں اشتراک فعل سے صنعت پیدا ہوئی ہے۔ دہلی و لکھنؤ کے شاعر اس صنعت پر مٹے ہوئے ہیں۔ یہ بات ضرور ہے کہ سامعین سُنکر پھڑک جاتے ہیں۔ پند والا شعر بھی بُرا نہیں ہے۔ صبا جو نکہتِ گل لئے ہوئے تھی شمیم زلف کے سامنے غنچوں نے اُسے چٹکیوں میں اُڑا دیا یہ شعر محض یہ تخییل ظاہر کرنے کے لئے کہا گیا ہے کہ غنچہ کا چٹکنا چٹکی بجانا ہے اور بہت اچھی تخییل ہے۔ جس وقت اپنا چراغ عمر بجھ جاے بس اُسی کو صبح حشر سمجھنا چاہیئے لطف سے خالی نہیں۔ ٹھنڈی سانسیں بھی کلیجہ پکا دینے کے لئے سوز دل سے کم نہیں ہیں سچّا مضمون ہے اور مضمون کا سچّا ہونا بڑی خوبی ہے۔

ولہ

زر بے انتہا ناحق ملایا خاک میں اُسنے — مگر شداد کے ہاتھ آگیا تھا مال قارون کا
نہیں رہتے ہیں دانشمند رہ جاتا ہے افسانہ — خم گردوں ہے جبتک۔ نام باقی ہے فلاطون کا
محل عبرت کا ہے آرائش تعمیر نو منعم — کہ ہر خشت کہن ہے آئینہ قصر فریدون کا
کہا یہ ساربان سے نجد کے وادی میں لیلی نے — کہ پہچانا نہیں جاتا ہوا کیا حال مجنون کا
نگاہ ناز سے مارے۔ جلائے جنبش لب سے — جواب آسان ہے اُسکو منکر اعجاز و افسون کا
نہ ہوگی فکر معنی آشنا محتاج غوّاصی — گہر افشان ہے خود دامن مرے دریائے مضمون کا
حریفان سخن کا میں کبھی شکوہ نہیں کرتا — مرے مضمون کا سرقہ ہے تصدق طبع موزون کا

قارون والے شعر مین ایک مضمون یہ نکلتا ہے کہ بخیل کی جمع کی ہوئی دولت بہت بُری طرح لٹا دیجاتی ہے۔ فلاطون و فریدون کے قافیے بھی مشّاقانہ کہے ہین۔ لیکن خشتِ کہن اور آئینہ یہ دونون قصرِ فریدون کی طرف مضاف ہین اور حرف اضافت مین تنازع واقع ہوا ہے۔ شاعر نے آئینہ کو قرب کے سبب سے عمل دیا۔ مجھے متنبّی کا ایک شعر یاد آیا۔ ؎

طلبتہم علی الامواہِ حتّی تخوّف اُن تفتّشہُ السحاب

اسنے اپنی زبان مین پہلے عامل کو عمل دیا ہے اگرچہ وہ بعید ہے۔ غرض تنازع کا واقع ہونا بھی شعر مین گنجلک پیدا کرتا ہے۔ مجنون والا شعر بہت سیدھا سادہ ہے۔ ایسے شعر کے لئے ضرور ہے کہ بندش برجستہ ہو نہین تو کہنے سے کیا فائدہ۔ نگاہ سے مارنا اور لب سے جلانا مضمون مبتذل اور پامال ہے مگر دوسرے مصرع نے کچھ بنا لیا۔ شعر سے تبادر معنی کی یہ تشبیہ کہ "گہر افشان ہے خود دامن مرے دریاے مضمون کا" نہایت پُر لطف ہے۔ مضمون کا سرقہ طبعِ موزون کا صدقہ ہے۔ شوخی سے خالی نہین۔

ولہ

پیرہن ہے تنِ عریان میرا زخمِ گردن ہے گریبان میرا
ظلم کرتا ہے کتابی چہرہ خط کوفی مین ہے قرآن میرا
خود پرستی ہے پرستش بُت کی کم نہین کفر سے ایمان میرا
کیون نہین برق کرم کرتی ہے وقفِ غارت ہے گلستان میرا
کیون ہون انگشت نما اے وحشت کیا یہ تو ہے گریبان میرا
اے کے دل مجھسے نہو چین بجبین فائدہ تیرا ہے نقصان میرا

زخمِ گردن کی وجہ ظاہر نہونی شعر سُست ہوگیا۔ اسکو یون سمجھنا چاہیے کہ گریبان سے مجھے ایسی نفرت ہے کہ زخم گردن سے تصوّر کرتا ہون۔ کوفی کے لفظ سے معنی ظلم کا تبادر ہوتا ہے جیسے اصطلاح مین لزوم ذہنی کہتے ہین۔ اپنے اوپر خود پرستی کا الزام رکھکر دوسرون کو نصیحت کرنا مقصود ہے۔ برق والا شعر نہایت پُر درد ہے۔ وحشت کو مخاطب بناکر انگشت نما ہونے کی وجہ ظاہر کردی اسطرح سے مطلب کو ادا کردینا شاعر ہی کو آتا ہے۔ چین بجبین ہونے سے یہ مطلب نکالا ہے کہ وہ دل کو جنس ناروا سمجھا۔ ناپسند کیا۔

ولہ

حال کم فرصتیِ عمر گریزان جانا عیسیٰ و خضر کو دو روز کا مہمان جانا
آدمیت کو فقط جوہر انسان جانا جسمین اخلاق نہ پائے اُسے حیوان جانا
نہ فراغت کی خوشی ہے نہ مصیبت کا قلق راحت و رنج کو جب دست و گریبان جانا
ہمکو یہ فیض ہوا عشق رُخ و گیسو سے گبر نے گبر۔ مسلمان نے مسلمان جانا
شر سے نفرت ہے ہمین خیر سے رغبت ہے مدام کفر سمجھا اُسے ہمنے اسے ایمان جانا
حُسن معنی سے جو واقف نہوا صورت دوست پڑھ کے قرآن کو نہ کچھ رتبۂ قرآن جانا
خشک ٹکڑون پہ کرے شکر جو ہو اہل زبان ہم نے یہ مطلب آواز لب نان جانا
جب تلک ضعف نہ تھا بادیہ پیمائی کی اب تو دشوار ہے تا کوچۂ جانان جانا

دونون مطلع اس غزل کے خوب کہے ہین۔ کم فرصتی کے لفظ مین یاے مصدری دیکھکر مجھے خیال آیا کہ اسی قیاس پر لوگ فطرتی اور قدرتی بھی لکھنے لگے ہین۔ اسمین مصدری ت موجود ہے پھر مصدری ی کیونکر آسکتی ہے۔ لامحالہ اس ی کو یاے نسبت کہئے گا اور یاے نسبت جب لگاتے ہین تو ت کو گرا دیتے ہین۔ پس فطرتی کہنا یقیناً غلط ہے۔ صحیح لفظ فطری ہے۔ ہان بلند ہمّتی و پست فطرتی کہنے میں قباحت نہین ہے کہ اب ہمّت اور فطرت ترکیب فارسی کا جز ہوگئی ہے۔ اُسمین فارسی کی یاے مصدری لگا سکتے ہین اور خود اہل فارس اسطرح استعمال کیا کرتے ہین۔ لیکن فطرتی و قدرتی وہ بھی نہین کہتے۔ غرض کہ یہ لفظ نہ عربی مین صحیح ہین نہ فارسی مین۔ یہان مجھے خود خلجان ہوتا ہے کہ اُردو زبان کیا اسقدر مشکل

ہے کہ جب تک عربی و فارسی کے قواعد پر عبور نہو کوئی شخص صحیح عبارت
لکھ نہین سکتا۔ بلکہ مین تو یہ دیکھتا ہون کہ اکثر عربی خوان و فارسی دان
بھی ناواقفون کیطرح غلط الفاظ گڑھ لیا کرتے ہین۔ مثلاً وقعت کا
لفظ عربی ہے۔ جنگ و جدال و فتنہ و فساد کے معنی پر آتا ہے اُردو
زبان کے مضمون نگار اور اہل قلم اس لفظ کو توقیر و اعتبار کے معنی
پر لکھنے لگے ۔ ایک کے قلم سے نکلا اور دوسرے نے فوراً اُڑا
لیا۔ اُس پر طرہ یہ کہ اسم صفت بھی اُس سے بنالیا یعنی وقیع بھی ایک
مہمل لفظ اب اُردو مین داخل ہوا چاہتا ہے۔ انداز اور نمونہ خوب
جانتے ہین کہ دونون لفظ فارسی ہین اُسمین عربی کی تنوین لگا کر اندازاً
کہا اور اسمین تنوین کے ساتھ تاے مصدری بھی لے آئے نمونتہً
کہنے لگے ۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ اسطرح کے نئے الفاظ پہلے وہی
لوگ بناتے ہین جنھین کچھ شُدبُد عربی فارسی آتی ہے اور مقصود اُنکا
یہ ہوتا ہے کہ تحریر مین اظہار علم کرین اور الفاظ کے تراشنے پر اپنی
قدرت دکھائین۔ اگر یہ کہئے کہ یہ الفاظ بوضع ثانوی اُردو ہوگئے
ہین تو اُردو ہوجانے کے معنی یہ ہین کہ عام و خاص کی زبان پر
چڑھ گئے ہون۔ ایسا ہرگز نہین ہے اور اس سے اُردو کی زبان
پوچ ہوتی جاتی ہے۔ جو عربی فارسی نہ جانے اُسے اظہار علم کرنا کیا
ضرور ہے۔ اُردو کے زبان زد الفاظ محاورہ کے بچے ہوئے
کلمات استعمال کئے جائین تو اُردو لکھنا کچھ مشکل نہین ہے۔ اس
سے تحریر مین زبان کا لطف بھی آئیگا۔ اسیطرح ترکیب الفاظ مین
بھی احتیاط چاہئے۔ اُردو مین جسطرح سب بولتے ہون اُسیطرح قلم
سے بھی ادا کرین تو کبھی غلطی نہین ہوسکتی۔ آفت تو یہ ہے کہ مثلاً
خطوں کا صندوق کہنا اور لکھنا شان کے خلاف سمجھتے ہین۔ پس
ذرا سی فارسی دانی قیامت ہوگئی۔ صندوق خطوط اندازی ایک مہمل
ترکیب بنالی اور اُسے جزو زبان بنا دیا۔ اسیطرح تخت نشینی
کیلئے تاج پوشی کا لفظ حال مین وضع کیا گیا ہے۔ دیکھئے تعلیم کا نہونا
تعلیم ناقص اور بقول ابوالفضل علمک ناقص سے ہزار درجے بہتر ہے۔
انگریزی کے الفاظ مانوس اگر اُردو مین شریک کرلئے جائین تو کہین
بہتر ہے اس سے کہ ایسے فارسی و عربی کے الفاظ بڑھائے جائین۔
کم فرصتی و بے عزتی و خوش قسمتی وغیرہ صحیح ترکیبین ہین۔ زیادتی کا
لفظ غلط العام کے درجہ مین ہے اور اُسی کے مقابلہ مین کمتی
بھی صحیح و فصیح اُردو کے الفاظ ہین۔ فوراً دفعتہً شکایتہً رعایتہً وغیرہ
صحیح الفاظ ہین۔ اندازاً نمونتہً غلط و مسخر آمیز۔ جیسے نعمت خان عالی
نے دل لگی کی ہے۔ ص

للّٰہ الحمد کہ ما مجتہدیم　　مرقد ختم رسل طوفنیدیم

اُردو کی شاعری فارسی سے ماخوذ ہے فارسی الفاظ اور
فارسی ترکیبین اسیوجہ سے اُردو کے اشعار مین مزہ دیتی ہین۔
مگر صحیح ترکیب پیدا کرنے کے لئے بہت کچھ فارسی جاننے کی ضرورت
ہے۔ اگر اچھی طرح فارسی نہ آتی ہو تو فارسی ترکیبین تراشنے سے
کنارہ کرنا چاہئے۔ سیدھی سادی اُردو لکھنے مین کبھی غلطی نہین
ہوسکتی۔ غلطی تو اس سبب سے ہوتی ہے کہ اُردو لکھنے مین عربی
یا فارسی بولنے کا قصد کیا جاتا ہے۔

اس غزل مین راحت و رنج والا شعر خلاصۂ تہذیب اخلاق
ہے۔ گبر و مسلمان کا مضمون مبتذل ہے۔ خیر و شر کی خوبی و بدی
کس لطف سے بیان کی ہے اور کس طرز سے ادا کی ہے۔ کہ وجد
کرنے کے قابل ہے۔ صورت دوست کی ترکیب صحیح ہے مگر مانوس
نہین۔ صورت پرست اس سے بہتر ہے لیکن وزن مساعد نہ تھا
سوکھے ٹکڑون کے توڑنے مین جو آواز پیدا ہوتی ہے کیا اچھا
مطلب اُس سے نکالا ہے۔ اس صنعت کو حسن توجیہ کہتے ہین۔
یہ بھی تخیئل کی ایک صورت ہے۔ لکھنؤ مین چند لوگون نے اتفاق

کرکے فلک کے لفظ کو غیر فصیح قرار دیا ہے۔ درخشان مرحوم اس سے ناواقف رہے ورنہ ضرور اتباع کرتے لیکن اس قسم کے متروکات کو کوئی غلط نہین کہہ سکتا۔ بڑی چیز تو کلام کو غلطی سے پاک کرنا ہے۔ یوسف حسین کوئی شخص شیخ علی حزین کی ملاقات کو گئے شیخ اُسوقت پاؤن پھیلائے ہوئے بے تکلف بیٹھا ہوا تھا۔ انکو دیکھکر پاؤن سمیٹ لئے سیدھا ہو بیٹھا۔ پوچھا کہ اسم شریف۔ اُنھون نے کہا الیسف حسین۔ یہ سُنکر نازک دماغی سے اُسنے مُنہ پھیر لیا اور پھر پاؤن پھیلا دئے۔ اسیکے قریب قریب ایک نقل اصمعی بیان کرتا ہے کہ زمانۂ حج مین ایک شخص کو زرتی علما مین مین نے دیکھا کہ لوگ اُسے گھیرے ہوئے ہین۔ مین سمجھا کہ کسی ملک کا عالم متبحر ہے۔ ملاقات کا مشتاق ہو کر اُسکے خیمہ مین گیا۔ پہلے مین نے نام دریافت کیا تو اُسنے کہا ابو عبد الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین۔ اس جواب سے علم و تبحر کی ساری حقیقت کھل گئی۔

زبان کا پاک ہونا بڑے امتیاز کی بات ہے۔ لفظ تو لفظ ہے کسی حرف کا مخرج اگر صحیح نہ ادا ہو تو زبان کا بڑا اسقم سمجھا جاتا ہے۔ شریف و رذیل ذرا سے مین پہچان لیا جاتا ہے۔ آب حیات مین آزاد اس نکتہ کو سمجھکر بہت تہذیب سے لکھنؤ کی زبان پر حملہ کرتے ہین۔ پہلے ناسخ کے کچھ اشعار نقل کرتے ہین۔ ~~ع~~

شہسواری کا جو اُس چاند سے ٹکڑے کو ہے شوق   چاندنی نام ہے شبدیز کی اندھیاری کا
دل دھڑکتا ہے جُدائی کی شب تار نہو   نام سُنتا ہون جو مین گور کی اندھیاری کا

آتش۔ لے خط اُسکے گورے گالون پر یہ تونے کیا کیا   چاندنی راتین یکایک ہوگئین اندھیاریان

پھر لکھتے ہین کس کا مُنہ ہے کہ لکھنؤ کی زبان پر حرف رکھ سکے۔ دلی کا بچّہ بچّہ جانتا ہے کہ اندھیاری گھوڑے کی ہوتی ہے اور رات اندھیری کہی جاتی ہے۔ مطلب اسکا یہ ہے کہ لکھنؤ کے اساتذہ بھی لفظ کے محل استعمال سے ناواقف ہین۔ مگر تعجب ہے کہ ایک تذکرہ نگار زبان اُردو کی تاریخ کا مصنف اس بات سے ناواقف رہا کہ یہ خاص دلی کا محاورہ ہے جو ناسخ و آتش کے قلم سے نکلا ہے۔ سودا۔ ~~ع~~

ہو گی کب تک بچا خبرداری   چور جاتے رہے کہ اندھیاری

درخشان کے کلام کے جو لوگ مشتاق ہین اُنھین میرا دوسرے وادی مین نکل جانا اور اسقدر سامعہ خراشی کرنا ضرور شاق ہوا ہوگا مگر مین دیکھتا ہون کہ کچھ اُردو کے دن بھلے آئے ہین۔ ساری قوم اُسکی طرف دفعۃً متوجہ ہوگئی ہے جب گوش شنوا ہو تو کیونکر درد دل نہ کہون۔

ولہ

کرون کیا لطف تیر کیہ۔ رہون کیا قہر سے غافل   امید و بیم مین عالم نظر آیا ترازو کا
دل نالان کی ہمکو مرثیہ خوانی پسند آئی   جوانی کا نہ یہ محتاج رہتا ہے نہ بازو کا

دونون شعر مشّاقانہ ہین۔ بندش مین ذرا جھول نہین آنے پایا یہ مشاعرہ کی غزل ہے۔ مین نے سُنا کہ بادشاہ نے مائلؔ[ملہ] کے مطلع کو بہت پسند کیا کئی دفعہ پڑھوایا وہ مطلع یہ ہے۔ ~~ع~~

تصور تھا جو رونے مین گلوے یار موزوں کا   صراحی دار موتی بن گیا ہر قطرہ آنسو کا

ولہ

کل وہ جو مجھکو دیکھکے بیگانہ بن گیا   مین بھی تو ہوشیار ہون دیوانہ بن گیا
غفلت پہ اپنی کیون نہ پیون خون دل مدام   جام شراب عمر کا پیمانہ بن گیا
دیکھی نہ بخت بد نے مری شکل انقلاب   گو آشنا بگڑ گئے بیگانہ بن گیا

رونق فزا ہوا جو درخشان وہ بُت کبھی
آئینہ خانہ رشک صنم خانہ بن گیا

اس عاشقانہ مطلع مین بیان کا طرز دیکھنے کے قابل ہے۔ یہ باتین وہ ہین جنسے شعر مین جان پڑجاتی ہے۔ اسکے آگے صنائع و بدائع کی کچھ حقیقت نہین جو لوگ عاشقانہ اشعار سُنکر زہد خشک سے

ملہ مولوی صادق علیخان مائل مرحوم جو بادشاہ کی حیات تک کلکتہ مین رہے اور اُنکی وفات پر لکھنؤ مین آکر داد سخن گستری دیتے رہے۔
ایڈیٹر

کام لیتے ہین اس شعر کی ادا انکو لبھانے سے ممکن نہین ۔ شعر کی ماہیت کو نظر دقیق سے دیکھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ عشقبازی بُت پرستی بادہ خواری کے مضامین ہون یا معارف و مکارم کا بیان ہو یا عبرت و حسرت کا مضمون ہو جب تک کہ شاعر کے طرزِ بیان نے اُسمین جان نہ ڈالدی ہو وہ کلام موزون ہے ۔ شعر نہین ہے اور جہان شعر مین اسطرح کا سحر پیدا ہوا پھر معانی اُسکے کیسے ہی رکیک و سقیم ہون وہ شعر ضرور دلنشین ہوتا ہے ۔ فن شعر و فن خطابت مین یہی بڑا فرق ہے کہ شاعر کے بیان مین شوخی اور خطیب کے بیان مین سستی ہوتی ہے ۔ شاعر کو معانی سے چندان غرض نہین وہ طرزِ بیان کے کوچون مین دوڑتا پھرتا ہے اور اسی دُھن مین اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اُسکا کلام بے معنی ہو جاتا ہے ۔ خطیب کا موضوع بحث فقط معانی ہوتے ہین اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اُسکے بیان مین طرزِ دلکش نہین پیدا ہوتا ۔ شاعر اس بات کی مشق کرتا ہے کہ تادیہ معانی بطرق متعدد ہونا چاہیئے اسکی تصریح کتب بلاغت مین موجود ہے پھر اُسکے ضمن مین پند و حکمت آجاے تو آجاے اور خطیب کا مقصود اصلی یہی ہوتا ہے کہ پند و حکمت کا افادہ استفادہ ہو ۔ بیان مین لذت ہو یا نہو جیسے کوئی شخص فن موسیقی کا ماہر ہو وہ ایک ہی مصرع کو بار بار نئی نئی ترکیبون سے پڑھ رہا ہے اور اپنا کمال دکھا رہا ہے ۔ اہل مجلس مین جنکو ذوق نہین وہ یہ اعتراض کرتے ہین کہ مرثیہ کا لطف جاتا ہے ۔ رقت سلب ہوئی جاتی ہے ۔ بول سمجھائی نہین دیتے ۔ انکی خاطر سے چند بند سیدھے سیدھے سُرون مین وہ پڑھ دیتا ہے اور لوگ خوش ہو جاتے ہین ۔ اسوقت اُردو کی مجلس ادب مین ایسے ہی لوگون کا مجمع نظر آرہا ہے ۔ جو چاہتے ہین کہ شعر کو خطابت اور شاعر کو خطیب بنا دین ۔ شاعر کی ترانہ سنجی اُنکے کانون کو ناگوار ہوتی ہے ۔ اپنے مطلب سے کام ہے ۔ اب ضرور ہے کہ اُردو کی شاعری کا رنگ بدل جاے ۔ سامعین شاعر کو اپنے رنگ پر کھینچ لیتے ہین مگر پھر شعر بھی حیرت انگیز و طرب خیز نہین رہتا ۔ کہتا کیا تھا اور کہنے لگا کیا ۔

حافظ

بنفشہ طرۂ مفتول خود گرہ میزد   صبا حکایت زلف تو درمیان انداخت

مصحفی

تھمتے تھمتے تھمین گے آنسو   رونا ہے یہ کچھ ہنسی نہین ہے

طرزِ بیان ہی مین جدت مقصود ہوتی ہے کہ شاعر تصنع سے کام لیتا ہے ۔ اس مضمون کو کہ ممدوح کی درگاہ کو وہ شرف حاصل ہے کہ جب کوئی قسم کھاتا ہے اُسی کے در کی قسم کھاتا ہے ۔ عرفی اسطرح ادا کرتا ہے ۔ ؎

چرخ از شرف خاک درش ساخت طلسمے   کز درگہش آن سو نبود راہ قسم را

طرزِ بیان مین شکوہ پیدا کرنے کے لئے شاعر تشبیہ وغیرہ سے کام لیتا ہے ۔ یہ مضمون کہ جب فضل خدا ہوتا ہے تو سب کام بن پڑتے ہین ۔ حافظ اسطرح ادا کرتا ہے ۔ ؎

کاروانیکہ بود بدرقہ اش لطف خدا   بتجمل بنشیند بجلالت برود

غرض مختلف کوچے ہین جنمین شاعر اسی چیز کو ڈھونڈھتا ہے ۔ مجھے اس دُرمکنون کی جھلک کبھی برجستگی ردیف مین دکھائی دیتی ہے کبھی باب الانشا مین ۔ شراب کے ذکر مین مدام کا لفظ ایہام تناسب کے لئے لانا ایسا ہی بیہودہ معلوم ہوتا ہے جیسے زبان کے ساتھ گویا کا لفظ صرف کرنا ۔ ایہام تناسب مزے کی چیز ہے لیکن جب تازگی پائی جاے جہان اسقدر کہنگی و ابتذال پیدا ہو گیا ہو وہان احتراز واجب ہے ۔ مگر مضمون بہت اچھا ہے جب حاصل عمر غفلت و بیخبری ہو تو پیمانۂ عمر و جام شراب مین فرق کیا رہا ۔ شکایت بخت کی بندش مین شان مشق پیدا ہے ۔ مقطع بھی خوب کہا ہے ۔

یہ زمین بھی بادشاہ کی نکالی ہوئی ہے اُنکی عادت تھی جہان دیکھا کہ شعراے سبعۂ سیارہ مین سے کچھ لوگ سلام کو حاضر ہوئے ہین باتون باتون مین کوئی مصرع نظم کر دیا - یہ لوگ اکثر کوئی قطعہ یا رباعی جسمین اعادۂ سلطنت کی دعا ہوتی تھی پڑھ دیا کرتے تھے - جس سے اُنکا زخم کہن تازہ ہو جاتا تھا اور اپنا درد دل کسی مصرع مین ظاہر کرتے تھے - ایک دفعہ یہ مصرع زبان سے نکلا - ع

رہیگا نجم اختر تا کجا اے چرخ گردش مین

بادشاہ ابھی ہوادار سے اُتر کر سلطان خانہ مین داخل نہوئے تھے کہ مہتاب الدولہ نے یہ مصرعے پڑھے - ؎

نہ ہے اسطرح سنگ آسیا اے چرخ گردش مین ۔۔۔ نہ ہے یون ساغر بادہ سدا اے چرخ گردش مین
نہ یون تسبیح دست پارسا اے چرخ گردش مین ۔۔۔ رہیگا نجم اختر تا کجا اے چرخ گردش مین

ان مصرعون کو بہت پسند کیا فرمایا کہ قافیے بدل بدلکر اور مصرعے لگاؤ اور میرے مصرع کو مصرع ترجیع قرار دو - پھر جو ملاقات وحضوری حاصل ہوئی تو مہتاب الدولہ نے ایک خمسہ پڑھا جسمین بہت سے بند تھے ہر بند مین چوتھا مصرع خمسہ کا گرہ کا مصرع تھا صلہ بھی ملا اور خمسہ مطبع سلطانی مین چھاپا گیا - مین نے بھی دیکھا تھا مطلع کے یہ تین مصرعے مجھے یاد رہ گئے

ایک صحبت مین مین بھی موجود تھا اور تمام شعرا و ندماے شاہی کا مجمع تھا - اعادۂ ملک کی دعائین لوگ دے رہے تھے کہ حضرت نے دست دعا بلند کئے اور یہ مصرع پڑھا - ع

بازآ تفضیر سے بس گوشمالی ہو چکی

شگفتہ ایک شاعر حامد علی مرزا کوکب ولی عہد بہادر کے مصاحبون مین تھے اُنھون نے عرض کیا کہ خانہ زاد نے مصرع لگایا ہے حکم ہوا کہ پڑھو - ؎

شانِ تو تی الملک دکھلا - دیکھی شانِ تنزع ۔۔۔ بازآ تقصیر سے بس گوشمالی ہو چکی

اس صحبت مین بادشاہ نے کچھ اپنا کلام بھی سُنایا تھا - دو شعر مجھے یاد رہ گئے - ایک **مطلع**

ایک حسرت طور پر بھی بہر موسیٰ رہ گئی ۔۔۔ ایسا کچھ دیکھا کہ آنکھون کو تمنا رہ گئی

اور ایک غزل کا یہ **شعر**

جوانی مین سیہ مو تھے سفیدی ہے یہ دندان کی ۔۔۔ ضعیفی ہنس رہی ہے مجھ سے کیون اندوہگین ہوتا

یہ شعر پڑھکر مہتاب الدولہ سے مخاطب ہوئے کہ معنی بیان کرو اُنھون نے عرض کیا کہ بالون کی سفیدی نہین ہے بلکہ ضعیفی کا خندۂ دندان نما ہے - فرمایا وہ تو خندۂ دندان نما کر رہی ہے مگر سمجھ رہا ہون کہ مجھ سے ہنس رہی ہے - اب اندوہگین ہونے کی کوئی وجہ نہین - اس نکتہ کے ارشاد فرمانے پر مہتاب الدولہ فوراً اُٹھے اور آداب بجالائے گویا حضرت نے اُنکی شرح پر اصلاح دی اور اُنھون نے اصلاح کا سلام کیا -

ولہ

مشکی شبرنگ کی چوٹی ہے گیسو حور کا ۔۔۔ یار کی گرد سواری مین ہے عالم نور کا
خلق مین جبکا ید بیضا ہوا مشہور نام ۔۔۔ آگیا گل ہاتھ موسیٰ کو چراغ طور کا
دیکھئے گر چشم عبرت سے بڑی تنبیہ ہے ۔۔۔ نیند کی شدت جھکا دیتی ہے سر مغرور کا
جب نگاہِ مست اُسکی غیر پر پڑنے لگی ۔۔۔ ہو گیا ثابت بہکنا نرگسِ مخمور کا
خوان نعمت دیکھکر فاقہ کشون کی یاد کی ۔۔۔ کاسۂ چینی سے دھیان آیا سر فغفور کا
چارہ سازی خلق کی کرتا ہون گو درماندہ ہون ۔۔۔ ہے مرمت بیشتر رہتا ہے گھر مزدور کا

مطلع مین "چوٹی" کا لفظ چوٹی کا لفظ ہے لیکن گرد جولان کو تتق نور کہنا مضمون مبتذل ہے - معجزۂ ید بیضا طور پر عنایت ہوا ہے اس سبب سے اُسے شمع طور کا گل کہنا لطف سے خالی نہین - یہان ہاتھ آجانے کی اصطلاح مین ایہام تناسب ہے اور اچھا معلوم ہوتا ہے - تنبیہ کے معنی جگا دینے کے ہین - یہان یہ رعایت کوئی کہہ سکتا ہے کہ لطف نہین دیتی - بہکنے کے ثبوت مین تازگی نمایان ہے -

محض اسواسطے غیر پر آنکھ پڑنے کا مضمون ناپسندیدہ گوارا کرلیا ورنہ مقصود بالذات یہ مضمون نہین ہے - مزدور و فغفور کے دونون شعرون مین اخلاقی مضمون ہے اور شاعرانہ لہجے مین ہے - غزل مین اخلاقی مضامین اگر واعظانہ طرز کے ہون تو وہ غزل غزل نہین ہے موعظہ ہے -

ولہ

مطلب کے آشنا ہین فقط یار آشنا   معدوم ہین جہان مین وفادار آشنا

کنے کیواسطے ہین بہت یار آشنا   لاکھون مین یان نکلتے ہین دوچار آشنا

ناحق تمہین سمجھتے ہین اغیار آشنا   ہوتے نہین کسی کے طرحدار آشنا

رکھین نہ بعد مرگ سروکار آشنا   کب ہو سر بریدہ سے دستار آشنا

قاتل سے ہے اشارۂ ابروے ماہ نو   دو دن تو ہو نیام سے تلوار آشنا

کب ہے برادران حقیقی کا اعتماد   بے فائدہ بدلتے ہین دستار آشنا

تکیہ نہ اتفاق عناصر پہ آج کر   کل چار سمت جائینگے یہ چار آشنا

ہے دشمنِ وصال فلک - پھینک دیگا دور   کیا چلۂ کمان سے ہو سوفار آشنا

پوچھون مین لطف بوسۂ در گوش یار سے   کانون سے ہو اگر لبِ گفتار آشنا

مجھے لفظ فقط اردو مین بہت ثقیل معلوم ہوتا ہے لیکن محاورہ مین داخل ہے ہین خود بھی اسکو ترک نہ کرسکا - طرحدار اور صورتدار اور سمجھدار اور تابعدار یہ سب ترکیبین غلط ہین مگر زبان اردو کا جزو ہوگئی ہین - پھر بھی اہل قلم ان لفظون کے استعمال سے احتراز کرتے ہین خصوصا فارسی کی اضافت و عطف کے ساتھ تو ہرگز نہ استعمال کرنا چاہئے -

دستار والا مطلع مثالی شعر ہے اور خوب کہا ہے - تلوار کے قافیہ مین چاند کے دو دن چھپنے کا اشارہ لطف دیتا ہے - دستار والا شعر بھی اخلاقی مضمون سے خالی نہین - عناصر کے جدا ہونے کی صورت دکھا دی ہے یہ بندش بھی داد طلب ہے - سوفار کا قافیہ بھی خوب کہا حاصل زمین ہے - شعر آخر مین در گوش سے باتین کرنے کی تمنا کیا اچھی تخئیل ہے -

ولہ

ہے جاے گریہ حال جہانِ خراب کا   ہو چشم مہر و ماہ پہ دامن سحاب کا

تکیہ پہ لطف عارض رنگین کو دیکھنا   گویا روش پہ پھول پڑا ہے گلاب کا

کب تک پیون مین ظلمتِ شب سے لہو کے گھونٹ   چھلکاے شیر صبح قدح آفتاب کا

مسجد سے میکدہ کو بہک کر چلا ہون رات   گویا چراغ غول ہے ساغر شراب کا

کیا آئینہ مین عارضِ رنگین کی ہے بہار   پانی مین پھول تیر رہا ہے گلاب کا

ہم حلۂ بہشت پہنکر سِدھار چلے گئے   ڈھونڈھا کیا کفن مین فرشتہ عذاب کا

تزئین حسن مین ہے سر دست نقص عیب   انگلی پہ رنگ آتا ہے پہلے خضاب کا

روز سیہ دکھائے نہ لیل و نہار دہر   اک صفحہ تو سفید ہے اس کتاب کا

رخسار آتشین نے ترے شب کو اے پری   دکھلا دیا چراغ سے اڑنا شراب کا

تجنیس خط ہے لفظ شباب و شتاب مین   کسطرح جلد جاے نہ موسم شباب کا

مجھے اس غزل کا مطلع عبرت انگیز معلوم ہوتا ہے نہایت خوب کہا ہے - ہو کا لفظ ہونا چاہئے کے محل پر لکھ گئے ہین اسپر بھی مطلع کی خوبی مین فرق نہین آیا - دوسرے شعر مین عارض کو گلاب کا پھول کہنا تشبیہ مبتذل ہے مگر مشبہ مین یہ قید لگانا کہ جب تکیہ پر بھی رکھا ہو تخئیل تازہ ہے - قدح آفتاب سے شیر صبح کا چھلکنا نہایت دلکش تخئیل ہے - ساغر شراب کو چراغ غول بھی خوب کہا رات کا لفظ بغیر کو کے استعمال کرنا اگلے زمانہ کی روش تقریر ہے - ناسخ[5] -

تنگیِ محفل کے باعث بھر کے بیٹھا مجھسے یار   رات اہل بزم کی کثرت کا احسان ہوگیا

مہتاب الدولہ مسن شخص تھے ناسخ و آتش کے مشاعرون کا ذکر کیا کرتے تھے - شاید یہ غزل انکی انھین مشاعرون کی ہے - اس زمانہ مین رات کوئی اسطرح نہ باندھے گا - آئینہ والے شعر مین عارض کو پھر گلاب کے پھول سے تشبیہ دی لیکن یہان بھی تشبیہ مرکب ہے -

اور وجہ شبہ مین حرکت بھی داخل ہے اگر آئینہ ہاتھ مین ہو تو - کفن کے اندر ہی حلۂ بہشت پہن بھی لیا اور اندر ہی اندر بہشت مین چلے جانے کی راہ بھی پیدا کر لی گہری تخییل ہے - سر دست کی رعایت مبتذل ہے اور قابل ترک - آرزو کی ہے کہ فلک روز سیہ نہ دکھائے تو اس کتاب لیل و نہار کا ایک صفحہ سفید رہے اور ایک سیاہ - چراغ سے شراب کا اُڑنا انکے حصّہ کا مضمون تھا - اے پری اے صنم اے جان اے مہرو اے گلرو اے گلبدن بھرتی کے الفاظ سمجھے جاتے ہین اور بھرتی کا لفظ شعر مین ہونا شاعر کے عجز طبع پر دلالت کرتا ہے - تجنیس لفظی البتہ اگر تازہ ہو تو چھوڑنے کی چیز نہین ہے گو یورپ کی تقلید مطلقاً مانع ہے مگر تجنیس خطی کے مہمل ہونے مین کوئی شک نہین -

ولہ

داغ سودائے محبت سکۂ زر ہو گیا ‌ ‌ عشق کی دولت سے مفلس بھی تونگر ہو گیا

شکوہ پست و بلند دہر تھا ورد زبان ‌ ‌ اشک کے طوفان مین اک عالم برابر ہو گیا

رتبۂ اعلیٰ نہ پائے لاکھ گر ادنیٰ بڑھے ‌ ‌ قد آدم آئینہ کس دن سکندر ہو گیا

خانۂ تحریر نے اُنکا شکایت کا یہ زہر ‌ ‌ لے کے خط جس دم اُڑا نیلا کبوتر ہو گیا

مثل دشمن دوستون کو ہے ستانے کا خیال ‌ ‌ کیا مرا جوہر بھی آئینے کا جوہر ہو گیا

زخمیِ تیغ ادا شب بھر تڑپ کر مر گئے ‌ ‌ چاندنی کا کھیت وہ پھولون کا زیور ہو گیا

برابر اور سکندر اور زیور کے قافیون مین اچھے شعر نکالے ہین -

علی حیدر طباطبائی

رنج و راحت - اس نام کا ایک نتیجہ خیز ناول حال ہی مین شائع ہوا ہے جو مسٹر آفتاب عمر صاحب - بی - اے - کی تراوش دماغ کا نتیجہ ہے - اسکا سین سنہ ۱۸۵۷ء کے ہولناک غدر سے تعلق رکھتا ہے - جسکا ہر واقعہ بجائے خود ایک دردانگیز افسانہ ہے - قابل مصنّف نے اپنے قصّے کو اسی عبرت ناک ہنگامے سے شروع کیا ہے جسمین ضمنی واقعات کے ساتھ غدر کا ایک دُھندلا خاکہ پیش نظر ہو جاتا ہے - ناول کی ہیروئن جمیلہ کے واقعات سے نوجوان لڑکیون کو یہ سبق حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ لاوارث بچّون کو اپنی اولاد کیطرح پالنے مین غلطی کرتی ہین - اسلئے کہ جب خود اُنکے کوئی اولاد ہوتی ہے تو وہ محبّت باقی نہین رہتی اور اس سے جو خرابیان پیدا ہوتی ہین اُنکی تفصیل اس ناول مین موجود ہے - ناول کا اختتام سنہ ۱۸۷۷ء کے دربار قیصری کے موقع پر ہوا ہے جب اشخاص قصّہ کے مصائب کا خاتمہ ہو گیا اور سب بچھڑے یکبارگی مل گئے - اسطرح "رنج و راحت" جو دُنیا مین توام ہین اور انسانی زندگی سے ایک بڑی حد تک تعلق رکھتے ہین اس قصّے پر صادق آ گئے - آخر مین ہمین اتنا افسوس ہے کہ روشن خیال مصنّف نے ایک جگہ بلا ضرورت بھی ہندؤن کو متعصب لکھدیا - حالانکہ سارے قصّے سے کسی ہندو کو کوئی تعلق نہین - چھوٹی تقطیع کے ۱۹۲ صفحات پر قیمت ۸ ؍ ہے اور نظامی پریس بدایون سے مل سکتا ہے -

---

مقصدِ حیات

سمۂ ہستی پر اس سے پہلے جو میرا مضمون شائع ہو چکا ہے اُسمین مختلف عقائد کا ذکر کر کے آخر مین یہ بتایا گیا ہے کہ از روے عقیدہ ادویت و یدانت یعنی وحدت الوجود حقیقی ہستی صرف ایک آتما کی ہے جو سب چیزون کی عین حقیقت ہے اور جو فرداً فرداً روحین یا اجسام محسوس ہوتے ہین وہ صرف نمودی ہین اور اس نمود کی بھی بود صرف وہی آتما یا حقیقت ہے اور اگر وہ بود نہو تو یہ ظاہری نمود بھی نہو لیکن چونکہ ہمنے اسی نمود کو سچا سمجھ رکھا ہے اور جو عین حقیقت ہے اُسکو بھول گئے ہین اسلئے یہ زندگی و موت، یہ تکلیف و آرام، یہ گرمی و سردی وغیرہ ہمکو محسوس ہوتی ہین جنکی فی الحقیقت کوئی ہستی نہین ہے۔ یہ اجسام یہ روحین جو فرداً فرداً ہمکو محسوس ہوتی ہین اُنکا کوئی حقیقی وجود نہین ہے بلکہ یہ سب جھوٹی ہین اور سچ ہے تو صرف وہی ایک ذات مطلق جو سب کی عین حقیقت ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایک ہی ذات سچّی ہے اور یہ فرداً فرداً اجسام اور روحین محض نمودی یا ظاہری ہین جنکو ہماری انانیت نے پیدا کر لیا ہے اور اگر انانیت کا یہ خیال مٹ جاے تو وہ بھی نہ رہین تو پھر اس جھوٹے یا نمودی عالم کی نمود کا مقصد یا مختصراً ہماری اس حیات یا زندگی کا کیا مدعا ہے۔ بعض دہریہ خیالات کے لوگ یہ سوال کر اُٹھتے ہین کہ اگر اس دُنیا کا پیدا کرنے والا کوئی خدا ہے تو اُس خدا نے اس دُنیا کو پیدا کرنے کا عبث فعل کیون کیا۔ کیونکہ جسکو وہ ایک دن پیدا کرتا ہے اُسی کو دوسرے دن مٹا دیتا ہے اور اسلئے ہماری نگاہ مین یہ فعل خدا کا عبث معلوم ہوتا ہے۔ جیسے بچّے کھیل مین لکیرین بناتے اور مٹاتے ہین۔ ایسا ہی فعل خدا کا ہے کہ وہ اس دُنیا کو پیدا کرتا ہے اور مٹاتا ہے جنکے ایسے خیالات ہین اُنکی تشفی کرنا کوئی آسان کام نہین۔ مگر پھر بھی ہم اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کرتے ہین۔

دُنیا کی پیدایش کا یا یون کہو کہ زندگی کا مدعا ہر ایک کی نگاہ مین ہر ایک کے مختلف خیالات کے مطابق جُدا جُدا ہے جنکی دُنیا ہری بھری ہے اور جو لذائذ دُنیا سے بہرہ ور ہین وہ یہ سمجھتے ہین کہ ہماری حیات کا عین مقصود صرف یہ ہے کہ باغ ہو، بہار یا برسات کا سُہانا موسم ہو، ساقی مہوش ہو اور دورِ شراب چلتا ہو۔ بمصداق اشعار میان نظیر۔

اشعار

چمن مین چل کے بیٹھو اور صراحی جام منگواؤ ۔۔۔ پیو بھر بھر کے ساغر تم بھی اور ہمکو بھی پلواؤ
گلے لپٹو ہمارے اور ہمین ہنس ہنس کے بوسہ دو ۔۔۔ اجل کا فر کھڑی ہے سر پہ اے دلدار سنتے ہو

نہ یہ چہلین نہ یہ دھومین نہ یہ چرچے بہم ہونگے
میان اک دن وہ آئیگا نہ تم ہوگے نہ ہم ہونگے

اُچھل لو کود لو ہے جب تلک یہ زور نلیون مین ۔۔۔ غنیمت ہے وہی دم اب جو گزرے رنگ رلیون مین
ہمین لو ساتھ اور سیرین کرو پھولونکی کلیون مین ۔۔۔ بکھر جائیگی پھر تو آخر تن کی اُڑتی خاک گلیون مین

نہ یہ چہلین نہ یہ دھومین نہ یہ چرچے بہم ہونگے
میان اک دن وہ آئیگا نہ تم ہوگے نہ ہم ہونگے

ایسے لوگون کے نزدیک زندگی کے معنی یہی ہین کہ کھا لے، پی لے، اور چین کر لے، یہ حیات چندروزہ ہے۔ ایک چشم زدن مین موت سے سامنا ہوگا۔ پھر کہان ایسا وقت ملیگا۔ بقول میان نظیر

اشعار

دل لگا الفت مین اور کرلے پریزادون کی چاہ　　چاند سے مکھڑون سے مل سورج وشون پر کر نگاہ

کچھ مزے کچھ لوٹ حظ یہ وقت کب ملتا ہے آہ　　کھالے پی لے سکھ دے اور دے لے دلادے واہ واہ

دیکھ لے دُنیا کو غافل یہ تماشے پھر کہان

اور اُنھین شاعر کا یہ بھی قول ہے۔

اشعار

کبھی ہین دیکھتے رخسار یار کو ہنس ہنس　　کبھی خوشی سے ہین چھو لیتے اُسکی زُلف دوتا

کبھی ہین یار کے چشم و نگاہ سے پیتے　　خوشی سے عیش کے بھر بھر کے ساغر صہبا

کبھی ہین اُسکے تکلم سے دل کو خوش کرتے　　کبھی ہین اُسکے تبسم پہ جی سے ہوتے فدا

جو دیکھتا ہے ہمین اسطرح کی عشرت مین　　تو یہ سخن وہ رہ منصفی سے ہے کہتا

نظیر تم نے جو حاصل یہ شادمانی کی

یہی بہار ہے بُستان زندگانی کی

لیکن جو مبتلاے مصیبت و آلام ہین اُنھین جو لوگ مذہبی عقیدہ رکھتے ہین اُنکے نزدیک یہ دُنیا، یہ حیات چندروزہ، صرف آزمائش کے لئے ہے - یہ اسلئے ہے کہ کھوٹے کھرے کا امتحان ہو - جو امتحان مین پورا اُترگیا وہ جنّتی اور مستحق حیات ابدی ہوا اور جو نہ پورا اُترا وہ ناری ہوا - ان مین سے بعض کا یہ قول ہے کہ جو لوگ اس دُنیا مین مال اور دولت سے مالامال ہین وہ عقبیٰ مین ضرور مبتلاے مصیبت ہونگے - لزارس Lazarus جو اس دنیا مین مفلوک الحال ہے اور کھانے پینے سے محتاج اور کپڑون مین ہزارون پیوند لگائے ہوئے ہے، ضرور داخل جنّت ہوگا اور دولتمند ضرور داخل دوزخ ہونگے - بقول حضرت عیسیٰؑ "مین سچ سچ کہتا ہون کہ جیسے ایک اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گزرنا ممکن نہین ہے ویسے ہی دولتمند کا داخل جنّت ہونا محال ہے" - انھین سے جو لوگ کسی عقبیٰ یا مذہب کے قائل نہین وہ تو یہ سمجھے ہوئے ہین کہ یہ زندگی اور موت، خُدا کے کہو - نیچر کے کہو - محض عبث فعل ہین - اسکا کوئی مدعا نہین ہے - اس مصیبت بھری دُنیا کا پیدا کرنے والا اگر کوئی ہے تو وہ رحیم و کریم نہین ہوسکتا بلکہ وہ کوئی ظالم ہی ہوگا جسکا مقصد صرف مخلوق کو تکلیف اور مصائب پہونچانے کا ہے۔

ان دونون سے الگ ایک تیسرا فرقہ حکما اور عُلما کا ہے اور اسمین بھی مقصد حیات یا مدعاے عالم کے متعلق جُدا جُدا خیالات ہین۔

انھین سے وہ علما جنھون نے اپنی زندگی کو سائنٹفک ایجادون کے لئے وقف کردیا ہے - اس خیال مین مست ہین کہ ہم اپنی ایجادون ہی سے اپنی حیات کو ہمیشہ کے لئے قائم رکھ سکتے ہین اور اسلئے ہماری زندگی کا مدعا و غائی یہ ہونا چاہئے کہ ہم ایسے ایجادات وضع کرین جنسے ہمارے جسم کی حفاظت ہو اور اُسکو آسائش ملے اور اگر ہوسکے تو ایجادات وضع کرتے کرتے اس درجے پر ترقی کرجائین کہ ہمارے یہ اجسام فنا ہونے پائین اور اس جسم کے ساتھ ہمکو حیات ابدی حاصل ہو - موت کا جو بھیانک خوف ہردم دامنگیر رہتا ہے - وہ ہمیشہ کے لئے جاتا رہے، کیونکہ اُنکے نزدیک جو کچھ ہے جسم ہی ہے۔

کچھ لوگ جو ایوولیوشن یعنی ارتقا کے قائل ہین یہ سمجھے ہوئے ہین کہ عالم کے دَور ہوتے ہین - ایک دَور مین وہ لطیف سے کثیف ہوتا ہے اور دوسرے دَور مین وہ کثیف سے پھر لطیف ہوجاتا ہے اور یہی سلسلہ لطیف اور کثیف کا جاری رہتا ہے جسکی کوئی انتہا نہین - اسمین کوئی خاص مقصد کسی خالق یا مخلوق کا نہین ہے - فطرت اپنے ڈھرّے پر تابع قوانین مقررہ چلی جاتی ہے - انھین سے مسز اینی بسینٹ اور اُن لوگون کا جو مداخلت خدا کے بھی قائل ہین - یہ عقیدہ ہے کہ اس ریوولیوشن مین خُدا کا

دخل ہے اور اُسکا کچھ مدعا ہے جو یہ ہے کہ سارے جاندار جو اُس ایوولیوشن کے زنجیر سے مین پڑے ہوئے ہین خدا کی طرف کو جو مرجع عالم ہے بڑھتے چلے آرہے ہین اور آخر مین اُسکی ذات مین فنا ہوجاینگے اور یہ ایوولیوشن جسمانی اور روحانی دونون ہوتا ہے لیکن جرمنی کے فلاسفر ہیجل صاحب کا یہ عقیدہ ہے کہ آفرینش یا ظہور سے پہلے یہ عالم بالقویٰ ذات خدا مین موجود تھا اور خود خدا ہی مرعی اور تغیّر پذیر ہوکر عالم محسوسات بنجاتا ہے جسمین حضرت انسان کی شکل مین پہونچکر وہ کامل ہوجاتا ہے - اس عقیدہ مین سب چیزون کا انسان کامل ہی کی شکل مین تبدّل ہونا عین مدعاے عالم ہے - اسی سے اس طریقہ مین پرستش انسان ہی سب سے بڑی پرستش سمجھی گئی ہے اور یہی پرستش جو انواع و اقسام کے طریق مین کیجا سکتی ہے عین مدعاے حیات ہے - مگر وہ جو خدا پرست ہین اُنکے نزدیک خدا پرستی ہی حیات کا عین مدعا ہونا چاہئے نہ کہ پرستش انسان جو ایک مخلوق ہے - بقول میان **نظیر**

ملی جہان مین تجھے یہ جو زندگانی ہے　　یہ چندروزہ ہے اے جان نہ جاودانی ہے
عبادت اُسکی یہان جسنے دل مین ٹھانی ہے　　اُسی کو دونون جہان بیچ شادمانی ہے
خدا کا نام لیا کر تو آن آن میان

اِن خدا پرستون مین جو لوگ ہمدردی انسان کے قائل ہین اُنکا یہ قول ہے کہ انسان کا مقصد حیات ہمدردی ہے کیونکہ خدمت بندہ عین عبادت خدا ہے بقول شخصے

درد دل کیواسطے پیدا کیا انسان کو　　ورنہ طاعت کیلئے کچھ کم نہ تھے کرّوبیان

لیکن بودھون کے نزدیک جو کسی عبادت خدا وغیرہ کے قائل نہین اور جنکے یہان زندگی اور مصیبت دو مترادف الفاظ ہین مصیبت تب ہی جا سکتی ہے جب زندگی نہ رہے اور اسلئے اُنکے عقیدہ مین عدم ہی عین مدعاے حیات ہے جسکو وہ نروان کے نام سے موسوم کرتے ہین اور یہ نروان ہمکو صرف ہمدردی انسان ہی نہین بلکہ کُل جاندارون کی ہمدردی سے حاصل ہو سکتا ہے۔

غرضکہ جیسا جسکا خیال یا جیسا جسکا عقیدہ ہے ویسا ہی وُہ اپنا مقصد حیات سمجھے ہوئے ہے اور اُسی کے مطابق وہ عمل کرتا ہے - لیکن اس مسئلے کا جو حل ادویت ویدانت نے کیا ہے وہ کچھ ایک عجیب وغریب حل ہے اور ایسا ہے جسپر اگر غور کامل کیا جاے تو جیسی تشفّی اُس سے حاصل ہوتی ہے کسی دوسرے خیال سے ویسی حاصل نہین ہوتی - اس عقیدہ کے بموجب عدم یا نیست ہوجانا ہماری زندگی کا مدعا کبھی نہین ہو سکتا جیسا کہ بودھون کا خیال ہے - کیونکہ نیستی کوئی معنی نہین رکھتی ہے - اگر ہم موجود یعنی ہست ہین تو پھر ہم نیست کبھی نہین ہو سکتے - یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ جو حقیقت مین ہست ہے وہ نیست اور جو حقیقت مین نیست ہے وہ ہست نہین ہو سکتا - اسلئے اسکو ضرور ماننا پڑے گا کہ حقیقی ہستی کوئی ضرور ہے جسکے یہ سب مظہر ہین - اس حقیقی ہستی کا نام ویدانت مین آتما یا برہم ब्रह्म ہے - یہ آتما کُل صفات سے مُبرّا ہے - وہ کیول ست چت آنند سروپ ہے - یعنی یہ کہ وہ ہستی مطلق علم مطلق اور سرور مطلق ہے - جب ہستی مطلق ہی مطلق ہے تو پھر نیستی کہان رہی اور جب علم مطلق ہی مطلق ہے تو پھر جہل کہان رہا اور جب سرور مطلق ہی مطلق ہے تو پھر دُکھ کہان رہا نیستی جہل اور دُکھ اگر ہین تو صرف اسوجہ سے کہ ہمنے بہ نتیجہ علائق اپنی اصلی حقیقت کو یعنی اسکو کہ ہم ہستی مطلق علم مطلق اور سرور مطلق ہین بھولکر اپنے کو کچھ اور سمجھ لیا ہے جو ہم فی الحقیقت نہین ہین - یہ علائق کیسے پیدا ہوئے اور کہان سے آئے - یعنی یہ کہ جسکو ویدانت کی اصطلاح مین مایا کہتے ہین - اُسکی ابتدا کیسے ہوئی - اسکا جواب دینے کیلئے ایک بہت بڑا مضمون چاہئے - اسکا جواب چند الفاظ مین شری شنکراچارج نے صرف یہ دیا ہے کہ مثل بازیگر کے شعبدے کے اودیا अविद्या

یعنی جہل نہ اصلی ہے اور نہ بے اصل بلکہ وہ کچھ کچھ ہمارے اُس دھوکے
کے مشابہ ہے جبکہ مثلاً ہمکو یہ محسوس ہوتا ہے کہ ہم سانپ کو دیکھ رہے
ہین - جس حالت مین کہ ہم جو کچھ دیکھتے ہین وہ فی الحقیقت رسّی
ہے اور پھر بھی ہم اُس سے ڈر کر ایسے بھاگتے ہین کہ گویا وہ سچ مچ
سانپ ہے - شنکراچارج یہ نہین کہتے کہ مایا حقیقی ہے یا غیر حقیقی -
جو کچھ وہ کہتے ہین وہ صرف یہ ہے کہ وہ موجود ہے اور ویدانت
کا مقصد یہ ہے کہ وہ ودّیا یعنی عرفان سے مٹائی جائے اور
چونکہ ودّیا یعنی عرفان سے مٹ سکتی ہے اسلئے یہ کہا جا سکتا ہے
کہ اُسکا کوئی اصلی وجود نہین ہے - مگر چونکہ وہ عرفان سے پہلے
محسوس ہوتی ہے اسلئے وہ غیر حقیقی یعنی نیستی مطلق بھی نہین ہے -
انھین علائق دُنیا کا دوسرا نام حیات ہے - وہ جو ست چت
آنند سروپ آتما ہے اُسکا نام جب سے جیو ہوا جسکا کوئی زمانہ مقرر
نہین کیا جا سکتا تب ہی سے کہنا چاہئے کہ سلسلۂ حیات شروع ہوا -
اس جیو کی اُپادھیان (یعنی علائق) تین قسم کی ہین - (۱) کارن یعنی
علّتی - (۲) سوکشم (یعنی لطیف) - (۳) استھول (یعنی کثیف) اگیان
من جو چیتن चेतन کا عکس ہے اور اگیان کا ادھشٹھان[ملہ] अधिष्ठान
جو کوٹ استھ ہے कूटस्थ ان دونون کو ویدانت کی اصطلاح
مین جیو کہتے ہین - اسکے یہ معنی ہین کہ چیتن یعنی عین حقیقت یا ذات مطلق
کا جب تعلق اگیان سے ہوا تو وہ چیتن جیو کہلایا اور یہ جیو کی کارن
اُپادھی ہے - پانچ گیان اندریہ یعنی حواس خمسہ جو ذریعۂ احساس ہین اور
پانچ کرم اندریہ جنکے ذریعہ سے ہاتھ پاؤن وغیرہ کو حرکت ہوتی ہے
اور پانچ پران اور من بدھی، چت اہنکار (یعنی قوت خیال - ادراک
وانانیت وغیرہ) یہ سب ملکر جیو کی سوکشم اُپادھی ہے اور یہ ہمارا جسم
کثیف اور اُسکی استھول اُپادھی ہے - سوکشم اُپادھی کو لنگ دیہ بھی
کہتے ہین - کچھ جسم کثیف کے اندر داخل ہونا ہی حیات نہین ہے بلکہ
ان تینون شریرون یعنی اجسام مین جیو کی موجودگی کو حیات کہین گے -
چونکہ جسم کثیف کے اندر جیو ایک قلیل مدت تک رہتا ہے جسکی انتہا
آجکل کے زمانے مین سَو سال سمجھی گئی ہے - اسلئے جبتک اس اُپادھی
مین رہتا ہے اُسکی حیات بخیال اسکے کہ نہ معلوم جسم کثیف کب چھوٹ
جائے - چند روزہ کہی جاتی ہے - بلکہ اُس سے بھی کم اور اسی لئے
شاعرون نے عمر کی تشبیہ حباب وغیرہ سے دی ہے - لیکن چونکہ جسم
کثیف کے چھوٹنے کے بعد سوکشم اُپادھی یعنی جسم لطیف باقی رہتا
ہے - اسلئے حیات کا سلسلہ ختم نہین ہو جاتا بلکہ وہ آگے کو بڑھتا
ہے - کیونکہ جسم لطیف دوسرے اجسام کثیفہ کو اختیار کرتا رہتا ہے اور
یہ سلسلۂ حیات ازلی ہونیکے علاوہ ایک معنی مین ابدی بھی ہے کیونکہ
جب تک عرفان سے اس جسم لطیف کی انتہا نہو یہ سلسلۂ حیات خود
اس جسم لطیف کے ذریعہ سے اور ایک غیر محدود اجسام کثیفہ کے
ذریعہ سے کلپون تک یعنی عالم کے بیشمار دَورون تک برابر قائم
رہتا ہے - پس عمر خیام کی رباعیات ذیل صرف مجازی معنی مین صحیح
ہو سکتی ہین نہ کہ حقیقی معنی مین -

(۱)

ازآمدن و رفتن ما سودے کو — وز تار وجود عمر ما پودے کو
در سینۂ چرخ جسم چندین پاکان — میسوزد و خاک میشود دودے کو

(۲)

از منزل کفر تا بدین یک نفس است — وز عالم شک تا بہ یقین یک نفس است
این یک نفس عزیز را خوش بگذار — کز حاصل عمر ما ہمین یک نفس است

اس سے یہ مراد ہے کہ زندگی نام ہے سانس کا جو اگر
بند ہو جائے تو پھر اُسکا نام ختم ہے لیکن اگر یہ سانس ایک دفعہ

ملہ - جسپر کوئی چیز قائم ہو اُسکو ادھشٹھان کہتے ہین -

بند ہوکر زندگی کا خاتمہ کر بھی دے تو بھی اسکا امکان باقی رہتا ہے
کہ پھر اور سانس کے ذریعہ سے شروع ہوکر دوسری زندگی کا آغاز
ہوجاے - کیا مضائقہ اگر ہمارا ایک جسم چھوٹ گیا - ہمکو پھر اسکا موقع
حاصل ہے کہ ہم دوسرا جسم اختیار کرکے اپنے مقصود کو (جو وہ ہو)
پھر حاصل کرسکین - اب یہان دو سوال پیدا ہوتے ہین ایک یہ کہ اس
سلسلۂ حیات کی علت کیا ہے اور دوسرا یہ کہ اسکا مقصد کیا ہے -

پہلا سوال یہ ہے کہ اس سلسلۂ حیات کی علت کیا ہے -

علت اسکی ہمارے افعال ہین - بقول شنکر بھاشیہ یہ نام اور روپ
پرپنچ प्रपंच یعنی یہ عالم افعال کے پھلون کا نتیجہ ہے اور اس جگت
کا نام کریا کارک क्रिया कारक پھل ہے - کوئی ایسا فعل نہین
جسکا پھل نہو اور کوئی فعل بغیر سزا و جزا کے نہین رہ سکتا - چاہیے اسکا
پھل کرنے والے کو کلپ انترون مین کیون نہ ملے - حال کا سائنس
بھی ہمارے اس خیال کا موید ہے - جسطرح مادی دُنیا مین ہر علت
کا کوئی معلول ہوتا ہے اور اس طریق مین ایک ازلی و ابدی سلسلہ
نامتناہی علل و معلول کا جاری رہتا ہے اُسی طرح ہمارے خیالات
ہمارے کلام اور ہمارے افعال کا بھی ایک سلسلۂ نامتناہی ازلی
و ابدی جاری ہے - اگر ہمارے خیالات ہمارے کلام یا ہمارے
افعال - بہ نتیجہ کسی سابق خیال کلام یا افعال کے غلیظ و ناپاک ہین
تو اُنکا اثر ہمارے من پر ایسا پڑے گا کہ اُسپر سے غلیظ تر و ناپاک تر
خیالات کلام اور افعال کی آئندہ تحریک ہو یا وہ خیالات تبدیل
بہ کلام یا افعال ہوجائین - غرض کہ اسطرح خیالات و کلام و افعال
کا ایک ازلی و ابدی سلسلۂ نامتناہی علل و معلول قائم ہے جو ایک ہی
زندگی پر منتہی نہین ہوجاتا بلکہ بیشمار زندگیون اور دورہاے عالم
تک جاری رہتا ہے - اگر بہ نتیجہ عرفان اسکا خاتمہ نہ ہوجاے اور
جسطرح ایک زندگی کے افعال کے اثر سے جنکے کوئی نتائج ظاہر
نہین ہوئے ہین دوسری زندگی ہوتی ہے اُسیطرح ایک دَور عالم
کے اُن افعال کے اثر سے جنکے نتائج ظاہر نہین ہوئے ہین -
دوسرے عالم کا آغاز ہوتا ہے - بعض حضرات یہ سوال کیا کرتے ہین
کہ دُنیا کی غایت کیا ہے ؟ اُنکے لئے یہی جواب ہے کہ گذشتہ دَور کے
اُن افعال کی جزا و سزا پانے کے لئے جنکے کوئی نتائج ظاہر نہین ہوئے
ہین - کسی دَور عالم کا آغاز ہوتا ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا -

اب رہا دوسرا سوال کہ اس سلسلۂ حیات کا مقصد کیا
ہے ؟ یہ نت مرنا اور جینا کیون آخر اسکا کوئی مدعا ہے یا نہین ؟
یہ اوپر ذکر ہوچکا ہے کہ یہ دُنیا نتیجۂ عذاب و ثواب ہے - کیونکہ
عذاب و ثواب دونون کا پھل لازمی ہے - اس عذاب و ثواب
کے اثر سے جیو نساری ہوتا ہے یعنی یہ کہ اپنے کئے ہوئے افعال
کی جزا یا سزا پانے کے لئے اُسکو اجسام اختیار کرنا پڑتے ہین
جنمین وہ دُکھ اور سُکھ اپنے حسب اعمال بھوگتا ہے بموجب عقیدۂ
رامانج اچارج اس عذاب و ثواب یعنی پُن اور پاپ کے نتیجہ سے
خود آتما مین سنکوچ संकोच اور وکاس विकास ہوتا
رہتا ہے - یعنی یہ کہ آتما پاپ کے اثر سے سکڑ جاتا ہے جسکے یہ معنی
ہین کہ اُسمین تنزل ہونے لگتا ہے اور پُن کے اثر سے وہ ترقی
پاتا ہے - لیکن سدھانت مت یعنی عقیدۂ ادویت مین ایسا نہین
ہے - آتما مین کوئی سنکوچ संकोच اور وکاس विकास
نہین کیونکہ وہ ایک رس ہے یعنی ہمیشہ ایک حالت پر رہتا ہے
نہ اُسمین بہ نتیجۂ عذاب کوئی تنزل ممکن ہے اور نہ بہ نتیجۂ ثواب کوئی
ترقی - اُسپر نہ پُن کا اثر پڑ سکتا ہے اور نہ پاپ کا - یہ سنکوچ اور وکاس
یعنی تنزل و ترقی اگر ہین تو لنگ دیہ लिङ्गदेह ہین جسکو سوکشم
شریر یعنی جسم لطیف بھی کہتے ہین - یہ جسم لطیف پاپ سے متاثر
ہوکر ادنی قالبون مین یعنی حیوانات مین اور پُن کے اثر سے اشرف تر

آدمی یا دیوتا کی جون مین پیدا ہوتا ہے یہ کسطرح پیدا ہوتا ہے اگر اسکا مفصّل ذکر کیا جاے تو مضمون بہت بڑھ جائیگا۔ پس جو لوگ شاہراہ حیات مین پڑے ہوئے ہین اُنکو چاہئے کہ پہلے گناہ سے پاک ہوکر ثواب کے طریقہ کو اختیار کرین جس سے وہ اس سلسلۂ حیات مین اونچے منازل کو پہونچین اور جب اُنکی خاطر خواہ ترقی ہوجاے تو وہ پاپ اور پُن دونون خیال سے درگزرین کیونکہ جس حالت کو وہ پہونچنا چاہتے ہین یا یون کہو کہ اُنکا جو اصل مقصود ہے وہان پُن اور پاپ دونون کا کوئی خیال ہی نہین ہے۔ وہ حالت ایسی ہے جو سرور دائمی ہے۔ اگرچہ یہ سرور دائمی یعنی پرمانند جیو کو ہمیشہ حاصل ہے اور جو کوئی دُنیوی سُکھ اُسکو کبھی محسوس بھی ہوتے ہین وہ عکس ہین یا سایہ ہین اسی پرمانند کے جو اُسکی عین حالت ہے۔ لیکن بھول سے اُسنے آپنے آپ کو کچھ اور سمجھ لیا ہے جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ اس سلسلۂ حیات مین پڑکر انواع و اقسام کے دُکھ اُٹھا رہا ہے۔ جسوقت یہ بھول یہ بھرم کہ مین دیہ ہے یعنی جسم ہون دُور ہوگیا تو جو حالت ایسے گیان سے پیدا ہوتی ہے کہ مین دیہ نہین سچدانند سروپ آتما ہون اور اس دُنیا مین میرا کوئی نہین اور نہ مین کسی کا۔ اُس حالت کو میان **نظیر** نے اپنے ذیل کے اشعار مین کیا خوب بیان کیا ہے۔ ؎

نہ کوئی طالب ہوا ہمارا نہ ہمنے دل سے کسی کو چاہا ۔۔۔ نہ ہمنے دیکھین خوشی کی لہرین نہ درد و غم سے کبھی کراہا
نہ ہمنے بویا نہ ہمنے کاٹا نہ ہمنے جوتا نہ ہمنے گاہا ۔۔۔ اُٹھا جو دل سے بھرم کا پردہ تو اُسکے اُٹھتے ہی بھڑ اہا

نہ باپ بیٹے نہ دوست دشمن نہ عاشق اور نہ صنم کسیکے
عجب طرح کی ہوئی فراغت نہ کوئی ہمارا نہ ہم کسیکے

پس ہماری حیات کا اصل مقصد یہ ہے کہ ہم جو اصل مین ست چت آنند سروپ ہین۔ اُس اپنی اصلی حالت کو پہچانین جسکو ہم بھول گئے ہین اور جس بھول کی وجہ سے ہم اسقدر دُکھ سہ رہے ہین یا عام الفاظ مین یہ کہ ہم اپنے کو پہچانین کہ ہم کیا ہین اور اس معنی مین یہی مقصد حیات اُنکا بھی ہوسکتا ہے جو دوئی کے قائل ہین - یہ بات ایک ہی زندگی مین حاصل ہونا ممکن نہین ہے - کیونکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے جیو پاپ کی حالت مین یا یوں کہو کہ اس دُنیا مین اپنے کئے ہوئے پاپ کی سزا پائے بغیر مرجاتے ہین پھر کیا اسکے یہ معنی ہونگے کہ وہ عقبیٰ مین ہمیشہ کیلیے مقہور ہی رہینگے - یعنی اپنے پاپ کی دائمی سزا ہی پاتے رہین گے سوامی ودیکانند نے اپنے ایک لکچر مین یہ فرمایا ہے -

"ہم دیکھتے ہین کہ اُس زمانۂ قدیم مین بھی ہمارے یہان کارن وکاریہ یعنی علّت و معلول کا خیال کیسی خوبصورتی کے ساتھ رکھا گیا ہے۔ یعنی یہ کہ جیسی علّت ویسا ہی معلول ہوگا - جب علّت محدود ہے تو اُسکا معلول بھی محدود ہونا چاہئے - مثلاً نیکی کرنا ایک عمدہ کام ہے مگر وہ پھر بھی ایک محدود شے ہے - یعنی یہ کہ اگرچہ مین تمام زندگی نیک کام کرتا رہون مگر تو بھی بوجہ اسکے کہ میرے یہ نیک کام محدود ہی ہونگے مجھے اُنکے نتیجہ سے کوئی غیر محدود پھل یعنی جنّت دائمی نہین مل سکتی اور اسیطرح اگر مین بُرا کام کرونگا جسکی ضرور کوئی سزا ہے تو اُسکی سزا مین مجھے دوامی دوزخ نہ ملے گی"۔

ہندو فلاسفی نے ہر ایک کی نجات کا دروازہ کھول رکھا ہے۔ ایسے لوگون کے لئے جو پاپ کرتے کرتے مر گئے ہین پھر اصلاح اور ترقی کا دروازہ کھُلا ہوا ہے۔ یعنی یہ کہ ادنیٰ قالبون مین اپنے کئے ہوئے پاپ کا کفارہ کرکے وہ پھر آدمی پیدا ہوسکتے ہین اور اسی قالب مین اُنکو نجات پانا ممکن ہے - اگر اُنکے افعال ایسے ڈھرّے پر پڑ جائین کہ اُنکی حالت روبا صلاح ہوجاے اور اگر مدد خدا بھی اُنکے شامل حال ہے تو اُنکے لئے منزل مقصود کو پہونچنا کوئی دشوار امر نہین - لیکن دیکھنا چاہئے کہ کتنے آدمی اپنی حیات کا یہ مدعا

بتاتے ہین جسکا ذکر اوپر ہوا- اس دُنیامین ایک بڑی تعداد مبتلاے
معصیت اور گناہ ہی پائی جاتی ہے- ایسے لوگ اس بھوساگر یعنی
زندگی کے سمندر مین خواہشات کے امواج سے ٹکّرین کھاکھاکر
تھپیڑے کھاتے رہتے ہین کہ جسکے نتیجے سے اکثر بہت ہی گہرائی مین
نیچے چلے جاتے ہین- مگر انکا کبھی کبھی نہ کبھی گو مدتون بعد پھر اوپر کو
اُبھرنا اور پھر کبھی نہ کبھی کنارے لگ جانا لازمی ہے- کیونکہ جس
ذات پاک کے وہ مظہر ہین اُسکو کبھی کوئی فنا یا زوال نہین جس سے
مراد یہ ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے نہین ڈوب سکتے- گو جب تک گیان
یعنی عرفان نہو اُنکا بہ نتیجۂ اعمال اسطرح غوطے کھاتے رہنا لازمی ہے

اب آخر مین یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس مقصد حیات کے
حصول کا کیا طریقہ ہے- اس سنسار سے جسمین جیو پڑے ہوئے
ہین رہائی کیسے حاصل ہو- مگر یہ ایک ایسا سوال ہے جسکے جواب
دینے کے لئے ایک علٰحدہ ہی مضمون چاہئے- اب ہم اس مضمون
کو گوسائین تلسی داس کے مندرجۂ ذیل اشعار پر ختم کرتے ہین-

جیہ جب تین ہرتین بلگانیو — जिय जब तें हरि तें बिलगान्यो।
تب تین دیہ گیہ نج جانیو — तब तें देह गेह निज जान्यो॥

یعنی جیو جب سے ذاتِ مطلق سے جُدا ہوا جسکے یہ معنی ہین
کہ جب سے جیو نام ہوا تب سے اُسنے جسم کو ہی اپنا گھر سمجھ لیا ہے-

مایا بس سروپ بسرایو — माया बस स्वरूप बिसरायो।
تہ بھرم تین دارُن دُکھ پایو — तेहि भ्रमतें दारुण दुख पायो॥

یعنی یہ کہ مایا کے قابو مین ہو کر اور جسم کو سچّا سمجھکر وہ اپنے اصلی
ست چت آنند سُروپ کو بھول گیا ہے اور اس بھرم کی وجہ سے
سخت مصائب اور تکلیفین جھیل رہا ہے

آنند سندھ مدّھیہ تو باسا — आनँद सिंधु मध्य तव बासा।
بن جانے کت مرسی پیاسا — बिन जाने कत मरसि पियासा॥

یعنی آنند کا جو سمندر ہے اُسکے بیچ مین تیرا رہنا ہے- پھر جب ایسا
ہے تو تو کیون اگیان سے پیاسا مر رہا ہے اسکے یہ معنی ہین کہ پرمانند
سُروپ آپ ہوکر تو کیون یہ مصیبتین اور تکلیفین اُٹھا رہا ہے-

مرگ بھرم وار ستیہ جیہ جانی — मृग भ्रम बारि सत्य जिय जानी।
تہان تو مگن بھیو سکھ مانی — तहँ तू मगन भयो सुख मानी॥

یعنی جیسے سُراب کو سچّا پانی سمجھکر پیاسا ہرن پانی پینے کے لئے
اُسکی طرف دوڑتا ہے- ایسے ہی تو بھی ہوا و ہوس کے سُراب کو سچّا
سُکھ دینے والا سمجھکر سُکھ پانے کے لئے اُسمین غرق ہو رہا ہے-
اسکے یہ معنی ہین کہ سُراب کی جسطرح کوئی اصلیت نہین ہے اور اُس سے
پیاس نہین بُجھ سکتی- اُسی طرح خواہشات نفسانی مین کوئی حقیقی سُکھ
نہین ہے اور اُنسے تکلیف رفع نہین ہوسکتی-

تین نج کرم ڈور درڑھ کینھی — तें निज कर्म डोरि दृढ़ कीन्ही।
اپنے کرن گانٹھ گہہ دینی — अपने करनि गाँठ गहि दीन्ही॥
تاتین پربس پڑیو ابھاگے — तातें परबस परयो अभागे।
تا پھل گربھ واس دُکھ آگے — ता फल गर्भवास दुख आगे॥

یعنی تو نے اپنے افعال سے اُس رسّی کو جو تجھے باندھے
ہوئے ہے مضبوط کر دیا ہے اور اسوجہ سے تو بدنصیب پرائے
قبضے مین ہے اور اسکا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ تجھکو بار بار قید حمل کا دُکھ
اُٹھانا پڑتا ہے-

اب یہ دُکھ کیسے مٹین اور اپنے اصلی سُروپ کو جیو کیسے
پہچانین اسکی نسبت گوسائین جی فرماتے ہین-

سیوت سادھو دویت بھے بھاگے — सेवत साधु द्वैत भय भागे।
سری رگھوبیر چرن لے لاگے — श्री रघुबीर चरण लय लागी॥
دیہ جنت وکار سب تیاگے — देह अमित विकार सब त्यागी।
تب پھر نج سُروپ انوراگے — तब फिर निज स्वरूप अनुरागी॥

دروازۂ تاج محل

انڈین پریس الہ آباد

یعنی سادھوؤن کی سیوا سے وہ دُکھ جو دوئی کے خیال سے پیدا ہوتا ہے دُور ہو جاتا ہے اور پھر شری رگھو بیر کے چرنون مین من لگتا ہے - اس سے وہ خرابیان جو جسم کو سچا ماننے سے پیدا ہوتی ہین دُور ہو جاتی ہین اور پھر جو اپنا اصلی ست چت آنند سروپ ہے اُسکو پہچانا جاتا ہے -

پربھو لال

ایلورا کے غار

ایلورا اور اجنٹا کے غارون کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کیسی بے مثل صناعی سے پہاڑون کو تراش کر اُنمین کئی کئی منزلین نکالی گئی ہین اور کیسی کیسی تصویرین اور مورتین بنائی گئی ہین اور کیسے لاثانی نقش و نگار سے ہر درجہ کو آراستہ کیا گیا ہے - سنگتراشی کے کیسے کیسے عجیب و غریب کمالات ظاہر کئے ہین جنمین کرورون روپیے کی دولت صرف ہوئی ہوگی - لفظون کے ذریعہ سے اُنکی صنعت و کمال کو نہین دکھایا جا سکتا - انگریزی اقوال مین مذکور ہے کہ دُنیا مین سات عمارتین لاثانی ہین جیسے تاج بی بی کا روضہ اور اہرام مصر وغیرہ لیکن یہ اُسوقت کا خیال ہے جب انگریزی قوم نے ایلورا اور اجنٹا کے غارون کی سیر نہین کی ورنہ انکو بھی اُنھین عجائبات دُنیا مین داخل کر کے سات کی جگہہ نو کہا جاتا اور جب اہرام مصر کے ساتھ ان غارون کی خانقاہون اور پرستشگاہون کو مقابلہ کر کے دیکھا جاے تو انکی عظمت اور استحکام اور فنِ تعمیر کے کمالات سنگتراشی کا اندازہ ہو سکتا ہے - یہان یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہنا چاہئے کہ دنیا کی اور بڑی بڑی یادگارین بادشاہون نے اپنے لئے بنوائین یا کسی بادشاہ کی یادگارین بنائی گئین اور ہندوستان کی یہ یادگارین خوش عقیدہ راجاؤن اور دولتمندون نے فقیرون کیلئے وقف کین -

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

جس ٹیلے پر یہ غار واقع ہین اُسکی تشکل ہلالی ہے - مسٹر فرگوسن اجنٹا اور ایلورا کے غارون کا مقابلہ کرتے ہوے کہتے ہین کہ ازروے علم تعمیر ایلورا کے غار اجنٹا کے غارون سے اختلاف رکھتے ہین - کیونکہ یہ ایک ٹیلے (پہاڑ) کے ڈھالوان طرف بنے ہوئے ہین - تقریباً ایک عمودی ٹیلے پر زمین کی اسطرح بناوٹ سے تمام ایلورا کے غارون کے سامنے صحن ہین اور علاوہ اسکے چٹان کے باہر اکثر غارون کی دیوار بھی ہے اور دروازے بھی - لیکن باوجود اسکے وہ باہر سے بالکل نظر نہین آتے اور جب تک لوگون کو اُنکی کیفیت سے آگاہی نہو وہان سے گزرتے ہوئے کبھی اُنکو یہ خیال بھی نہین ہو سکتا کہ وہان "اندرا" کے چوک مین دو خوش آیند ستون ہین جو دیکھنے والون کو معلوم نہین ہوتے اور نہ اُنپر کبھی انکی نظر پڑتی ہے -

ایلورا کے غار بہت بڑے پہاڑی مندرون پر مشتمل ہین اُنمین تین گروہ کے مندر ہین - بودھ، برہمن، جین اور تینون کی تعمیرین نہایت عمدہ اور قابل دید صناعی کے نمونے پائے جاتے ہین - ایلورا کا قصبہ قلمرو نظام مین اورنگ آباد سے شمال و مغرب جانب چودہ میل پر واقع ہے -

پہاڑ کے ایک بڑے ٹیلے کے ڈھالوان پہلو مین یہ غار

کھودے گئے ہین جنکی قطار شمال و جنوب مین سوا میل تک لمبی چلی گئی ہے - جنوبی حصہ مین سولہ غار بودھ لوگون کے ہین اور شمالی جانب اُتنے ہی غار برہمن اور جین مذہب کے ہین - بودھ لوگون کے غار ۳۵۰ء سے ۷۰۰ء تک کے بنے ہوئے معلوم ہوتے ہین -

غار نمبر ۱

یہ ایک چھوٹی سی خانقاہ ہے جو غالباً بہت قدیم زمانے کی ہے اسمین جوگیون کے لئے حجرے بنے ہوئے ہین اور اندر اندر غار نمبر ۲ سے ملی ہوئی ہے -

غار نمبر ۲

یہ ایک بہت بڑا غار ہے - اسمین وسیع پرستشگاہ بنی ہوئی ہے اور پرستشگاہ کے سامنے سیڑھیان ہین - یہان مہاتما بدھ کی ایک بہت بڑی مورت رکھی ہوئی ہے جسمین وہ شیر ببر کے تخت پر بیٹھا ہوا ہے اور اُسکے دہنے بائین دو فرشتون اور اُسکے خدمتگارون اور خدمتگزار عورتون کی مورتین ہین - اس غار کے اکثر مقامات اور تمام در و دیوار اور پرستشگاہ کے سامنے کا حصہ بدھ کی مختلف شکلون اور دوسری مورتون اور تصویرون سے بھرا ہوا ہے - اس غار کی تاریخ کو روشنی مین لانا سخت مشکل ہے شاید اسکی تعمیر تیسری یا چوتھی صدی عیسوی مین شروع کی گئی اور چھٹی صدی مین بنکر تمام ہوئی ہو -

غار نمبر ۳

اسکے اور غار نمبر ۲ کے درمیان ایک منہدم پانی کا حوض ہے - یہ غار بھی ایک خانقاہ ہے جو تکمیل کو نہین پہونچی - اسکی چھت کے نیچے بارہ مربع ستون ہین - اسکی پرستشگاہ مین بدھ کی ایک مورت ہے جسکو تخت پر بٹھلایا گیا ہے اور معمولی خدمتگار اُسکے دونون طرف کھڑے ہین اور اُسکے سر پر فرشتے ہین - اُس تخت کو دو ہاتھی اُٹھائے ہوئے ہین - اس تخت کے سیدھی طرف اُن مورتون کی ایک قطار ہے جو مصروف پرستش ہین -

غار نمبر ۴

اسکا اکثر حصہ منہدم ہو گیا ہے اور اسکی پرستشگاہ مین بدھ کی ایک مورت ہے اُسکے سر پر ایک ہالہ ہے اور وہ مورت تخت پر بیٹھی ہے اور خدام اپنے فرائض ادا کر رہے ہین اور ایک حُسن کی دیوی مالا جپ رہی ہے -

غار نمبر ۵

یہ ایک بڑی خانقاہ ہے - اُسکے بیچ مین ایک وسیع دالان ہے - چھت کے نیچے ۲۴ مربع ستون ہین - اس غار مین جوگیون کے لئے بہت سے حجرے بنے ہوئے ہین اور ستونون کے درمیان دو لمبی قطارین نشستگاہون کی ہین جو کھانے یا اُپدیش پڑھنے کے کام مین آتی ہونگی اسکی پرستشگاہ مین بدھ کی ایک مورت بنی ہوئی ہے -

غار نمبر ۶

یہ غار سیڑھیون کے ذریعہ سے غار نمبر ۵ سے ملا ہوا ہے - اسمین چند حجرے ہین اسکی پرستشگاہ کے پیش دالان مین بہت سی مورتین ہین جنمین ایک مورت خوبصورت عورت کی ہے اُسکے بازو مین ایک مور ہے اور اُسکے نیچے ایک پنڈت کچھ پڑھ رہا ہے پرستشگاہ مین بدھ کی ایک بڑی مورت مع اُسکے ملازمون کے ہے -

غار نمبر ۷

یہ ایک ناکمل خانقاہ ہے جسمین آٹھ حجرے ہین اور چھت کے نیچے چار ستون -

غار نمبر ۸

اسمین سے غار نمبر ۷ کو راستہ جاتا ہے - اس غار کی پرستشگاہ

مین بُدھ کی ایک مورت ہے اور بدھ کے پوجاریون اور خدمتگارون اور خدمتگزار عورتون اور فرشتون کی شکلین نمایان کی گئی ہین۔

غار نمبر ۹

غار نمبر ۷ اور غار نمبر ۸ سے اسکو اندر اندر الحاق ہے۔ اسمین بُدھ کی ایک بیٹھی ہوئی مورت مع معمولی ملازمون اور فرشتون کے ہے۔

غار نمبر ۱۰

اس غار کے سامنے کے چوک کے اطراف برآمدے ہین جسکے ستونون مین بہت سی مورتین تراشی گئی ہین۔ اس غار مین ایک بڑی اونچی چوکی ہے اُسپر بدھ کی مورت بیٹھی ہوئی ہے۔ یہ مورت گیارہ فیٹ اونچی ہے اُسکے آس پاس اُسکے معمولی خدمتگار اور سر پہ ایک جھاڑ تراشا ہوا ہے۔ اس غار مین ایک ستون پر تاریخ کھدی ہوئی ہے۔ شاکا ۱۲۲۸ جو سنہ عیسوی کے ۱۳۰۶ کے مطابق ہے۔

غار نمبر ۱۱

یہ دو منزلہ غار ہے اور سنہ ۶ء کا بنا ہوا کہا جاتا ہے۔ اسکے نیچے سے ایک تیسری منزل نکلی ہے جو مدت سے دبی پڑی تھی۔ اسمین ایک لمبا برآمدہ ہے جسمین دو حجرے ہین اور ایک پرستشگاہ۔ پرستشگاہ مین بدھ کی مورت مع خدمتگارون کے بنائی گئی ہے۔ دوسری منزل پر بھی ایسا ہی برآمدہ ہے جسکے پیچھے کیطرف پانچ دروازے ہین۔ انمیں سے دوسرا دروازہ ایک پرستشگاہ کو جاتا ہے جہان بدھ کی ایک بڑی مورت ہے جو تخت پر چار زانو بیٹھی ہوئی ہے۔ اسیطرح اس غار اور پرستشگاہ کے مناسب مقامات پر بدھ اور اُسکے خدمتگارون اور خدمتگذار عورتون کی مورتین کثرت سے بنائی گئی ہین۔

غار نمبر ۱۲-۱۳-۱۴

ایسے ہی عجائبات سنگتراشی اور نقش و نگار اور پوشیدہ راستون اور حجرون اور مہاتما بُدھ کی مورتون اور دوسری مورتون سے بھرے پڑے ہین۔ کس کس کی تعریف کیجاے اور اُنکی خوبیون کو قلم کے ذریعہ سے کیونکر دکھایا جاے۔

غار نمبر ۱۵

اسکا نام دس اوتارا ہے اور ٹیلے کے اوپر واقع ہے۔ جس پر چڑھنے کے لئے زینے کھدے ہوئے ہین۔ اسمین بہت سی پرستشگاہین مع ایک پانی کے حوض کے ہین نیچے کی منزل مین شیو۔ وشنو۔ پاروتی۔ بھوانی اور گنپتی کی بہت سی مورتین ہین اور اوپر کی منزل مین ایک بڑی تعداد شیو کی مورتون کی ہے انمین سب سے زیادہ عجیب مہادیو کی غضب آلود مورت ہے۔ جنوبی دیوار مین اوتارون کی شکلین دکھائی گئی ہین۔ غار کیا ہے ایک تاریخ کا نمونہ ہے۔

غار نمبر ۱۶

اس غار کا نام "کیلا سا" یا "رنگ محل ہے" یہ ایک بہت بڑا اور ایک ہی پتھر مین تراشا ہوا مندر ہے جسکو حیرت خانہ کہہ سکتے ہین۔ اسکی لمبائی ۲۸۰ فیٹ اور چوڑائی ۱۵۰ فیٹ کی ہے۔ اسکے درمیانی حصے نہایت اعلیٰ درجہ کے نقش و نگار سے مزین کئے گئے ہین جو اکثر اسوقت تک اپنی حالت پر برقرار ہین۔ مندر مین بڑے بڑے ہاتھیون۔ شیرون اور سیمرغون کی عمدہ عمدہ مورتین ہین جنمین کوئی چر رہا ہے اور کوئی ایک دوسرے کو پھاڑ رہا ہے۔ اُس کے اوپر دالان ہے۔ اُس مین سترہ ستون انواع و اقسام کے نقش و نگار سے اُسوقت کا کمال صنعت ظاہر کرتے ہین اُسکے جانبین کے سائبانی برآمدے، اُسکا گنبد دار خیمہ اُسکی ڈیوڑھی اور اُسکے پانچ معبد جو بڑے مندر کے باہر چار طرف

ایک ہی چبوترے پر ہین اس بات کی شہادت دے رہے ہین کہ اسکو اس غرض سے بنایا گیا ہے کہ اسکے پیشتر جتنے ایسے غار بنے ہوئے ہین انھین مات کر دے اور اُن سب پر فوقیت لیجائے - داخلی دروازے پر لکشمی کی ایک بڑی مورت ہے جو کنول کے پتون پر بیٹھی ہوئی ہے - جنوبی زینے کے شمال وجنوب کی دیوارون پر راماین اور مہابھارت کے بیانات کی صورتین ظاہر کی گئی ہین - اسکے پیچھے مندر کا نیچا درجہ سات ہاتھیون اور شیرون کی مورتون کے ساتھ بنا ہوا ہے - جنوبی برآمدے کے جو ۱۱۸ فیٹ لمبا ہے بارہ حصے ہین اور ہر ایک حصے مین عجیب وغریب تراشین اُسوقت کی صناعی کا تماشا دکھاتی ہین - دالان کے مشرقی کنارہ پر معبد واقع ہے اُسکے پیچھے جو چبوترہ ہے اُسپر سے مندر کی لاٹ اُٹھی ہوئی معلوم ہوتی ہے جو تقریباً سو فیٹ اونچی ہے - یہ لاٹ نیچے سے اوپر تک نہایت عمدہ نقش ونگار سے آراستہ ہے - غرض اس عالیشان غار کو مذہبی خیالات کا قابل دید نمونہ بنایا گیا ہے جسمین ان گنتی تصویرین اور مورتین نظر آتی ہین اور ہر ایک منزل مین حیرت انگیز صناعی کا اظہار کیا گیا ہے جو دیکھنے ہی سے تعلق رکھتی ہے اور اُسکے نکات اور اُنکی معنوی خوبیون کو ایک بہت بڑا پنڈت ہی سمجھ سکتا ہے بلکہ ممکن ہے کہ اسوقت کے اعلیٰ سے اعلیٰ پنڈت بھی بعض مفہومات کے سمجھنے سے عاجز ہون -

غار نمبر ۱۷

یہ غار شیو کا مندر ہے اسمین بارہ ستون ہین اور ایک پرستشگاہ مندر کے برآمدے مین منقش طاق ہین جنمین برہما، وشنو اور اُنکے ملازمون کی مورتین ہین -

غار نمبر ۱۸-۱۹-۲۰

یہ تین چھوٹے چھوٹے غار ہین انمین سے کسی مین دلچسپ نقش ونگار نہین بلکہ وہ صرف گوشہ گزینی وعبادت سے مخصوص معلوم ہوتے ہین -

غار نمبر ۲۱

اسکا نام رامیشور ہے اسکا دالان بہت لمبا ہے اور اسکے ہر ایک کنارے پر ایک پرستشگاہ ہے جسکے اطراف کالی گنیش - شیو اور پاروتی کی مع اُنکے خدمتگارون اور قوالونکے مورتین بنی ہوئی ہین -

غار نمبر ۲۲-۲۳-۲۴-۲۵-۲۶

انمین برہما اور گنیش کی تصویرین اور مورتین اور معمولی پرستشگاہین بنی ہوئی ہین - بعض کے نشانات منہدم ہوگئے ہین -

غار نمبر ۲۷-۲۸

انمین سے پہلے غار مین وشنو کا مندر ہے اسمین وشنو - لکشمی اور برہما کی مورتین ہین اور دو حجرے اور معبدون کے آثار باقی رہ گئے ہین -

غار نمبر ۲۹

یہ غار جسمین ایک بڑا دالان ۱۵۰ فیٹ مربع ہے اُسمین بہت سا نقش ونگار در و دیوار کو آراستہ کرتا ہوا نظر آتا ہے - اسمین شیو اور پاروتی کی شادی کا نقشہ دکھایا گیا ہے -

اس سلسلہ کے اخیر مین تین جین کے غار ہین جنھین اندر سبھا کہتے ہین - دو منزلہ غار ہین اور ایک چھوٹا سا غار مع اُنکے متعلقات کے ہے - انمین کے پہلے غار مین پرسناتھ اور ایک سات سر کے سانپ اور مہاویرا اور جین دھرم کے ترتن کمارون کی مورتین ہین اندر ایک جھاڑ کے نیچے ایک ہاتھی پر بیٹھا ہوا ہے اور صحن مین ایک بہت بڑے ہاتھی کا مجسمہ بنایا گیا ہے -

اوپر کی منزل مین بڑ اور آم کے درختون کے جھنڈ ہین - اندر اور اندرانی کی بڑی بڑی مورتین ہین اور بیشمار طاق ہین جنمین

مہارشی دیویندرو ناتھہ ٹگور

بابو کیشب چندر سین

انڈین پریس الہ آباد
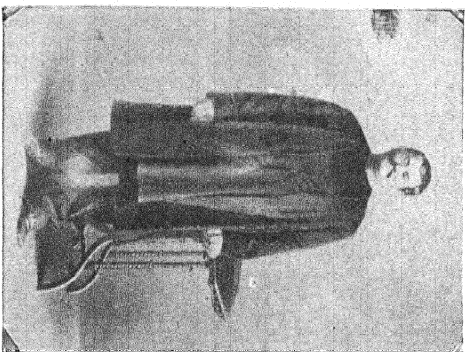
جین لوگون کی مذہبی تصویرین ہین - دوسرا مندر جگناتھ سبھا کے نام سے مشہور ہے - اُسمین اندر - اندرانی - اُنکے ملازمون - مہاویر اور پرسناتھ کی مورتین اور تصویرین ہین - صحن کے برآمدے مین چند عبارتین کندہ ہین - مگر پڑھی نہین جاتین - حروف کنڑی ہین اور آٹھوین صدی سے تعلق رکھتے ہین - ٹیلے کے اس حصے مین جین لوگون کے اور غار بھی ہین جو کم وبیش منہدم ہوگئے ہین اور اُنمین دوسرے غارونکے مقابل کوئی خاص دلچسپی اور نقش ونگار کی صنعت نہین کہ خصوصیت سے اُنکا ذکر کیا جائے -

سید امجد علی اشہری

کیشب چندر سین

پیدائش - طفولیت - تعلیم -

بابو کیشب چندر سین ۱۹ - نومبر ۱۸۳۸ء کو کلکتہ مین پیدا ہوئے تھے - دس برس کی عمر مین باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا اور اُنکی تربیت زیادہ تر اُنکی مان سارو داسندری کے ہاتھون ہوئی کہا جاتا ہے کہ کیشب چندر سین بچپن ہی سے نہایت فہیم و ذکی تھے - تھوڑے دن گرو جی کے یہان تعلیم پاکر ۱۸۴۵ء مین انکو ہندو کالج مین داخل کرادیا گیا اور جبتک وہ یہان پڑھتے رہے انگریزی اور ریاضی مین اول نمبر حاصل کرتے رہے -

۱۸۵۳ء مین منتظمین کے اندرونی اختلاف کیوجہ سے ایک دوسری تعلیم گاہ میٹرا پالیٹین کالج کے نام سے قائم کیگئی اور کچھ دنون کے لیئے کیشب چندر کو وہان پڑھنا پڑا - مگر چند ہی روز بعد یہ کالج بند ہوگیا اور اس کے طلبا اپنے پرانے مدرسے مین واپس آگئے - آخر کار ۱۸۵۸ء مین کیشب چندر نے کالج چھوڑ دیا اور ایک سال بعد اُنکی شادی ایک نو دس برس کی لڑکی سے اُنکے خلاف مرضی کردی گئی -

حق کی تفتیش - برہمو سماج کی شرکت

زمانۂ تعلیم کے آخری حصہ مین کیشب چندر سین کو فلسفہ کا شوق پیدا ہوگیا تھا اور یہ شوق کالج چھوڑنے کے بعد بھی قائم رہا فلسفہ کے مطالعہ نے اُنکے مزاج کو نہایت سنجیدہ بنادیا اور ان میں غور وخوض کا خاص شوق اور ملکہ پیدا کردیا - اُسوقت اُنکی عمر بیس برس کی تھی - لیکن وہ اُن اشغال سے جو شباب کے زمانہ میں اکثر نوجوانوں کے مرغوب طبع ہوتے ہین کوسون بھاگتے تھے - پہلے وہ ستار بجایا کرتے تھے مگر اب انہون نے اسکو توڑ کر پھینکدیا - تاش کو خیرباد کہا - گوشت کھانا ترک کردیا - ناٹکوں کی طرف مطلق توجہ نہ تھی - اس زمانہ میں وہ اکثر بیقرار رہتے تھے اور اکیلے بیٹھے رو یا کرتے تھے - ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کسی چیز کی بڑی تلاش ہے اور اُسکے نہ ملنے سے سخت بےچینی ہے - پرارتھنا یعنی عبادت سے البتہ بہت رغبت تھی - چنانچہ وہ خود فرماتے ہین کہ "مجھے بالکل معلوم نہ تھا کہ سچا مذہب اور سچا چرچ کونسا ہے - مجھے یہ بھی علم نہ تھا کہ مین کس چیز کے لیئے دعا مانگتا تھا - صرف اس تھوڑی سی روشنی سے جو مجھپر ظاہر ہوئی مجھے یہ آواز آئی کہ پرارتھنا اور دعا مین لگا رہ کیونکہ اسکے سوا اور کوئی طریقہ نہین ہے"

اسی زمانہ مین اُنھون نے اپنے مکان پر ایک ایوننگ اسکول کھولا جو تین چار سال تک بڑی رونق کیساتھ جاری رہا۔ ۱۸۵۸ء مین اُنھون نے ایک نوجوانون کی انجمن قائم کی جس مین تصوف اور معرفت کے مضامین پر مباحثہ ہوتا تھا اور سب ممبر اکٹھا بیٹھکر پرارتھنا کرتے تھے۔ اس جلسے مین ایک مرتبہ مہارشی دیوندر و ناتھ ٹگور بھی تشریف لے گئے تھے اور اُنکی تشریف آوری کو کیشب چندر سین اور انکے ساتھیوں نے بہت بڑا اعزاز خیال کیا تھا۔ ان مختلف اشغال مین کیشب چندر سین اپنا وقت گذارتے تھے۔ لیکن جس روحانی امن کی اُنکو جستجو تھی وہ اُنکو ابھی تک حاصل نہیں ہوا تھا۔

آخرکار ایک روز اپنے شناساؤن میں سے ایک سے اُنکو ایک کتاب موسوم بہ "برہمہ دھرم کیا ہے" ملی اسکو پڑھ کر وہ نہایت خوش ہوئے کیونکہ برہمو سماج کے اصولون کو انھون نے اپنے خیالات کے مطابق پایا۔ اب انتظار کی کوئی ضرورت نہ تھی چنانچہ کیشب چندر سین ۱۸۵۸ء میں برہمو سماج میں داخل ہو گئے۔

دیوندر و ناتھ ٹگور

قبل اس کے برہمو سماج کے متعلق بابو کیشب چندر سین کے کارنامے تحریر کیئے جائین یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ برہمو سماج کے کچھ تاریخی حالات بیان کر دیئے جائین۔ راجہ رام موہن رائے کو برہمو سماج قایم کرنے کے تھوڑے ہی دن بعد انگلستان جانا پڑا اور وہین اُن کا انتقال ہو گیا۔ اُن کے انتقال کے بعد سماج کی حالت نہایت نازک ہو گئی تھی عوام کو اسکی طرف کچھ توجہ نہ تھی اور جو لوگ شریک تھے اُن میں سے بہتیرے محض نام کے واسطے ممبر تھے نہ تو اُس کے قواعد اچھی طرح منضبط ہوئے تھے اور نہ اُس کے اصول کی عمدہ طور سے پابندی کیجاتی تھی۔ سماج کا وجود محض ایک غریب پنڈت رامچندر ودیاباگیش کی کوشش کا نتیجہ تھا۔ جس وقت برہمو سماج کی یہ حالت تھی اُس وقت مہارشی دیوندر و ناتھ ٹگور نے برہمو سماج میں شریک ہو کر اُس کے ساتھ مسیحا کا کام کیا۔ اُنکے شامل ہوتے ہی سماج کا رنگ بدل گیا اور روز بروز شرکا کی تعداد بڑھنے لگی۔ مہارشی دیوندر و ناتھ ٹگور نے برہمہ سماجیون کا بے اصولاپن دیکھکر ممبری کے لیئے چند شرائط مقرر کیے جن میں سے سب سے اہم شرط یہ تھی کہ "مین کسی پیدا کی ہوئی چیز کو معبود سمجھکر اُسکی پرستش نہ کرون گا"، اور اسکی پابندی نے عملی طور سے ممبرون کو بت پرستی چھوڑنے کے لیئے مجبور کیا۔ زان بعد برہمو سماج مین یہ سوال پیدا ہوا کہ آیا وید الہامی ہین یا نہین - اس مسئلہ پر برہمو سماج مین اختلاف تھا مہارشی دیوندر و ناتھ نے چار پنڈتون کو وید پڑھنے کے لیے اپنے صرف سے بنارس بھیجا اور خود بھی اس کے متعلق تحقیقات شروع کی - آخرکار یہ قرار پایا کہ کوئی کتاب برہمو سماج مین الہامی نہین قرار دیجا سکتی۔ وید مثل دیگر کتب مقدس کے قابل قدر و منزلت ہین اور اُنکی تعلیم سے فائدہ اٹھانا نہایت مناسب ہے لیکن یہ نہین کہا جا سکتا کہ وہ خدا کے بنائے ہوئے ہین اور اُنمین کوئی نقص یا غلطی نہین ہے۔

برہمو سماج کی ترقی کی کوشش

جب کیشب چندر سین برہمو سماج مین داخل ہوئے تو دیوندر و ناتھ ٹگور نے نہایت کشادہ پیشانی سے ان کا خیر مقدم کیا اور دونون لیڈر ترقی خصوصاً مذہبی اور روحانی ترقی کی سعی مین مصروف ہو گئے۔ اپریل ۱۸۵۹ء میں انھون نے برہمو اسکول قائم کیا جسمین کیشب چندر سین تو انگریزی مین علم الٰہی پر لکچر دیا کرتے تھے اور

اور مہارشی دیوندر ناتھ بنگالی زبان میں برہمو سماج کے اصول پر وعظ دیتے تھے۔ اس اسکول کے طلبا میں سے کئی ایک برہمو سماج کے واعظ ہوئے جنھوں نے اپنی ساری زندگی سماج کی خدمت میں صرف کر دی کیشب چندر سین نے اپنے چچا کے کہنے سُننے سے اِس زمانے میں کچھ دن کے لیئے بنگال بنک میں نوکری کر لی۔ لیکن ۱۸۶۱ء میں مستعفی ہو گئے اور پھر کبھی اُنھوں نے نوکری نہین لی۔ برہمو اسکول مین کام کرنیکے علاوہ کیشب چندر سین نے لکچروں اور رسالوں کے ذریعہ سے اشاعت کا کام کرنا شروع کیا۔ ۱۸۶۰ء میں انھوں نے کرشن نگر میں جاکر ایک نہایت پُرجوش لکچر دیا۔ کلکتہ میں روحانی اور مذہبی تربیت کے واسطے ایک انجمن سنگت سبھا کے نام سے قائم کی جس کے جلسوں مین ممبر جمع ہو کر ایک دوسرے کے سامنے اپنے قصوروں کا اقرار کرتے، اپنے گناہوں سے توبہ کرتے، اور ایشور کی پرارتھنا کرتے تھے کیشب چندر کی کوشش سے ۱۸۶۱ء مین انڈین مرر نامی اخبار قائم ہوا جو اسوقت تک کلکتہ کے نامی روزانہ اخبارون مین ہی۔ اس کے ایک سال بعد اُنھین کی سعی اور مہارشی دیوندر ناتھ ٹھگور کی مالی امداد سے ایک کالج قائم ہوا جس مین اُنکے چند دوست بلاتنخواہ کام کرتے تھے اور جب پانچ چھ سال چلکر یہ کالج بند ہو گیا تو ۱۸۶۲ء میں اُنھوں نے موجودہ البرٹ کالج قائم کیا۔ ان تمام واقعات کو پڑھنے سے یہ اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہی کہ کیشب چندر سین کو اپنے ہم وطنوں کی ترقی کی کیسی دھن تھی اور ذ کس طرح قومی ترقی کے ہر صیغے میں کچھ نہ کچھ کام کیئے جاتے تھے۔ اُنکی لیاقت اور ایثار کی قدر مہارشی دیوندر ناتھ ٹھگور دل سے کرتے تھے۔ رشی جی موصوف اُسوقت آریہ سماج کے سردار تھے۔ چنانچہ اُنھوں نے کیشب چندر سین کو اس کا اہل سمجھ کر ۱۸۶۲ء میں برہمو سماج کا آچاریہ مقرر کیا۔ مہارشی جی کا یہ فعل برہمو سماج کے بعض سن رسیدہ ممبروں کو ناگوار معلوم ہوا۔ لیکن اُن کے لحاظ سے کسی نے کچھ نہیں کہا۔ اس موقع پر کیشب چندر سین اپنی بیوی کو اپنے ساتھ اس جلسہ مین لیگئے جہاں اُن کو آچاریہ کا رتبہ ملنے والا تھا۔ اُن کی اس حرکت سے اُن کے اہل خاندان نہایت ناراض ہوئے اور اُنھوں نے کیشب چندر سین سے قطع تعلق کر لیا۔ کیشب چندر سین کو گھر سے علیحدہ ہو کر مہارشی دیوندر ناتھ ٹھگور کے یہاں کچھ عرصہ تک رہنا پڑا۔ آچاریہ کا رتبہ حاصل کرنے کے بعد ۱۸۶۴ء مین برہمو سماج کے مذہب کی اشاعت کی غرض سے ہندوستان مین ایک بڑا لمبا دورہ کیا اور بمبئی، پونا، مدراس وغیرہ مین متعدد لکچر دیئے اِسی دورہ مین مدراس والون نے کیشب چندر سین کو "برق بنگال" کا لقب عطا کیا تھا۔ کیشب چندر سین انگریزی کے نہایت اعلیٰ درجہ کے مقرر تھے اور بڑے بڑے انگریز اُن کی فصاحت اور بلاغت کا لوہا مانتے تھے۔ وہ جہاں جاتے تھے لوگون کو اپنی شیرین بیانی سے گردیدہ بنا لیتے تھے۔ اسی وجہ سے تھوڑے ہی عرصے مین اُن کا اثر سارے ملک میں عموماً اور بنگال مین خصوصاً پھیل گیا تھا۔

برہمو سماج آف انڈیا کی بنیاد

اوپر بیان ہو چکا ہی کہ دیوندر ناتھ ٹھگور ویدون کے الہامی حیثیت سے منکر ہو چکے تھے۔ لیکن تاہم اُن کو سوشل اور مذہبی اصلاح کے معاملے مین تیز رفتاری پسند نہ تھی وہ نہین چاہتے تھے کہ برہمو سماج والے اپنے کو ہندوؤن سے قطعی طور سے الگ کر لین اور اپنے بزرگون کے مذہب سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھین۔ برخلاف اسکے کیشب چندر سین کے مزاج مین جوش زیادہ تھا اور وہ برہمو سماج کی مذہبی اور سوشل زندگی میں تیزی کیساتھ اصلاح کرنا چاہتے تھے۔ وہ برہمو سماج کا دروازہ ہر شخص کے لیئے کھلا رکھنا

چاہتے تھے اور اسکو عالمگیر مذہب بنانا چاہتے تھے۔ وہ صرف ہندؤن سے نہین بلکہ ہر قوم اور ملک سے فیض حاصل کرنا چاہتے تھے۔ یہی فرق ان دونون بزرگون کے اختلاف کی جڑ تھا۔ اختلاف کی فوری وجہ یہ ہوئی کہ کیشب چندر سین اور اُن کے ہم خیالون نے دو ایسے واعظون کو جو جنیؤ اُتار کر پھینک چکے تھے برہمو سماج کی بیدی پر بٹھلانا چاہا۔ کیونکہ وہ ذات کے اصول کو محض لغو سمجھتے تھے اور برہمو سماج کو اس کے قیود سے آزاد کرتے تھے۔ یہ امر مہارشی دیوندر ناتھ ٹگور اور برہمو سماج کے پُرانے ممبرون کو ناگوار تھا۔ اتفاق سے برہمو سماج کا وہ جلسہ جس میں یہ جھگڑا ہوا مہارشی دیوندر ناتھ ٹگور کے مکان پر منعقد کیا گیا تھا۔ اور رشی جی نے قبل اس کے کہ وہ دو واعظ جنھون نے جنیؤ اُتار ڈالا تھا آئین' دو جنیؤ والے آچاریون کو بیدی پر بٹھادیا۔ جب کیشب چندر سین اور اُن کے ساتھی جلسے میں پہونچے تو اُنھون نے اس پر اعتراض کیا۔ رشی جی نے جواب دیا کہ چونکہ یہ میرا مکان ہی اس لئے مجھکو ہر طرح کا اختیار ہی۔ کیشب چندر سین کی طرف سے نہایت معقول جواب دیا گیا کہ یہ درحقیقت برہمو سماج کا جلسہ ہی۔ یہ محض ایک اتفاقی امر ہی کہ اس کا انعقاد آپ کے مکان پر ہوا ہی۔ اِس مین ذاتی اثر کو کوئی دخل نہین ہی۔ آخر کیشب چندر سین اور اُن کے دوستون نے اس جلسہ میں شریک ہونے سے انکار کردیا اور وہان سے اُٹھکر چلے گئے۔ اور جب خط و کتابت سے بھی یہ گتھی نہ سلجھی تو ۱۱ نومبر ۱۸۶۶ء کو ایک بہت بڑا جلسہ کرکے کیشب چندر سین نے مہارشی دیوندر ناتھ ٹگور سے الگ ہوکر برہمو سماج آف انڈیا قائم کی۔ اس نئی سماج کے قائم ہونے پر برہمو سماج کے پُرانے ممبرون نے اپنی انجمن کا نام آدی برہمو سماج رکھا گیا

برہمو سماج آف انڈیا کے اصول حسب ذیل قرار دئے گئے

(۱) برہمو سماج کے ممبرون کی ایک باقاعدہ سوسائٹی بنائی جائے اور اس کا نام برہمو سماج آف انڈیا رکھا جائے۔ جو روپیہ اس سماج مین جمع ہو وہ ممبرون کی کثرت رائے کی بموجب برہمہ دھرم کی ترقی مین خرچ کیا جائے۔

(۲) ہر شخص جو برہمہ دھرم کو مانتا ہی بلا کسی تمیز کے اس سماج مین شامل ہوسکتا ہی۔

(۳) ہر مذہب کی متبرک کتب سے جو جو پند و نصائح برہمہ دھرم کے مطابق ہون جمع کئے جائین۔

کیشب چندر سین اس نئی سماج کے سکرٹری مقرر کئے گئے اور اُنھون نے اپنے مذہب کی اشاعت اور اُس کے اصول کو ترقی دینے کی کوشش شروع کی۔ چنانچہ ۱۸۶۶ء میں اُنھون نے مشرقی بنگال کے مشہور شہرون مثلاً فرید پور۔ ڈھاکہ۔ میمن سنگھ وغیرہ مین دورہ کیا۔ اپنے پر زور لکچرون کے ذریعہ سے اُنھون نے لوگون کے دلون کو ہلا دیا اور مشرقی بنگال میں برہمو سماج قائم کردی۔

اِسی زمانے میں انھون نے ایک سالہ Faith یا بشواس پر لکھا جس مین اُنھون نے اپنا یہ عقیدہ ظاہر کیا کہ بشواس سے انسان کو خدا کی حضوری نصیب ہوسکتی ہی اور معبود اور عبادت کرنے والے مین ذاتی تعلق پیدا ہوسکتا ہی۔ برہمہ دھرم کی اشاعت کے لئے ۱۸۶۸ء مین نگر کیرتن کا طریقہ اختیار کیا گیا۔ کیشب چندر سین اور اُنکے دوست بازارون اور گلی کوچون مین عشق الٰہی کے بھجن گاتے ہوئے پھرا کرتے تھے اور اسی ذریعہ سے عوام کو اپنی طرف اور اپنے پاکیزہ اصول کی طرف متوجہ کرتے تھے۔ اسی غرض سے اُنھون نے شمالی ہندوستان میں دورہ کرکے بہت سے لکچر دئے اور ہندوستان کے اس

حصے مین برہمو سماجین قائم کین ۱۸۷۲ء مین کیشب چندر سین کی ایک بہت پُرانی آرزو بر آئی - اُنھون نے ایک مرتبہ مہاشی دیوندر و ناتھ ٹگور سے کہا تھا کہ برہمو سماج کے ممبرون کی جو شادیان نئے طریقے سے ہوتی ہین اُن کو بعض مقننین قانوناً ناجائز سمجھتے ہین چنانچہ ۱۸۶۸ء مین کوشش کرکے اُنھون نے برہمو میرج بل پیش کرایا - اس پر بہت کچھ بحث مباحثہ ہوا اور صرف ہندؤن کی طرف سے نہین بلکہ آدی برہمو سماج کی طرف سے بھی اسکی مخالفت ہوئی - آخر کار ۱۸۷۲ء مین یہ قانون پاس ہوگیا - اسکی رو سے برہمو سماج میں ایک سے زیادہ شادیان قانوناً ناجائز ٹھہرائی گئین - صغرسنی کی شادی قطعی طور پر بند کردی گئی - لڑکے کی عمر کم از کم ۱۸ سال اور لڑکی کی عمر کم از کم ۱۴ سال قرار پائی - شادی کے رسومات سے بت پرستی بالکل نکال دیگئی - اور بدھوا بواہ اور غیر ذات کی شادیان جائز ٹھہرائی گئین - اس قانون سے برہمو سماج کے ممبرون کو بہت کچھ سہولت ہوگئی لیکن گورنمنٹ نے اس کا نفاذ برہمو سماج کے ممبرون تک محدود کردیا - اگر کوئی ہندو جو برہمو سماج کا ممبر نہیں ہے اس قانون سے فائدہ اُٹھانا چاہے تو وہ جبتک اپنے تئین برہمو نہ بنائے اس سے فائدہ نہین اُٹھا سکتا - فی الحال بعض مصلحان قوم کی توجہ اس طرف مبذول ہوچلی ہے اور اس بات کی کوشش ہورہی ہے کہ گورنمنٹ سے درخواست کی جائے کہ جس طرح اور ممالک میں اگر عورت اور مرد چاہین تو بلا کسی مذہبی رسم کے شادی کرسکتے ہین اُسی طرح ہندوستان میں بھی ان شادیون کو جائز ٹھہرانے کے لیئے قانون پاس ہونا چاہیے -

ولایت کا سفر

بابو کیشب چندر سین کا ارادہ عرصہ سے ولایت جانے کا تھا اور انگلستان کے یونیٹیرین ان کے دیدار کے بہت مشتاق تھے - آخر ۱۸۷۰ء مین وہ ولایت تشریف لے گیے جہان اُنکے لکچرون نے لوگون کو بیحد محظوظ کیا اور تعلیم یافتہ گروہ کی طرف سے انکی بہت کچھ قدردانی ہوئی - انگلستان کے مشہور معروف حکیم جان اسٹوارٹ مل اور وہان کے شیڈول مدبر مسٹر گلیڈ اسٹون سے ملاقات ہوئی - لارڈ لارنس اور پروفیسر میکس مولر سے دوستانہ ارتباط قائم ہوا - اور صرف ملکہ معظمہ وکٹوریہ کی حضوری میں باریاب ہی ہونے کا شرف نہین حاصل ہوا بلکہ اُنھون نے اپنی تصنیف شدہ کتابین بابو کیشب چندر کو ہدیتہً عطا کین - ہندوستان کی سچی بہی خواہ مس میری کارپنٹر نے انکی یادگار میں "انڈین الیسوسی ایشن" قائم کی جو ابتک لندن میں قائم ہے

شادی کوچ بہار اور سادھارن برہمو سماج

ولایت کی واپسی کے بعد بابو کیشب چندر سین نے ۱۸۷۲ء مین بھارت آشرم قائم کیا جہان قریب قریب ۲۵ برہمو گھرانے اکٹھا رہنے لگے - غرض یہ تھی کہ ممبرون میں ارتباط بڑھے ایک دوسرے کے دُکھ درد میں شریک ہون اور مشترکہ عبادت کے طریق کو ترقی دیجائے - اس زمانے میں اُن کی خاص کوشش یہ تھی کہ عیسائی پادریون کی طرح برہمو مشنری بھی اپنے مذہب کی اشاعت کے واسطے جماعت تیار کرین - اسی غرض سے اُنھون نے بھارت آشرم اور سنگل باڑی اور اسی قسم کی اور جماعتین قائم کی تھین - محض دنیاوی کامون سے ہٹکر ریاضت کی طرف اب اُن کا میلان بڑھ گیا تھا اور عبادت کے جوش کو روز بروز ترقی ہوتی جاتی

تھی۔ یہان تک کہ بعض اشخاص کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ کیشب چندر سین گورو بنکر اپنی پرستش کرانا چاہتے ہین ۱۸۷۸ء مین ایک ایسا واقعہ ظہور مین آیا جس نے برہمو سماج مین ہلچل پیدا کر دی اور کیشب چندر سین کی طرف سے اُن کے بہت سے مریدون کا دل پھیر دیا۔ اس کی بنا یون ہوئی کہ مہاراجہ صاحب کوچ بہار اُس وقت نابالغ تھے اور اُن کی ریاست کا انتظام بنگال گورنمنٹ کے سپرد تھا۔ گورنمنٹ کی طرف سے یہ تجویز ہوئی کہ مہاراجہ صاحب کی شادی بابو کیشب چندر سین کی لڑکی سے کی جائے اور بابو کیشب چندر سین نے اس تجویز کو بدین شرائط منظور کیا کہ شادی کے رسومات مین بت پرستی کو مطلق دخل نہ دیا جائے۔ اور چونکہ دولہا دُلہن کی عمر کم ہی اس لیئے اسوقت محض نسبت کر دی جائے۔ لیکن اس کے بعد ہی فوراً مہاراجہ صاحب ولایت بھیجدیے جائین۔ اس تجویز نے برہمو سماجیون کو نہایت برہم کر دیا۔ وہ لوگ کہتے تھے کہ کوچ بہار ایسے خاندان مین بلا بُت پرستی کے رسومات ادا کیے شادی ہونا ناممکن ہی اور واقعی جیسا ان لوگون نے کہا تھا ویسا ہی ہوا۔ دوسرا زبردست اعتراض یہ تھا کہ لڑکی کی عمر چودہ برس سے کم ہی۔ لہذا یہ شادی اُن اصول کے خلاف ہی جو کیشب چندر سین نے خود برہمو میرج ایکٹ مین قائم کرایا ہی۔ ع چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔ لیکن کیشب چندر سین کو اس شادی کی ایسی دُھن تھی کہ باوجود اس مخالفت کے انھون نے اس تجویز کو قائم رکھا اور ۶ مارچ ۱۸۷۸ء کو کوچ بہار جا کر اپنی لڑکی کی شادی مہاراجہ صاحب کے ساتھ کر دی۔ ان کی سماج کے بہت سے ممبرون نے ان کی اس حرکت کو اسقدر ناپسند کیا کہ ۱۴ مئی ۱۸۷۸ء کو کلکتہ کے ٹاون ہال میں ایک جلسہ کر کے اپنی سماج الگ قائم کر لی اور اس کا نام سادھارن برہمو سماج رکھا۔

بابو کیشب چندر سین کے مداحون کو بھی اس بات کا اقرار ہے کہ اصولاً کوچ بہار کی شادی نہایت سخت غلطی تھی اور ہر انسان کو مجبوراً ایسی رائے قائم کرنی پڑیگی کہ اس موقع پر برہمو لیڈر نے اپنے عقائد کو دنیوی جاہ و حشم پر قربان کر دیا۔ لیکن اس کے اور زیادہ خطرناک نتائج اُس وقت سمجھ مین آتے ہین جب کہ ہم یہ دیکھتے ہین کہ اُن کو اپنی بات کو نبھانے کے لیے شادی کے بعد کیا وتیرہ اختیار کرنا پڑا انھون نے اب اپنی سماج کا نام نیو ڈسپنسیشن (Newdispensation) رکھا اور ساتھ ہی یہ خیال ظاہر کیا کہ ایشور نے خاص مہربانی کر کے ملک کی ضرورت کو مدنظر رکھ کر یہ چرچ قائم کیا ہی۔ آدی برہمو سماج مین مہارشی دیوندر ناتھ کی ذاتی رائے کو بہت کچھ رسوخ تھا اور برہمو سماج کے نوجوان ممبرون کو ان سے اختلاف کی ایک وجہ یہ بھی ہوئی تھی۔ لیکن کیشب چندر سین کی برہمو سماج مین تو ہر ایک معاملہ کا انحصار انھین کی رائے پر رکھا جاتا تھا اور عام رائے کی کوئی وقعت نہ تھی۔ جو بات ان کے دل میں آتی تھی اس کو وہ خدا کی وحی سمجھتے تھے اس مسئلہ کا نام انھون نے آدیش رکھا تھا جس کو سادھارن برہمو سماج والے نہایت پرخطر خیال کرتے تھے۔ اسی مسئلہ کی بنا پر کوچ بہار کی شادی کی حمایت کی جاتی تھی۔ کہا جاتا تھا کہ اس شادی کا خیال خدا کی طرف سے کیشب چندر سین کے دل میں پیدا کیا گیا ہی

اور اس وجہ سے باوجود ظاہری نقائص کے اس میں کوئی
خاص مصلحت ہے۔ ظاہر ہے کہ اس اصول کو قبول کرنے کے
بعد نیک و بد کی تمیز اُٹھ جاتی ہے۔ انسان بڑی باتیں کر
سکتا ہے گو یہ بظاہر بڑی ہیں لیکن ان میں ایک ایسی
مصلحت ہے کہ جو عوام کی نگاہوں سے مخفی ہے۔ اس لیئے
اس پر اعتراض نہ ہونا چاہئے۔ پرانے زمانے کے مذہبی سرگروہ اکثر اس غلطی میں
پھنس چکے ہیں اور آج بھی تھیاسوفیکل سوسائٹی کے لیڈ بیٹر والے
جھگڑے میں اسی خطرناک اصول کا جلوہ نظر آتا ہے۔

کیشب چندرسین کی وفات

اس جھگڑے کے بعد کیشب چندرسین اور بھی زیادہ
ریاضت کے شائق ہو گئے۔ انھوں نے اپنے مذہب کی
اشاعت کے واسطے کچھ دینا اور مضامین لکھنا برابر جاری
رکھا۔ لیکن اُن کے خیالات فقر و فاقہ کے طرف زیادہ
مائل نظر آتے تھے۔ ۱۸۷۹ء میں اُنھوں نے اپنے شاگردوں کو
لے کر شمالی بنگال میں چھ سو میل کا دورہ کیا اور کہیں کہیں
مذہب مسیحی کے تتبع میں بعض مذہبی رسومات ادا کیں۔ کبھی
کبھی وہ نفس کشی کی غرض سے بھارت آشرم میں رہنے
والوں سے بھیک مانگ کر لاتے تھے اور جو کچھ اس طریقے
سے ملتا تھا اُسی کو پکا کر کھاتے تھے۔ ہم یہ نہیں کہتے
کہ کیشب چندرسین کا یہ مدعا تھا کہ لوگ خدا کی پرستش چھوڑ کر انکی پرستش
کریں۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ اپنی سماج میں وہ گورو سمجھے جاتے تھے اور
اُن کے احکام سے کسی کو سرتابی کی مجال نہ تھی۔

اس بات کا ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ باوجود
علحدگی کے مہارشی دیوندر ناتھ ٹگور سے اُن کے تعلقات
بہت اچھے تھے اور وہ مہارشی جی کا آخر وقت تک نہایت
ادب و لحاظ کرتے رہے۔ اس کا اندازہ ناظرین
یوں کر سکتے ہیں کہ ۱۸۸۳ء میں بابو کیشب چندرسین بیمار
ہو کر شملہ چلے گئے تھے ۱۸۸۳ء میں جب وہ کلکتہ واپس
آئے تو رشی جی اُن کو دیکھنے کے واسطے گئے بابو کیشب
چندرسین نے اُن کو ڈنڈوت کی اور ان کا ہاتھ اپنے
ماتھے پر رکھکر اُن سے دعا کی خواہش کی لیکن بیماری کچھ ایسی سخت تھی
کہ نہ دوا کارگر ہوتی تھی نہ دعا بلکہ حالت روز بروز ابتر ہوتی گئی اور ۸ جنوری
۱۸۸۴ء کو کیشب چندرسین اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

بابو کیشب چندرسین کی زندگی بہت سے پہلوؤں سے
قابل قدر ہے۔ ان میں لڑکپن سے مذہبی تحقیقات کا مادہ تھا
اور جب اُن کو وہ مذہب جس کو وہ سچا سمجھتے تھے مل گیا تو
اُسے اختیار کرنے میں اُنھوں نے ذرا بھی تامل نہ کیا۔ اُن کو
سختیاں اور مصیبتیں جھیلنا پڑیں لیکن اس کی اُنھوں نے
کچھ پروا نہ کی۔ آخر وقت تک اُن کو برہمو دھرم کی اشاعت
کی دُھن رہی۔ اور وہ مختلف طریقوں سے اُس کی ترقی
کی کوشش کرتے رہے۔ کیونکہ برہمو سماج کے اصول کو
وہ صرف سچا ہی نہیں سمجھتے تھے بلکہ ملک کی ترقی کا ذریعہ
جانتے تھے۔ ان سے کوچ بہار کے معاملہ میں بے شک
غلطی ہوئی جس سے ہمکو یہ سبق اخذ کرنا پڑا کہ بڑا سے بڑا انسان بھی خطا
سے مبرا نہیں ہو سکتا اور یہ کہ جب ایک مرتبہ انسان کوئی غلطی
کر بیٹھتا ہے تو اسکو سنبھالنے کیلئے اور بھی غلطیاں کرنا پڑتی ہیں۔

بابو کیشب چندرسین کی زندگی سے ہمکو نیک اصول کی پابندی کی
ہدایت ہوتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اخلاقی غلطیوں کے پُرخطر
نتائج کا بھی اظہار ہوتا ہے بشرطیکہ ہم میں اس سے سبق اخذ کرنیکی لیاقت ہو

منوہر لال زتشی

دسہرہ

ہے دسہرہ یادگار عظمت ہندوستان — ہندؤں کی اک قدیمی فتح و نصرت کا نشان
اک نشی ہے یہ نشانی دولت و اقبال کی — یاد دلاتی ہے اُن ایام فرخ فال کی
جبکہ تھی ہم مین بھی ایسے زور و طاقت کی نمو — ہیچ تھی دیوانِ دئین تنکی جس سے ہست و بود
جب اکیلے اُٹھ کھڑے ہوتے تھے ہم بہر نبرد — اور کر دیتے تھے اپنے دشمنون کو گرد برد
دل مین ہمت ہاتھ مین اپنے فقط تیر و کمان — لشکر کفار مین جن سے تھا شور الامان
باندھ کر وہ پُل سمندر کو کیا ہم نے عبور — جسکو حیران دیکھکر ہین آج بھی اہل شعور
فوج راون لاتعد تھی ریگ صحرا کیطرح — اور اُمنڈ آئی تھی وقت جنگ دریا کیطرح
راون خونخوار اور وہ کوہ پیکر اُسکے دیو — جنکی خونخواری کا تھا سارے زمانے مین غریو
قلعہ وہ لنکا کا جو ناقابل التسخیر تھا — جس پہ نازان اپنے دلمین راون بے پیر تھا
تھے طلائی برج جسکے اور مرصع بام و در — جنکی چوٹی تک نہ پہونچے کوئی مرغ تیز پر
سودہ لعل و زمرد تھی وہان کی خاک بھی — اک طلسم ایسا کہ قاصر تھا جہان ادراک بھی
ہم نے ایسے دشمنون پر فتح پائی تھی کبھی — اپنے حصے مین بھی یہ معجز نمائی تھی کبھی
آج وہ دن ہے کہ ہم اس یاد کو تازہ کرین — روئے زیبائے عروس فتح پر غازہ کرین
ملکے گائین رام کے گُن دلمین ہو جوش سرور — قلب صافی مخزن وحدت ہو سینہ رشک طور

یہ دسہرہ عشرہ عشرت ہے اپنے واسطے
خالق کونین کی نعمت ہے اپنے واسطے

نظر

مسافر کی عید

جہان مین روشنی صبح ابھی نہ پھیلی تھی — خوشی مین دیدی موذن نے پہلے ہی سے اذان
گھرون مین بچے جو پچھلے پہر سے جاگے تھے — ہین شوق عید مین بیتاب اُنکو نیند کہان
اذان کے سنتے ہی کہتے ہوئے یہ اُٹھ بیٹھے — کرینگے غسل سویرے سے کپڑے لا اماں
کہا کسی نے کہ سر پہ ہے دھوپ تو نکلے — مچلکے بولے نہائین گے ہم ابھی ہان ہان
وہ دیکھو صبح بھی اب صاف ہو گئی ظاہر — ہوا و مطلع مشرق سے مہر نور افشان
ہر ایک سمت سے ظاہر خوشی کے ہین آثار — ہے آج جمع مسرت کا ہر طرف سامان
ہر اک ہے بننے سنورنے کی فکر مین مصروف — بنا ہوا ہے خوشی کا چمن ہر ایک مکان
وہ دیکھو غسل کوئی کر رہا ہے ہنس ہنسکر — بدل رہا ہے کوئی کپڑے اور ہے شادان
سنور رہا ہے کوئی مل رہا ہے عطر کوئی — کوئی حسین ہے آئینہ دیکھکر نازان
سکھا رہا ہے کوئی خود ہی دھو کے کپڑون کو — وہ جا رہا ہے کوئی دوڑا ہوا دھوبیون کے یہان
پھٹے وہ کپڑے کوئی سی رہا ہے جلد مین — یہ جوش ہے ایسا ہے گویا خوشی اسیکے یہان
خوشی مین صبح ہی سے کام ہے ہر ایک کا بند — کھلی ہوئی ہین مگر آج درزیون کی دکان
بہت سے لو تو نکلی ہے ان کے اختیار مین عید — بہت سے لوگون کے ہین انکے ہاتھ مین ارمان
لو آفتاب بھی اب ہو گیا کچھ اور بلند — نماز کیلئے نکلا ہر ایک خورد و کلان
کوئی فٹن پہ ہے بگھی پہ کوئی ٹمٹم پر — پیادہ پا ہے کوئی سوئے عیدگاہ روان
بغل مین کوئی لیے جا رہا ہے بچون کو — کسیکی تھامے ہوئے انگلی طفل ابجد خوان
خوشی ہر ایک کے چہرے سے ٹپکی پڑتی ہے — ہنسی خوشی کی ہے مہمان خوشی بھی ہے خندان
وہ کون ہے کہ نہین آج جس کے دلمین خوشی — وہ کون ہے کہ ہنسی ہو نہ جس کے لب پہ عیان
مگر وہ دیکھئے کونے مین صحن مسجد کے — الگ سبھون سے کھڑا ہے کوئی غریب جوان
اُداس چہرہ پریشان و مضطرب صورت — ہر ایک شکل سے ہے دل کا انتشار عیان
غبار دل میں ہے کپڑے پھٹے ہوئے میلے — خموش ایسا کہ گویا نہین ہے منہ مین زبان
ہین ڈبڈبائے ہوئے اشک گرم آنکھون مین — عجیب یاس سے ہر اک طرف ہے وہ نگران
غریب کوئی مصیبت زدہ مسافر ہے — سفر مین اس طرف آ نکلا بے سر و سامان
نہ کوئی دوست نہ مونس نہ آشنا کوئی — غم جدائی احباب دل میں ہے پنہان
ہر اک کو دیکھکے خوش دوستون عزیزون مین — ہے یاد آ گیا غربت میں شاید اپنا مکان
وہ دیکھو آنکھون میں آنسو بھی ڈبڈبا آئے — ہزار ضبط کیا پر رُکے نہ اشک روان
وضو کے حیلے سے دیکھو گیا وہ حوض کے پاس — کہ اپنے چہرے سے دھو ڈالے آنسوؤن کے نشان
ہزار چاہا کہ ظاہر نہ ہو پریشانی — کہین چھپائے سے چھپتے ہین دلکے راز نہان

نماز عید بھی اب دیکھو ہوگئی وہ شروع
شریک ہے صف آخر مین با دلِ بریان

نہ پوچھو ہاے کہ خطبہ کے ختم ہونے پر
گلے جو ملنے لگا ایک دوسرے سے وہان

کہو نہین کیا کہ دل ہیوطن پہ کیا گذری
وہ دیکھو اشک بھر آنکھوں سے ہو گئے ہین رواں

نہین رفیق کوئی عید جس کے ساتھ منائے
نہ کوئی دوست گلے ملکے جس سے ہو شادان

غبار کچھ تو دل غمزدہ کا دھو جاتا
کوئی بناتا اگر عید میں اسے مہمان

مگر خوشی مین ہین یون مست ہے وطن والے
کسی نے یہ بھی نہ پوچھا تمھارا گھر ہے کہان

وہ بیکسی وہ وطن کا خیال وہ غربت
وہ ہائے عید کا دن اُس پہ بے سر و سامان

کوئی تو جاکے ذرا کہدے اِس مسافر سے
شریک حال اک انجم بھی ہیوطن ہے یہان

سفر مین عید گئی ابکے سال اے انجم
وہ لطف جلسۂ احباب کا نصیب کہان

نور محمد انجم

جگنو

اے اندھیری رات مین دشت و بیابان کے چراغ
اک جھلک مین کر دئے ہین تو نے روشن باغ و راغ

یہ ہوا اور ننھی ننھی بوندیان برسات کی
یہ گھٹا گھنگھور اور اُس پر سیاہی رات کی

یہ چمکنا تیرا اُڑ اُڑ کر ہوائے دشت مین
قدرتی یہ روشنی تیری فضائے دشت مین

ہے زر افشان تجھ سے دامن تک شب دیجور کا
تجھ سے پھیلا ہے اندھیرے مین اُجالا نور کا

اپنی آب و تاب مین تو شمعِ ظلمات ہے
شمع کی بھی ضو فشانی تیرے آگے مات ہے

تو نہین وہ شمع گل کر دے جسے موج ہوا
یا بُجھا دے جھلکے پروانہ پرونکی پنکھیا

اسطرح افشان چُنی تو نے جبین خاک پر
گر پڑے جیسے زمین پر کوئی تار تونکر

تو نے شاخون پر درختونکی لگائی ہے کرن
پہنے ہین سونے کا زیور یا عروسان چمن

طائرونکے بھی نشیمن پر ہے تیرا ہی عمل
جل رہی ہین اونچے اونچے آشیانو نمین کنول

یہ کرشمے اور یہ جلوے اک ذرا سی جان پر
دیکھنے والونکو حیرت ہے خدا کی شان پر

نور کا پتلا ہے تو، چھوٹا سا یا کیڑا ہے تو
ذرّے مین سورج ہے تو کوزے مین اک دریا ہے تو

توبھی شبنم کی طرح ہے رات بھر کا میہمان
صبح ہوتے ہی کہین ملتا نہین تیرا نشان

اے سُنہرے رنگ کے چمکیلے کیڑے آہ وہ
دن کو دیکھون کیا تجھے کب کام کرتی ہے نگاہ

کس طرح تو ہو نمایان دن کو تارونکی طرح
پردے مین پوشیدہ ہو کر پردہ دارونکی طرح

چھپ گیا ہے تیرا جلوہ دامنِ خورشید مین
خیرہ آنکھین ہین شفق کی تیرے شوق دید مین

نورِ حق کے آگے جیسے ماند ہو ہر روشنی
سامنے سورج کے یون پنہان ہے تیرا نور بھی

شمع عرفان تو ہی ہر اہل بصیرت کے لیے
چشم باطن چاہیے نور حقیقت کے لیے

شفق عماد پوری

کلام ابر

از افکار تازہ پنڈت بشن نراین صاحب ابر

چشم عبرت سے جو عالم کا تماشائی ہو
ہوش جاتے رہین دیوانہ ہو سودائی ہو

اُس سے کسطرح سے دنیا مین شناسائی ہو
جس نے صورت نہ کبھی خواب مین دکھلائی ہو

دیکھتی ساری خدائی ہے تماشا جس کا
کوئی بتلاؤ تو وہ کس کا تماشائی ہو

موت دنیا پہ دکھانا نہ وہ دن یا اللہ
ہم قفس میں ہون گلستان مین بہار آئی ہو

جان یہ کہتی ہوئی ہجر مین تن سے نکلی
سایہ بھی ساتھ نہ ہو ایسی تو تنہائی ہو؛

نئی صورت سے ہر اک جا ہے تمھارا جلوہ
گل مین بو شمع مین نور آنکھ مین بینائی ہو

شمع کو سر سے قدم تک ہے زبان کی صورت
کاٹیے ایسی زبان جس مین نہ گویائی ہو

لطف ہر چیز کا ہے وقت پر اپنے موقوف
کیا مزا اُسمین جو بیوقت کی شہنائی ہو

کیون بخار اپنا وہ رو رو کے نکالے یارو
ابر کے دل مین اگر صبر و شکیبائی ہو

رباعیات

نفس امارہ نے کیا یہ گمراہ؛
اللہ کو بھول کر بتون کی ہوئی چاہ
شیطان نے کیسا ورغلایا ہمکو
لاحول ولاقوۃ الا باللہ

حاکم کیسا اگر عدالت نہ ہوئی
محکوم وہ کیا اگر اطاعت نہ ہوئی

کس کام کی آنکھ اگر مروت نہ ہوئی　　وہ آدمی کیا گر آدمیت نہ ہوئی

محنت نہ کرین یہ جاہ و ثروت ہو جائے　　کچھ کام نہ ہم سے ہو یہ شہرت ہو جائے
مل جائے خوشامد سے کہین کوئی خطاب　　عزت سرکار کی بدولت ہو جائے

ہم عمر عزیز اس طرح کھوتے ہین　　سب جاگتے اور ہم پڑے سوتے ہین
تدبیر ترقی مین ہی عالم مصروف　　بیٹھے ہوئے تقدیر کو ہم روتے ہین

دور انقلاب

چلن دنیا کا بدلا وضع شیخ و برہمن بدلی　　پرانے لوگ اٹھے انجمن کی انجمن بدلی
رواج نو ہوا جاری ہر اک رسم کہن بدلی　　نئے الفاظ کی بندش سے ترکیب سخن بدلی

سب اگلی صورتین خواب پریشان ہو گئین یکسر
عدم کے پردے مین جا جا کے پنہان ہو گئین یکسر

حسینان جہان کا بدلا انداز جفا کاری　　رہی عشاق مین باقی نہ اگلی سی وفاداری
نئی دنیا ہوئی آباد زیر چرخ زنگاری　　نظام کار عالم بھی بطرز نو ہوا جاری؛

پلٹتے ہی ہوا کے آئی وہ جدت طبیعت مین
نئے انداز پیدا ہو رہے ہین رنج و راحت مین

جناب شیخ کا ممبر پہ انداز بیان بدلا　　نئی حورین ہوئین پیدا گلستان جنان بدلا
ہوئے دل مطمئن ایسے خیال این و آن بدلا　　بزور فلسفہ رنگ زمین و آسمان بدلا

ہر اک سر مین بھری ہی قوت سودائے آزادی
جسے دیکھو وہ جان و دل سے ہی شیدائے آزادی

ہوئی تخییل شایستہ مذاق شاعری بدلا　　مہذب ناولون سے رنگ افسانہ گری بدلا
کرشمون سے مسون کے جلوۂ حسن پری بدلا　　ادائے مغربی سے کہنہ رنگ دلبری بدلا

نگاہ اہل نظارہ خبر لے آئی لندن کی
ہے برقی روشنی مین جستجو عیسیٰ کی سوزن کی

مسیحا سے مریض ہجر اچھا ہو نہین سکتا　　ہوا ہی شربت دیدار جانان کا مزا پھیکا
کیا دار وئے صحت نے اثر تقدیر سے الٹا　　سر بالین یہ باہم مشورہ ہی چارہ سازونکا

ہوس جن کو لا و سینہ اگر ازمن کرے آکر
جگر مین زخم کتنے ہین یہ دل ہی کس لئے مضطر

گئے وہ دن کہ روز ہجر جب تھا آفت جانی　　شب فرقت حیات خضر کی صورت تھی طولانی
مضامین نظم ہوتے تھے خلاف عقل انسانی　　معاذ اللہ بتان دیرین دمساز ربانی

یہ سب باتین فقط اگلے زمانے ہی پہ زیبا تھین
کہانتک کہہ سکے کوئی خدا معلوم کیا کیا تھین

مگر اب دور اس کا ہی کوئی نیچرل سمان باندھو　　سمجھ مین آ سکے اسطرح جور آسمان باندھو
میان شعر ایسے حسن سی حسن بتان باندھو　　قرین عقل ہون مضمون یون تم تیر کمان باندھو

سنانے جسکو بیٹھو واقعہ پیش نظر ہو جائے
اثر ایسا ہو جس سے سیکڑون ٹکڑے جگر ہو جائے

جو ہین جدت پسند اب انکے سامان اور ہی کچھ ہین　　خیالات اور ہی کچھ دل کے ارمان اور ہی کچھ ہین
ترقی کے ارادے تا بہ امکان اور ہی کچھ ہین　　طلسم سعی و کوشش کے یہ انسان اور ہی کچھ ہین

معطل لوگون کو سب صاحب آزار کہتے ہین؛
جنھین ہے عقل وہ بیکار کو بیمار کہتے ہین

نہین دنیا کے زندہ دل کبھی بیکار ہین دم بھر　　مگر ہم ہین لب گور اور پھر بیکار سر تا سر
ہمین سے سب نے سیکھا سیکھ کر بن بیٹھے کاریگر　　ہمارے نام سے اب تک ہی ہین ہو کے نام آور

وہ سب کچھ ہین مگر ہم کچھ نہین اپنی جہالت سے
یہ کیا ہی صرف لا علمی ہے اپنے علم و صنعت سے

نہ ہونے پر بھی ہم مین ہین بہت روشن دماغ ایسے　　کئے حاصل جنھون نے عمر کھو کر علم یورپ کے
کمال اپنے وہ ظاہر کر رہی ہین قوم کے آگے　　غرض یہ ہے سکھائین ہم جو کوئی سیکھنے آئے

مگر سمتے نئی تعلیم کے بد سمجھے جاتے ہین
جو کاہل ہین وہ ان پر قہقہے کیا کیا لگاتے ہین

کوئی رفتار پر ہنستا ہے اور گفتار پر کوئی   بتاتا ہے انھیں اپنی جگہ پر فتنہ گر کوئی
سخن کو اُنکے کہتا ہے کلام بے اثر کوئی   ہنر کو کہتا ہے ترکیب کسب مال و زر کوئی

مقدر پر بھروسہ کرکے شل بن بیٹھنا آیا
نثار اس زندگانی کے اگر آیا تو کیا آیا

اٹھو اے کاہلی کے ناز بردار دلبراب اٹھو   اٹھو اے قید ہستی کے گرفتار و بس اب اٹھو
اُٹھو آزار بیکاری کے بیمار و بس اب اٹھو   اٹھو اے بادۂ مستی کے سرشار و بس اب اُٹھو

مثل النوم اخ الموت کی گو سُنتے آتے ہو
مگر اِس کان سے سنتے ہو اور اُس کان اُڑاتے ہو

حریفان جہان کی تازہ کاری دیکھ لو اٹھکر   بمیدان ترقی بیقراری دیکھ لو اٹھکر
حصول علم و فن میں جانسپاری دیکھ لو اٹھکر   حد تکمیل تک محنت شعاری دیکھ لو اٹھکر

اُٹھو بس ملکے آنکھیں لو سبق روشن دماغی کا
ہوئی ہے اور ہی کچھ صورت دنیا و ما فیہا

پُرانا تھا جو دنیا کا وہ دستور العمل بدلا   مفید مدعا کاموں سے امر بے محل بدلا
نہ بدلے زندگی کیونکر کہ انداز اجل بدلا   زہے جدت جو فیشن آج جاری ہے وہ کل بدلا

لیئے بیٹھے رہیں ہم سب پرانی پوتھیاں اپنی
رٹیں دن رات طوطے کیطرح سے داستاں اپنی

شکایت ہے اگر افراط اور تفریط کی پیدا   تو آؤ انتخابی عقل سے لیں کام تھوڑا سا
موافق رسم و ملت کے ہم کو مل سکے جتنا   نکالیں بس اُسی رستے میں اک رستہ ترقی کا

کریں جی توڑ کر کوشش معین اپنا خدا ہوگا
عمل خذ ما صفا پر کون کہتا ہے بُرا ہوگا!

محشر

شالامار باغ

چل رہی ہے گلشن عالم میں عبرت کی ہوا   آرہی ہے ہر گل خوشرنگ سے بوئے فنا
نغمۂ حسرت ہے ورد عندلیب خوشنوا   غنچۂ لب بستہ سے پیدا ہے ماتم کی صدا

قمری کوکو نوا کی گفتگو سے ہے عیاں
ہائے پہلا سا ہے اب وہ منظر گلشن کہاں

کچھ دنوں پیدا کیا نرگس نے رنگ انتظار   چار دن دکھلا گیا لالہ بھی داغوں کی بہار
چند روز آرائش گلشن رہی سرو چنار   مقدم گل سے رہا کچھ عرصہ شاخوں کا نکھار

فرش استبرق کوئی دن سبزۂ بیگانہ تھا
الغرض افسون نیرنگ چمن افسانہ تھا

تھا جلوس قہرمان گل سر بر شاخ پر   لذت مدحت سے سوسن کی زبان ہر دم تر
دیدہ بانی پر مقرر نرگس آتش نظر   پیش رو چاؤش کی مانند تھی باد سحر

نسترن۔ نسرین۔ سمن۔ صد برگ و سنبل یک قلم
موکب عالی میں تھے ہم رتبۂ جیش و قدم

سوز و ساز نغمۂ مرغان خوش آہنگ تھا   سرو تھا طنبور ہر برگ شجر اک چنگ تھا
رقص طاؤسان بستان کا نرالا ڈھنگ تھا   لالہ ہم کیفیت جام مئی گل رنگ تھا

تھی صبا مجرائی دربار شاہنشاہ گل
مرجع بلبل نگاہاں تھی کبھی درگاہ گل

کیا غضب ڈھایا یکایک حیف اے دور زماں   کر دیا اس جنت ارضی کو پامال خزاں
اب وہ سنبل ہے نہ وہ لالہ نہ وہ سرو چماں   تختہ ہائے گل اڑائے صورت تخت رواں

اے فلک کیا تھا اسی صورت میں شہوار بلغ
یونہیں بے برگ و نوا تھا آہ شالامار باغ

ہر گل رنگین قبا تھا غیرت روئے نگار   قامت شمشاد رشک قامت دلجوئے یار
چشم عاشق کیطرح نرگس تھی محو انتظار   تھیں برنگ زلف سنبل کی جٹائیں تابدار

قطرۂ شبنم سرِ ہر گل دُرِ شہوار تھا
بالمقابل ہر روش اک مصر کا بازار تھا

آبشارونکی روانی اور نہرونکی جھلک — پانی پانی کیون نہ ہوتے کوثر و تسنیم تک
گوہرِ شبنم کی زینت اور زرِ گل کی چمک — ہائے کیون دیکھی گئی تجھ سے اے چشمِ فلک

محوِ شالامار تھین پریان پرستان چھوڑکر
دیکھنے آتی تھین حورین باغِ رضوان چھوڑکر

آفرین صد آفرین اے ہمت شاہِ جہان — ہے زمانہ مین یہ تیری سبز بختی کا نشان
یاد تازہ ہے تری جبتک ہے نقشِ بوستان — تری عالی ہمتی ہے اس عمارت سے عیان

سات تختون مین سجائی تونے ایسی گل زمین
آٹھ گلشن خلد کے ہوتے تھے جس سے شرمگین

حشمت و شوکت تری اے خسروِ والا گہر — خطِ ریحان مین لکھی ہے صفحۂ تاریخ پر
گرچہ تیری روح ہے اب طائرِ بے بال و پر — دیکھتی ہوگی جہان کے انقلابون کو مگر

تھا ہمائے جلوہ تیرا جس جگہ سایہ فگن
اب وہان رکھتے ہین طرح آشیان زاغ و زغن

آج اے بسمل وہ شیدائے قدامت ہین کہان — دیکھتے مین جو اس آئینہ مین آثار جہان
اسطرف بھی اب بلند عزم کی پھیرین عنان — مٹ نہ جائے آہ نقش یادگار رفتگان

نام نیک رفتگان ضائع مکن اے ہوشیار
تا بماند نام نیکت تا قیامت برقرار

بسمل ہوشیارپوری

تصریح تصاویر

شہزادی فرخ ناز - پرشین ٹیلس کی ہیروئن ہے - اس نے مردوں کی بیوفائی کے افسانے سُنکر عہد کرلیا تھا کہ عمر بھر شادی نکرونگی - جب اسکے باپ کو یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے اپنے وُزرا اور اُمرا سے ذکر کیا اور سب نے بالاتفاق یہ رائے دی کہ شہزادی کے سامنے ایسے قصّے بیان کئے جائین جنمین مردونکی وفاداری کی زبردست مثالین ہون تاکہ اُسکا خیال بدل جائے - چنانچہ ایسا ہی ہوا اور پرشین ٹیلس انھین حکایات کا مجموعہ ہے - تصویر مین شہزادی کے سامنے دو عورتین بیٹھی ہوئی کہانیان سُنا رہی ہین اور انڈین پریس کے مصوّر نے اس کیفیت کو کامیابی کے ساتھ دکھایا ہے -

عالم خیال - کی تصویر مین راوی ورما مرحوم نے ایک عورت کو ایسے عالم مین دکھایا ہے جب وہ اپنے شوہر کے فراق مین اُسکا تصور کر رہی ہے - اسکے متعلق ایک نظم بھی حاصل کی گئی تھی لیکن اُردو مین چونکہ زن و شوہر کی محبت کے جذبات عنقا ہین لہذا یہ نظم بالکل عاشقانہ ہوگئی جو مجبوراً ادیب مین داخل نہو سکی -

باقی تصاویر کی تصریح ضروری نہین ہے جنمین بعض کے متعلق مفصل مضامین درج ہین -

چار مینار حیدر آباد دکن

انڈین پریس الہ آباد

مرکب عشبہ چینی پینتالیس فوائد
جسکی تصدیق حکیموں ڈاکٹروں اور ذی علم اصحاب نے کی ہے
فائدہ ۱ جس کی تصدیق پینتالیس مختلف ملکوں اور مختلف عمر کے لوگوں نے کی ہے۔ وہ بوجہ خرابی معدہ و جگر بھوک بند ہو جانے سے دن بدن لاغر ہوتے جاتے تھے۔ چہرہ بے رونقی اور مردہ پن پیدا ہو جاتا تھا۔ ہاتھ پاؤں جلتے تھے۔ معدہ پر بوجھ کبھی دست کبھی قے کبھی قبض ہو جاتی تھی۔ وہ سب اس کے استعمال سے دور ہو گئے۔
فائدہ ۲ جسکی تصدیق دوسو مریض آزما کر رہے ہیں۔ خون گندہ ہونے سے چہرہ پر چھائیاں جسم پر دانے۔ پھوڑے۔ پھنسیاں کثرت سے مختلف جگہ میں پیدا ہو کر ان سے لیسدار پانی بہ کر جہاں وہ پانی لگتا تھا۔ زخم ہو جاتے تھے۔
فائدہ ۳ جسکی تصدیق پینتالیس آدمی کرتے ہیں۔ ان کی رانوں کا چمڑہ سیاہ اور موٹا ہو گیا تھا۔ اور پسینہ آنے سے سخت خارش ہوتی تھی۔ ہر وقت ہاتھ کھجلانے میں رہتا تھا۔ اور ان سے بدبو آتی تھی۔
فائدہ ۴ جسکی تصدیق گیارہ مریض کرتے ہیں۔ خنازیر مختلف حصہ جسم میں بغل اور گردن میں ان بدن گلٹیاں بڑھتی جاتی تھیں۔ اس کے استعمال سے بڑی گلٹیاں بیٹھ گئیں۔ اور آگے پیدا ہونی بند ہو گئیں۔
فائدہ ۵ جسکی تصدیق تین سو مریض کرتے ہیں۔ عرصے سے ناسور اور بھگندر سے پتلی سی پیپ جاری رہتی تھی۔ اس کے استعمال سے ناسور سوکھ گیا۔
فائدہ ۶ جس کی تصدیق پینتالیس مریض کرتے ہیں۔ ان کو چوتڑ سے اٹھ کر درد تمام ران اور پنڈلیوں میں پہنچا کرتا تھا جس سے ٹانگ دن بدن سوکھتی جاتی تھی۔ اس کی ایک شیشی سے درد اور رینگن جاتا رہا۔
الغرض یہ مرکب چوب چینی اور عشبہ وغیرہ کا سب سے بہتر اور سب سے عمدہ مصفی خون ہے۔ جہاں بہت سے انگریزی عشبے ناکارہ اور نقصان رساں ثابت ہوئے ہیں کیونکہ وہ بلا لحاظ اس ملک کے شراب وغیرہ میں بنائے جاتے ہیں۔ جس سے خون زیادہ غلیظ اور تیز ہوتا ہے۔ اس نے سریع العمل فائدے دکھلائے ہیں۔ اس جوہر کا اعضائے رئیسہ اندرونی پر بہت اچھا اثر ہوتا ہے جس سے تمام چمڑے کی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔ یہ مرکب عرصہ ۵۰ سال سے مختلف حصوں ملک میں تجربہ کیا گیا ہے۔ اگر آپ کو کوئی شکایت ہو۔ تو آپ تجربہ کر کے ہمارے بیانات کی تصدیق کیجئے۔ ثبوت کے لئے اس جوہر کے استعمال سے پہلے بدن کا وزن کر کے لکھ لو۔ اور ایک ماہ بعد وزن کرو تو آپ کا وزن ڈیوڑھا ہو جائیگا۔ قیمت فی شیشی کلاں ۲ روپے ۸ آنے شیشی خورد ۱ روپیہ
پتہ:- منیجر شفاخانہ حاجی الحرمین حکیم ڈاکٹر غلام نبی زبدۃ الحکما لاہور

عالم ہمہ افسانہ ما دارد و ما ہیچ

رسالہ اُردوے معلّیٰ علیگڈھ رسالہ ادیب الہ آباد۔ ماہ اگست سنہ ۱۹۱۰ء کا رسالہ ادیب حسب معمول بکمال خوبی و خوشنمائی شائع ہوا ہے۔ مضامین نظم و نثر کے علاوہ آٹھ تصویرین بھی شامل رسالہ ہین جنمین سے شیخ سعدؔی شیرازی کی رنگین تصویر شاہ عالم ثانی کا دربار، مولوی سید علی حیدر صاحب طباطبائی بن باس اور برکھارُت خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہین۔ حصۂ نظم مین منشی درگا سہائے صاحب سرور جہان آبادی کے جادو نگار قلم نے بیر بہوٹی کی تصویر کشی مین جا بجا پسندیدہ الفاظ اور نئی نرالی تشبیہون سے کام لیا ہے۔ ....
حضرت شاد عظیم آبادی، پنڈت برج نرائن چکبست لکھنوی اور پنڈت کشن نرائن صاحب در لکھنوی کی غزلین بھی اچھی ہین۔

اخبار فوالقرنین بدایون۔ گذشتہ پانچ ماہ سے اس نام کا ایک سالہ انڈین پریس الہ آباد سے ماہوار شائع ہوتا ہے جسکے ایڈیٹر منشی نوبت راے صاحب نظر لکھنوی ہین...... لکھائی چھپائی قابل تعریف ہے۔ اُردو دان پبلک کے لئے اس رسالہ مین ہر مذاق کے مضامین مہیا کرنیکی کوشش کیجاتی ہے۔ علم ادب۔ شعر و سخن۔ مشاہیر کی سوانح عمری دوسری زبانون سے علمی مضامین کے ترجمے شائع کرکے قابل ایڈیٹر اُسکو مکمل بنانیکی کوشش کرتے ہین۔ ہر پرچہ مین خوشنما تصویرین دیکر اُسکے حُسن کو دوبالا کیا جاتا ہے۔ خدا اُنکی کوشش مین برکت دے اور پبلک کو اسکی قدردانی کی توفیق۔

رسالہ نظام المشائخ دہلی۔ ادیب، اس نام کا ایک ماہوار رسالہ انڈین پریس الہ آباد سے نکلنا شروع ہوا ہے۔ منشی نوبت راے صاحب نظر جو ایک کہنہ مشق انشا پرداز ہین۔ اسکی ایڈیٹری پر مامور ہوئے ہین۔ اُردو علم ادب کے عصر جدید مین اس پایہ اور شان کا کوئی رسالہ موجود نہ تھا جو انگریزی کے اعلےٰ رسالون کا بلحاظ شکل و صورت و بلحاظ خوبیٔ مضامین مقابلہ کر سکتا۔ ہر ماہ متعدد دلچسپ و دلکش تصاویر مع حالات شامل کیجاتی ہین لکھائی چھپائی صاف ستھری سائز انگریزی رسالونکے مثل ہے۔

رسالہ اصلاح سخن لاہور۔ ادیب۔ اسوقت اُردو کے سب رسالون مین زیادہ بڑا اور زیادہ سجیلا ہے۔ ایک نمبر مین کئی کئی رنگین اور عکسی تصویرین ہوتی ہین۔ اگر یہ رسالہ ولایت مین نکلتا تو سمجھا جائیگا کہ ملک مین اُردو کے قدر شناس موجود ہین۔ جنوری سے اب تک اسکا ہر نمبر خوب چمک دمک اور آب و تاب سے نکلا ہے۔

رسالہ ترقی لاہور (دوبارہ) ادیب الہ آباد کے پچھلے چار نمبرون کو سرسری طور پر دیکھنے سے جو راے ہم نے قائم کی تھی۔ خوشی کی بات ہے کہ اسمین ترمیم کرنیکی ضرورت نہین محسوس ہوئی۔ باقی نمبر ایک دوسرے پر سبقت لیجانیکی کوشش کر رہے ہین۔ تصاویر رنگین و سادہ کا التزام بہت تعریف کا مستحق ہے۔ اگست کے پرچہ مین "شیخ سعدی" کی رنگین اور رام چندر جی کی "بن باس اور برکھارُت" کی سادہ تصویر بہت دلفریب اور قابل قدر ہے۔ اگر آخر الذکر رنگین شائع کیجاتی تو نہایت دلکش اور قدر کے لائق ہوتی۔ لائق مصوّر نے جنگل کا منظر بڑی خوبی سے دکھایا ہے۔ کُل آٹھ تصاویر ہین۔ مضامین نثر و نظم اچھے ہین اچھے اچھے اصحاب لکھنے والے ہین۔ بعض حضرات کہنہ مشق مضامین نگار ہین۔ ادیب اُردو ادبیات کی بہت اچھی خدمات انجام دے رہا ہے۔ جسکی قدر اہل ذوق کو عملاً کرنا چاہئے۔ اسکی سرپرستی خود کرنا چاہئے اور اپنے احباب کو ترغیب دینا چاہئے۔ ادیب نے لٹریچر کے وسیع معنی لئے ہین اور اسکی تمام اہم شاخون کی ترقی کا تہیّہ کیا ہے جسمین آرٹ (صنعت) کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ بڑے بڑے اہل کمال ایک جامع خیال کو ایک تصویر مین ظاہر کرتے ہین اور اسے لٹریچر کا ایک شعبہ سمجھا جاتا ہے۔ مگر یہ طریقہ مصرلون کے خط تصویر سے مختلف اور بدرجہا معقول اور پاکیزہ ہے کاغذ عمدہ۔ کتابت صاف اور چھپائی وغیرہ محاسن ظاہری سب اچھے ہین۔

جلد ۲ — نومبر ۱۹۱۱ء — نمبر ۵

ادیب

ادب اُردو کا با تصویر ماہوار رسالہ — ایڈیٹر نوبت رائے نظر لکھنوی

فہرست تصاویر

(۱) شکنتلا (رنگین) (۲) محلات فتحپور سیکری (۳) سحابی مادّہ (۴) دُمدار ستارہ
(۵) قرص آفتاب (۶) آفتاب کے داغ (۷) سنٹرل میور کالج الہ آباد (۸) ستی کا نظارہ

فہرست مضامین

قیمت سالانہ چار روپیہ — پنچکوڑی متر اپرنٹر و پبلشر نے انڈین پریس الہ آباد میں چھاپکر شائع کیا — فی پرچہ چھ آنہ

لڑکیون کا تعلیمی کورس

خوشی کا مقام ہے کہ ہندوستان مین لڑکیون کی تعلیم ترقی کر رہی ہے اور ہر شہر اور ہر قصبہ اور ہر گانون مین لڑکیون کے مدرسے جاری ہوتے جاتے ہین اس ترقی تعلیم کا نتیجہ جسقدر مفید ثابت ہوا ہے وہ محتاج تشریح نہین تاہم عام طور پر یہ شکایت بھی سُنی جاتی تھی کہ لڑکیونکی تعلیم کے لئے ابھی تک کوئی ایسا نصاب نہین تیار ہوا ہے جو اُنکی دماغی اور اخلاقی حالت کے مناسب حال ہو اور اُنھین خاطرخواہ فائدہ پہونچا سکے۔ اسی شکایت کی بنا پر ہمنے لڑکیون کے لئے ایک ایسا نصاب بصرف کثیر تیار کرایا ہے جو ہر طرح اور ہر حیثیت سے مکمل ہے اور جسے صوبہ ہذا کی تعلیمی کمیٹی نے نہ صرف پسند کرکے بلکہ تمام دیگر ریڈرون پر ترجیح دیکر مدارس نسوان مین جاری کر دیا ہے۔ ان ریڈرون کی زبان کی نسبت اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ ایڈیٹر صاحب ادیب کی اصلاح و نظرثانی سے مزین ہین۔ ان مین اخلاقی اور نصیحت آمیز کہانیون اور سبقون کے علاوہ تمیزداری۔ معاشرت۔ امور خانہ داری۔ بچون کی پرورش۔ مریضون کی تیمارداری۔ خاوند کی اطاعت۔ شرم و حیا۔ عفت و عصمت اور ہشیار کارآمد باتین لکھی گئی ہین۔ علاوہ برین ریڈرون مین سیتاجی۔ دمیتی۔ شکنتلا۔ ساوتری۔ لیلاوتی۔ اہلیا بائی وغیرہ کی سوانح عمریان اور چین و جاپان کی لڑکیون کے حالات نہایت سلیس اور بچون کی سمجھ مین آنیوالی زبان مین درج ہین۔ کاغذ لکھائی چھپائی وغیرہ سب اعلیٰ درجے کی ہین جو انڈین پریس کا حصہ ہے۔ ان ریڈرون مین ۱۱۸ تصاویر بھی ہین جنمین ۳۴ تصاویر پورے صفحون پر علٰحدہ چھاپکر شامل کیگئی ہین۔ پورا نصاب حسب ذیل ہے

۱۔ اُردو کا نیا قاعدہ .... قیمت ۹ پائی

۲۔ لوئر پرائمری ریڈر (پہلی اور دوسری جماعت کا نصاب) ۶/

۳۔ اپر پرائمری ریڈر (تیسری اور چوتھی جماعت کا نصاب) ۷/

۴۔ لوئر مڈل ریڈر (پانچوین اور چھٹی جماعت کا نصاب) ۸/

منیجر انڈین پریس الہ آباد

ممیرے کا سرمہ

(مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمکل اگزیمنر بہادر گورنمنٹ پنجاب)

معزز انگریزون مڈیکل کالج کے پروفیسون نامور ڈاکٹرون والیان ریاست اور ولایت کی یونیورسٹی کے سند یافتہ یوروپین ڈاکٹرون نے بعد تجربہ اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے کہ یہ سرمہ امراض ذیل کے لئے اکسیر ہے ضعف بصارت۔ تاریکی چشم۔ جالا۔ پروال عنبار۔ پھولا۔ سیل سُرخی۔ ابتدائی موتیا بند۔ پانی جانا۔ خارش وغیرہ معزز ڈاکٹر و حکیم بجاے اور ادویہ کے آنکھون کے مریضون پر اب اس سرمہ کا استعمال کرتے ہین۔ چند روز کے استعمال سے بینائی بہت بڑھ جاتی ہے اور عینک کی بھی ضرورت نہین رہتی۔ بچے سے بوڑھے تک کو یہ سرمہ یکسان مفید ہے قیمت اسلئے کم رکھی گئی ہے کہ خاص و عام اس سے فائدہ اُٹھائین۔ قیمت فی تولہ جو سال بھر کے لئے کافی ہے۔ مبلغ (عہ/) ممیرے کا سفید سرمہ اعلیٰ قسم فی تولہ (سے/) خالص ممیرونی ماشہ ... روپیہ خرچ ڈاک بذمہ خریدار درخواست کرتے وقت اخبار کا حوالہ ضرور دین۔

المشتہر پروفیسر میا سنگھ اہلوالیہ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور پنجاب اسنے بڑھکر اور معتبر شہادت کیا ہو سکتی ہے ؟ جناب پروفیسر میا سنگھ صاحب تسلیم۔ مین نے آپ کے یہان سے سفید سرمہ ممیرے کا منگواکر استعمال کیا حد درجہ کا فائدہ ہوا۔ بالکل صحت حاصل ہو گئی آپ کا سرمہ جملہ امراض چشم کو مفید ہے۔ بصارت کو طاقت بخشتا ہے تیسرے دن فائدہ معلوم ہو جاتا ہے واقعی یہ سرمہ اکسیر کا حکم رکھتا ہے اسلئے مین بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہون کہ اس سے بڑھکر آنکھ کے لئے اور کوئی دوائی نہین ہے الراقم کنور چھتر پال سنگھ صاحب بہادر ریاست مچگوان اودھ (۳) مین نے ممیرے کا سرمہ جو کہ سردار میا سنگھ نے تیار کیا ہے۔ ان مریضون پر جنکی آنکھین بہت کمزور اور بیمار تھین استعمال کرکے مفید پایا میری راے مین خاصکر مریضون کے واسطے جنکی آنکھون سے پانی جاری رہتا ہے اور دھند غبار کمزوری نظر ہو یہ سرمہ نہایت ہی مفید ہے۔ الراقم ڈاکٹر بیج لال گھوش رائے بہادر۔ ایل۔ ایم۔ اسسٹنٹ سرجن و پروفیسر میڈیکل کالج لاہور حال آنریری سرجن گورنر جنرل ہند۔

سکنتلا

انجمن پریس الہ آباد

نومبر ۱۹۱۰ء

جلد ۲ — نمبر ۵

تذکرۂ شعر و سخن

اسوقت کی اُردو شاعری کا حال قابل افسوس ہے بیسیون گلدستے نکلتے ہیں۔ اکثر رسالون اور اخبارون میں طرح طرح کی نظمین چھپتی ہیں مگر جسکا نام شاعری ہے اُسکا کہین پتہ نہین۔ اگر آجکل کے مشاعرون میں جایئے تو اکثر اصحاب نظر آینگے جنکو بجاے خود دعواے اُستادی ہے۔ لیکن گو میرے واسطے یہ کہنا چھوٹا مُنہ بڑی بات ہے مگر اسوقت کوئی اُستاد شاعر نظر نہین آتا۔ لکھنؤ مین البتہ ایک دو اصحاب ہین جو مرثیہ گوئی مین بہت لائق ہین اور اگر اُردو شاعری بالفعل کچھ ہے تو وہ مرثیون ہی مین ہے۔ گو اس میدان مین بھی ہر صورت سے انیس اور دبیر ہی گوے سبقت لے گئے مگر پھر بھی میر نفیس مرحوم حضرت رشید۔ مرزا اوج پر اہل لکھنؤ کا ناز بجا ہے۔ مگر یہ حضرات بھی مقلد ہین کسی طرز شاعری کے موجد نہین۔ اب اگر غزل کو دیکھیے تو یہان کوسون سپٹ پر میدان پڑا ہوا ہے۔ خصوصاً داغ اور امیر جب سے چل بسے اُسوقت سے تو بالکل ہو کا عالم ہے۔ برسون مین کہین کوئی اچھا شعر دیکھنے یا سُننے میں آتا ہے۔ ابھی حال ہی مین ایک مشاعرہ شیش محل لکھنؤ مین ہوا جسمین یہ طرح تھی۔

"چمن مین اپنا بستر ہم تہ شمشاد کرتے ہین"

اور لکھنؤ کے بعض بعض مشہور شاعر تشریف رکھتے تھے جنھون نے غزلین بھی کہی تھین۔ اس مشاعرہ کا گلدستہ چھپا ہے جو بہت دلچسپ ہے۔ اسمین بعض بعض غزلین بہت اچھی ہین اور چونکہ اس طرح مین آتش اور اسیر ایسے مشہور اُستادون کی غزلین تھین لہذا اس مشاعرہ مین لوگون نے بہت فکر سے غزلین کہین۔ لیکن جو فرق ماضی و حال مین ہے وہ ذیل کے اشعار سے ظاہر ہوگا۔

آتش

خدا بخشے صنم یہ کہکے مجھکو یاد کرتے ہین — دعاے مغفرت میرے لیے جلاد کرتے ہین

خدا جانے یہ آرائش کریگی قتل کس کس کو — خطاب ہوتا ہے شانہ آئینے کو یاد کرتے ہین

اسیر

عنایت بعد مرگ آسی تو یہ جلاد کرتے ہین کسی کو ذبح کرتے ہین تو مجھکو یاد کرتے ہین

جو حال کا رنگ ہے وہ اہل سخن کو گلدستہ مذکور دیکھنے سے ظاہر ہوگا۔ یہ اُن حضرات والامنش پر کوئی خاص اعتراض نہین ہے جنکی غزلین اس گلدستے مین ہین۔ بلکہ جبکہ اُردو شاعری مین پُرانے اُستادون کی تقلید ہوگی اور فرسودہ زمینون مین فکر کیجائیگی تو کامل سا کامل شخص بھی کیا کرسکتا ہے۔

زمانۂ شاہی کو گذرے ہوئے اب پچاس برس ہوئے۔ اس عرصے مین بہت سی ایسی نئی نئی باتین ایجاد ہوئین جنکا اثر اُردو زبان اور لٹریچر پر پڑنا لازم تھا اور پڑا۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ گو اُردو نثر نے ترقی کی مگر شاعری پر زوال آگیا۔ اس مضمون مین کسی خاص مسئلہ پر بحث کرنیکی غرض نہین ہے۔ اس سبب سے جو نظم و نثر اُردو مین تغیّر ہوا ہے اُنکے اسباب کے نسبت کچھ نہین لکھا جاتا ہے گو یہ امر شاید سب پر ظاہر ہوگا کہ وہ نئے خیالات اور نئی بندشین نثر لکھنے والون نے جلدی اور کثرت سے اختیار کرلین جنسے شاعرون کو اسوقت تک گریز ہے۔ تھوڑے عرصے سے البتہ بعض انگریزی تعلیم یافتہ اور بعض ایسے جنپر کچھ انگریزی کا اثر پڑ چلا ہے شاعری مین نئی باتون کی طرف رجوع ہوئے ہین اور نئے ڈھنگ کی نظمین کبھی کبھی بہت ہی دلچسپ شائع ہوتی ہین۔ مولانا حالی جو خود انگریزی دان نہین ہین مگر جنپر علیگڈھ کی عمدہ سوسائٹی کا اثر پڑا ہے اُنھون نے البتہ طرز جدید اختیار کرنیکی کوشش کی ہے۔ اپنے کُلیات مین اُنھون نے جو مقدمہ لکھا ہے اور جسمین شاعری پر بحث کی ہے وہ بہت خوب ہے اور اُردو والون کو عموماً اور اُردو شاعرون کو خصوصاً اُسکو بغور پڑھنا چاہیے۔ یہ فرض نہین ہے کہ مولانا حالی کی سب باتون سے اتفاق کرلیا جاے مگر اُنھون نے اُردو والون کو اک نئی راہ ضرور دکھائی ہے اور زبان اُردو پر یہ اُنکا بہت بڑا احسان ہے۔ البتہ چونکہ اُنکی طبیعت درحقیقت شاعرانہ واقع نہین ہوئی ہے اس لحاظ سے اُنکا جتنا کلام طرز جدید مین ہے وہ سب پھیکا ہے۔ اُنکا مسدّس بہت مشہور ہے اور مسلمانون پر واقعی اُسکا عمدہ اثر ہوا لیکن وہ لکچر منظوم ہے شاعری نہین ہے۔

اگر گذشتہ پچاس برس کی تاریخ اُردو شاعری کی لکھی جاے تو خالی از دلچسپی نہوگی۔ اور ایسی کتاب کی سخت ضرورت ہے مولانا آزاد کی آبحیات زبان اُردو مین اک بے مثل کتاب ہے۔ بلحاظ عبارت وہ غالب کی نثر سے ٹکر کھاتی ہے اور جن اصول پر اُنھون نے اُردو شاعری کی تنقید کی ہے وہ اُردو والون کے واسطے بالکل نئی ہے۔ مگر اُنکی کتاب ذوق اور غالب اور آتش و ناسخ کے دور تک پہونچی ہے۔ انیس اور دبیر[۵] - رند و صبا اور نسیم و وزیر و اسیر وغیرہ جو لکھنؤ کے مشہور شاعر تھے اُنکی شاعری کا اُسمین کچھ ذکر نہین ہے۔ ان شاعرون کے بعد داغ اور امیر بھی اپنے فن مین کامل ہوئے اگر ایسی کوئی کتاب لکھی جائے جسمین ان شعرا کے تذکرے ہون اور اُنکی شاعری کی منصفانہ جانچ کیجاے تو غالباً اُردو زبان کو بہت فائدہ ہوگا اور قدردانان سخن کی تفریح طبع بھی ہوگی۔ میرے نزدیک آتش کے بعد غزل مین اسیر سا اُستاد کوئی نہین ہوا۔ اُنکے پانچ دیوان ہین تین مطبوعہ اور دو غیر مطبوعہ مجھے ان دیوانون کے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے اور واقعی بہت سی غزلین بڑے معرکے کی ہین تعجب ہے کہ اتنے بڑے لائق اُستاد کا کلام مقبول عام نہین ہوا۔ لکھنؤ مین بھی اُنکے شعر کم سُننے مین آتے ہین۔ مگر حقیقت امر یہ ہے کہ یہ کلام کا نقص نہین ہے بلکہ مذاق عام کا۔ ہان ایک بات البتہ اُنکی مقبولیت کی سدراہ ہوئی جو اُنکی پُرگوئی تھی۔ ناسخ کی طرح اُنھین بھی کوسون مزا نہین ہے مگر جو اُنکی معرکہ کی غزلین یا اشعار

---

[۵] طبع ثانی مین انیس و دبیر پر بھی مختصر مضمون لکھدے گئے ہین۔ (ایڈیٹر)

مین وہ اُردو شاعری کے لئے مایۂ ناز ہین - اسیر نے گو کوئی بات اپنے متقدمین سے بڑھکر نہین کی - لیکن جس پایہ پر اُردو شاعری تھی اُس سے گرنے بھی نہین دیا - گو اُنکے کلام مین ناسخ کا رنگ زیادہ ہے یعنی بلاغت اور مضمون آفرینی - مگر پھر بھی مزے سے خالی نہین - چند اشعار جو اُنکے اصلی رنگ مین ہین وہ تمثیلاً ذیل مین درج کئے جاتے ہین - ؎

تنگیِ غم دل کو آخر باعثِ راحت ہوئی   اسقدر سمٹی پریشانی کہ جمعیت ہوئی

چھین لیگا کیا بھلا ہم سے زبردستی کوئی   مفلسی بھی کیا کسی زردار کی دولت ہوئی

میرے مرنے سے کٹا زندان مین کس کس کا عذاب   ہتکڑی کو طوق کو زنجیر کو فرصت ہوئی

بھوک کا غم بھوک مین کھایا کئے ہم عمر بھر   جب ہوئی ہمکو تلاشِ رزق بے منت ہوئی

...

مین رہِ عشق مین چلتا ہون کہ چلتی ہے زمین   ہر قدم پاؤن کے نیچے سے نکلتی ہے زمین

خوب معلوم ہوا وہ بھی کوئی ناگن ہے   اپنے ہی بچون کو کمبخت نگلتی ہے زمین

...

کو مستی سے ہر اک مرغ چمن زاد ہوا   جو کھلا پھول چراغِ کفِ صیاد ہوا

رگِ گردن جو لہو دیتی ہے تھوڑا تھوڑا   تیغ قاتل نہوئی نشترِ فصاد ہوا

صاف رنگ مین بھی خوب کہتے ہین ملاحظہ فرمائیے - ؎

بدنصیب ختم ہوا یار اُڑ چلا نامہ   پکارتا ہی رہا میں کہ نامہ بر لینا

ذرا سی بات مین ہوتے ہین اپنے بیگانے   بڑا کمال ہے اپنا کسی کو کر لینا

...

بے ستون سے جو کوئی شیر کی جو آتی ہے   اب بھی خونِ سرِ فرہاد کی بو آتی ہے

اشک جب چاہتے ہین سیر زمین کرتے ہین   آہ جب چاہتی ہے عرش کو چھو آتی ہے

...

آنسو زمین کو آہ فلک کو روانہ ہے   الفت مین بھی نشیب و فراز زمانہ ہے

...

آج ساقی ہین نہین گو کہ مروت باقی   خیر زندہ ہے اگر یار تو صحبت باقی

...

نبض بیمار جو اے رشکِ مسیحا دیکھی   آج کیا آپ نے جاتی ہوئی دُنیا دیکھی

...

خزان تھی جب تلک مشہور تھے پرہیزگار ہمین   بہار آتے ہی کیسے جاٹے ہم بادہ خوار ہمین

اسیر کے جو دو دیوان غیر مطبوعہ ہین اُنمین صفائی زیادہ ہے گو یہ اُنکا اصلی رنگ نہین ہے مگر اُس زمانے کا کلام ہے جب رامپور مین مشاعرون کی گرما گرمی تھی اور داغ اپنی غزلین پڑھتے تھے - ناسخ اور آتش کی طرح مین اسیر کا پُرانا مطلع مشہور ہے ؎

ازل سے سلسلہ ہے اس جنونِ فتنہ سامان کا   شگافِ خامۂ کُن چاک ہے اپنے گریبان کا

جو آخر زمانے مین اسی زمین مین غزل کہی ہے اُسکا رنگ ذیل کے شعر سے ظاہر ہوگا - ؎

خداوندا فلک کو کیا یہی دو کام آتے ہین   گھٹانا وصل کی شب کا بڑھانا روز ہجران کا

اسی غیر مطبوعہ دیوان مین ایک غزل کیا خوب کہی ہے جسکے تین شعر ہدیۂ ناظرین ہیں - ؎

چمن تو اب دامِ کش کا گھر ہے غریب بُلبل کو کیا خبر ہے   ہزار چھپنے کے ہین ٹھکانے جہان ہے سبزہ کمر کمر ہے

سخن ہے اپنا عزیز شاعر سخن پہ اورونکے کب نظر ہے   مثل ہے مشہور فی الحقیقت جگر جگر ہے دگر دگر ہے

عجب طرح کی ہے میہمانی کہ دونون جانب ہے میزبانی   خدا کے گھر مین جو آکے بیٹھا ہے اُسکے دل مین خدا کا گھر ہے

جیسے شعر اوپر لکھے گئے ہین ویسے اسیر کے دیوان مین بہت ہین مگر اُسکے ساتھ ہی بھرتی کا کلام بھی اتنا ہے کہ جسکا اثر اُنکی شہرت پر پڑا - میرا خیال ہے کہ اگر ان تمام دیوانون کا اک انتخاب چھاپا جائے تو وہ مقبول عام ہو اور میرے نزدیک اب مذاق شاعری مین داغ کا اثر کم ہو چلا ہے اور وہ رنگ پیدا ہوتا جاتا ہے جو لوگون کو اسیر کے عمدہ کلام کی جانب متوجہ کرے -

اسیر ہی کے ہمعصر وزیر اور صبا اور نسیم اور رند اور خلیل اور قلق بھی تھے - گو اُس پایہ کے نہ تھے مگر ایسے تھے کہ اس پچاس برس مین اگر اُنکا مقابلہ کسی سے ہو سکتا ہے تو صرف داغ اور امیر سے - وزیر مین اپنے اُستاد کا رنگ تھا مگر اُنسے مزہ زیادہ تھا - اودھ کے بادشاہ تھے اور اُنکے کلام سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ اودھ مین کہانتک خوبی پیدا ہو سکتی ہے - یہ اُنکا مشہور شعر ہے - ؎

ٹھہرا ہے جوششِ گریہ کہ گلا کٹ جائے   آب شمشیر نکل جائے نہ اُچھو ہو کر

لیکن جو بناوٹ اپنے حد سے گذر جاتی ہے اُسکی مثال بھی

اسی زمین مین موجود ہے۔ ؎

جان پڑ جاتی ہے زیور مین پسینے سے ترے　کہین اُڑ جائے نہ جگنی تری جگنو ہو کر

یہ شعر بھی وزیر نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

ترچھی نظرون سے نہ دیکھو عاشق دلگیر کو　کیسے تیر انداز ہو سیدھا تو کر لو تیر کو

مگر ملاحظہ فرمائیے کہ میر نے اسی مضمون کو کس خوبی سے ادا کیا ہے۔ ؎

چاک پہلو کو کرو دیکھو دلِ دلگیر کو　یہ ہی دو جا گہین پھر کیا کھا گیا مین تیر کو

دو چار شعر وزیر کے بطور تفنن طبع ناظرین لکھے جاتے ہین ؎

جوابِ نامہ کیا لایا تنِ بیجان مین جان آئی　گیا یان سے کبوتر وان سے آیا مرغ جان ہو کر

کیا غیرونکو قتل اسنے موئے ہم رشک کے مارے　اجل بھی دوستو آئی نصیبِ دشمنان ہو کر

آنکھین کھلی ہوئی ہین عجب خواب ناز ہے　فتنہ تو سو گیا ہے در فتنہ باز ہے

ادھر تسلیم کی مین نے اُدھر تعظیم کی اُسنے　جھکائی مین نے جب گردن تو اُٹھا ہاتھ قاتل کا

آتش کے شاگردون مین رند و صبا نے غزلین خوب کہی ہین خلیل بھی اُنکے مشہور شاگرد تھے مگر یہ عجیب بات ہے کہ جو دیوان اُنکا چھپا ہے اُسمین بالکل عامیانہ کلام ہے۔ زبان البتہ صاف ہے اور کہین کہین شعر اچھے ہین مگر اس دیوان سے یہ بات سمجھ مین نہین آتی ہے کہ رند و صبا کے مقابلہ مین کسطرح اُنکو ترجیح دیجاتی ہوگی۔ رند کے کلام مین صفائی اور شوخی ہے جسمین داغ کی آمد کے آثار موجود ہین مگر پھر بھی آجکل کے مذاق کے دیکھتے ہوئے اُنمین سنجیدگی ہے صیاد کی ردیف مین اُنکی غزل بہت مشہور ہے۔ ؎

کھلی ہے کُنج قفس مین مری زبان صیاد　مین ماجرائے چمن کیا کرون بیان صیاد

گیا جہان مین گیا دام لیکے وان صیاد　پھرا تلاش مین میری کہان کہان صیاد

دکھایا کُنج قفس مجھکو آب و دانہ نے　وگرنہ دام کہان مین کہان کہان صیاد

اُداس دیکھکے مجھکو چمن دکھاتا ہے　کئی برس مین ہوا ہے مزاجدان صیاد

مرا بیان وہ سُن سُنکے کانپ کانپ اُٹھتا　غضب یہ ہے کہ سمجھتا نہین زبان صیاد

منقار سے ہزار شقت سے پر کھلے　یارب نہ یہ خبر مرے صیاد پر کھلے

دیکھا جو روئے یار تو صورت تھی حور کی　بند نقاب کیا کھلے جنّت کے در کھلے

صبا کے کلام مین بھی انتہا درجے کی شوخی اور صفائی ہے مگر رند سے انکا رنگ الگ ہے۔ طرز رندانہ ہے اور جابجا رنگ ظریفانہ اور ہر مقام پر انداز بیباکانہ۔ آورد کا کہین نام نہین ہے بلند پروازیان کم ہین مگر خوبی زبان کی وجہ سے سیدھے سیدھے شعرون مین بھی لطف ملتا ہے۔ مین نے سُنا ہے کہ اُنکے دو ہی شغل زندگی تھے شعر کہنا اور گانا سُننا اور انکے یہان شعر و سخن کی صحبتین اکثر گرم رہتی تھین۔ ذیل کے اشعار سے انکا رنگ کلام معلوم ہوگا۔ ؎

آیا جو موسمِ گُل تو یہ حساب ہوگا　ہم ہونگے یار ہوگا جامِ شراب ہوگا

لکھے کی کیا خبر تھی یہ کون جانتا تھا　لیلےٰ کے ساتھ پڑھکر مجنون خراب ہوگا

نزع مین صلح کی باتین کیسی　ملک الموت سے لڑوائیگا

آدم سے باغ خلد چُھٹا ہم سے کوئے یار　وہ ابتدائے رنج تھی یہ انتہائے رنج

اچھے یہ قہقہے نہین عاشق کے حال پر　دیکھو ہنسی ہنسی مین کہین ہو نہ جائے رنج

موسیٰ نہ طور پر نہ مسیح آسمان پر　دونون ڈھئی دئے ہین ترے آستان پر

آتے تو دیکھتے لبِ جانان کے معجزے　اچھے مسیح جا کے جمے آسمان پر

جنابِ یوسف اگر بزمِ دلستان دیکھین　جو خواب مین بھی نہ دیکھا ہو وہ سمان دیکھین

ہزارون بار غم اک مُشت استخوان کیلئے　مری بساط تو یہ ہفت آسمان دیکھین

فکر کونین کی رہتی نہین میخوارون مین　غم غلط ہو گیا جب بیٹھ گئے یارون مین

دھوم ہے پیرہنِ یار کی بازارون مین　چِٹھیان پڑتی ہین یوسف کے خریدارون مین

شیخ صاحب کبھی عقبےٰ کا بھی دھیان آتا ہے　کچھ وہان کے بھی لئے کشف و کرامات رہے

زخم کہن نئے ہوئے کیف شراب سے　انگور پھٹ گئے تپش آفتاب سے

طوفان یہ اُٹھا مری چشم پُر آب سے　بدلی ہے آفتاب نے ٹوپی حباب سے

میکشو ایکی تو رنگ ایسا جمایا چاہیئے　واعظ آئین بھٹیون پر ہولیان گاتے ہوئے

جنون کا داغ لگا گھر چُھٹا اسیر ہوئے　ہزار رنگ کی آفت بہار مین گزری

محلات فتحپور سیکری

انڈین پریس، الہ آباد

صبا کوئی نہ پس مرگ پوچھنے آیا   کہو فرشتون سے کیسی مزار مین گذری

نسیم کی شاعری کی شہرت اُنکی مثنوی سے ہے جسکو مقبولِ عام کی سند مل چکی ہے۔ مگر عوام کو یہ نہین معلوم ہے کہ وہ غزل بھی خوب کہتے تھے۔ تینتیس برس کی عمر مین انتقال کیا لہذا زیادہ کہنے کا موقع نہین ملا۔ لیکن جو کچھ کہا بھی اُسکو بھی اُنھون نے حتی الامکان اپنے پاس نہین رہنے دیا۔ اُنکے اعزّا و احباب کو مشکل سے اُنکی غزل ہاتھ آتی تھی اور جب کوئی کہتا تھا کہ اپنا کلام رکھیے تاکہ کسی وقت مین آپکا دیوان چھپے تو یہی جواب دیتے تھے کہ اگر میرا نام رہیگا تو مثنوی سے۔ دیوان بڑے بڑے اُستادون نے کہے ہین اُنسے بڑھکے کہنا مشکل ہے اور اگر معمولی دیوان ہوا تو اُس سے کیا حاصل۔ یہ رائے اُنکی نہایت منصفانہ تھی گو اُنھون نے حد سے زیادہ سختی کے ساتھ اسپر عمل کیا لیکن کیا خوب بات ہوتی اگر بہت سے شاعر اس رائے پر عمل کرتے تو اسوقت بہت سے فضول دیوان اُردو مین کیون ہوتے۔ نسیم کی کچھ غزلین اُنکے عزیزون کے ہاتھ لگ گئین اور اُنکا ایک مختصر مجموعہ چھپا ہے جو سراسر چھاپے کی غلطیون سے بھرا ہوا ہے۔ لیکن پھر بھی بہت سے اشعار خالی از لطف نہین ہین اور اُنمین وہی رنگ طبیعت ہے جسنے مثنوی مین بہار دکھائی ہے۔ بلکہ بعض شعر ایسے ہین جو بڑے بڑے اُستادون کے کلام کے ہمپایہ ہین۔ مثلاً آتش کی طرح مین غزل کہی ہے مگر مطلع ایسا کہا ہے کہ آتش بھی اپنے شاگرد کی طبیعت داری پر خوش ہوئے ہونگے۔ آتش کا مطلع ہے۔ ص

جان بخش لب کے عشق مین ایذا اُٹھایئے   بیمار ہوکے ناز مسیحا اُٹھایئے

نسیم

منت دلا کسیکی نہ اصلا اُٹھایئے   مرجایئے نہ ناز مسیحا اُٹھایئے

نسیم کا ذیل کا شعر صبا کے شعر کے ساتھ جو اُسی زمین مین ہے اور جو اوپر درج ہو چکا ہے دیکھنے کے قابل ہے۔ ص

یا تنگی کنار تھی یا ہے فشار قبر   وہ ابتداے عیش تھی یہ انتہاے رنج

نسیم کے چند شعر جو ذیل مین درج کئے جاتے ہین۔ اکثر ناظرین کے لئے وہ نئے ہونگے۔ ص

جب ہو چکی شراب تو مین مست مرگیا   شیشے کے خالی ہوتے ہی پیمانہ بھر گیا

...

بتون کو جو دیکھا گنہ کیا ہمارا   خدا کی خدائی تماشا ہمارا

بتون کی گلی چھوڑ کر کون جائے   یہین سے ہے کعبے کو سجدا ہمارا

...

اک عمر سے وظیفہ ہے صاحب کے نام کا   ناخن کے خط ہین اُنگلیون کی پور پور پر

...

دل تو کہان وہ مہوش نامہربان کہان   نادان ہے زمین کہان آسمان کہان

ظلمت کدہ مین میرے جو اے خضر آئے ہو   کیا راہ بھولے خیر تو ہے تم یہان کہان

کعبہ کہین کنشت کہین بتکدہ کہین   تیرے لئے خراب ہوئے ہم کہان کہان

ہنس بول لو یہ وقت غنیمت ہے بلبلو   پھر گل کہان بہار کہان آشیان کہان

...

خُم نہ بنکر خود غرض ہو جایئے   شل ساغر اور کے کام آیئے

ابر رحمت سُنتے ہین نام آپ کا   خاکسارون پر کرم فرمایئے

آپ آہو چشم ہین - آہو نہین   ہم سے وحشت کی نہ لیجئے۔ آیئے

صبر رخصت ہو تو جانے دیجئے   بیقراری آئے تو ٹھہرایئے

...

جب نہ جیتے جی مرے کام آئیگی   کیا یہ دُنیا عاقبت بخشائیگی

جب ملے دو دل مخل پھر کون ہے   بیٹھ جاؤ خود حیا اُٹھ جائیگی

...

یا ہاتھ توڑے جائینگے یا کھولینگے نقاب   سلطان عشق کی یہی فتح و شکست ہے

پاؤن مین بیڑیان ہین تو ہاتھون مین ہتکڑی   کیا کشور جنون مین مرا بند و بست ہے

تھے محو زلف دیدۂ تر دل بھی جا پھنسا   مچھلی کو کیا خبر تھی کہ پانی مین شست ہے

شاگردِ خواجہ آتشِ ہندی جو ہے نسیم   کہتے ہین پارسی کہ یہ آتش پرست ہے

...

لائے اُس بُت کو التجا کرکے   کفر توڑا خدا خدا کرکے

حق ترے آب و دانہ کا صیاد   جاؤنگا دام دام ادا کرکے

ہین وہ بے آس ہون کہ میرے پاس یاس آتی ہے آسرا کرکے

روایت ہے کہ ذیل کا شعر نسیم نے مرتے وقت کہا تھا ؎

پہونچی نہ راحت ہمسے کسیکو ایسے اذیت کوش ہین جان پڑی تب بار شکم تھے مرکے وبال دوش ہین

افسوس کہ نسیم کی عمر نے وفاء نہ کی ورنہ انکی مثنوی "گلزار نسیم" زبانِ اُردو مین مدت تک آپ ہی اپنا نظیر رہیگی لیکن جو اشعار لکھے گئے ہین اُنسے ظاہر ہوگا کہ اگر انکی مشق جاری رہتی تو غزل مین بھی کس مرتبے کے شاعر ہوتے۔

گو اس پچاس برس مین اُردو شاعری کی حالت روز بروز ابتر ہوتی گئی مگر حقیقت یہ ہے کہ اسکا میدان ہمیشہ سے تنگ رہا۔ کچھ فارسی اُستادون کی حد سے زیادہ تقلید نے خراب کیا اور کچھ سوسائٹی کا ایسا رنگ تھا کہ ہر قسم کے خیالات آزادی سے ظاہر نہین ہوسکتے تھے اور جن باتون مین کچھ آزادی تھی انہین اُن بداخلاقیون کا رنگ آگیا جو ہر سوسائٹی کے زمانۂ زوال مین پیدا ہوجاتی ہین۔ مگر پھر بھی یہ بات ضرور تھی کہ پُرانے شاعرون کے عقائد اور خیالات وہی تھے جو اُنکی سوسائٹی کے تھے اور جو سمان وہ اپنی آنکھون سے دیکھتے تھے اُسیکی تصویر اُنکی شاعری مین ہوتی تھی۔ لہذا جو کچھ وہ کہتے تھے وہ اپنے اصلی جذبات ظاہر کرتے تھے اور اسیوجہ سے اُنکے کلام مین اثر ہوتا تھا اور اسوقت تک اُسمین لطف باقی ہے۔ جو باتین اُنکی سوسائٹی مین نہ تھین اُسکا اُنکے کلام مین بھی کہین پتہ نہین ہے۔ حُبِّ قوم، حُبِّ وطن، پولیٹکل آزادی وغیرہ پُرانی سوسائٹی کے اصول مین داخل نہ تھے۔ لہذا اُسوقت کے شاعرون مین بھی ایسے مضامین نہین ہین۔ مگر تصوّف۔ عشق۔ دُنیا کی ناپائداری ابنائے دہر کی بیمہری۔ رندی۔ جوش عیش و مستی یہ باتین موجود ہین اور نہایت خوبی کے ساتھ اُن شاعرون نے انکو ادا کیا ہے۔

گو فارسی کی تقلید سے سبزۂ عارض۔ تُرک یکہ تاز۔ شاہد نیزہ باز۔ افسانۂ محمود و ایاز کی بھرمار اُردو مین ہوگئی۔ نرگس و نافرمان۔ دشت ہامون و دریائے جیحون کے مضامین آگئے۔ ہندوستان کے باغ و صحرا مین آہوے تاتار چرنے لگے شفق شام پھولنے لگی۔ موسم بہار مین بلبلین بولنے لگین۔ محفل رندان مین مفتی و محتسب کی پگڑی اُچھلنے لگی۔ جب کسی برق جمال کو دیکھا جلوۂ طور یاد آیا۔ گرم بازاری حسینان کا اگر ذکر آیا تو قصۂ یوسف وزلیخا کا مضمون یاد آگیا۔ ان سب باتون کیوجہ سے شاعری نیچر یا اپنی اصلیت سے ضرور ہٹ گئی مگر پھر بھی جو خیالات ان مصنوعی تشبیہون اور استعارون کے پیرایہ مین ظاہر ہوتے تھے وہ شاعر کے اصلی اور سچے خیالات تھے اور جو گو فارسی اُستادون کے طرز کی تقلید تھی مگر چونکہ پہلی پہلی تقلید تھی وہ بھی ایک قسم کی جدّت تھی اور بھلی معلوم ہوتی تھی۔ اب وہی باتین سُنتے سُنتے بے لطف ہوگئی ہین بلکہ تقلید نے اسقدر ترقی کی کہ جس سے جو کچھ جدّت ہوتی تھی وہ بھی تشریف لے گئی اور پُرانے مضامین کو حال کے شاعر کچھ تھوڑا سا لفظی رد و بدل کرکے باندھنے لگے اور بوجہ عام فیشن ہوجانے کے یہ بات چندان معیوب نہین رہی مثلاً سودا کا شعر ہے۔ ؎

ہر سنگ مین شرار ہے تیرے ظہور کا موسیٰ نہین کہ سیر کرون کوہ طور کا

آتش کا بھی اسی زمین مین شعر ہے اور اسمین شک نہین کہ سودا کے شعر سے پیدا ہوا ہے مگر بہت خوبی سے کہا ہے ؎

مشتاق اسقدر ہون خدا کے حضور کا سجدہ کرون جو بت بھی ملے سنگ طور کا

لیکن اب امیر کا شعر ملاحظہ فرمایئے جسمین آتش کے شعر کا پورا نقشہ نظر آتا ہے۔ امیر

اسقدر مشتاق ہون زاہد خدا کے نور کا بُت بھی بنوایا کبھی مین نے تو سنگ طور کا

اسوقت کے اکثر شاعرون کے کلام مین ایسی مثالین صدہا ملینگی۔ بہرحال باوجود فارسی تقلید اور محدود خیالات کے جو لطف پُرانے اُستادون کے کلام مین ہے وہ متاخرین مین بہت کم ہے۔ سودا کے دو چار شعر ملاحظہ فرمایئے۔ ؎

نہ بار خاطر یہ دل ہے گل کا نہ ناز بردار گلستان کا   برنگ شبنم ہے خود سبکبار سیر فرمائے لامکان کا
چمن پہ ابر بہار ہے اب شراب ٹپکے تو کیا عجب ہے   ہوا ہے رونا قبول ساقی حباب عالی مین میکشان کا
آراستہ جو بزم ہوئی دور فلک مین   وان جام بجز گردش ایام نہ آیا
کیسکی مرگ پر ایدل نہ کیجئے چشم تر ہرگز   بہت سا روئیے اُنکو جو اس جینے پہ مرتے ہین
بولا وہ جسے تیری تصویر نظر آئی   یہ خواب زلیخا کی تعبیر نظر آئی
ہے گردش چشم اُسکی حلقہ در محشر کا   موج خط پیشانی زنجیر نظر آئی
ٹک رہ ہر وان قافلہ سے کہیو اے صبا   ایسے ہی گر قدم ہین تمھارے تو ہم رہے
جب سے کہ چشم خلق صنم تجھسے جا لگی   کہتا نہین ہے بات کوئی یان خدا لگی
تنزل سے بھی ہم ہرگز ترقی مین نہ کم ہوتے   جو ہوتے کوہ سے پتھر تو پتھر سے صنم ہوتے

میر تقی کے بھی دو شعر تبرکاً لکھے جاتے ہین۔ ؎

شام ہی سے بجھا سا رہتا ہے   دل ہوا ہے چراغ مفلس کا
کچھ موج ہوا پیچان اے میر نظر آئی   شاید کہ بہار آئی زنجیر نظر آئی

میر درد نے بھی کیا خوب شعر کہا ہے۔ ؎

تر دامنی پہ شیخ تو میری نہ جایئو   دامن نچوڑ دون تو فرشتے وضو کرین

آتش کے بھی دو شعر اس زمین مین بہت خوب ہین گو میر درد کا شعر بڑھا ہوا ہے۔ ؎

دیدار عام کیجئے پردہ اُٹھایئے   تا چند بندہ ہاے خدا آرزو کرین
مستی مین مجھسے بے ادبی ہوگی یار سے   مجھکو گناہگار نہ جام و سبو کرین

ذوق کا رنگ ذیل کے اشعار سے ظاہر ہوگا۔ ؎

سراغ عشق پہ از بسکہ ثابت ہے قدم میرا   دم شمشیر قاتل پر بھی خون جاتا ہے جم میرا
وہ ہون مین رہ نورد شوق میرے ساتھ بھاگا ہے   برنگ سایۂ مرغ ہما نقش قدم میرا
کہا پتنگ نے یہ دار شمع پر چڑھکر   عجب مزہ ہے جو مرنے کیلئے سر چڑھکر
وقت پیری شباب کی باتین   ایسی ہین جیسی خواب کی باتین
اُس حور وش کا گھر مجھے جنت سے ہے سوا   لیکن رقیب ہے تو جہنم سے کم نہین
پھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا گئے   حسرت اُن غنچون پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے
جو جانتے یہ کہ چن چن کے ہم کو توڑینگے   تو گل کبھی نہ تمنائے رنگ و بو کرتے
سراغ عمر گذشتہ جو ڈھونڈھئے اے ذوق   تمام عمر گزر جائے جستجو کرتے
الٰہی کان مین کیا اُس صنم نے پھونکدیا   کہ ہاتھ رکھتے ہین کانون پہ سب اذان کیلئے
بنایا آدمی کو ذوق ایک جزو ضعیف   اور اس ضعیف سے کل کام دو جہان کیلئے

غالب کا اصلی کمال تو اُنکے فارسی کلام مین ہے لیکن اُردو مین بھی جہان صاف کہا ہے اُسکا جواب نہین ہے۔ اُنکا اُردو دیوان نہایت مختصر ہے اور اُسمین بھی کثرت سے ایسے اشعار ہین کہ جنمین اُردو زبان کا کوئی مزا نہین ہے اور اگر اُنکی فارسی بندشون مین کوئی نزاکت ہے تو میرے احاطۂ فہم سے باہر ہے۔ اگر بعض معتقدین غالب محض اسی بات پر اکتفا کرین کہ جتنا کلام اُنکا صاف ہے وہ نہایت عمدہ ہے، فارسی مین بڑے رتبہ کے شاعر ہین اور اُردو نثر کے موجد، تو غالب کیلئے یہ کم تعریف نہوگی اور بہت صحیح تعریف ہوگی۔ مگر اُنکے ہر مشکل شعر مین معنی پہنانا اور اُنکے اُردو دیوان کی شرحین لکھنا کسیطرح اُنکی شاعری کا مرتبہ بڑھاتا نہین ہے۔ بلکہ معمولی سمجھ کے لوگ اپنی جگہہ پر یہ کہہ سکتے ہین کہ وہ اُردو شعر ہی کیا جو بغیر شرح کے سمجھ ہی مین نہ آئے۔ مگر اسمین شک نہین کہ غالب اپنے رنگ مین بےمثل ہین۔ شاید اُردو مین ایسا ظریف شاعر کوئی نہین ہوا۔ سودا بہت اچھی ہجو کہتے تھے مگر غالب کی ظرافت کچھ اور ہی چیز ہے۔ اُنکے دو چار شعر لکھتا ہون۔ ؎

محرم نہین ہے تو ہی نواہاے راز کا   یان ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

مُنہ نہ کھلنے پر ہے وہ عالم کہ دیکھا ہی نہین   زلف سے بڑھکر نقاب اُس شوخ کے مُنہ پر کھلا

کی مرے قتل کے بعد اُسنے جفا سے توبہ   ہاے اُس زود پشیمان کا پشیمان ہونا

مین جو کہتا ہون کہ ہم لینگے قیامت مین تمہین   کس رعونت سے وہ کہتے ہین کہ ہم حور نہین

نیند اُسکی ہے دماغ اُسکا ہے راتین اُسکی ہین   جسکے بازو پر تری زلفین پریشان ہوگئین

وہ نگاہین کیون ہوئی جاتی ہین یارب دل کے پار   جو مری کوتاہی قسمت سے مژگان ہوگئین

اس سادگی پہ کون نہ مرجاے اے خدا   لڑتے ہین اور ہاتھ مین تلوار بھی نہین

مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو   اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہئے

اُگ رہا ہے در و دیوار سے سبزہ غالب   ہم بیابان مین ہین اور گھر مین بہار آئی ہے

موت کا ایک دن معیّن ہے   نیند کیون رات بھر نہین آتی

رگون مین دوڑنے پھرنے کے ہم نہین قائل   جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

اُنکے دیکھے سے جو آجاتی ہے مُنہ پر رونق   وہ سمجھتے ہین کہ بیمار کا حال اچھا ہے

اُردو شاعری مین بمقابلۂ فارسی کے ظرافت کا مادہ کم پایا جاتا ہے۔ مشہور شاعرون مین سودا۔ انشا اور غالب ظریف الطبع ہوئے مگر تینون کا رنگ جداگانہ تھا۔ انشا کا کلام بھی بلحاظ ظرافت اور نیز صفائی و آمد اور شوخی کے لحاظ سے بڑے مرتبے کا ہے۔ اُنھون نے اپنی شاعری مین ہندی الفاظ ، محاورے بہت استعمال کئے ہین اور اکثر تشبیہین بھی ایسی ہین جو خاص اسی ملک کی ہین۔ افسوس ہے کہ اور شاعرون نے اُنکے اصول پر اُردو زبان اور شاعری کو وسعت نہین دی اور جسکا نتیجہ آج ہم دیکھ رہے ہین۔ دیکھئے انشا کے اشعار کس لطف کے ہین۔ ریختہ اور ریختی دونون قسم کا مذاق ہے۔ ؎

ہے ہے پھُریری لیلے تیرا یہ کہتے جانا   چلتی ہے ٹھنڈی ٹھنڈی کیا ہی ہوا چمن مین

چھیڑنے کا تو مزہ تب ہے کہو اور سُنو   بات مین تم تو خفا ہوگئے لو اور سُنو

اُنکے دو مجھسے کبوتر کے جو جوڑے اُڑ گئے   تو یہ بولے کیا کیا ہے ہے نگوڑے اُڑگئے

غنچۂ گُل کی صبا گود بھری جاتی ہے   اک پری آتی ہے اور ایک پری جاتی ہے

یہ پیاس اپنی بجھی برف سے نہ شورے سے   بجھی تو نرگس ساقی کے آبخورے سے

نشے مین کیون نہ کرون غش دکھادئے تمنے   وہ دونون دیدے مئے ناب کے کٹورے سے

گرمی کی جو شکوہ تھی سب گرد ہوگئی   دو چار بوندیون مین ہوا سرد ہوگئی

یہ بات سب پر ظاہر ہے کہ ناسخ اور آتش نے اُردو زبان کو نہایت صاف کیا۔ گو دونون شاعرون کا رنگ مختلف ہے۔ ایک مین شوکت الفاظ اور مضمون آفرینی دوسرے مین مضامین شوخ و پُردرد اور زبان کی پاکیزگی اور روانی۔ چونکہ مضمون طویل ہوگیا ہے لہذا صرف آتش کی شاعری کا کچھ ذکر کیا جاتا ہے۔ آب حیات مین جو آتش کے حالات لکھے ہین وہ بہت صحیح ہین۔ مین نے بعض بزرگون سے سُنا ہے کہ خواجہ صاحب کی واقعی حالت یہ تھی کہ سراے معالی خان مین ایک ٹوٹے مکان مین رہتے تھے۔ دالان مین چٹائی بچھی ہوئی اور اک دروازہ کا پٹ اُلٹا پڑا ہوا اُسی پر جو صاحب آتے تھے بیٹھتے تھے۔ مٹّی کی ہانڈی مین روٹی کے ٹکڑے بھیگا کرتے تھے معمولی غذا یہی تھی۔ اگر کسی شاگرد نے اپنے ہان کا کھانا اصرار سے کھلادیا تو کھالیا۔ گو فخر لکھنؤ تھے اور بڑے بڑے رئیس شاگرد تھے لیکن زمانے کی قدردانی دیکھئے کہ ابھی صرف ساٹھ [٦٠] ہی پینسٹھ [٦٥] برس اُنکے انتقال کو ہوئے ہین مگر قبر تک کا نشان نہین۔ اُنھین کا شعر اُنکا مصداق حال ہے۔ ؎

بلند ہو نہ زمین سے مرا مزار آتش   نشان قبر سے منظور مجھکو نام نہین

اُنکا کلام بھی اس بے ترتیبی سے چھپا ہے کہ بہت سی غزلین گُم ہوگئین۔ کچھ شعر لوگون کو ادھر اُدھر سے یاد رہ گئے لیکن جسقدر مصطفائی مطبع مین چھپا تھا منشی نولکشور کے مطبع مین اُس سے بھی کم رہ گیا۔ وہ غزل جسکے دو شعر ذیل مین لکھے جاتے ہین مصطفائی مطبع والے دیوان مین بھی نہین ہے۔ ؎

جاکے گلزار سے صیاد پھر آیا اُلٹا   کیا نصیبا ترا اے بلبل شیدا اُلٹا

تن کی عریانی سے بہتر نہین دُنیا مین لباس   یہ وہ جامہ ہے کہ جسکا نہین سیدھا اُلٹا

یا وہ غزل جسکا یہ شعر ہے۔ ؎

دُنیا مین آکے زہر ہی انسان کی چاہ ہے   اس خوان کی نمش کفِ مارِ سیاہ ہے

یا وہ غزل جسکا یہ لاجواب مطلع ہے۔ ؎

بدگمانی جو ہوئی بزم مین پروانے کو   شمع نے آگ رکھی سر پہ قسم کھانے کو

روایت ہے کہ ایک مشاعرہ مین انکے پڑھنے کی باری علی الصباح آئی سُنا جاتا ہے کہ حریفون نے عمداً ایسا کیا تھا کہ یہ ایسے وقت پڑھین جب مشاعرہ سرد ہو۔ پہلے اُنھون نے پڑھنے مین کچھ تامل کیا اور کہا کہ اب صبح ہو گئی ہے لوگ تھک گئے ہین پھر کسی موقع پر دیکھا جائیگا۔ مگر حاضرین نے اصرار کیا اُسوقت یہ شعر پڑھا۔ ؎

رات بھر ہر ثابت و سیارہ گرم لاف تھا   صبح کو خورشید جب نکلا تو مطلع صاف تھا

شعر پڑھنا تھا کہ مشاعرہ جاگ اُٹھا اور حریفون کے ہان تڑکا ہو گیا۔ اسوقت اُردو زبان کی ترقی کے بہت سے لوگ ساعی ہین مگر یہ کسی کو خیال نہین آتا کہ ایسے اُستاد کا کلام توسب جمع کر کے چھاپا جاے۔ کسی مشاعرے مین ناسخ و آتش دونون موجود تھے ناسخ نے غزل پڑھی جسکا پہلا مطلع یہ ہے اور کس شان کا مطلع ہے۔ ؎

ہمصفیر اس باغ کی ایسی ہوا ناساز ہے   طائر رنگ چمن تک مائل پرواز ہے

دوسرا مطلع یہ ہے۔ ؎

جوشش سودا مین بھی پوشیدہ اپنا راز ہے   زلف جانان کی طرح زنجیر بے آواز ہے

روایت ہے کہ اس دوسرے مطلع پر آتش نے اُسی موقع پر یا بعد مشاعرہ کسی سے یہ کہا کہ مضمون چُرایا مگر چوری کرنا نہ آئی اور یہ فارسی شعر پڑھا۔ ؎

زنجیر مشکل گیسوے جانان ست بے صدا   شاید غبار دشت جنون سُرمہ زنگ بود

ظاہر ہے کہ جو فارسی والے نے بات رکھی ہے وہ اُردو شعر مین نہ آسکی مگر جس درجہ کی تقلید اُستادون نے بھی جائز رکھی ہے اُس لحاظ سے اسکو سرقہ کہنا قرین انصاف نہین ہے چند سال ہوئے کسی مقام پر حکیم مرحوم لکھنوی اُنکے چھوٹے بھائی حضرت افضل اور ایک دو اور صاحب بیٹھے تھے مین بھی تھا شعروسخن کی باتین تھین مین نے ذوق کا یہ مطلع پڑھا۔ ؎

ہون مین وہ وحشت کُہن مدت سے اس ویرانہ مین   برسون مسجد مین رہا برسون رہا میخانہ مین

جناب حکیم مرحوم نے اسپر فارسی کا شعر پڑھا۔ پہلے مصرعے کے ٹھیک الفاظ مجھے یاد نہین مگر اپنے خیال کے موافق موزون کئے دیتا ہون۔ ؎

ہر کجا خشتے بہ بین اُفتادہ در ویرانۂ   ہست فرد دفتر احوال صاحب خانۂ

ظاہر ہے کہ اُردو کے بڑے بڑے اُستاد شاعرون کو بھی فارسی مضامین سے بالکل الگ کہنا مشکل ہوتا ہے خیر یہ جملہ معترضہ تھا اب چند اشعار آتش کے بطور نمونہ پیش کرتا ہون جس سے اُنکے رنگ کا اندازہ ہوگا۔ میرے نزدیک جو پہلی غزل حمدیہ ہے وہ اپنے رنگ مین بے مثل ہے۔ بہت مشہور غزل ہے لہذا اُسکے اشعار لکھنے کی چندان ضرورت نہین ہے اور متفرق شعر لکھتا ہون۔ ؎

دکھایا آئینۂ فکر نے جب صفائے آب دُرِ سخن کا   دہن کو جوہر کھلا زبان کا زبان کو عقدہ کھلا دہن کا

برہنہ آیا تھا یان عدم سے برہنہ یان سے چلا عدم کو   نہ لوسنے کا فکر مین لے سوئنگھی نہ داغ مجھکو لگا کفن کا

خراب مٹی تھو کیسکی کوئی نہ مرد ود دوستان ہو   جدا ہوا شاخ سے جو پتا غبار خاطر ہوا چمن کا

...

لحد پر یار آتا ہے مرے شرمندہ کرنے کو   نہ مُنہ دکھلانیکی جا ہے نہ موقع عذر خواہی کا

غنیمت جان اسے دل جنبش ابروے قاتل کو   بڑی معراج ہے تلوار سے مرنا سپاہی کا

...

وفاداروں کے خون کا داغ کیا دھبا ہے کیچڑ کا   چھُڑانے سے نہ چھوٹیگا ارے قاتل نہ بن لڑکا

شراب لالہ گون سے ساقیا جام صبوحی بھر   شفق اپنی مجھے دکھلا رہا ہے نور کا تڑکا

عجب محبوب باشوکت ہے اے باد بہاری تو   صدائے خندۂ گل ہے سواری کا تری کڑکا

گل و بلبل کی حالت پر بجا ہے گریۂ شبنم   اسے گلچین کا اندیشہ اُسے صیاد کا دھڑکا

سمجھ لیتے ہین مطلب اپنے اپنے طور پر سامع   اثر رکھتی ہے آتش کی غزل مجذوب کی بڑکا

یہ غزل کسقدر مشکل زمین مین ہے لیکن ساری غزل مرصع ہے۔ اس زمین مین مین نے صرف تسنیم دہلوی کی غزل دیکھی ہے لیکن دونون مین کوئی نسبت نہین ہے۔

آتش

شب اُسکی افعیٔ گیسو کا جو فسانہ ہوا   ہوا کچھ ایسی بندھی گل چراغ خانہ ہوا

توانگرون کو مبارک ہو شمع کافوری   قدم سے یار کے روشن غریب خانہ ہوا

نپوچھ حال مرا چوب خشک صحرا ہون   لگا کے آگ مجھے کاروان روانہ ہوا

زبان یار خموشی نے میری کھلوائی   مین قفل بنکے کلید در خزانہ ہوا

خدا دراز کرے عمر چرخ نیلی کی   یہ بیکسون کے مزارون پہ شامیانہ ہوا

کل غزل لاجواب ہے۔ اس زمین مین اسیر اور امیر کی غزلین بھی بہت اچھی ہین۔ اسیر کا مجھے صرف اک مطلع یاد ہے۔

اسیر

جُدا مزار مین بیگانہ و یگانہ ہوا   نظر پلٹتے ہی کیا منقلب زمانہ ہوا

امیر

قدوم قاصد جانان سے فخر خانہ ہوا   قدم رسول مرا سنگ آستانہ ہوا

ریاض دہر مین پوچھو نہ میری بربادی   یہ رنگ بو ادھر آیا اُدھر روانہ ہوا

خدا کی راہ مین دینا ہے گھر کا بھر لینا   ادھر دیا کہ اُدھر داخل خزانہ ہوا

جنون کا جوش گھٹا تھا کہ بوے گل آئی   سمند ہوش رُکا تھا کہ تازیانہ ہوا

اسی زمین مین میر انیس کا سلام بھی ہے جسکے دو شعر یہ ہین۔

جو زندے پھرتے ہین قبرون پہ مُردے کہتے ہین   کہ ہم بھی پھرتے تھے یون ہی اسے زمانہ ہوا

کشان کشان مجھے جانا پڑا وہان آخر   جہان جہان مری قسمت کا آب و دانہ ہوا

آتش

تری مستانہ آنکھون کی نہ گردش کا اثر دیکھا   مئے گلرنگ سے سو سو طرح پیمانہ بھر دیکھا

مسافر ہی نظر آیا۔ نظر آیا جو دُنیا مین   جسے دیکھا اُسے آلودۂ گرد سفر دیکھا

خریدار محبت آئے ہین بازار عالم مین   وہی سودا کیا ہے ہمنے جسمین درد سر دیکھا

...

آشیانہ نہ قفس مین نہ چمن یاد آیا   آنکھ کھلنے بھی نہ پائی تھی کہ صیاد آیا

رو دیا ابر بہاری جو برستے دیکھا   کرم پیر خرابات سے مجھے یاد آیا

اس زمین مین صبا کا ایک شعر بے مثل ہے۔ ؎

دل مین اک درد اُٹھا آنکھون مین آنسو بھر آئے   بیٹھے بیٹھے ہمین کیا جانئے کیا یاد آیا

داغ نے بھی اس زمین مین دو غزلہ خوب کہا ہے۔

داغ

کبھی مسجد مین جو وہ شوخ پریزاد آیا   پھر نہ اللہ کے بندون کو خدا یاد آیا

کونسا طائر گم گشتہ اُسے یاد آیا   دیکھتا بھالتا ہر شاخ کو صیاد آیا

دی موذن نے شب وصل اذان پچھلی رات   ہاے کمبخت کو کسوقت خدا یاد آیا

آتش

اسقدر آنکھین مری محو تجلے ہو گئین   پُتلیان تھرا کے آخر سنگ موسے ہو گئین

...

بدن سا شہر نہین دل سا بادشاہ نہین   حواس خمسہ سے بہتر کوئی سپاہ نہین

...

شمع گل ہوے جو صبح شب ہجران مانگون   اوس پڑتی بھی ہو موقوف جو باران مانگون

خاک مین بھی جو ملون مین تو کسی صحرا مین   تمسے مٹی بھی نہ اے گبرو مسلمان مانگون

...

یہ کیفیت اُسے ملتی ہے ہو جسکے مقدر مین   مے الفت نہ خم مین ہے نہ شیشے مین نہ ساغر مین

جہان چاہے بسر اوقات کرے چار دن بلبل   چمن مین آشیانہ ہے قفس صیاد کے گھر مین

...

زمانہ عاشق و معشوق سے نہین خالی   گلون کا قحط نہین بلبلون کا کال نہین

اس زمین مین شیخ فضل احمد کیف شاگرد میر وزیر علی صبا کا ایک شعر لاجواب ہے۔ ؎

یہ کسنے باغ جہان مین تمسکو ترچھوڑ دیا
کہ آج تک گل و بلبل مین بول چال نہین

آتش

یہ سودائے شہادت ہے ہمارے سر کو اے قاتل تری تلوار کا دم بھرتی ہے جو رگ ہے گردن مین

نہین روزن جو قصرِ یار مین پروا نہین ہمکو نگاہِ شوق رخنہ کرتی ہے دیوارِ آہن مین

روایت ہے کہ جس مشاعرے مین آتش نے یہ غزل پڑھی وہان اک لڑکے نے جو بالکل مبتدی شاعر تھا ذیل کا مطلع پڑھا جسپر آتش اور کُل اہل مشاعرہ بہت ہی خوش ہوئے۔ ؎

اسیری عشق کو منظور تھی میری لڑکپن مین پنہائے طوقِ منت کے بہانے میری گردن مین

غالب کی ایک غزل "پانون" کی ردیف مین ہے اور بہت اچھی غزل ہے اُسکا ایک شعر یہ ہے۔ ؎

اللہ رے شوقِ دشت نوردی کہ بعد مرگ ہلتے ہین خود بخود مرے اندر کفن کے پانون

دیکھئے اس زمین مین آتش نے بھی کس لطف کے ساتھ کہا ہے صرف تین شعر یہان لکھتا ہون۔ ؎

یکسالہ راہ سے ہے چلی آئی باغ مین شبنم دُھلا رہی ہے بہارِ چمن کے پانون

دُنیا کو ٹھوکرتے نہین مردانِ راہِ عشق نامرد کھین آنکھون پہ اس پیرزن کے پانون

آتش زمینِ شعر ہو ہرچند سنگلاخ لغزش سے آشنا نہین اہلِ سخن کے پانون

دیکھئے کس مشکل اور بھدی زمین مین کیسی عمدہ غزل کہی ہے جسکے تین چار شعر لکھے جاتے ہین۔ ؎

سرو بستان تجھسے گو اے بادِ صرصر خشک ہو غیر ممکن ہے ہمارا مصرعِ تر خشک ہو

خون ہوا جاتا ہے دل کیا دیدۂ تر خشک ہو روز ٹانکے ٹوٹتے ہین زخم کیونکر خشک ہو

غیر خالق کون کرتا ہے کسی کی پرورش دایہ پیدا ہو جو آتش شیر مادر خشک ہو

کام ہمت سے جوانمرد اگر لیتا ہے سانپ کو مار کے گنجینۂ زر لیتا ہے

وہ زبون بخت شجر ہون مین کہ دہقان برا پیچھے بوتا ہے مجھے پہلے تبر لیتا ہے

ہجر مین وصل کا ملتا ہے مزا عاشق کو شوق کا مرتبہ جب حد سے گذر لیتا ہے

اثر رکھتی ہے گلگون کی کیفیت کا ہستی ہے اُبھرنے مین حباب بحر کے اک جوشِ مستی ہے

غم و شادی کی حالت دیکھ عالم کے مرقع مین کوئی تصویر روتی ہے کوئی تصویر ہنستی ہے

غنیمت جان یار آئے لحد پر جان کھو دے سے مرادِ دل ملے کونین تک دیکر تو سستی ہے

پڑھا ہے ہمنے بھی قرآن قسم ہے قرآن کی جواب ہی نہین رکھتی ہے گفتگو تیری

یہ گردشِ فلک پیر سے ہوا ثابت قوی ضعیف کو کرتی ہے جستجو تیری

شب فراق مین اے روز وصل تادم صبح چراغ ہاتھ مین ہے اور جستجو تیری

سبوئے غنچہ ہے معمور جام گل لبریز ٹپک رہی ہے شراب ابر نو بہاری سے

عالم اسباب سے حاصل ہوا آخر کفن چلتے چلتے آسمان سے ہم بھی خلعت لیگئے

دیدہ و دل نے گھسیٹا کوچۂ محبوب مین کھینچکر مجھکو فرشتے سوے جنت لیگئے

باغ عالم مین ہے نافہمون کو بے برگی کا غم سبز پتے اس چمن سے زرد صورت لیگئے

دیکھ سکتے تھے کہان کافر مسلمان کی نمود کھود کر بُت ساز آتش سنگ تربت لیگئے

سرمہ لگا کے یار نے ترچھی نگاہ کی موت آئی پھر کسی نہ کسی بیگناہ کی

یو یار کی نگھا کے صبا نے اُڑائے ہوش یا دمراد نے مری کشتی تباہ کی

مجھ ناتوان کی خاک جو اُسمین ہوئی شریک اُٹھ اُٹھ کے بیٹھ بیٹھ گئی گرد راہ کی

اس زمین مین اسیر کا مطلع ہے۔ ؎

یارب دراز عمر ہو زلفِ سیاہ کی زنجیر بنگئی مرے پائے نگاہ کی

امیر

باندھی ہوا جو حشر کے دن ہمنے آہ کی اُڑتی پھر گئی فرد ہمارے گناہ کی

جناب نواب رضا حسین خانصاحب مشہدی خلف اکبر جناب نواب جعفر علیخانصاحب (شیش محل لکھنؤ) کا مطلع بھی بہت خوب ہے۔ ؎

پہلو نے دل کو لاکھ جگہ دی پناہ کی آخر کو چھین لیگئی شوخی نگاہ کی

آتش

فسون کوئی نہ تو اعجاز یار رکھتا ہے فریب حسن سے عاشق کو مار رکھتا ہے

کھلا یہ یار کے الطاف غائبانہ سے خیال بندہ کا پروردگار رکھتا ہے

محل ادب کا ہے ٹھکرا کے چل نہ قبرون کو پیادہ ہوکے قدم یان سوار رکھتا ہے

پُرانے اُستادون کے جو چند اشعار اوپر لکھے گئے ہین اُنسے

یہ غرض ہے کہ باوجود محدود خیالات کے اُنکا مذاق کتنا عمدہ تھا اور اُنکے کلام مین کسقدر لطافت، درد اور سچا جوش ہے۔ طوالت کے لحاظ سے بہت سے پُرانے شاعرون کا ذکر نہین کرسکا۔ خصوصاً میر انیس و مرزا دبیر کے نسبت کچھ لکھنے کی نوبت نہین آئی۔ میرا ارادہ تھا کہ کچھ انکے کلام کے نسبت بھی لکھون اور کچھ ان باتون کے تذکرے بھی ہون کہ جو سیّد محمود صاحب مرحوم (جو اپنے زمانہ مین فخر ہندوستان تھے) کی صحبتون کے متعلق ہین جبکہ وہ لکھنؤ مین تشریف رکھتے تھے اور مجھے شاید اُنسے قریب قریب روز گھنٹو گفتگو کا موقع ملتا تھا اور شعر و سخن کے تذکرے رہتے تھے۔ اُنکے بہت سے خیالات اس معاملے مین یاد رکھنے کے قابل ہین مگر وہ باتین بھی اب اس موقع پر نہین لکھی جاسکتین۔ نیز یہ خیال ضرور تھا کہ اس زمانہ کے شاعرون کے بھی کچھ تذکرے ہون اور اُنکے کلام کے نمونہ دکھائے جائین خصوصاً امیر و داغ و جلال کی شاعری پر روشنی ڈالی جاے مگر ناظرین ادیب کے تھکا دینے کو یہی مضمون کافی ہے۔ لہذا انشاءاللہ پھر کبھی۔

بشن نراین در۔

عالم و مافی العالم

تمہید

علوم جدیدہ کی ترقیون کے پہلو بہ پہلو ہماری عقلی اُفق نے بھی وسعت و کشادگی اختیار کی ہے۔ زمانۂ ماسبق مین تمام بڑے بڑے مسائل کی نسبت ہمارے تصوّرات طفلانہ ہوتے تھے لیکن اب کہن سال اور جہاندیدہ لوگون کیطرح ہم وسیع النظر اور بالغ خرد ہو گئے ہین۔ ایک زمانہ تھا جب کرۂ ارض کی جغرافیائی کائنات یورپ، افریقہ کے نصف شمالی حصے ایشیاء کوچک، ایران، ہند اور چین تک محدود تھی۔ شمالی و جنوبی امریکہ، آسٹریلیا اور اوشینیا وغیرہ خشکی و تری کے عظیم الشان حصے ازمنۂ وسطیٰ کی دُنیا مین شمار نہوتے تھے۔ مگر اب جغرافیائی انکشافات کی بدولت بیسوین صدی کی دُنیا کا رقبہ بہت وسیع ہوگیا ہے اور خشکی کے نئے نئے حصے اسمین شامل ہورہے ہین۔ کمانڈر رابرٹ پیری اور سر آرنسٹ شیکلٹن کی مساعی جمیلہ سے قطبین نے بھی کافی وسعت اختیار کر لی ہے اور کرۂ ارض کے حصص متعارفہ مین انکا ایک بڑا حصّہ شامل ہوگیا ہے۔

اسیطرح چند صدی پہلے کے لوگ زمین کو ساکن اور چاند سورج کو متحرک سمجھا کرتے تھے اور ہمارا کرۂ ارض سیّارون کا مرکز خیال کیا جاتا تھا۔ لیکن فلکیات کے جدید انکشافات سے اُن پرانے خیالات کی تردید ہوگئی ہے۔ اب یہ دُنیا نظام شمسی کا ایک چھوٹا سا رُکن قرار پاگئی ہے اور آفتاب ساکن مانا گیا ہے جسکے گرد تمام سیّارے طواف کیا کرتے ہین۔ محققانِ علم الافلاک کا خیال ہے کہ صرف کہکشان مین "تین کرور سے زائد سورج اور نظام ہائے شمسی ہین" لارڈ کیلون مرحوم کا قیاس تھا کہ کم از کم ایک ارب عالم میدان خلا مین اور بھی موجود ہین۔ آفتاب مع سیارگانِ ثوابت، ستارۂ ہرقلیز کی جانب فی سکنڈ سولہ میل کی رفتار سے بھاگا جارہا ہے۔ علم ہیئت کی تحقیق جدیدہ کی رو سے ہمارا "عالم" وسعت اختیار کرتا جاتا ہے ماہ جولائی سنہ حال کے آغاز کا واقعہ ہے کہ جرمنی کے ایک منجم کے

ہیڈل برگ کی رصدگاہ مین تین روز کے اندر پانچ اور نئے سیارے ہمارے آسمان مین گردش کرتے ہوئے دیکھے ہین۔

ان علمی ترقیون کی بدولت ہمارے دماغون کو بھی کافی وسعت حاصل ہوئی ہے جو "عالم ومافی العالم" کا تصوّر باندھنا اور اُسکے مختلف حصّون پر غور کرتا ہے۔ ہمارا عالم جو کچھ عرصے سے بہت ہی محدود ہوگیا تھا بیسوین صدی کے عشرۂ اول مین بیسیون گنا وسیع ہوگیا ہے۔ عالمان علم ہیئت نے تمام اجرام فلکی اور دُنیا ومافیہا کا ایک مجموعہ بنالیا ہے اور اُسے برہانڈ (Universe) کے نام سے پُکارتے ہین۔ "عالم" کا لفظ اسکے مفہوم کو کما حقہٗ ادا نہین کرسکتا لہذا سنسکرت لفظ برہانڈ زیادہ موزون معلوم ہوتا ہے۔

تمام کائنات مین دو چیزین عام اور ہر جگہ محیط ہین۔ ایک "حرکت" (Motion) اور دوسرا مادّہ (Matter) برہانڈ کا کوئی حصّہ اسّے خالی نہین۔ پہلے مادّہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مادّہ کی تعریف

دُنیا ومافیہا کے تمام اشیا محسوسات اور منظورات اس لفظ کے تحت مین آجاتے ہین۔ یہ چار حالتون مین پایا جاتا ہے۔ (۱) ٹھوس۔ (۲) رقیق۔ (۳) گیس۔ (۴) لطیف ذرّون کی صورت مین جو برقی اثر قبول کرکے خلا مین چلے جاتے ہین۔ مادّہ ایک نہایت لطیف صورت مین جسے ایتھر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے تمام برہانڈ مین موجود ہے۔ ان چار صورتون کے سوا مادّہ کی اور کوئی شکل اور حالت نہین ہوتی۔ اجسام کے اجزاے ترکیبی کو قوتین جس تناسب سے ایک دوسرے سے وابستہ رکھتی ہین اُسی مناسبت سے مادہ ایک نہ ایک حالت قبول کرتا ہے۔ مثلاً پانی کی حرارت اندرونی یا داخلی حرکت کے زوال وسلب سے منجمد ہوجاتی ہے اور جب حرارت بکثرت پہونچتی ہے تو اُسکے اجزا بخارات اور گیس بنکر ہوا مین ملجاتے ہین۔

یہ ہنوز معلوم نہین ہوا ہے کہ مادّہ فی الحقیقت کیا چیز ہے۔ اسکی ماہیت کا مسئلہ زمانۂ آیندہ کا سوال ہے۔ اسوقت تک جو کچھ معلوم ہوا ہے وہ محض استخراج کے ذریعے سے تمام اجسام باریک باریک ریزون سے مرکب پائے گئے ہین جنھین اجزاے لایتجزیٰ کہا جاتا ہے۔ لیکن جب وہ خلا مین بے روک ٹوک پھرتے ہین تو وہ سالمات اور پرمانو کہلاتے ہین۔ عناصر کی تعداد بقول ایڈورڈ کلاڈ ستّر اور اسّی کے درمیان ہے۔ مگر ہ۔ ل لینگ کی راے کے مطابق وہ اٹھتّر ہین۔ انمین سے بعض نادرالوجود ہین اور صرف ماہران کیمیا ہی انکے وجود اور حقیقت سے واقف ہین۔ پہلے انھین لایتجزیٰ ہونے کے باعث "عناصر" کہا جاتا تھا۔ مگر اب ثابت ہوگیا ہے کہ عنصر "الکٹرون"[۱] (Electron) کا مجموعہ ہے جو بڑی تیزی سے حرکت کرتے رہتے ہین۔ سر آلیور انگلستان لاج کے نہایت مشہور عالم طبیعیات نے اپنے لکچر "مادہ کی نسبت جدید خیالات" مین جو سنہ ۱۹۰۲ء مین اکسفورڈ مین دیا گیا تھا الکٹرون کے متعلق یہ خیال ظاہر فرمایا تھا۔

"یہ گمان بہت دلچسپ ہے کہ یہ (الکٹرون) ہر قسم کے مادّہ کے اجزاے ترکیبی کا ہیولا ہین۔ اس خیال کی رو سے مادّہ کا اصل اصول برق کے سوا کچھ نہین ہوسکتا۔ تخمینہ کیا گیا ہے کہ ہیڈروجن کے ایک ذرّے مین سات سو، سوڈیئم کے ایک پرمانون مین سولہ ہزار اور ریڈیئم کے ایک سالمہ مین ایک لاکھ ساٹھ ہزار الکٹرون پائے جاتے ہین۔ انکی جسامت کے مقابل وہ گنجایش بہت وسیع ہے جو الکٹرون کے درمیان مین پائی جاتی ہے۔ اُس سے اسکی نسبت وہی ہے جو نظام شمسی کے بُعد درمیانی کو ایک دوسرے سے ہے۔ مادّہ کے ذرّات مین الکٹرون کا زائد جزو ہوتا ہے جسے "آیون" (Ion) کہتے

[۱] الکٹرون سالمات کا آخری حصّہ اور اُنکا جز لایتجزیٰ ہے۔

ہین - انسے برق منفی کی رو پیدا ہوتی ہے جس سے ذرّون کے اردگرد
نہایت تیز حرکت پیدا ہو جاتی ہے - اس اعتبار سے ہر ذرّہ نظام شمسی
سے مشابہ ہوتا ہے - کیونکہ اسکے اردگرد بھی کئی چھوٹے چھوٹے آیَن
اپنے اپنے محور پر گھومتے رہتے ہین" (سر آلیور نے یہ بھی فرمایا) "گمان
غالب ہے کہ برہماند کے بنیادی پتھرون یعنی مستقل ابتدائی اجزا لاتیجزیٰ
مین جو تغیرات پیدا ہوتے رہے اُنکے واسطے عرصہ دراز درکار ہوا
ہو جو کروڑہا صدیون کے برابر ہے"

اسّی سال کا عرصہ ہوا کہ انگلستان کے ایک نہایت نامور
اور ماہر علم کیمسٹری و طبیعیات "جان ڈالٹن"، نے (جو ۱۷۶۶ء
مین پیدا ہوئے اور ۱۸۴۴ء مین فوت ہوئے) تجربات سے
یہ دریافت کیا تھا کہ ذرّے ایک تناسب اور خاص مقدار سے
ایک دوسرے کے ساتھ ارتباط پکڑتے ہین مثلاً پانی (خواہ مینہ کا
ہو خواہ سمندر کا، یا وہ جاندارون کا پسینہ ہو) اگر اُسے پھاڑا جائے
اور اُسکے اجزائے ترکیبی علیحدہ کر دئے جائین تو اُسمین ۱۶ حصّے وزنی
آکسیجن اور دو حصّے وزنی ہیڈروجن ہوگی - اسیطرح نمک مین
(چاہیے وہ سمندر کے پانی سے نکلا ہو خواہ جانورون کے خون سے)
کلورین اور سوڈیم ایک خاص وزن اور تناسب سے موجود ہوتی
ہے یعنی اول الذکر ساڑھے ۳۵ پینتیس حصّے اور ثانی الذکر تیئیس ۲۳ حصّے
ہوگی اگر کوئی جزو تناسب مقررہ سے زائد ہو تو وہ ترکیب پکڑنے سے قاصر رہتی
ہے - اس دریافت سے علم کیمسٹری مین بہت بڑا انقلاب واقع ہوا - اجسام
کے خواص سے قطع نظر کیگئی اور مقدار سے سروکار رکھا گیا یعنی فلان
جسم مین فلان اشیا کس تناسب و مقدار سے پائے جاتے ہین
اس اصول کو پیش نظر رکھکر دوسرے محققین نے تحقیق شروع
کردی - پروٹ نے اپنے تجربون سے یہ نظریہ قائم کیا کہ ذرّات
کا جو وزن ہے وہ ہیڈروجن کے ذرّون کا حاصل ضرب ہے -
اُسکے نزدیک آخرالذکر ذرّے سب سے ہلکے اور مادّی اجسام کا مبدا
تھے - لیکن گذشتہ چند سال کے انکشافات سے یہ معلوم ہوا ہے کہ بعض
عناصر مین کئی مشترکہ خصوصیات پائے جاتے ہین جنکی بنا پر انھین ایک
مجموعے مین شمار کرنا مناسب ہے -

حال ہی مین ایک نامور روسی ماہر کیمسٹری "منڈل جف"
کی کوششون سے ایک بات اور معلوم ہوئی جس سے عناصر کا
ایک ہی مبدا ظاہر ہوتا ہے - اُسنے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ اگر عناصر کو
اُنکے طبعی وزن کے مطابق مرتب کیا جائے (مثلاً ہیڈروجن کا
ایک اور ریڈیم کا بقول میڈم کیتور سے دو سو چھپن وزن ہے)
تو یہ ظاہر ہوگا کہ تمام عناصر مسلسل اور علی الترتیب مرتب نہین ہونگے
بلکہ مجموعون مین بٹ جائینگے - اور انمین سے بعض دوسرون سے
موافقت کھاتے معلوم ہونگے - جب اس قاعدے سے تمام عناصر
ا - ب - ج - د، وغیرہ قطارون مین باعتبار اوزان ذرّاتی منقسم
ہوئے تو جگہہ خالی پائی گئی - منڈل جف نے اسکی بابت پیشینگوئی
کی کہ "ایسے عناصر دریافت ہونگے جنکے خواص انھین خالی جگہون
کو پُر کرنے کے حقدار ٹھہرائینگے" اور یہ پیشینگوئی صحیح ثابت ہوئی -

عناصر آزادانہ حالت مین بہت کم پائے جاتے ہین اجسام
اور مرکبات مین بالعموم ملتے ہین - چار سے زائد عناصر شاذونادر ہی
کسی جسم مین موجود ہونگے - آکسیجن سب سے زیادہ اور اہم درجہ
رکھتی ہے - غیر مرکب حالت مین بے ذائقہ اور غیر مرئی گیس ہوتی
ہے اور کرۂ ارض کے نصف طبقے پر یہی پائی جاتی ہے - اگرچہ
آسمان اور زمین پر بیشمار اشیا پائی جاتی ہین اور وہ سب ایک دوسرے
سے مختلف ہوتی ہین پھر بھی جو مادّہ عالم مین پایا جاتا ہے اور
جو اسپکٹروسکوپ (Spectroscope) کے ذریعے سے اجرام فلکی
مین بھی مجتمع دیکھا گیا ہے وہ کُل چودہ عناصر سے مرکب ہے -

جانداروں کے اجسام مین کاربن - آکسیجن - ہیڈروجن اور نائٹروجن پائی جاتی ہے۔

سالمات کی ماہیت کے متعلق ہماری واقفیت ہنوز حالت طفلی مین ہے - یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ جو ذرّے بڑی سی بڑی خُرد بین کے دسترس سے باہر ہین - کسی روز ایسے پیچیدہ اور مرکب معلوم ہون جیسے اجسام علوی بجاے خود عظیم الشان ہین بہت سی کوششین کیگئی ہین کہ انکا حجم اور ساخت دریافت ہو لیکن ہنوز کامیابی نہین ہوئی ہے اور یہ مرحلہ اپنی پہلی منزل مین ہے۔ اگر ممکن العمل ہو تو تانبا یا جست کے ایک انچ پتر کا ستر کروڑ وان حصّہ اتنا ہوگا کہ وہ اپنے وجود سے بالکل محروم نہو جائیگا - کیونکہ بڑی خرد بین سے اُسکو آسانی سے پہچان سکتے ہین - صابون کا جو بُلبلہ پانی مین اُٹھتا ہے اُسکی جھلّی دبازت مین انچ کا ۳۹۳۷۰ حصّہ ہوتی ہے - پانی کے ذرّے کا قطر انچ کا پچاس کروڑ وان حصّہ ہوتا ہے - مکعب انچ کے ہزار وین حصے مین البومن (انڈے کی سفیدی) کے ذرّے ۱۷ ملین ہوتے ہین - ان تخمینون سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ باوجود اسقدر ترقی کرنے کے سالمات کی آخری ماہیت اور بناوٹ ہمین معلوم نہین ہوئی اور انسان کا دماغ اس مسئلے کو بخوبی سمجھنے کے قابل نہین ہے جو ان شمار اور اعداد سے پیدا ہوتا ہے - اس سے آگے بڑھکر صرف قیاس سے کام لینا پڑتا ہے کہ برہمانڈ کے اندر مادّہ خواہ اجسام و مرکبات کی حالت مین ہو، خواہ ذرّون اور پرمالون کی صورت مین، یا ایتھر بنکر خلا مین محیط ہو - اُسکے تمام تغیرات و انقلابات "حرکت" سے وقوع مین آتے ہین -

حرکت کی تعریف

عالم مین حرکت کا پیدا یا ضائع، تیز یا سُست ہونا دو متضاد طاقتون پر منحصر ہے - اوّل زور Force دوم قوت یا شکتی Energy

(۱) زور سے مراد ایسی طاقت ہے جو اجسام کے ریزون کی حرکتون کو تیز کرنیوالی ہے - جس سے وہ ایک دوسرے سے متحد رہتے ہین - اور جب علیحدگی اختیار کرنا چاہتے ہین تو یہ طاقت مانع آتی ہے - جب اس طاقت کا دو اجسام پر (خواہ وہ بڑے ہون یا چھوٹے دُور ہون یا نزدیک) اثر ہوتا ہے تو اسے کشش مرکز ثقل کے نام سے تعبیر کرتے ہین اور جب اسکا عمل ان اجسام کے اجزاے ترکیبی پر ہوتا ہے جس سے وہ ایک دوسرے سے باہم پیوست رہتے ہین تو اسے کشش اتصال کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور جب اسکا تصرف ذرّون پر ہوتا ہے اور یہ اُنھین ایک دوسرے سے متحد کرکے مرکبات پیدا کر دیتی ہے تو اسے کشش کیمیائی کہتے ہین - قوت ہمیشہ ہر جسم یا ریزے کے اندر موجود رہتی ہے - اسیوجہ سے ہر ایک ذرّہ دوسرے کو اپنی طرف کھینچتا ہے - قوت کا عمل مسلسل قائم رہتا ہے اور اسکے جملہ خواص و اعمال کو استقرار قوت (Persistence of force) کے نام سے موسوم کرتے ہین -

(۲) شکتی یا انرجی سے ایک ایسی طاقت مراد ہے جو زور یا فورس کی نقیض ہے - یہ اجسام کے اجزاے ترکیبی کی اُن حرکتون کو تیز کرتی ہے جسکی وجہ سے اُنکے اندر انتشار پیدا ہوتا ہے اور کشش اتصال کی سختی سے مزاحمت کرتی ہے - انرجی کی مقدار مقرر ہے مگر مادّہ سے اسکا کوئی تعلق نہین ہوتا - اسواسطے اسے منتقل کرنا دشوار ہے - انرجی معروف یا مجہول حالت مین پائی جاتی ہے - اسلئے اسے جمع کرنا ممکن ہے - انرجی معروف یا مجہول دو قسم کی ہوتی ہے جیسے سائنس وان کنےٹک Kinetic یعنی قوت بارز اور پوٹنشل Potential یعنی قوت مخفی کے نام سے تعبیر کرتے ہین - چھت یا پہاڑ پر پڑے ہوئے پتھر، بند گھڑی، کان کے کوئلے

ل ماخوذ از "اسٹوری آف کری ایشن"

اور بارود کے پیپے وغیرہ وغیرہ مین جو انرجی ہے وہ پوٹنشل یعنی مخفی حالت مین ہے - مگر جب بارود دھڑاکے کے ساتھ اڑتی ہے - کوئلہ جلتا ہے - گھڑی چلتی ہے اور پنڈولم ڈھلکتا ہے تو انرجی کینٹک یعنی معروف یا بارز شکل اختیار کر لیتی ہے -

انرجی کئی صورتین اختیار کرتی ہے - مجہول سے معروف ہو جاتی ہے اور پھر معروف بھی کئی طرح ظاہر ہوتی ہے یعنی حرکت سے حرارت مین - حرارت سے روشنی مین اور پھر عمل کیمیائی مین عیان ہوتی ہے - ایک صورت مین بگڑتی ہے اور دوسری مین ظاہر ہوتی ہے - قوت مجہولہ طاقت معروفہ کی شکل مین تبدیل ہو جاتی ہے تاوقتیکہ اسکی انتہا کا درجہ ظاہر نہو - یعنی مساوی ٹمپریچر کے اجسام مین یہ عمل معطل ہو جاتا ہے - کیونکہ انتشار پیدا کرنیوالی طاقت کے تمام اختلافات انہین سے غائب ہو جاتے ہین - برہمانڈ کے حشر کو ملحوظ خاطر رکھنے سے اس امر کی اہمیت اور جامعیت ظاہر ہوتی ہے - انرجی کے ضائع نہونے بلکہ مختلف صورتون مین منتقل ہونیکے خواص کو "تحویل قوت" (Conservation of Energy) کہتے ہین - استمرار قوت، اور تحویل قوت کو "بقاے حرکت" Indestructibility of motion کے نام سے تعبیر کرتے ہین -

فورس "کشش اتصال" ہے اور انرجی "قوت انتشار" - انھین دونون متضاد و متناقض قوتون کے ذریعے سے برہمانڈ کا کارخانہ جاری ہے - کشش ثقل سے سب اجسام ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچتے ہین - کرۂ ارض ماہتاب کو - آفتاب زمین کو اور کوئی عظیم ستارہ سورج کو کھینچتا ہے - وعلیٰ ہذا القیاس - اگر دوسری قوت کی مزاحمت نہو تو چاند زمین پر آ رہے اور زمین سورج کے مرکز پر جا رہے - اور یہی انکے محورون کی انرجی ہے - جب بیل چھکڑا ایک چڑھائی پر چڑھتے ہین تو زمین بوجھ کو اپنی طرف کھینچتی ہے - مگر بیلون کی عضلاتی قوت اسکی مزاحمت کرتی ہے اور چھکڑا اوپر پہونچ جاتا ہے - جب حرارت کی قوت (جو ٹھوس کو سیال اور سیال کو گیس مین تبدیل کر دیتی ہے) ختم ہو جاتی ہے تو کشش اتصال کی وجہ سے ذرے پھر ٹھوس صورت اختیار کر لیتے ہین -

اگر فورس کی مزاحم کوئی دوسری قوت نہو تو عالم کے تمام سالمات کشش کے ذریعے سے مرکز ثقل پر جمع ہو کر ایک ایسا کرہ پیدا کر دین جہان جاندارون کی زیست اور تمام کاروبار ایک دم سے معطل ہو جائین - اسیطرح اگر انرجی کو پوری آزادی حاصل ہو جائے تو ذرے کبھی ایک دوسرے سے ملکر ربط و ترکیب نہ پکڑ سکین اور پھر کوئی تغیر نہ پیدا ہو - ان دونون مخالف قوتون کی جد و جہد نیکی و بدی کی معرکہ آرائی یا قدیم ایرانیون کے اہرمن (خالق شر) اور آرمزد (خالق خیر) کی کشاکش سے مشابہ ہے جس سے "عالم و ما فی العالم" کا سلسلہ قائم ہے - خواہ وہ ثوابت و سیارہ کی صورت مین ہو یا اجسام کے ذرون کے نظر نہ آنیوالے تنزل مین - خواہ ایتھری موجون کی لرزش کی صورت مین نہان ہو - یہ حرکت بہت ہی تیز ہوتی ہے - ہیڈروجن کا ذرہ ایک سکنڈ مین سترہ ہزار ملین (ایک کرور ستر لاکھ) مرتبہ حرکت کرتا ہے - حتیٰ کہ اگر وہ خردبین کی رسائی کے اندر بھی ہوتا ہم کوئی اسے نہین دیکھ سکتا - مگر ان ذرون کی تیزیٔ حرکت روشنی کے ذرون کی سریع السیری کے مقابلے مین ہیچ ہے جو فی سکنڈ ہمارے حساب کے انتہائی اعداد سے بھی بڑھکر ہے -[1]

آسمان کے ثوابت و سیار اور دیگر اجسام بالائی کے درمیان جو فاصلہ پایا جاتا ہے وہ بے انتہا ہے - اسے ناپنا یا اسکا تخمینہ لگانا ممکن نہین - زمین کے حلقۂ گردش کے محور کا قطر اٹھارہ کرور اسی لاکھ میل ہے - تاہم اگر قریب ترین ستارہ پر نگاہ ڈالی جاے

[1] ماخوذ از "اسٹوری آف کری ایشن"

سحابی مادہ

دمدار ستارہ

انڈین پریس الٰہ آباد

تو یہ ایک سوئی کے ناکے کے برابر معلوم ہوگا۔ اس سے کچھ اندازہ ہوسکتا ہے کہ اجرام سماوی کا بُعد فیما بین کتنا وسیع ہے۔ سر ائزک نیوٹن نے جو کشش ثقل کے مسئلے کے موجد تھے کشش کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ ایک جسم کا دوسرے کو خلا مین بلاواسطہ کشش کرنا انسانی سمجھ سے باہر ہے۔ یہی اصول روشنی۔ حرارت اور انرجی کی دیگر صورتون پر بھی صادق آتا ہے جو ایک جسم سے دوسرے جسم تک جاتی اور اُسے موثر کرتی ہے۔ پس ان مظاہر کی توجیہ صرف اس نظریہ سے ہوسکتی ہے کہ ذرّون اور اجرام سماوی کے مابین جو خلا ہے وہ ایک نہایت لطیف شے سے مملو ہے جسے ایتھر کہتے ہین۔ انرجی اسیکے ذریعے سے گزرتی ہے۔

مادّہ کے خواص اور کرشمے

مادّہ غیر مرئی اور غیر محسوس ہے۔ یہ نہایت لطیف گیس کی صورت مین پایا جاتا ہے۔ یہ غیر دیدنی ہونیکی وجہ سے ہوا مین آواز کو ایک جگہہ سے دوسری جگہہ پہونچاتا ہے۔ بھاپ مین بھی یہی موجود ہے۔ جن اشیاء کو برقی قوت سے بخار بناکر اُڑایا جاتا ہے یہی مادّہ اُنمین بھی ہے۔ دُمدار ستارون کی دُم مین بھی یہی لطیف مادّہ ہوتا ہے جو کرورون میل لمبی ہوتی ہے، مگر اُسے دباکر ایک ٹرنک مین بند کیا جا سکتا ہے۔ پس اسکی ان صورتون پر غور کرکے ہمکو غیر مرئی حقائق فرض کرنے مین کوئی تامل نہین ہوسکتا۔ جہان واقعات کی سرحد ختم ہو جاتی ہے وہان سائنس تخیل سے کام لینے کی ہدایت کرتا ہے کہ اُن اشیا کی تہ تک پہونچو جنھین نہ کانون نے سُنا ہے اور نہ آنکھون نے دیکھا ہے۔

جو کچھ اوپر بیان ہوا اُسے ایک نقشے کے ذریعے سے واضح کیا جاتا ہے۔ تاکہ ناظرین مادّہ اور حرکت کی بحث کو ذہن نشین کرلین اور آیندہ بحثون کو شوق و دلچسپی کے ساتھ سمجھتے رہین۔

دو عالمگیر چیزین

حرکت

- انرجی
  - کنے ٹک یا معروف یا قوت بارز
    - حرکت اجسام (مثلاً چاند کا زمین کے گرد گھومنا)
    - سالمات کی حرکت (مثلاً بھاپ کا پانی بننا)
    - پرمانوؤن کی حرکت (مثلاً پرمانوؤن کا ریزے بننا)
    - زائد الکٹرون (منفی یا آیون)
  - پوٹنشل یعنی قوت مخفی
    - انتشار اجسام
    - ذرّونکا ایک دوسرے سے جدا ہونا
    - مثبت و منفی الکٹرون کا اجتماع
- فورس
  - کشش ثقل
  - کشش اتصال
  - کشش کیمیائی
  - تبدلات آیٔون

مادّہ

- اجسام
- سالمات
- پرمانو
- الکٹرون
- ایتھر

آسمانون مین مادّہ کن صورتون مین ہے

یہ پہلے بتایا گیا ہے کہ برہمانڈ مین دو چیزین عالمگیر طور پر محیط ہین۔ ایک کا نام مادّہ دوسری کا حرکت ہے۔ ان دونون کی اصلیت کا وضاحت کے ساتھ ذکر کرکے اب ہم اس امر کیطرف رجوع ہوتے ہین کہ آسمان مین مادّہ نے کیا کیا شکلین اختیار کی ہین یا بالفاظ دیگر مادّہ کے مظاہر سماوی کیا ہین۔

مادّہ (جیساکہ پہلے بیان ہوچکا) مرئی و غیر مرئی اور لطیف و کثیف حالتون مین پایا جاتا ہے۔ کثیف صورت مین تو تمام چھوٹے بڑے اجسام مین ہے جو خلا مین پائے جاتے ہین اور لطیف صورت مین اجسام کے بُعد فیما بین اور اجسام کے ذرّون کے درمیانی خلا مین پایا جاتا ہے۔ آسمان مین ایک تو ستارے یا ثوابت ہین

نوٹ۔ سالمات اور برقی اکائی یعنی الکٹرون کی بابت سر آلیور لاج۔ سر ولیم کروکس۔ پروفیسر سر جے۔ جے ٹامسن اور دیگر عالمان طبیعات کا نظریہ دیا گیا ہے جو بیسوین صدی کے اکتشافات مین اُنیسوین صدی کی تحقیقات سے بالکل مختلف ماہیت کے ثابت ہوئے ہین۔

یہ نقشہ "اسٹوری آف کریایشن" سے منقول ہے۔

جو بظاہر ساکن مگر دراصل بڑی سرعت سے آگے کو بڑھ رہے ہین۔ ہر ستارہ اپنی طبعی روشنی کے سبب درخشان ہے۔ بعض بعض ایسے بھی ہین کہ بے انتہا زمانون کے دوران مین اُنکی روشنی صرف ہوتے ہوتے ختم ہوگئی ہے اور اب وہ "تاریک اجرام" مین داخل ہین۔ ماہران علم ہیئت کا خیال ہے کہ ہر ایک ثابت یا سیارہ بجاے خود ایک آفتاب (اور اس لحاظ سے ہمارا سورج بھی ایک بڑا ستارہ کہا جاتا ہے) اور ایسے سیّارون کا مرکز ثقل ہے جنکے متعلق متعدد چاند اور دیگر اجسام ہین

اسپکٹروسکوپ کے ذریعے سے تارون کے نہ صرف اجزاے ترکیبی ہی معلوم ہوگئے ہین بلکہ اُنکی حرکت کا بھی پتہ لگ گیا ہے۔ مثلاً فلان تارا ہمارے نظام شمسی کیطرف آرہا ہے یا پیچھے لوٹ رہا ہے۔ کوئی تارا خواہ کتنی دور کیون نہو لیکن اگر اُس سے روشنی نکلتی ہے تو اُسے اسپکٹروسکوپ مین منعکس کر کے منشور مثلث (Prism) سے منقسم کر لیا جاتا ہے، جس سے روشنی کی اصلیت اور اُن مادی اجزا کا پتہ لگ جاتا ہے جنسے تارا اور اُسکی روشنی مرکب ہے۔ اسپکٹروسکوپ غالباً تمام آلات ہیئت مین سب سے زیادہ مفید اور عجیب چیز ہے۔ اسکے ذریعے سے تمام اجرام فلکی کے اجزاے ترکیبی کی اصلیت ظاہر ہو جاتی ہے۔ سب سے قریبی ساکن ستارہ الفہ سنٹاور ہے۔ اگر اسے زمین کے دو مختلف مقامات سے دیکھا جاے تو اُسکے مقام کے اختلاف سالانہ کا بُعد دو کرور ملین میل ہے۔ اگر اس ستارے مین کھڑے ہوکر اپنے نظام شمسی پر نگاہ ڈالو تو وہ خلا مین صرف ایک نقطے کے برابر نظر آئیگا۔ اس سے آسمانون کی وسعت کا تھوڑا سا اندازہ ہوسکتا ہے۔ اس ستارے کی روشنی بحساب ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سکنڈ کی رفتار سے ساڑھے تین برس مین ہماری زمین تک پہونچتی ہے۔

تارون مین حجم، درخشانی، اور روشنی کے رنگ کا فرق ہے۔ آخرالذکر امتیاز سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ فلان ستارہ اپنے ارتقا کے کس مرحلے مین ہے۔ بعض تارے نوعمر ہین، بعض ادھیڑ، بعض بڈھے اور بعض فرسودہ ہوگئے ہین بعض سرد اور مردہ ہین انسے روشنی خارج نہین ہوتی۔ انکے وجود کا پتہ صرف اُس کشش سے ملتا ہے جو وہ اپنے ہمسایہ پر ڈالتے ہین۔

محققان علم الافلاک کو اتبک بالتحقیق نہین معلوم ہوا ہے کہ خلا مین مادّہ نے کون کون سی شکلین اختیار کر رکھی ہین۔ مگر اتنا دریافت ہوچکا ہے کہ دوہرے اور تہرے تارون کے علاوہ تارا منڈل۔ تارون کے جھرمٹ۔ روشنی اور سحابی مادّے کے تودے، وغیرہ ہین جنکی نسبت یہ گمان ہے کہ یہ بھی سورج ہین جو بہت قریب قریب اور تلے اوپر واقع ہوے ہین کہکشان کے دونون جانب ایک قسم کا درخشان مادّہ ہے جسے "سحاب نجمی" کہتے ہین۔ دُوربین سے یہ ستارے اور گیس کی قسم کا چمکدار سحاب معلوم ہوتا ہے۔ بعض گول، بعض باقاعدہ، بعض بے قاعدہ، بعض بیضاوی اور بعض پیچیدہ۔ یہی وہ مادّہ ہے جس سے آفتاب سیّارے، ستارے، اور دیگر اجرام فلکی معرض وجود مین آئے تھے۔ علاوہ برین سیاہ سحابی مادّہ بھی ہے جس سے کچھ روشنی تو منعکس ہوتی ہے اور کچھ تاریکی مین برباد ہوجاتی ہے۔

دُمدار ستارے اور شہاب ثاقب جنکے لمبے لمبے سلسلے اول الذکر کی دُمون سے منسلک ہو جایا کرتے ہین اور کئی چھوٹے چھوٹے اجسام جو خلا مین شتر بے مہار کیطرح گھومتے پھرتے ہین اور جنکے باہمی تصادم سے رات کے وقت ایک لمبا شعلہ چند سکنڈ تک ادھر سے اُدھر جاتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور باریک سماوی گرد جو قطبین کی برف پر پڑتی ہے اور سطح بحر پر گر کے سمندر

کی تہ مین جمع ہوتی رہتی ہے، مادّے کے مظاہر علوی اور مختلف صورتین ہین جنمین وہ محسوس اور مجسم حالتون مین موجود رہتا ہے۔

نظام شمسی

خلامین بے شمار نظام ہاے شمسی موجود ہین۔ بڑے بڑے عالمون کا خیال ہے کہ انکا شمار کرورون سے متجاوز ہے۔ مگر ہم یہان صرف اپنے نظام شمسی کا ذکر کرنا چاہتے ہین۔ جسمین (۱) آفتاب (۲) سیّارے۔ (۳) چاند (جو سیّارون کے گرد طواف کرتے ہین)۔ (۴) دُمدار ستارے ہین۔ تمام سیّارے ایک گول دائرے مین سورج کے گرد گھومتے ہین۔ مگر انکی سطحین (Planes) کنارون پر قدرے جُھکی ہوئی ہین۔ ہر ایک سیّارے مین ایک طبعی قوت ہے جو آفتاب کی کشش کا مقابلہ کرتی ہے اور اُسے اپنے محور پر قائم رکھتی ہے۔ اگر ایسا نہو تو تمام سیّارے یکے بعد دیگرے کھینچکر سطح آفتاب پر جا گرین۔ چھوٹے چھوٹے تارون (Asteroids) سمیت سیّارون کا شمار بہت زائد ہے۔ انمین سے بعض سال بہ سال دریافت ہوکر باقاعدہ پُرانے سیّارون کے زمرے مین شامل ہوتے رہتے ہین۔ چنانچہ جولائی گذشتہ کے اوّل ہفتے مین ہیڈل برگ (جرمنی) کی رصدگاہ سے ایک جرمن عالم ہیئت نے پانچ اور سیّارے معلوم کئے ہین۔ یہ اجرام صغیرہ مختلف حجم اور رفتار کے ہوتے ہین اور اپنے ارتقا کے مختلف مرحلون مین ہین۔

شروع مین سحابی مادّہ تھا جو رفتہ رفتہ کرون مین بدل گیا اور ٹھوس عالمون کی صورت اختیار کرلی۔ پھر حرارت کے اخراج سے سرد ہوگیا۔ چنانچہ ہماری زمین بھی اخراج حرارت سے رفتہ رفتہ سرد ہوتی جاتی ہے۔ مرّیخ بہت سرد ہو رہا ہے۔ اُسکے اوپر ایک قسم کا سخت چھلکا نمودار ہوگیا ہے۔ جسکی وجہ سے وہ جاندارون کا مسکن بن سکتا ہے۔ مشتری اور چند دیگر سیّارے ابھی کم و بیش گرم اور نیم روشن ہین۔ وہ اس قابل نہین ہین کہ وہان نباتاتی یا حیوانی زندگی قائم رہ سکے۔ چھوٹے چھوٹے سیارے مدت سے سرد ہوچکے ہین جیسے چاند کہ وہان نہ ہوا ہے نہ پانی۔ بلکہ خشک۔ سرد اور بنجر پڑا ہوا ہے۔ مگر سطحی علامات سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی زمانے مین وہ کرۂ نار تھا ہولناک آتش فشانیون سے تباہ کُن مادّہ نکلا کرتا تھا اور آتشین کارندے اپنے کام مین مصروف تھے۔

اجرام فلکی کے کئی ارکین کے ساتھ متعدد چاند متعلق ہین جو انکے گرد چکّر لگاتے ہین۔ لیکن سب اُسی قوت کے تابع ہین جو سیّارون کو قابو مین رکھتی اور اُنھین باقاعدگی کے ساتھ آفتاب کے گرد چلاتی ہے۔ کسی سیّارہ کے ساتھ دو اور کسی کے ساتھ اس سے زیادہ چاند ہین جنکا ذکر اُسوقت آئیگا جب سیّارگان فلکی کا فرداً فرداً حال لکھا جائیگا۔ سحابی مادّہ جس سے دُمدار ستارے اور اُنکی دُمین مرکب ہین وہ غیر معیّن دائرون مین گھومتا ہے۔ شہاب ثاقب شُتر بے مُہار ہین۔ جدھر جی چاہا خلا کو خانۂ بے تکلّف سمجھکر گھس آئے۔ یہ اکثر ایک دوسرے سے ٹکرا جاتے ہین۔ رات کو جو کرشمے تارے ٹوٹنے کے دیکھنے مین آتے ہین اُنکی وجہ ان آسمانی وحشیون کا باہم تصادم ہے۔ حرکت کی ہر جگہ حکومت ہے۔ ایتھر، سالمات، ریزے اور اجرام سب اسکے تابع ہین۔ آفتاب اور اُسکے تمام متعلقین گروش مین ہین اور اُسیکی تحریک سے چلتے ہین۔ وہ اپنی فطری طاقت سے انھین اپنے قابو مین رکھتا ہے۔ تمام اجرام فلکی مین عام اس سے کہ وہ بڑے ہون یا چھوٹے اپنے اندر ایک جبلّی قوت رکھتے ہین جو بڑے جسم کی کشش کو زائل کرتی ہے اور اُس سیّارہ یا ستارہ کا وجود قائم رکھتی ہے۔

اس تمہید کے بعد ہم سب سے پہلے نظام شمسی کے مرکز و مرجع کا ذکر کرتے ہین۔ بعد ازان اور سیارون پر یکے بعد دیگرے نظر ڈالینگے۔ اور انکی نسبت جو کچھ ماہران علم ہیئت کو معلوم ہوا ہے اُسے اختصار کے ساتھ بیان کرینگے۔ گویا ہیئت کی اہم اور مشہور تھیوریون کا اجمال اس قدر سے مطول مضمون مین ہدیۂ ناظرین کیا جائیگا۔

آفتاب

کرۂ ارض اور سورج کے درمیان نو کرور اٹھائیس لاکھ پچاسی ہزار (۹۲۸۸۵۰۰۰) میل کا فاصلہ ہے۔ اسکا قطر (۳۲) ۴ ثانیہ بُعد آسمانی یعنی آٹھ لاکھ چھیاسٹھ ہزار چار سو میل ہے۔ کثافت ۱۴۱ر۱ اور آبی عنصر ،۰ر۱ ہے۔ زمین اور آسمان کا درمیانی فاصلہ اجرام فلکی کی پیمائش کا مقیاس قرار دیا گیا ہے۔ گو آفتاب کی جسامت نظام شمسی کے جملہ ارکین کی مجموعی ضخامت سے کئی سو گنا زیادہ ہے تاہم یہ عالم بالا مین سب سے بڑا نہین ہے۔ درخشانی کے اعتبار سے درجۂ سوم اور درجۂ چہارم کے ستارون مین شمار ہوتا ہے۔ اسکے وجود سے کائنات مین کئی کیمیائی اور حیاتی عمل جاری ہین۔ اسکی روشنی سے نہ صرف کرۂ ارض ہی بہرہ ور ہوتا ہے بلکہ تمام آسمانی دُنیائین بھی مستفید ہوتی ہین۔ اسکی حرارت کا ۲۳ کرور وان حصہ سیارون وغیرہ کے حصے مین جاتا ہے اور صرف دو ارب تیرہ کرور ستر لاکھوان جزو کرۂ ارض حاصل کرتا ہے۔ اسکی روشنی کا ایک بڑا حصہ خارج ہوتے ہی خلا مین پھیل کر رہ جاتا ہے۔ جو اس سے ٹکرا کر پھر کرۂ ہوائی بطرف پلٹ جاتا ہے اور وہان جاکر برباد ہو جاتا ہے۔ یہ کہنا دشوار ہے کہ آیا سورج کی روشنی اور حرارت سب طرف مساوی مقدار مین جاتی ہے یا نہین۔ سورج کا کرۂ ہوائی ہزار گز عمیق ہے اور ہمارے کرۂ ہوا سے تیرہ لاکھ گز زائد ہے۔

آفتاب کی طبعی صورت عرصے سے عالمان علم الافلاک آفتاب کی ہیئت طبعی اور ترکیب وغیرہ کے متعلق صحیح صحیح معلومات حاصل کرنے مین سخت کوشش کر رہے ہین اور جو کچھ اب تک معلوم ہوا ہے اور اُسکی بنا پر جو نظریہ قائم کیا گیا ہے وہ یہ ہے[1]۔

یہ جو منور اور درخشان قرص دکھائی دیتا ہے اور جس سے روشنی نکلتی ہے فوٹوس فیر (Photosphere) یعنی منطقۂ نور کہلاتا ہے۔ اسکی نسبت عالمون کا گمان ہے کہ یہ منور بادلون کا مخزن ہے۔ اسکے اندرونی حصے مین گیس کی قسم کے مادے کا انبار ہے اور اس سے نہایت گرم بخارات خارج ہو کر منطقۂ نور مین مجتمع رہتے ہین۔ اس کرہ کے باہر ایک اور گیسی مادہ کا پتلا چھلکا ہے۔ اسمین کئی اجزا وہی ہین جو ہمارے کرۂ ارض پر پائے جاتے ہین۔ اسکا مشاہدہ کیا گیا ہے اور اسپکٹروسکوپ سے اسکا وجود ثابت ہو چکا ہے۔ کرفاف کا نظریہ یہ ہے کہ جب محترق مجسمات یا مائعات سے روشنی خارج ہو کر سحابی مادہ سے گزرتی ہے تو اُسکے بعض اجزا انجارات یا سحاب مین جذب ہو کر باقی رہ جاتے ہین جو اسپکٹروسکوپ سے ظاہر ہو جاتے ہین۔ کروموس فیر Chromosphere یعنی رنگین خطہ گیسی مادہ کے منطقہ سے باہر ہے اور نہایت گرم گیس بالخصوص ہیڈروجن سے مرکب ہے۔ یہ دونون کُرے ایک دوسرے کے بہت قریب ہوتے ہین۔ صرف اتنا فرق ہے کہ بہت ہی بھاری اور گرم ترین گیسین امتیاز قائم کرتی ہین۔ جب پورا گہن واقع ہوتا ہے تو کروموس فیر اچھی طرح نظر آتا ہے اور صرف سُرخ شعلون سے بھرا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ یہ سُرخی ہیڈروجن کے سبب سے ہے۔ اسیوجہ سے اسے رنگین خطہ کہتے ہین۔ یہ ناری عمل طبعی ہے۔ کوئلے کے جلنے

---

[1] ماخوذ از ''نیو انٹرنیشنل انسائیکلوپیڈیا'' جلد ۱۸۔ مطبوعہ سنہ ۱۹۰۱ء۔

قرص آفتاب

آفتاب کے داغ

انڈین پریس الہ آباد

سے اسے کوئی مشابہت نہین ہے جو ہوا کی آکسیجن بغیر ممکن العمل نہین۔
کروموس فیر مین دوسری چیز ہیلیم ہے جسے پروفیسر رامزے نے
۱۸۹۵ء مین دریافت کیا تھا - اور جو سر ولیم و لیڈی ہگنس اور
سر ولیم رامزے کی کوششون سے ریڈیم کے شکل ثابت ہوئی ہے۔
کروموس فیر مین سب سے عجیب چیز سُرخ شعلے ہین جو
قرص آفتاب سے نکلکر خلا مین ایک ایک لاکھ میل تک پہونچتے
ہین - یہ پہلے پہل گہن کیوقت دکھائی دیئے تھے جب وسطی منور
قرص چاند کے سامنے آجانے سے پوشیدہ ہوگیا تھا - عموماً
اس خطے کی روشنی سے ہماری دُنیا کو گرمی اور اُجالا ملتا ہے۔
۱۸۶۸ء مین جانسن - ڈنمارک کے نجومی لاکیر اور ہگنس نے بغیر
دُوربین کے اس شمسی اعجوبہ کو مشاہدہ کیا تھا - بعد ازان سنہ ۱۸۹۰ء
مین ہیل اور ڈسلینڈر نے اسکا فوٹو اُتارا - یہ دونون منجم شکاگو اور
پیرس مین بیٹھے ہوئے اپنے طور پر قرص آفتاب اور اُسکے تغیرات
کا مطالعہ کررہے تھے - یہ شعلے کئی سو میل فی سکنڈ کے حساب سے
اوپر چڑھتے ہین - بعض علماء انھین آتش فشانیون سے منسوب
کرتے ہین جو آفتاب مین واقع ہوتی ہین - آفتاب کا سب سے
بیرونی منطقہ کرونا (Corona) ہے - کیونکہ اسکی شکل تاج کے
گول حلقے کی طرح ہوتی ہے - یہ پورے گہن کیوقت نظر آیا کرتا ہے۔
اُسوقت کائنات کا ایک سب سے بڑا اور شاندار کرشمہ دکھائی
دیتا ہے - اسکا جو حصہ قرص آفتاب کے پاس واقع ہے وہ
بہت ہی شفاف اور شاندار ہے - بیرونی حصہ ہلکی روشنی سے
درخشان ہے اور اُسمین بہت پتلے پھریرے سے نظر آیا کرتے
ہین - وہ خلا مین کرورون میل تک پھیلے ہوئے معلوم ہوتے
ہین - اسپکٹروسکوپ سے معلوم ہوتا ہے کہ کرونا مین منور گیسین
ہین جو منجمد یا رقیق مادہ کے معلق بخارات سمجھے جاتے ہین - ابتک
یہ معلوم نہین ہوا کہ یہ آفتاب کے ساتھ کس طرح وابستہ ہے - شاید
مقناطیسی قوتون سے قائم ہو۔

آفتاب کی کیمیائی ترکیب کا بڑی ہوشیاری سے مطالعہ
کیا گیا ہے اور اسپکٹروسکوپ سے پورا کام لیا جاتا ہے - شمسی
روشنی کا مختلف دھاتون کی روشنیون سے جو سخت حرارت
سے پیدا کیجاتی ہین مقابلہ کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ آفتاب
مین کئی ایسی دھاتین پائی جاتی ہین جو ہماری دُنیا مین موجود
ہین - نظر برین بعض علماء کا قیاس ہے کہ سورج اور زمین ایک ہی
قسم کے مادّے سے مرکب ہین - اگر یہ قیاس درست ہو تو اسکا
نظام شمسی کے ارتقائی اور ابتدائی نظریہ پر بہت اہم اثر پڑیگا۔

قرص آفتاب کے داغ

سطح آفتاب پر سب سے زیادہ عجیب کرشمہ وہ داغ ہین
جو عموماً خطہ نور مین نمایان ہوا کرتے ہین - یہ بڑے بڑے غار
ہوتے ہین جنکا قطر پانسو میل سے لیکر ساٹھ ہزار میل تک دیکھا
گیا ہے - بعض اوقات یہ غار اتنے بڑے ہوتے ہین کہ برہنہ آنکھ
بخوبی دیکھ سکتی ہے - انکا عمق ڈھائی ہزار میل تک پایا گیا ہے۔
شروع مین یہ اسقدر چھوٹے ہوتے ہین جیسے رخسار کے خال -
لیکن رفتہ رفتہ فراخ اور عمیق ہوتے جاتے ہین - بعض وقت
ایک ہی خطے مین کئی داغ ایک دوسرے کے قریب پیدا ہوجاتے
ہین - انکی حرکت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آفتاب اپنے محور پر
گھومتا ہے اور یہ گردش پچیس ۲۵ روز مین ختم ہوتی ہے[1] - تمام
داغ آفتاب کے خط استوا کے ارد گرد ۴۵ کے اندر ہی اندر پائے
جاتے ہین - گیارہ سال مین صرف ایک مرتبہ یہ داغ شمار اور
وسعت مین انتہائی درجے کو پہونچتے ہین - جب یہ نمودار ہوتے
ہین تو زمین پر غیر معمولی واقعات پیش آتے ہین - موسمون پر

[1] از "سٹاری آف کری ایشن" صفحہ ۲۱-

اور اُنکی وجہ سے فصلون اور پھلون پر اثر پڑتا ہے۔ ۱۹۰۵ء مین کئی بڑے بڑے داغ ظاہر ہوئے تھے اور غیر معمولی سردی اور دیگر ظہوراتِ طبعی اُنھین سے منسوب کئے گئے تھے۔ عالمانِ ہیئت نے انھین برقی طوفان سے منسوب کیا تھا اور سب سے بڑے داغ کا رقبہ دو اور تین لاکھ مربع میل کے درمیان بیان کیا گیا تھا۔

حرارت شمسی کہان سے پیدا ہوتی ہے

سورج سے جو روشنی خارج ہوتی ہے اُسکا تخمینہ کیا گیا ہے اور مقیاس معمولی بتی قرار دیگئی ہے۔ تجربون سے ثابت ہو گیا ہے کہ آفتاب کی روشنی کی کُل مقدار ۱۵۷۵ کے دائین جانب چوبیس صفر لگانے سے ظاہر ہوتی ہے اور یہ گنتی ایسی ہے جو تمام اعداد کے صرف کردینے پر بھی ظاہر نہین ہو سکتی۔ اسکی حرارت کی مقدار بھی کچھ کم نہین ہے۔ تخمینہ لگایا گیا ہے کہ جسقدر حرارت ایک گھنٹے مین خارج ہوتی ہے وہ اُس حرارت کے برابر ہے جو تمام سطح آفتاب پر کوئلے کی بیس فیٹ موٹی تہ بچھا کر جلانے سے پیدا ہو۔ اس حرارت کا منبع ابتک معلوم نہین ہوا۔ جرمنی کے سب سے بڑے عالم طبیعات ہیلم ہولٹس نے یہ قیاس قائم کیا تھا کہ آفتاب سکڑ جاتا ہے اور اس سے جو انرجی نکلتی ہے وہ حرارت مین تبدیل ہو جاتی ہے۔ یہ سال بھر مین ڈیڑھ سو فیٹ سکڑتا ہے اور اس سے وہ تمام حرارت پیدا ہوتی ہے جو نظام شمسی مین ہر سال جذب ہوتی ہے۔ یہ انقباض بڑی سی بڑی دوربین سے بھی ظاہر نہین ہو سکتا۔ تاوقتیکہ دس ہزار سال تک اسیطرح جاری نہ رہے۔ اس حساب سے ایک کرور سال کے بعد آفتاب سے اتنی حرارت نہ نکلے گی کہ اس سے کُرہ ارض پر حیوانی اور نباتاتی زندگی قائم رہے۔

سر چارلس لائل (جو علم الارض کے جدید اصول کے موجد سمجھے جاتے تھے) اور اُنکے ہمخیال یہ دعویٰ کرتے ہین کہ زیادہ سے زیادہ بیس کرور اور کم سے کم دس کرور برس گزرے کہ زمین پر نباتات اور جانداروں کی ابتدا ہوئی۔ مگر لارڈ کیلون اور ہیلم ہولٹس ایسے مشہور و معروف عالمانِ ریاضیات کا یہ تخمینہ ہے کہ ایک اور دو کرور برس کا عرصہ گزرا جب زمین اس قابل ہوئی کہ اُس پر نباتاتی اور حیوانی زندگی قائم ہو۔ بہرنوع ہر دو قیاسات کے مطابق آفتاب کی حرارت ایک مدت دراز سے خارج ہو رہی ہے یہ کہان سے آتی ہے؟ اسکا منبع غیر متناہی ہے یا محدود؟

جرمنی کے مشہور عالم طبیعات ارمائز نے سب سے پہلے یہ رائے ظاہر کی تھی کہ حرارت اور عمل میکنیکل[3] (Mechanical action) کے درمیان خاص تعلق ہے یعنی سطح آفتاب پر جو مکنیکل عمل جاری ہین اُن سے حرارت پیدا ہوتی ہے۔ انمین ایک سورج کا انقباض ہے۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ خلا سے ٹوٹنے والے تارے آفتاب کی سطح پر گرتے ہین جنسے حرارت پیدا ہوتی ہے۔ کچھ عرصے کے بعد اجرام فلکی آفتاب پر گر کے جلتے رہینگے۔ اور حرارت پیدا کرنے کے موجب ہونگے۔ نظریہ یہ ہے کہ ریڈیم اسکی حرارت کا غیر متناہی مصدر ہے۔ یہ بحث بہت دلچسپ اور طویل ہے اسواسطے مین اسے ایک جداگانہ مضمون کے لئے اُٹھائے رکھتا ہون۔ جسمین تمام تھیوریون پر مفصل بحث کیجائیگی۔

کیا آفتاب مین انسان رہتے ہین؟

پروفیسر ولسن، ولیم ہرشل، ہمبولٹ، اور آراگو وغیرہ انگریزی جرمن اور فرنچ علمار فلکیات کہتے ہین کہ آفتاب کا ایک تاریک قلب ہے۔ اور ایک سیاہ خطہ ہوا اور ایک منور طبقہ ہوا ہے۔ فرانس کا ایک نامور فاضل لوئی فیگی اے (Figuier) آفتاب مین انسانی آبادی کے بارے مین لکھتا ہے کہ جو شخص

[1] ماخوذ از "پاپسٹرز آف فیوچر" مصنفہ سیموئل لینگ ۱۲ [2] یہ علم طبیعات عرضی و سماوی کے بھی زبردست ماہر تھے ۱۲ [3] ورلڈس ان میکنگ (دُنیاؤن کا ارتقا) مصنفہ سوانت آریس صفحہ ۶۷۔

اس نظریہ کا قائل ہے جسکے حامی ہرشل اور ہمبولٹ وغیرہ تھے وہ تسلیم کرسکتا ہے کہ آفتاب مین ایسے انسانون کی بستی ناممکنات سے نہین ہے جو ہم سے قدرے مختلف ہین۔ اگر سطح آفتاب مین سردی مانی جاے اور یہ بھی تسلیم کیا جاے کہ خطۂ نار کی شعاعون سے ہوا کے ایک کُرے سے خنکی گزر سکتی ہے تو ہم یہ یقین کرسکتے ہین کہ وہان ایسے جاندار زندہ رہ سکتے ہین جو ہم سے بہت باتون مین مشابہ ہین۔ طبقۂ نور کی حرارت نشیبی کُرۂ ہوا سے وہان پہونچ سکتی ہے اور جاندارون کی زندگی قائم رہ سکتی ہے۔ اسطرح جو روشنی صاف ہوکر جاتی ہے وہ شفاف تو ہوتی ہے مگر آنکھون کو خیرہ نہین کرتی۔ اسمین ہم ایسے انسان زندہ رہ سکتے ہین۔[۱]

فرنچ عالم ہیئت آراگو کہتا ہے کہ "اگر مجھسے پوچھا جاے کہ کیا سورج مین آبادی ہے؟ تو مین کہونگا کہ مجھے معلوم نہین لیکن اگر مجھسے یہ دریافت کیا جائے کہ آیا ہم ایسے انسان وہان زندہ رہ سکتے ہین تو اثبات مین جواب دینے سے گریز نہ کرونگا"۔[۲] فیگی اے اپنی کتاب مین لکھتا ہے کہ "زمین سے جو روحین آزاد ہوتی ہین وہ مختلف سیارون مین جاکر یکے بعد دیگرے جنم لیتی ہین اور بتدریج لطافت اور پاکیزگی حاصل کرتی رہتی ہین۔ اسطرح کمال کو پہونچکر سطح آفتاب پر جا پہونچتی ہین اور وہان اپنی دائمی سکونت اختیار کرلیتی ہین۔ کئی عالم اور فلاسفر اسکے قائل ہین۔ جرمنی کے مشہور عالم فلکیات جاہن بوڈے (۱۷۴۷ء - ۱۸۲۶ء) کے خیال کے مطابق وہان کے انسان عقل و فراست مین ہمسے بدرجہا بہتر ہین۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ "جو خوش نصیب اس ستارے کی سطح پر رہتے ہین انھین دن و رات کے تغیر و تبدل سے دوچار نہین ہونا پڑتا۔ لطیف اور راحت بخش روشنی جو کبھی معدوم نہین ہوتی وہان غالب رہتی ہے اور وہ سورج کے روشنی کے عین قلب مین، خداے قادر کے بازؤن کے زیر حفاظت امن و امان، اور عیش و آرام کی زندگی بسر کرتے ہین"۔[۳]

سورج مین موسمی تبدیلیان واقع نہین ہوتی ہین اور وہان کا دن پچیس روز کے برابر ہوتا ہے۔ گو ہمارے یہان کیطرح وہان دن رات نہین ہوتے مگر "دن" سے سورج کی گردش محوری کی میعاد مراد ہے۔ آفتاب کے رہنے والے مافوق العادت انسان ہین۔ اُنکے حواس ہمارے حواس سے کئی درجہ زیادہ تیز لطیف اور پاک ہین۔ اُنکے قواے عقلی ہماری ذہنی قابلیتون سے بہت ہی زیادہ بڑھے ہوئے ہین زمین سے نکلکر روح علی الترتیب اجرام فلکی مین جنم لیتی ہے اور انقلاب پکڑتی ہے متواتر ولادتون اور قیامتون سے اُسکے تمام کثیف اجزا زائل ہوجاتے ہین اور آخر مین خالص اور پاک روح رہ جاتی ہے۔ جسطرح سونا باربار آگ مین ڈالنے سے بالکل خالص ہوجاتا ہے اور اُسکے تمام ناقص اجزا خارج ہوجاتے ہین اُسیطرح روح بھی جسمانیت اور نفسانیت سے پاک اور منزہ ہوکر خالص بنجاتی ہے۔ وہ ایک شفاف شعلہ ہوجاتی ہے اور اُسکے ساتھ صرف خالص عقل تخیل اور فکر باقی رہ جاتی ہے۔ خالص روحانی جوہر کے سوا اور کوئی چیز باقی نہین رہتی۔ وہ روح مطلق ہے اور اُسمین جسمانیت کا نام و نشان بھی نہین۔ غرض یہی روح اس قابل ہے کہ آفتاب ایسے کُرۂ نور مین سکونت اختیار کرے اور وہان زندگی بسر کرسکے۔

جے - آر - راے

---

[۱] ماخوذ از "ڈے آفٹر ڈیتھ" (حیات بعد الممات) صفحہ ۱۰۰۔ مصنف نے اس کتاب مین اس مسئلہ پر کہ مرنے کے بعد انسان کی کیا حالت ہوتی ہے سائنٹیفک طریقے سے عالمانہ بحث کی ہے ۱۲۔ [۲] منقول از "ڈے آفٹر ڈیتھ" ۱۲۔ [۳] بحوالہ موسیو فلے مریان فرانسیسی عالم فلکیات جسنے اپنی کتاب "عالم بالا" مین اسکا اقتباس دیا ہے ۱۲۔

شمس البیان فی مصطلحات ہندوستان

(قواعد و مصطلحات اُردو میں اہل زبان کی سب سے پہلی تصنیف)

طپش

تقریباً ۱۱۸۲ھ[۵۱] مین مرزا محمد اسمٰعیل طپش مرزا یوسف بیگ کے گھر دہلی مین پیدا ہوئے۔ مرزا یوسف بیگ دہلی کے شرفا مین شمار ہوتے تھے اور اُنکا خاندان حضرت سید جلال بخاریؒ سے نسبی[۵۲] نسبت رکھتا تھا۔ مرزا محمد اسمٰعیل جنھین گھر والے پیار سے "مرزا جان" کہتے تھے۔ لڑکپن سے تیز طبع اور شوقین تھے۔ مرزا کی فارسی تعلیم بہت اچھی ہوئی تھی اور اُسوقت کے شریف زادون کی طرح فنون سپہ گری[۵۳] کو بھی حاصل کیا تھا۔ خدا جانے کب اور کہان طپش نے سنسکرت[۵۴] بھی اچھی طرح پڑھی تھی۔ مسٹر۔ الیف۔ اے۔ فیلن اپنے تذکرہ شعراے اُردو مین لکھتے ہین "طپش کو ۱۶ برس کی عمر سے شعر کہنے کا شوق تھا" طپش حضرت خواجہ میر دردؔ علیہ الرحمۃ کے مشہور شاگرد ہین اور حضرت خواجہ کی رحلت ۲۴ صفر یوم جمعہ ۱۱۹۹ھ کو ہوئی ہے[۵۵] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طپش کو آپ سے استفادہ کا موقع بہت ہی کم ملا ہوگا اور غالباً اس کمی کو اُنھون نے مرزا محمد یار بیگ سائل تلمیذ سوداؔ و حاتمؔ کی شاگردی سے پورا کیا ہوگا۔ لیکن مشہور مستشرق ڈاکٹر اسپرنجر نے اپنی تصنیف "فہرست کتب خانہ اودھ" مین لکھا ہے کہ ۱۱۹۶ھ مین طپش بنارس مین علی ابراہیم خان خلیل سے ملے تھے اور اُسوقت وہ نوجوان اور اچھے شاعر تھے۔"

اسوقت دہلی کے اہل کمال ایک ایک کرکے لکھنؤ اور مرشدآباد چلے آرہے تھے۔ طپش بھی لکھنؤ پہونچے اور مرزا جوان بخت جہاندار شاہ خلف اکبر شاہ عالم کی سرکار مین نوکر ہوگئے۔ اُنھین کے ہمراہ وہ بنارس بھی آئے تھے اور غالباً بنارس سے ترک ملازمت کرکے سیدھے مرشدآباد پہونچے۔ مرشدآباد کے صوبہ دار اندنون نواب مبارک الدولہ تھے اور انکے عزیز نواب شمس الدولہ بھی وہین مقیم تھے۔ نواب شمس الدولہ کا پورا نام مع لقب "امیر الممالک شمس الدولہ سید احمد علی خان بہادر ذوالفقار جنگ" تھا اور یہ نواب بسارت خان والی ڈھاکہ کے نبیرہ تھے۔ نواب شمس الدولہ اپنے بھائی نواب نصرت جنگ کے بعد خود بھی نائب ناظم بنگالہ مقرر ہوئے تھے اور ڈھاکہ مین اخیر وقت تک رہے۔ نواب موصوف نے فرمائش کی کہ "توضیح اصطلاحات دربار کی دہلی و روزمرہ فصحاے اُردو معلے" کیلئے کوئی کتاب لکھی جاے طپش نے اُنکی فرمایش پوری کی اور اُنکے نام پر شمس البیان تصنیف کی شمس البیان ۹۳-۱۷۹۲ء مطابق ۱۲۰۷ھ مین لکھی گئی ہے۔ اس لحاظ سے یہ اُردو قواعد و مصطلحات کی پہلی کتاب ہے جو کسی اہل زبان نے لکھی ہے۔ سید انشا کی دریاے لطافت[۵۶] گو اس سے زیادہ حجیم و ضخیم ہے

---

۵۱ مسٹر اے۔ ایف فیلن کا تذکرہ شعراے ریختہ ۱۲۔ ۵۲ ڈاکٹر اسپرنجر کی فہرست کتب خانہ اودھ۔ ۵۳ تذکرہ شعراے اُردو از گارسان دتاسی ۵۴ نساخ جہانگیر نگری کا مشہور تذکرہ سخن شعراء۔

۵۵ آب حیات مولانا آزاد مرحوم مگر مرزا علی لطف نے گلشن ہند مین لکھا ہے کہ آپ نے ۱۲۰۲ھ مین رحلت کی ہے۔ ۵۶ از شمس البیان۔ ۵۷ مولانا آزاد دہلوی کا یہ دعویٰ کہ دریاے لطافت اُردو قواعد و مصطلحات مین پہلی کتاب ہے صحیح نہین ہے۔ کیونکہ انشا نے دریاے لطافت کو ۱۲۲۱ھ مین تمام کیا ہے۔ باین لحاظ دریاے لطافت ۱۵ برس عمر مین چھوٹی ہے۔

لیکن شرفِ اولیت شمس البیان ہی کو حاصل ہے۔

ہم اس نادر الوجود کتاب کے متعلق آیندہ سطور مین بحث کرینگے لیکن اسکے قبل طپش کے حالات و دیگر تصانیف کے متعلق ہمکو جو کچھ معلوم ہے پیشکش ناظرین ہے۔

مرشد آباد سے وہ کلکتے آئے اور یہان کچھ دنون تک قید فرنگ مین دن گذارے۔ اُنکی قید کی کوئی وجہ معلوم نہو سکی مگر قیاس چاہتا ہے کہ وہ پولیٹکل قیدی بنائے گئے ہونگے۔ کیونکہ نواب شمس الدولہ کی رفاقت کا ایک نتیجہ یہ بھی ممکن ہے۔ نواب موصوف نہایت ذی حوصلہ۔ بلند خیال والیِ ملک تھے۔ وہ خود بھی انگریزون کے خلاف سازش مین کچھ دنون تک کلکتے مین نظربند رہے تھے۔ میرزا علی لطف جسنے اُسوقت کے ایک ایک شاعر کا حال لکھا ہے۔ اُسنے طپش کے متعلق ایک لفظ بھی زبان سے نہین نکالا ہے۔ حالانکہ ۱۸۰۱ء گلشن ہند کا سنہ تالیف ہے اور اسوقت کلکتے مین طپش محبوس فرنگ تھے۔ کیونکہ اُنھون نے اسی حالت قید مین مثنوی یوسف زلیخا[1] اُردو مین لکھی ہے۔ مثنوی کا سنہ تصنیف ۱۸۰۱ء ہے۔ علاوہ برین گلشن ہند کی بنا[2] گلزار ابراہیم پر رکھی گئی ہے۔ علی ابراہیم خود طپش سے مل چکا ہے۔ مین سمجھتا ہون کہ پولیٹکل قید کیوجہ سے ڈاکٹر گلگرسٹ نے پسند نہین کیا کہ طپش کا ذکر خیر گلشن ہند مین ہو۔

طپش[3] نے ۱۸۰۲ء مین بعد آزادی ترجمۂ بہار دانش[4] لکھا جسکا انگریزی ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔ طپش تقریباً ۱۸۰۳ء مین ڈھاکہ چلے آئے اور نواب نصرت جنگ نائب ناظم ڈھاکہ کی رفاقت مین رہے۔ ۱۲۱۲ھ مین جب شاہزادہ علی بخت۔ میرزا محمد ظہیر الدین اظفری تخلص دلّی کے لال قلعہ سے بھاگ کر اور جے پور۔ جودھپور۔ اودیپور لکھنؤ وغیرہ ہوتے ہوئے مرشد آباد دپہونچے ہین اُسوقت میرزا طپش کو نواب نصرت جنگ مرحوم نے بطور سفارت شاہزادہ کے پاس بھیجا تھا۔ شاہزادہ موصوف نے اپنے سیاحت[5] نامہ مین طپش کی بڑی تعریف کی ہے اور اس ذکر مین تقریباً ایک صفحہ رنگ دیا ہے۔

کلیات[6] طپش اُنکی زندگی ہی مین شائع ہو گیا تھا۔ وہ درحقیقت مشرقی بنگال و مرشد آباد کی اُردو شاعری کے حق مین آدم ہین اور اتبک اُنکا خانوادۂ شاعری یہان آباد ہے۔ حضرت طپش[7] نے ۱۸۳۹ء مین کلکتے مین رحلت کی اور وہین مدفون ہوئے۔

طپش سپاہی پیشہ۔ خوش طبع۔ نیک مزاج اور زبردست شاعر تھے۔ انکے قطعات عجب دلفریب ہوتے ہین۔

مرزا طپش کی تصنیفات طبع ہو گئین تھین مگر اب نہایت

---

[1] فہرست قلمی کتب خانہ السنۂ مشرقیہ شاہ اودھ از ڈاکٹر اسپرنگر و تذکرۂ قاسم۔ [2] فہرست ہندی پنجابی و ہندوستانی قلمی کتب کتب خانہ برٹش میوزیم کلکتہ۔ [3] شروع اُنیسوین صدی سے لیکر فورٹ ولیم کالج کلکتہ کا ڈاکٹر جان گلگرسٹ کی سرپرستی مین اُردو نثر لیسی کا یہ تاریخی دور شروع ہوتا ہے۔ ۱۸۰۱ء مین حیدری نے توتا کہانی پھر گل مغفرت پھر گلزار دانش ۱۸۰۱ء مین لطف نے گلشن ہند ۱۸۰۱ء مین حسینی نے نثر بے نظیر اور اخلاق ہندی ۱۸۰۳ء مین میر امن دہلوی نے باغ و بہار اور گنج خوبی ۱۸۰۲ء مین حفیظ نے خرد افروز ۱۸۰۳ء مین میر افسوس نے آرائشِ محفل اور ۱۸۰۲ء مین باغِ اُردو ۱۸۰۲ء مین نہال چند نے مذہب عشق ۱۸۰۳ء مین جوان نے اُردو سکنتلا لکھی۔ غرضکہ یہ فہرست بڑی لمبی ہو سکتی ہے اور گنگی اُردو یون چار کپڑے سے درست ہو گئی۔ [4] یہ سیاحت نامہ قلمی میرے کتب خانہ مین موجود ہے اس سے اخیر دورۂ شاہان مغلیہ کے بہت سے اسرار حل ہوتے ہین اور بہت سے حالات پر روشنی پڑتی ہے۔ [5] کلیات طپش کا خود مصنف کا دستخطی نسخہ مین نے کلکتے مین ایک کتب فروش کے پاس دیکھا تھا مگر اب پتہ نہین لگتا۔ [6] ملاحظہ ہو فہرست کتب خانہ برٹش میوزیم کلکتہ۔ [7] ثبوت کیلئے ملاحظہ ہو قطعات منتخب از نساخ جہانگیر نگری۔

کمیاب ہین۔ کلیات کبھی طبع نہین ہوا۔ برٹش میوزیم کلکتہ کے قلمی کتب خانہ
مین شمس البیان کا ایک ہی نسخہ تھا جو اب امپیریل لائبریری مین منتقل
ہو گیا ہے۔ یہ نسخہ مصنف کا دستخطی اور نواب شمس الدولہ کا مُہری ہے۔
یہ رسالہ گو زیادہ ضخیم نہین ہے لیکن بلحاظ فوائد اب بھی وہ اُسیقدر
نافع اور فائدہ مند ہے جیسا تصنیف کے وقت تھا۔ سوا سو برس
کے اندر ایک کتاب بھی اُردو کی دُنیا مین ایسی نہین لکھی گئی جو طالبین فن
و شائقین نکات زبان کو اس رسالے سے مستغنی کر دیتی۔ کیونکہ اُردو اور
فارسی محاورات کی تطبیق کی جو لاجواب کوشش اسمین کی گئی ہے
اُس حیثیت سے یہ رسالہ اپنا آپ ہی نظیر ہے۔

شمس البیان مین نہایت کثرت سے قدیم شعرا کے اشعار
اسناد کے لئے پیش کئے گئے ہین اور ایسے حضرات جنکا حوالہ دیا
گیا ہے اُنکی تعداد ۱۵ ہے۔ جب کبھی میر درد کا نام آتا ہے تو نہایت
ادب سے ”استادی و مولائی حضرت درد“ لکھتے ہین۔ شاہ
قدرت اللہ قدرت ان دنون مرشد آباد مین تھے اُنکو ہمیشہ معارف آگاہ
شاہ قدرت اللہ“ لکھتے ہین۔ اسیطرح فدوی کو ”مرزا فدوی سلمہ اللہ تعالیٰ“
اور محمد شاکر ناجی کو ”اخوی ناجی“ لکھتے ہین۔

شمس البیان سے تھوڑی سی مثالون کے ذکر کے بعد
ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہین اگر زندگی و فرصت نے مساعدت
کی تو طپش کی شاعری پر الگ ریویو لکھین گے۔

طپش آتش کے متعلق لکھتے ہین ” طعامیست رقیق
مثل شلہ از مخترعات اہل ولایت و ہم عموماً در محل طعام چنانکہ گویند ”آب و آتش
تیارست“ و ”آتش پکانی“ بتمامہ کنایہ ازان ست کہ برائے آزار کسے منعقد
سازند۔ افصح الفصحا مرزا رفیع سودا گوید ؎

مجھکو باورچی یون دہراتے ہین رہ تیری آتش کیا پکاتے ہین

و بدین معنی در فارسیان ہم مستعمل۔ مولانا ظہوری ترشیزی فرماید ؎

کاسہ خورشید لیسیدن نمی آید ز من کو فلک سے پز کین ہر روز آتش دگیم

ایک جگہ لکھتے ہین ”آگ لینے کو آئے تھے“ در محلے گویند
کہ دوستے بدیدن دوستے آید و بے توقف زود مراجعت کند۔ محمد تقی میر گوید ؎

جلد مجھ سوختہ کے پاس سے جانا کیا تھا آگ لینے مگر آئے تھے یہ آنا کیا تھا

واز شعر سعیدائے اشرف مستفاد شد کہ در اہل ولایت ہم این
اصطلاح مستعمل ست اشرف گوید ؎

دل راز سینہ آن بت سرکش گرفت و رفت در خانہ من آمد و آتش گرفت و رفت

اگر گویند کہ در شعر سعیدائے اشرف رعایت عجلت ظاہر نیست
تا با اصطلاح ہندی مطابقت یابد گویم واو عطف کہ در گرفت و رفت واقع شد
مفید این معنی است چنانچہ بر متامل ظاہر“۔ ایک جگہ لکھتے ہین۔ ”بال بیکا
نہووے“ تاکیداً در مبالغہ احتیاط خبرے بشخص حاضر گویند و این ظاہر
از ترجمہ ہمان ست کہ در فارسی گویند۔ سر مو نقصان نشود۔ استادی و مولائی فرماید ؎

اے شانہ تو نہ ہوجیو دشمن ہمارے جی کا ہان دیکھیو نہ ہووے زلفون کا بال بیکا

صفحہ ۷ پر ایک لطیف بحث لکھتے ہین۔ اور اسپر لکھنے کی اب بھی
بہت کچھ گنجائش ہے۔ ”باید دانست کہ حروف چند با متزاج ہائے
مختلط الترکیب در زبان ہندی براسہ علی حدہ قرار یافتہ اند و در تلفظ
از ہم متفاوت گردیدہ چون ہا کہ منقسم بر دو قسم ست اگر بائے تازی
بہا مخلوط شود بھے خوانند و تحت او بعلامت موحدہ یک نقطہ کنند۔
واگر بائے عجمی مرکب گردد پھے خوانند و در آنجا سہ نقطہ گذارند و
علیٰ ہذالقیاس در تا و جیم و دال و را و کاف امتیاز پیداست و ہر
یکے بجائے خود مذکور شود“

ایک جگہ چارپائی کے متعلق لکھتے ہین۔“
معنی اصطلاحی آنکہ در وقت جنگ چون کشتہ و زخمی را بر آن
(چارپائی) اندازند برین قیاس در روزمرہ اہل لشکر مراد از شمار چارپائی
گویا شمار زخمیان و کشتگان است و درین صورت ظرف بجائے

مظروف مستعمل گردیدہ وظاہراً اینہم از ہمان عالم ست کہ قارورۂ سُرخ ونہر جاری گویند - حالانکہ قارورہ عَلَم شیشۂ بول ست و سُرخی آن کنایہ است از رنگ وبول وہم برین نمط نہر نیز جاری نیست بلکہ آب آن جاری - علی ای حال سند اصطلاح مذکور از کلام میر صاحب یافت شدہ - ؎

تری گلی سے سدا اے کشندۂ عالم ہزارون جاتی ہوئین چارپایان دیکھین

اور ایک جگہہ لکھتے ہین ؎

گھر بیٹھ جانا - کنایہ از خانۂ ویران شدن جناب آرزو قدس سرہ العزیز فرماید - ؎

جس سمت کو تو نے آنکھ اُٹھا کر دیکھا مانند حباب گھر کے گھر بیٹھ گئے

وظاہراً در اہل ولایت ہم این معنی مصطلح کہ سعدائے اشرف گوید - ؎

از نشنیدگان کسے چو نماند عاقبت خود نشست خانۂ ما

شمس البیان مین سیکڑون باریک نکتے اور دقیق مسئلے موجود ہین - شائق کا دماغ اور طالب کی نگاہ چاہیئے - ادیب کی کمی صفحات سے شکایت ہے کہ بہت سی ضروری نتیجہ خیز امثلہ سے قصداً قلم روک لیا گیا - خیر یار زندہ وصحبت باقی -

حکیم حبیب الرحمن

پیکر وفا

ذیل کے قصہ کا پلاٹ "لارڈ الفرڈ ٹینی سن" کی ایک مشہور نظم ڈورا سے لیا گیا ہے - اُسکا سنہ پیدائش ۱۸۰۹ء ہے اور اسی سنہ مین مشہور ومعروف مدبر گلیڈ اسٹون اور فاضل سائنٹسٹ ڈارون بھی پیدا ہوئے اور عجب اتفاق کی بات ہے کہ ایک ہی سنہ مین پیدا ہوکر ایک نے فن شعر کو معراج کمال پر پہونچایا - ایک نے تدبیر مملکت اور آئین سلطنت داری مین ید طولیٰ حاصل کیا اور ایک نے علم طبیعیات اور علم کیمسٹری مین ایسی ترقی کی کہ یورپ پر ہمیشہ کے لئے اُسکا احسان رہیگا اور جو جو باتین اُسکی ایجاد کی ہوئی اُسکو صنعت وحرفت مین مدد دے رہی ہین اُنکے لئے وہ کبھی اُسکا شکریہ ادا کرنے سے باز نہین رہ سکتا ۱۸۵۰ء مین "ورڈز ورتھ" کی موت کے بعد ملک الشعرا کا خطاب پاکر ٹینی سن شاہی دربار کا جادو نگار شاعر کہلانے لگا - جب اُسکے کلام مین فصاحت و لطافت، خیالات مین نزاکت و باریکی، اور طرز بیان مین اثر و دلکشی دن بدن زیادہ ہونے لگی تو تمام انگلستان کے شعرا نے اُسکا لوہا مان لیا اور اُسکو اُس زمانے کا اُستاد سمجھنے لگے چنانچہ ۱۸۸۳ء مین "لارڈ" کا معزز خطاب دیا گیا اور "لارڈ الفرڈ ٹینی سن" کے نام سے مشہور ہوگیا - جب انگلستان کے اس سحر نگار سخنور اور تمام برطانیہ عظمیٰ کے نکتہ سنج اور نامور شاعر نے اپنی روح قابض ارواح کے سپرد کی تو اُسکی لاش بڑے تزک واحتشام کے ساتھ "ویسٹ منسٹر ایبی"[1] مین دفن کیگئی اور ٹینی سن برطانیہ عظمیٰ مین خصوصاً اور تمام دُنیا مین عموماً اپنی اچھوتی اور نیچرل شاعری کا اثر چھوڑ کر اس دُنیا سے کنارہ کش ہوگیا - اس قصہ نے جو ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے ۱۸۹۲ء مین موزونیت کا لباس پہنا اور ایسی شہرت حاصل کی کہ ورڈز ورتھ بھی اسکی تعریف سے باز نہ رہ سکا اور مذکورۂ ذیل الفاظ مین اس نظم کی نسبت اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے :-

"مین تمام عمر تمہاری ایسی پیاسٹورل[2] نظم لکھنے کی کوشش کرتا رہا لیکن ناکامیاب رہا" انگریزی مین اس نظم کی سب سے زیادہ خوبی یہ ہے کہ یہ بالکل سادہ اور معمولی بول چال مین لکھی گئی ہے جسکی نسبت ٹینی سن کو بڑی

---

[1] ویسٹ منسٹر ایبی وہ مقام ہے جہان حد کمال کو پہونچے ہوئے مشاہیر قوم دفن کئے جاتے ہین - [2] نظم کی وہ قسم جسمین دہقانی زندگی اور مناظر قدرت کا فوٹو کھینچا جاتا ہے - مترجم

دماغ سوزی سے کام لینا پڑا چنانچہ وہ خود کہتا ہے۔

"ایک شریف اور دیہاتی نوجوان لڑکی کا قصہ ضرور تھا کہ نہایت سادہ
اور روزمرہ کی زبان مین لکھا جائے اسلئے میری تمام عمر مین یہی ایک نظم لکھتے
ہوئے مجھے بڑی دقت پیش آئی"۔

انگلستان کے ایک قصبے مین آلن نامی ایک کسان اپنے بیٹے اور
بھتیجی کے ساتھ رہتا تھا اُسکی بیوی انتقال کر گئی تھی اور یہی دو عزیز
اُسکی زندگی مین اُسکے شریک تھے - بیٹے کا نام ولیم تھا اور بھتیجی کو ڈورا
کہا کرتے تھے - یہ بوڑھا دہقان اکثر ان دونون کو جب یہ باہم
بات چیت کرتے تو پیار اور محبت سے دیکھتا اور یہ خیال کرتا "عزیز
ڈورا فرمانبردار شریف حسین اور بھولی بھالی لڑکی ہے اور ولیم ایک
محنتی - خوبصورت اور دلیر لڑکا ہے - یہ جسطرح عالم طفلی سے
ایک گھر مین مل جل کے رہتے آئے ہین مین چاہتا ہون کہ آئندہ
بھی اسیطرح ایک دوسرے کے شریک زندگی رہین" بوڑھے کی
نگاہون سے ڈورا اُسکے خیال کی تہ کو پہونچ گئی تھی اور چونکہ بچپن ہی
سے وہ ولیم کو دل سے چاہتی تھی اسلئے اس بات سے نہایت
خوش ہو کر اُسکے ساتھ اور بھی زیادہ التفات بڑھایا - لیکن افسوس
کی بات ہے کہ بچپن سے ایک ہی جگہہ رہنے سہنے سے نوجوان ولیم
کی طبیعت مین ایک ایسی بات پیدا ہو گئی تھی کہ وہ ڈورا کو اپنی بیوی
بنانا نہین چاہتا تھا۔

ایک دن ایسا ہوا کہ بوڑھے دہقان نے اپنے عزیز
فرزند کو طلب کیا اور کہا " میرے عزیز بچے - میری شادی زیادہ
عمر مین ہوئی - مین نہین چاہتا کہ تمہارے لئے بھی یہی بات ہو اور
میری دلی تمنا ہے کہ مرنے سے پہلے مین تمہارے بچہ کو اپنے
گود مین کھیلتا ہوا دیکھون - مین نے تمہارے لئے ایک دلکش جوڑا
تجویز کیا ہے اور وہ تمہاری چچازاد بہن ڈورا ہے - جو حسین اور اپنی
ہم عمر لڑکیون مین سب سے زیادہ کفایت شعار ہونیکے علاوہ میرے
بھائی کی بیٹی بھی ہے - اگرچہ میرے بھائی نے کسی شکر رنجی کیوجہ سے
مجھسے جدا ہو کر غیر ملک مین انتقال کیا لیکن اُسکی یادگار مین مین نے
اُسکی بیٹی کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھا ہے اور اب چاہتا ہون
کہ تم اُسکو اپنی بیوی بناؤ - کیونکہ مین اس آرزو کو سالہا سال سے
دن رات اپنے دل مین پرورش کرتا رہا ہون - باپ کی ان تمام
باتون کو سنکر ولیم نے مختصر سا یہ جواب دیا :-

بخدا مین ڈورا سے شادی نہین کرسکتا مین ڈورا سے شادی نہین
کرونگا" بیٹے کی زبان سے یہ جواب سُنکر بوڑھا طیش مین آگیا اور کہنے لگا " کیا
تو نہین کریگا لڑکے ؟ تو مجھے اسطرح جواب دینے کی جرأت کرسکتا ہے ؟ میرے وقت مین
باپ کا حکم قانون سمجھا جاتا تھا اور اسوقت بھی میرا حکم تیرے لئے
قانون ہے - ولیم دیکھ - اچھی طرح غور کرلے اور پورے طور پر جانچ
لے - مین تجھکو سوچنے سمجھنے کے لئے ایک مہینے کی کافی مہلت
دیتا ہون - یا تو میری خواہش کے مطابق جواب ملنا چاہئے یا قسم
کھا کر کہتا ہون کہ تو گھر سے نکالدیا جائیگا اور پھر تیری منحوس صورت
مرتے دم تک مجھے خدا نہ دکھائے " لیکن ولیم باپ کے ان
سخت الفاظ کو سُنکر چپ چاپ چلا گیا وہ ہرچند کوشش کرتا تھا کہ اُسکا
دل ڈورا کی طرف مائل ہو مگر نہ ہوا اور جسقدر ڈورا اُس سے محبت کا
اظہار کرتی اُسیقدر ولیم کو اُس سے نفرت ہوتی جاتی تھی جسقدر ڈورا
ہربات مین اُس سے نرمی و ملائمت کو مدنظر رکھتی اُسیقدر ولیم اُسکو
سختی اور درشتی کے ساتھ جواب دیتا تھا - ڈورا نے ولیم کے ان تمام
سخت حرکات کو صبر و خوشی سے اس امید پر برداشت کیا کہ وہ اُسکی
بیوی بنے گی اور ہر کام مین اُسکی اطاعت اور آسائش کو اس امید
پر مقدم رکھا کہ جسطرح سالہا سال سے وہ اپنے پیارے چچا کے
سایۂ عاطفت مین امن چین سے زندگی بسر کرتی رہی ہے ولیم سے

رشتہ زوجیت قائم ہوجانیکے بعد اُس سے بھی زیادہ آرام اور سُکھ سے رہیگی۔ لیکن اُسکی یہ کُل امیدین نقش برآب تھین۔ کیونکہ جسکو ڈورا جان سے زیادہ پیار کرتی اور جسکے آرام کو اپنے آرام اور جسکی زندگی کو اپنی زندگی سے سوگنا قیمتی خیال کرتی تھی وہ اُسکی کچھ بھی پروا نہ کرتا تھا۔ اُسکے ساتھ سختی سے پیش آتا اُسکے دل کو طعن آمیز کلمات سے زخمی کرتا اور اُسکی پیاری۔ بھولی۔ دلکش۔ دلفریب صورت کو نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھا کرتا۔ اسیطرح ایک مہینہ کی مدت معینہ گزر گئی جسمین ولیم کا دل ڈورا کی میٹھی میٹھی باتون اور الفت و وفا کی محبت بھری نظرون سے ذرا نہ پسیجا وہ اُس سے ولی ناراضی کے ساتھ ہمیشہ کے لئے جُدا ہونے کا تہیہ کر کے اُس مکان کو جسمین بچپنے سے بڑا ہوا تھا خیرباد کہنے کی تیاریان کرنے لگا۔ ڈورا کی اُسوقت کی حالت قلم سے بیان نہین ہوسکتی جب اُسکے دل کا مالک اُس سے ہمیشہ کے لئے جُدا ہو رہا تھا۔ اُسکے دل پر نا امیدی کی گھٹائین چھا رہی تھین۔ اُسکا سینہ فرط غم سے پھٹا جاتا تھا۔ اُسکی بڑی بڑی نیلگون آنکھین آنسوؤن سے ڈبڈبا رہی تھین۔ اُسکا چہرہ غایت افسردگی سے زرد پڑگیا تھا۔ حسرت کی یہ انتہا تھی کہ دمبدم ٹھنڈی سانس کھینچتی اور "اے میرے خدا کیا وہ مجھسے جُدا ہوجائیگا" کہکے ابر نوبہار کیطرح آنسوؤن کا تار باندھ دیتی۔ جب ولیم گھر سے نکلنے لگا تو ڈورا نے اپنے بیقرار و مضطرب دل پر کسیقدر تسکین کی غرض سے اپنا نازک ہاتھ جو اُسکی کافوری انگلیون کیوجہ سے دل کو ٹھنڈا کرنے مین مؤثر ہو رہا تھا رکھا۔ آسمان کی جانب حسرت و یاس سے دیکھکر ایک سرد آہ کھینچی اور نہایت غمگین آواز سے کہا۔

"میرے پیارے ولیم! خدا تمھین سلامت رکھے کیا تمنے جانے ہی کی ٹھان لی! افسوس نہ مین پیدا ہوتی اور نہ مجھکو تمھاری جُدائی کا یہ دن دیکھنا نصیب ہوتا۔ خیر۔ تم اپنی جانباز ڈورا کی خوش کن اُمیدون کا خون کرتے ہوئے جاتے ہو تو جاؤ وہ تمھین منع نہین کرتی بلکہ خلوص دل سے تمھارے ارادون کی کامیابی کی دعا کرتی رہیگی۔ میرے پیارے ولیم! اتنا ضرور سنتے جاؤ کہ جب بیکس ڈورا تم پر اپنے کو قربان کرتی تھی اور تمھاری اطاعت و فرمانبرداری کو اپنی زندگی کا بہترین فرض خیال کرتی تھی تو تمھین ہرگز اسطرح اُسکی دلشکنی کرنا نہ چاہئے تھی۔ اگر تم اُسکو زوجیت مین قبول کرلیتے تو وہ تمھاری بیوی نہین بلکہ کنیز بنکر رہنا پسند کرتی اور وفاداری کے ساتھ تمھاری خدمت مین اپنی عمر گذار دیتی اور تمھارے خوبصورت گلاب کے مانند شگفتہ چہرہ کی پرستش کرتی۔ یہ معلوم ہے کہ تم ڈورا سے جُدا ہو رہے ہو لیکن ڈورا کی ولی محبت اور ڈورا کا وفادار خیال تمھارے ساتھ ساتھ ہے اور جہان کہین تم جاؤ ڈورا تمھاری محبت اور ہمدردی سے ہرگز غافل نہین رہ سکتی" بدنصیب ڈورا نے غم سے کانپتی ہوئی آواز مین جس سے بیحد درد کا اظہار ہوتا رہا یہ الفاظ بمشکل کہے لیکن سنگدل ولیم کے دل پر اُسکا کچھ بھی اثر نہوا اور اُسنے کچھ جواب دیئے بغیر مکان سے چپ چاپ نکلتے ہوئے ڈورا کے رونے کے آواز کے ساتھ ہی یہ دردناک الفاظ سُنے "میرے دل و جان کے مالک ولیم! خدائے تعالٰے تم پر ہمیشہ اپنی برکتون کا مینہ برساتا رہے"۔

ولیم اپنے خوشنما دیہاتی مکان سے نکلکر اُسی قرب و جوار مین ایک جھونپڑہ کرایہ پر لیکر رہنے لگا اور دن بھر کھیت مین مزدوری کرکے اپنا پیٹ پال لیا کرتا۔ اسی حالت مین چند روز گزر گئے اور اس اثنا مین اُسپر بیشمار مصیبتین اور ان گنت تکلیفین ٹوٹ پڑین لیکن پھر بھی جو سودا اُسکے سر مین سما گیا تھا وہ نہ نکلا۔ جو ضد اُسکو چڑھ گئی تھی دن دونی ترقی کرتی گئی یہانتک کہ اُسنے ڈورا کے جلانے کے لئے اُسنے ایک غریب مزدور کی لڑکی میری مارین سے شادی کرلی۔ جب باپ نے اپنے بیٹے کی شادی کی خبر سُنی تو ڈورا کو بلاکر

کہنے لگا "میری عزیز بچی مین تجھے دل سے پیار کرتا ہون اگر تو اُس شخص سے جو کسیوقت میرا بیٹا تھا یا اُسکی عورت سے جسکو بہو کہتے ہوئے میرا خون جوش کھاتا ہے بات یا اُنکی کچھ اعانت کریگی تو مین تجھے بھی گھر سے نکالدونگا دیکھ تو میری اس بات کا خیال رکھ کیونکہ تو جانتی ہے کہ میرا حکم قانون کا درجہ رکھتا ہے۔" نیکدل ڈورا نے چچا کا سخت حکم سنکر سر تسلیم خم کیا اور یہ خیال کرتی ہوئی وہان سے چلی گئی "یہ ایسا نہین ہو سکتا۔ ضرور میرے چچا کو اپنے بیٹے پر کسی کبھی دن رحم آجائیگا۔" لیکن اُسکا یہ خیال بالکل بے بنیاد تھا۔ بھولی لڑکی کیا جانتی تھی کہ اُسکی ہری بھری اُمیدین بہت جلد سوکھکر کانٹا ہو جائینگی اور اُسی دل مین کھٹک کھٹک کر خلش پیدا کرینگی جسنے اُنکو ابتک اپنے خون سے سینچکر پرورش کیا ہے۔

اے دل مین پیدا ہونے والی امیدو! اور اے خوش کرنیوالی تمناؤ! تم وہ پُر مسرت خیالات ہو جو آدمی کے دل مین موجزن ہو ہو کر اُسکی زندگی کا باعث ہوتے ہو۔ اگر آدمی کا سینہ تمہاری سلامت رو اور ملائم لہرون سے شاداب نہوتا تو اُسکی زندگی کا درخت کبھی ہرا بھرا نہ رہ سکتا۔

اے امیدو! تم ہی درخت زندگی کی میٹھی میٹھی خوشگوار بُو رکھنے والی کلیان ہو جو کبھی کھلین تو پھل لائین ورنہ کھلنے بھی نہ پائین کہ سوکھکر گر پڑین۔

اے امیدون کے خوشنما پھولو! اور اے تمناؤن کے خوشبودار خوش رنگ گلو! بہت کم ہین تم مین ایسے جو کھلکر اپنی بھینی بھینی خوشبو سے مشام جان کو معطّر کرتے ہین اور بہت زیادہ تجھے تم مین وہ جنھون نے کلی کی شکل بھی پوری اختیار نہ کی تھی کہ یاس کے گرم گرم جھوکون نے اُنکے نازک جسم کو کُمھلا دیا۔ جلا دیا اور وہ گر پڑے۔ زمین نے اُنکو اپنے آغوش مین لے لیا اور وہ مٹّی مین مٹّی ہو گئے۔

انھین نقش بر آب امیدون کو دل مین لئے ہوئے ڈورا اپنے خانگی کام کاج مین مشغول ہو گئی۔ اُٹھتے بیٹھتے۔ کھاتے۔ پیتے ولیم کی تصویر اُسکی اُن آنکھون مین پھرا کرتی تھی جو ولیم کی فرقت مین آنسو بہاتے بہاتے آشوب زدہ ہو گئی تھین۔ اور اُسکے دیدار کو ترس گئی تھین۔ ایک زمانہ یون بھی گذرا اور اس عرصے مین ولیم کو مفلسی کی ایسی ایسی سخت اذیتین سہنی پڑین کہ آخر وہ اپنی ہٹ بھی بھول گیا اور اب اپنے باپ کے مکان کے سامنے دن مین اس غرض سے چکّر لگایا کرتا کہ شاید اُسکی حالت زار دیکھکر اُسکو رحم آجاے اور وہ پھر اُسکو بُلالے۔ ڈورا اپنے مکان کی کھڑکی سے اُسکی تباہ حالت دیکھا کرتی اور اسقدر روتی کہ پہرون ہچکی بندھ جاتی اور جب خوب رو کر دل ہلکا کر چکتی تو یہ خیال کرنے لگتی "آہ میرے جان سے پیارے ولیم پر مصیبتون کا پہاڑ ٹوٹ پڑے اور مین چچا کے حکم کی پابندی کرتی رہون۔ مین نے اس خیال سے اب تک اُسکی کچھ خبر نہ لی کہ چچا کی نافرمانبردار کہلاؤنگی۔ لیکن اب مجھسے برداشت نہین ہو سکتی۔ مین چچا کے حکم کے خلاف کرنے پر مجبور ہو جاؤنگی اور حتی الامکان اس بےبسی کی حالت مین بھی ولیم کی مدد کرونگی۔ پیارے ولیم اگر تیری ڈورا کو تیرے مصائب کی خبر ہوتی تو کیا وہ تیری اعانت نہ کرتی؟ بیشک وہ تیری ہر طرح سے ہمدردی کرتی۔ تیرے دُکھ درد مین شریک ہوتی۔ چاہے اُس سے زمانہ منحرف ہو جاتا مگر وہ تجھکو اپنی وفا کا ایسا ثبوت دیتی کہ شاید تیرا دل بھی بھر جاتا۔ ہان اب بھی کچھ نہین گیا ہے مین تیری غائبانہ مدد کرتی اور تیرے۔ تیرے بچّے اور تیری بیوی کے حق مین ہمیشہ دعا کرتی رہونگی"

غرض اُس دن سے ڈورا اپنے پیارے ولیم اور اُسکے بیوی بچّون کے لئے اناج اور پیسے جمع کر کرکے اس ترکیب سے

بھیجا کرتی کہ کبھی اُسپر یہ بھید نہ کھلنے پاتا کہ ولیم کی کفیل ڈورا ہے۔ اسطرح کبھی کچھ دن گذرے اور اناج کٹنے کا زمانہ آگیا اس سال ولیم کے باپ کے یہاں ایسی اچھی فصل ہوئی تھی کہ شاید ہی کبھی ہوئی ہوگی عین بہار کی فصل میں ولیم کو ایسا سخت بخار لاحق ہوا کہ وہ دو ہی تین روز میں اس سرائے فانی سے بیکس بیوی اور شیر خوار بچّہ کو چھوڑ کر عالم جاودانی کو چل بسا۔ ڈورا کو اُسکی ناگہانی موت کی خبر سُنکر ایسا سخت صدمہ ہوا کہ اسکا دل ٹوٹ گیا اور وہ اپنے چچا کے حکم کی کچھ بھی پرواہ نہ کرکے اُسکی بیوی سے ولیم کی بیوی میری کو تسکین دینے کے لئے جا پہونچی لیکن خود ایسی اندوہناک تھی کہ میری کے گلے سے لپٹ کر آنسوؤں کا دریا بہا دیا اور بہت دیر تک ولیم کی نشانی کو اپنے سینہ سے لگائے رہی۔ میری نے بہت کچھ شکوہ شکایات کے دفتر کھولدئے لیکن ڈورا نے اُسکی کل باتوں کا بھرائی ہوئی آواز میں یہ جواب دیا "میں نے اپنے چچا کے حکم کی ابتک پابندی کی اور میں سخت گنہگار ہوں کہ میں ہی ولیم کی مصیبتوں کا باعث ہو کر ایک مدت تک اُسکی مدد سے تغافل کرتی رہی۔ لیکن میری اُس مسافرِ عدم کی۔ تمہاری اور اس یتیم بچّے کی محبّت نے مجھے چچا کے حکم سے منحرف کر دیا ہے اور اب میں تمہارے پاس متوفی کے غم کو تمہارے دل سے دور کرنے اور تمہاری ہمدردی کرنے کے لئے آئی ہوں۔ کیا تم نہیں دیکھتی ہو کہ پانچ سال سے ابتک میرے چچا کے یہاں ایسی اچھی فصل نہیں ہوئی جیسی کہ اس سال ہوئی ہے اسلئے میں چاہتی ہوں کہ تمہارے بچّہ کو گیہوں کے کھیت کے پاس گود میں لیکر بیٹھی رہوں۔ جوں ہی میرے بوڑھے چچا کی نظر گیہوں کے لہلہاتے ہوئے کھیت پر پڑیگی تو کثرتِ فصل کو دیکھکر اُسکا دل باغ باغ ہو جائیگا اور عجب نہیں کہ اس بچہ کو دیکھکر وہ اپنا غصہ بھی بھلا دے۔ اس ترکیب سے مجھے امید ہے کہ وہ اپنے متوفی بیٹے کی نشانی کو جان سے زیادہ عزیز رکھیگا۔ یہ کہکر ڈورا لڑکے کو لیکر چلی گئی اور گیہوں کے کھیت کے پاس اُسکو گود میں لیکر ایک بلند مقام پر بیٹھ گئی جسکے گرد خوشنما شاداب کے ہرے ہرے پودے لہلہا رہے تھے۔ کسان وہاں آیا لیکن اُسکی نظر بچّہ پر نہ پڑی اور کسی نوکر نے بھی اُسکو یہ بتلانے کی جرأت نہ کی کہ ڈورا اپنے گود میں کوئی بچّہ لئے بیٹھی ہے۔ آخر اُسنے نا امید ہو کر ارادہ کیا کہ بچّے کو لیکر چلی جائے لیکن اُسکے دل میں اُمید کی ایک موہوم سی روشنی پیدا ہوئی اور وہاں وہ اُسوقت تک بیٹھی رہی جبکہ آفتاب غروب ہو گیا اور رات کی تاریکی نے تمام خوشنما منظر پر پردہ ڈالدیا۔ جب صبح ہوئی تو ڈورا نے جنگل کے رنگ برنگی پھولوں کا ایک ہار بنا کر خوبصورت بچّہ کی ننھی سی ٹوپی کے چاروں طرف لپیٹا تاکہ وہ اپنے دادا کے نگاہوں میں زیادہ خوبصورت معلوم ہو اور پھر اُسی بلند مقام پر لیکر بیٹھ گئی۔ جب بوڑھا دہقان اُس مقام پر آیا تو پوچھنے لگا۔

" ڈورا تم کل کہاں تھیں؟ یہ کسکا بچّہ ہے؟ تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ ان سوالات کو سُنکر ڈورا نے کچھ تو خوف اور کچھ شرم کے ساتھ نیچی نگاہیں کرکے جواب دیا "یہ بچّہ ولیم کا ہے" یہ سُنکر چچا نے نہایت کرخت آواز میں کہا "کیا میں نے تجھے منع نہیں کیا تھا ڈورا؟ کیا تجھے میں نے منع نہیں کیا تھا؟ بوڑھے کے ان دہشت انگیز الفاظ سے ڈورا کانپ اُٹھی اور لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے کہا "میرے ساتھ آپ کو جو کچھ کرنا ہے کیجیے۔ لیکن اس یتیم کو پرورش فرما کر اُس بدنصیب کی روح کو شاد فرمائیے جو اس دُنیائے فانی کو چھوڑ کر عالم بقا کو روانہ ہو گیا ہے"

اسکے جواب میں ایلن نے کہا "مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تم دونوں نے ملکر (یعنی تمنے اور ولیم کی بیوی نے) یہ مکر کا جال بچھایا ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ تم مجھے عقل سکھانے آئی ہو۔ تم بڑی

بیباک لڑکی ہو۔ تمنے یہ جانکر بھی کہ میرا حکم قانون ہے اُسکی کچھ پروا
نہ کی اور عدول حکمی کی۔ خیر۔ بچّہ کو میرے پاس چھوڑ جاؤ لیکن تم فوراً
چلی جاؤ میں پھر کبھی تم ایسی گستاخ اور نافرمان لڑکی کی صورت دیکھنا
نہیں چاہتا۔ یہ کہکر آلن نے بچہ کو لے لیا جو ڈورا کی گود میں جانے
کے لئے مچل مچل کر رو رہا تھا۔ اُسکی ننھی سی ٹوپی پھولوں کے ہار
سمیت ڈورا کے قدموں پر گر پڑی تھی لیکن ڈورا بچّہ کی جانب اس
حسرت سے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی کہ اُسکو اسکی مطلق خبر نہ ہوئی
اور جب بوڑھا نظروں سے غائب بھی ہو گیا تو بہت دُور سے
بیکس بچّہ کے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ بوڑھا دہقان بچّہ کو
لیکر چلا گیا اور ڈورا کو حکم دے گیا تھا کہ وہ گھر میں قدم نہ رکھے۔
اُسی جگہ غمگین ڈورا جسپر بے انتہا بیکسی اور حسرت چھائی ہوئی تھی
سر جھکائے اپنی آیندہ قسمت کا زائچہ دیکھ رہی تھی بے یار و مددگار
ڈورا جسکا اب کوئی بھی رفیق نہیں تھا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی
اور فصل کاٹنے والے کسان رحم کی نگاہوں سے چھپکے چھپکے اُسکی
صورت دیکھنے لگے۔ اتنے میں آفتاب غروب ہو گیا اور رات کی
تاریکی نے اُس خوشنما منظر پر اپنی سیاہ چادر اُڑھا دی۔ چاند نکل
آیا اور ڈورا کے اُداس چہرے پر اپنی ملائم روشنی ڈالنے لگا
جسنے اب وہان سے نکلکر میری کے جھوپڑے کا راستہ لیا تھا۔
جب ڈورا میری کے جھوپڑے میں پہونچ گئی تو میری نے اُسکی
گود میں بچّہ کو نہ دیکھکر خدا کا شکریہ ادا کیا کہ اُسنے اس عالم بیکسی میں
اُسکی مدد کی۔ لیکن ڈورا نے آنسو بہاتے ہوئے کہا "میرے
چچا نے بچّہ کو لے لیا مگر مجھے گھر میں آنے سے منع کر دیا ہے اب
تم میری اس بیکسی پر ترس کھاکر مجھے اپنے ساتھ رہنے کی اجازت
دو۔ ہم دونوں مزدوری کرکے گزارہ کر لیا کرینگے"
یہ سُنکر میری نے غضبناک ہوکر کہا "یہ ہرگز نہوگا کہ
میرے سبب سے تمکو مصیبت جھیلنی پڑے اور میں اپنے پیارے
بچّہ کو اُسکے پاس نہ رہنے دونگی کیونکہ وہ اُسکو بیرحمی کا سبق دیگا
اور اپنی ماں کی طرف سے بددل کر دیگا۔ اسلئے آج ہی ہمکو اُسکے
پاس جانا چاہیئے۔ میں اپنے پیارے بچہ کو لے لونگی اور التجا کرونگی کہ
وہ تمپر رحم کرکے تمہاری خطا معاف کر دے۔ لیکن اگر اُسنے تمہارا
قصور نہ معاف کیا اور گھر میں رہنے کی اجازت نہ دی تو ہم تم بہنوں
بہنوں کی طرح ایک دوسرے کی غمگسار بنکر زندگی بسر کرینگے"
میری کے ان محبت آمیز کلمات کو سُنکر ڈورا نے اُسکی
صاف و شفاف پیشانی پر بوسہ دیا اور دونوں آلن دہقان
کے یہاں روانہ ہوئیں۔ جب اُسکے خوشنما جھوپڑے تک جسمیں ڈورا
کے ہاتھ سے پرورش پائے ہوئے چھوٹے چھوٹے بے انتہا
خوبصورت درخت لہلہا رہے تھے اور انواع و اقسام کے خوشبودار
پھول کھلے ہوئے تھے پہونچیں تو دیکھا کہ دروازہ کھلا ہوا ہے
اور بچّہ اپنے دادا کی گود میں کھیل رہا ہے جو محبت سے کبھی اُسکے
گلابی رخساروں پر اور کبھی نرم و ملائم ہاتھوں کو چومتا جاتا ہے۔
ٹھیک اُسیوقت جبکہ اس معصوم بچّے نے اپنے دادا کی گھڑی
کی زنجیر سے لگی ہوئی اشرفی کو قریب رکھی ہوئی انگیٹھی کی روشنی سے
چمکتے دیکھکر پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھایا ڈورا اور میری دروازہ
میں داخل ہوئیں۔ بچّہ ماں کی صورت دیکھتے ہی پھوٹ پھوٹ کر
رونے لگا اور اُسکی گود میں جانے کے لئے ہمک ہمک کر اپنے
ننھے ننھے ہاتھ پھیلا دئے۔ بوڑھے نے ایک نوجوان عورت
کو اسطرح کمرہ میں بیدھڑک داخل ہوتے دیکھکر بچّہ کو گود سے
اُتار دیا اور حیران ہوکر دیکھ ہی رہا تھا کہ میری نے کہا "ابا جان
(اگر میں تمکو اسطرح پکار سکتی ہوں) میں اپنی یا ولیم یا اس بچّہ کی
التجا لیکر نہیں آئی ہوں بلکہ صرف ڈورا کیلئے اتنا عرض کرتی ہوں کہ

آپ اُسکی خطا معاف کرکے اُسکو اپنے سایۂ عاطفت مین لے لیجئے
کیونکہ وہ آپ کو سچے دل سے چاہتی ہے۔

اے حضرت! ولیم سب سے اپنے خطاؤن کی معافی
مانگ کر اس دار فانی سے رخصت ہوا اور جب مین نے اُس سے
یہ کہا کہ "پیارے ولیم مین تمسے معافی مانگتی ہون کہ میری ہی وجہ
سے تمکو اتنی مصیبتین جھیلنی پڑین" تو اُسنے نمناک آنکھون سے
جواب دیا "نہین میری مین تمسے شادی کرکے نہین پچھتایا اور
نہ تمسے مجھے کوئی مصیبت پہونچی"۔ حضرت! مین نے جبتک ولیم
زندہ رہا محبت سے اُسکا ساتھ دیا لیکن جب اُسکی آخری گھڑی
قریب تھی تو اُسنے مجھے بُلاکر کہا "میری مین نے سخت غلطی
کی جو باپ کو ناخوش کیا۔ خدا اُسکو سلامت رکھے اور جو جو مین
نے اذیتین اُٹھائی ہین اُنکی اُسکو خبر نہو"۔ اتنا کہکر اُسنے اپنا
مُنہ پھیرلیا اور اُسکی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ آہ!
ولیم مین بدنصیب تھی جو تیرے ہی ساتھ نہ مرگئی اور یہ تکلیفین
جھیلنے کے لئے زندہ رہی"۔

اے حضرت! اب ڈورا کی خطا معاف فرمائیے اور
بچّہ کو مجھے دیدیجئے"۔ میری اتنا کہکر خاموش ہوگئی اور ڈورا اپنا
مُنہ ڈھانپ کر چپکے چپکے آنسو بہانے لگی۔ کمرہ مین سکوت کا
عالم تھا جسکو بوڑھے آدمی کے رونیکی آواز نے توڑا "مین
قابل الزام ہون، قابل الزام ہون، مین نے اپنے بچّہ
کو اپنے ہی ہاتھون سے مارا لیکن مین اُس سے محبت
کرتا تھا۔

آہ! اے میرے پیارے بیٹے خدا مجھے معاف
کرے مین نہایت قابل الزام ہون آؤ بچو میرے گلے
سے لگ جاؤ۔ دونون اُس سے لپٹ گئین اور اسکی پیشانی
اور رخسارون کو چومنے لگین بوڑھا زار و قطار رو رہا تھا اور
اُسکے دل مین پدرانہ محبت کا دریا اُمنڈ اُمنڈ کر آرہا تھا اُسنے
ولیم کے بچّہ کو گلے سے لگالیا اور کامل تین گھنٹے تک اپنے
بیٹے کی یاد مین رویا کیا۔

جب رو دھو کر سب کا دل ہلکا ہوا تو بوڑھا دہقان
اپنی بہو اور بھتیجی کے ساتھ سچی محبت سے پیش آیا اور سب
ایک ہی گھر مین مل جل کر رہنے لگے۔ لیکن ڈورا ولیم کی یاد مین
ہمیشہ اُداس رہا کرتی تھی۔ سوائے آنسو بھری آنکھون کے
کسی نے اُسکی شنگرفی ہونٹون پر تبسم نہ دیکھا اور سوائے اُداسی
کے کبھی اُسکے چہرہ پر خوشی کی سُرخی نہین نظر آئی۔ یون ہی
رہتے رہتے جب کچھ مدت گذر گئی تو میری نے دوسرا شوہر
بھی پیدا کرلیا لیکن ڈورا با وفا ڈورا نے ولیم کی یاد مین کسی سے
شادی نہین کی اور عین عالم شباب مین لوگون کی زبان پر اپنی
وفاداری کا فسانہ چھوڑکر اس دُنیاے فانی سے عالم بقا کیطرف
روانہ ہوگئی۔

باوفا نوجوان دوشیزہ! تو نے مرتے دم تک وفا کا
خوشنما تاج زیب سر کئے حیا کے مرصع تخت پر دیار الفت کی
ایسی حکمرانی کی کہ تیری سچی محبت کا سکہ تمام دنیا پر بیٹھ گیا اور جب
کسی کو تیرے راج کا زمانہ یاد آجاتا ہے تو سرد آہ کے ساتھ
یہ کلمے نکل جاتے ہین "آہ! ملکۂ پیکر وفا" تو جس قبر مین پڑی
سو رہی ہے اُس پر پاک روحین وفا کے پھولون کی چادر
چڑھاتی اور سچی محبت کا سُریلا راگ گاتی ہین۔

سید اللہ بخش مہدوی

تصویر ریاض

دیکھکر بے ساختہ جی بھر آیا، آہ! یہ اُسوقت کی تصویر ہے جبکہ ریاض زندہ تھے - اسی زمانہ مین کہا گیا تھا - ؎

دُنیا کی پڑ رہی ہین نگاہین ریاض پر　　کس نوک کا جوان ہے کس آن بان کا

جن لوگون نے اب مردہ ریاض کو دیکھا ہے اُنکے دلون سے پوچھیے کہ جوان ریاض کی تصویر دیکھکر کیا گذر گئی؟ ہائے اُن کمبخت دیکھنے والون مین ایک مین بھی ہون - کہہ نہین سکتا کہ زندہ ریاض کی تصویر دیکھکر حسرت نصیب دل پر کسقدر چوٹ لگی؟

ریاض کی موجودہ تصویر اگر ادیب مین دیجائے تو کوئی پہچان نہین سکتا کہ یہ وہی ریاض ہین جو ستمبر کے ادیب مین نظر آتے ہین - آہ! اب اُنکی شکل و شباہت، وضع و قطع اور مزاج و طبیعت مین زمین آسمان کا فرق ہو گیا ہے اور بلاشبہ وہ حقیقی معنون مین مردہ ہین -

علاوہ دیگر تفکرات دُنیاوی و تردداتِ خانگی کے جو ہمیشہ اُنکو گھیرے رہے آخر عمر مین ایک روحانی صدمہ اور ناگوار مصیبت ایسی پڑی جسنے اُنکی کمر کو توڑ دیا اور دل و دماغ کو قابو مین نہ رکھا - ناگوار مصیبت کا ذکر کرنا فضول ہے - البتہ روحانی صدمہ کے اظہار مین کوئی مضائقہ نہین - آپ یہ سُنکر بیتاب و بے قرار ہو جائینگے کہ حضرت ریاض خود ہی زندہ درگور نہین بلکہ اپنی معنوی اولاد (دیوان) کو بھی کھوئے ہوئے بیٹھے ہین - جسوقت دفتر ریاض الاخبار گورکھپور سے لکھنو منتقل ہو رہا تھا راستہ مین حضرت کا مکمل و مرتب دیوان جاتا رہا اور ایسا گیا کہ آج تک پتہ نہین - اس صدمہ جانکاہ سے اُنکی رہی سہی جان بھی سلب کر لی اور قبل از وقت پیر فانی بنا دیا -

جہان ریاض کی تصویر دیکھکر پُرانے زخم ہرے ہو گئے وہان ایک تازہ چرکا یہ بھی لگا کہ اُنکی شان کے موافق حالات نہین شائع کئے گئے جسپر حکیم برہم صاحب ایڈیٹر مشرق نے یہ بات بالکل حق بجانب لکھی کہ "جو کچھ حضرت ریاض کے حالات مین لکھا گیا ہے اُس سے زیادہ تو ادیب کے اکثر ناظرین بھی جانتے ہونگے" فی الحقیقت ریاض کو بہ حیثیت شاعر کے دکھایا ہی نہین گیا جس سے پتہ چلتا کہ متاخرین مین ریاض کا پایۂ شاعری کسقدر ارفع و اعلیٰ ہے؟

ہماری یاد مین اُنکی زندگی اور موت کا جو کچھ کلام محفوظ ہے اُسے دو دورون مین تقسیم کر کے ہدیۂ ناظرین کرتے ہین - پہلا دور زندگی کا ہے اور دوسرا موت کا - دونون کے بغور دیکھنے سے خیالات کی تدریجی رفتار اور طبیعت کے تغیر پذیر ہونے کا حال بخوبی معلوم ہو سکیگا - ؎

شکل ہستی و عدم آئینہ دکھاتا ہے　　کہ ادھر سب نظر آتا ہے اُدھر خاک نہین

پہلا دور

بیان خواب کی طرح جو کر رہا ہے
یہ قصہ ہے جب کا کہ آتش جوان تھا

اُن سے کچھ یہ شفقِ شام لگا بھی آئی　　کہ شبِ وعدہ جو آئے تو حیا بھی آئی

دردِ فرقت کی اذیت کا نہ پوچھو کچھ حال　　آج گھبرا کے کئی بار قضا بھی آئی

اتنے دن آئے ہوئے مجھکو قفس مین گذرے　　جھانکنے کو کبھی گلشن کی ہوا بھی آئی

* حضرت ریاض کے حالات کے لئے سب سے پہلے حکیم صاحب ہی کو تکلیف دی گئی تھی (ایڈیٹر)

بھولتا ہی نہیں کہنا یہ کسی کافر کا
تجھے بھولے سے کبھی یاد خدا بھی آئی

کیوں زمیں میں نگہ شرم گڑی جاتی ہے
چٹکیاں لینے کو تربت میں حیا بھی آئی

شمع تربت کے لئے جنبش دامن تھی بہت
اُنکے دامن سے لگی باد صبا بھی آئی

تو ہمیشہ رہی قاتل کی کمر میں اے تیغ
تیرے صدقے تجھے قاتل کی ادا بھی آئی

آئے میخانہ میں جب مسجد جامع سے ریاضؔ
ساتھ ہی آپ کے قبلے سے گھٹا بھی آئی

—۔۔—

جو اُٹھ رہی ہے روز قیامت کیواسطے
وہ صبح بھی نہیں شب فرقت کیواسطے

پہنچا ہے کوے یار میں تھی آرزو یہی
اک حشر اُٹھ گیا مری تربت کیواسطے

تم کہدو آسمان سے جھک کر جگہ بتائے
دو گز زمین چاہئے تربت کیواسطے

فتنے سے اُنکی چال کی کچھ بڑھ چلی تھی بحث
کیا اُٹھ رہا کچھ آج قیامت کیواسطے

ہر دم دعائیں دیتے ہیں سرکار کو ریاضؔ
اُٹھتے ہیں ہاتھ دامن دولت کیواسطے

—۔۔—

آنکھیں ہمیں قدموں سے وہ ملنے نہیں دیتے
ہم چٹکیوں سے دل کو مسلنے نہیں دیتے

وہ کیا لحد غیر کو پامال کرینگے
چلتے ہوئے فقرے بھی جو چلنے نہیں دیتے

.. ..

آئی ہے یہ کیتی ہوئی کسکی شب فرقت؟
ہم رنگ زمانہ کو بدلنے نہیں دیتے

.. ..

ہے جان مری کشمکش نزع میں دن رات
ارمان تو کیا دم بھی نکلنے نہیں دیتے

جاتا ہوں تو آتی ہے یہی طور سے آواز
ہم دیکھنے والوں کو سنبھلنے نہیں دیتے

کیا کام ریاضؔ اُس سے ہے سودا ہے بلا ہے
ہمکو یہ حسین پھولنے پھلنے نہیں دیتے

—۔۔—

کسکی نگاہ لڑ گئی اُنکی نگاہ سے؟
طوفان تجلیوں کا اُٹھا جلوہ گاہ سے

ساتھ اُنکے لاکھوں فتنۂ خوابیدہ ہو لئے
اک حشر اُٹھا جب اُٹھکے چلے خوابگاہ سے

یہ ایک لطف لاکھ ستم کا جواب ہے
محشر میں ہنس کے کہہ گئے کچھ دادخواہ سے

توبہ شکن یہ کون ہوا خم سے ہمکنار
کیا کیا ملی ہے ٹوٹ کے توبہ گناہ سے

سیری ہوئی نہ لذت عصیاں سے عمر بھر
کیا کچھ کیا مگر نہ بھرا جی گناہ سے

جاتے ہیں اب ریاضؔ کہاں سوے میکدہ؟
مسجد میں آ رہے جو اُٹھے خانقاہ سے

—۔۔—

بیٹھا ہے کوئی گیسوؤں کے بل نکال کے
عکس آئینے میں آئے ذرا دیکھ بھال کے

بالوں میں اپنے بیٹھ کے موتی پروئیے
آنسو نہ پونچھئے کسی آشفتہ حال کے

اُٹھواؤ بزم مے سے ساغر ریاضؔ جلد
آتے ہیں اک بزرگ پُرانے خیال کے

—۔۔—

خوشامد خوری مُنہ دیکھی بڑی ہے
تمہاری آرسی دیکھی پڑی ہے

قیامت کی خلش کیوں ہر گھڑی ہے
وہ تمسے قد میں کم سن میں بڑی ہے

تمنا کو تم اپنے منع کر دو
ہماری جان کے پیچھے پڑی ہے

—۔۔—

شب غم کی سحر نہیں ہوتی
ہو بھی تو میرے گھر نہیں ہوتی

دن چڑھے تک حسین سوتے ہیں
انکے گھر بھی سحر نہیں ہوتی

کہکشاں بنتی ہے یہ وقت خرام
رہگذر، رہگذر، نہیں ہوتی

—۔۔—

جان لو کچھ گذر گئی اُس پر
مُنہ چھپائے جو کوستا جائے

.. ..

ہے ریاضؔ اک جوان مست خرام
نہ پیئے اور جھومتا جائے!

—۔۔—

یہ کیا مذاق فرشتوں کو آج سوجھا ہے
ہجوم حشر میں سے آئے ہیں پلا کے مجھے

تمام عمر کے شکوے مٹائے جاتے ہیں
وہ دیکھتے ہیں دم نزع مسکرا کے مجھے

—۔۔—

صیاد کو جو مجھ پہ یارب ترس نہ آئے
باغوں میں موسم گل لاکھوں برس نہ آئے

—۔۔—

چین مر کر تہ زمیں بھی نہیں
اب ٹھکانا مرا کہیں بھی نہیں

—۔۔—

چھلکائیں لاؤ بھر کے گلابی شراب کی
تصویر کھینچیں آج تمہارے شباب کی

.. ..

جدھر ہم خشت خم رکھدیں بنائے کعبہ پڑتی ہے
جدھر ساغر لنڈھا دیں چشمۂ حیوان نکلتا ہے

—۔۔—

بیٹھا تھا اُس گلی میں کل اس وضع سے ریاضؔ
اک پشت خار ہاتھ میں اور سر منڈا ہوا

—۔۔—

حسینوں کی بھری محفل ہو ہم ہون   ریاض اک چلبلا سا دل ہو ہم ہون

قدر دان گو ہر سخن کے ریاض   مُنہ مرا موتیون سے بھرتے ہین

دوسرا دَور

اب عشق کا صحیفہ یون دل سے مٹ گیا ہے

جسطرح یاد کوئی قرآن کرکے بھولے   **داغ**

خیالِ شب غم سے گھبرا رہے ہین   ہمین دن کو تارے نظر آرہے ہین

دم وعظ کیسے مزے مین ہین واعظ   بھرے جام کوثر کے چھلکا رہے ہین

لگا دو ذرا ہاتھ اپنی گلی مین   جنازہ لئے دل کا ہم جا رہے ہین

یہ اُلجھے ہین رندون سے کیا شیخ صاحب   بُڑھاپے مین کیون ڈاڑھی رنگوا رہے ہین

قیامت بھی جاتی ہے ہر قدم پر   یہ کون آرہا ہے، وہی آرہے ہین؟

دعا دے رہا ہون یہ دیوانگی مین   چُنین پھول تنکے جو چُنوا رہے ہین

سیدھی کرتے ذرا میکدے مین

عصا ٹیکتے کیا ریاض آرہے ہین

ڈھل چکی ہے اب جوانی جائیگی   یہ شراب ارغوانی جائیگی

موت سے بدتر بُڑھاپا آئیگا   جان سے اچھی جوانی جائیگی

بوسۂ گیسو سے ہین چین بر جبین   رات بھر کیا سر گرانی جائیگی

جان سے بڑھکر اسے رکھتے عزیز   کیا سمجھتے تھے جوانی جائیگی

شیخ نے مانگی ہے اپنی عمر کی   میکدے سے اب پُرانی جائیگی

نالے کرنا سیکھتے ہین عندلیب   اب یہ طرز نغمہ خوانی جائیگی

ساتھ لائے ہین قفس سے ناتوان   جاتے جاتے ناتوانی جائیگی

پینے آتے ہین فرشتہ خُو ریاض

حور کے دامن مین چھانی جائیگی

کوئی جانے بہی ہین ایک جلوہ دیکھنے والے   بڑے وہ آئے موسیٰ جاکے تنہا دیکھنے والے

تری نازک سی سوزن کیا سمائے انکی آنکھون مین   ہمارے آبلے ہین خار صحرا دیکھنے والے

نئی ناقوس مین پھونکی ہے جسنے روح وہ مین ہون   ابھی موجود ہین اہل کلیسا دیکھنے والے

خدا جانے غش آیا جلوہ گاہ طور مین کسکو   وہ کس سے پوچھتے ہین مجھکو دیکھا دیکھنے والے

حنائی ہاتھ کا صدقہ بجھا دے اب لگی دل کی   لگا کر آگ اس گھر مین تماشا دیکھنے والے

نشیمن مین نہین مین تو شرار برق کیون جائین   یہ جاکر کون میرا آشیانا دیکھنے والے؟

یہ جتنے پینے والے ہین ریاض ان سب کے مرشد ہین

ہمیشہ جام مے مین نور حق کا دیکھنے والے

میرے گھر مثل تبرک کے یہ سامان نکلا   آستین قیس کی فرہاد کا دامان نکلا

وہ ادا تھی کہ قدا لاکھ حسینون کا بناؤ   خون مین ڈوب کے اس رنگ سے پیکان نکلا

شفق شام بنی لالہ رخون کا دامن   سر نو تبکے حسینون کا گریبان نکلا

یہ وہ پتھر ہے جگہہ سے جو کبھی ہٹ نہ سکا   سنگ در سے بھی سوا آپکا دربان نکلا

اک زمانہ جسے کہتا تھا کہ کافر ہے ریاض

وہی بدکیش بڑا مرد مسلمان نکلا

بہار نام کی ہے کام کی بہار نہین*   کہ دست شوق کیلئے گلے کا ہار نہین

سحر بھی ہوتی ہے چلتے ہین اے اجل ہم بھی*   اب اُنکے آنے کا ہمکو بھی انتظار نہین

مجھے یہ ڈر ہے ہنوا درطول محشر کو   مرے گناہون کا مالک مرے شمار نہین

جناب شیخ نے مے پی تو مُنہ بنا کے کہا   مزا بھی تلخ ہے کچھ بو بھی خوشگوار نہین

اذیت اس دل مردہ کو کیون ہے پہلو مین   عذاب گور نہین قبر کا فشار نہین

یہی چراغ لحد تھے یہی تھے قبر کے پھول*   اب اُنکے نقش قدم بھی سر مزار نہین

خضا لگا کے پہونچتے ہین گلرخون مین ریاض

کچھ انکی ریش مبارک کا اعتبار نہین

یاد پیری مین ادھر آئی اُدھر بھول گئے*   اے جوانی تری ہم شام و سحر بھول گئے

پاسے نازک کا یہ احسان بھی رہتا سر پر   ذبح کے بعد وہ ٹھکرانے کو سر بھول گئے

رہگئی یاد ہمین نیم نگاہی تیری   دل مین وہ پھانس چبھی درد جگر بھول گئے

کسکے مرقد سے یہ راقون کو صدا آتی ہے   سونیوالے مرے نالون کا اثر بھول گئے

---

* جو لوگ ریاض کے ناگوار مصائب سے واقف ہین اُنکے دل سے ان اشعار کی حسرت اور سوز و گداز پوچھئے۔ یہ مطلع و مقطع دونون ریاض کی موجودہ حالت و دلی کیفیت کا آئینہ سمجھئے۔ لامکان مین بھی تو کچھ جلوہ نظر آتا ہے + بیکسی مین تو اُدھر ہون کہ جدھر کچھ بھی نہین ۔ (دلگیر)

.. ..

ے چلے غیر کے گھر حاصلِ گلگشت چمن   پھینکنا میری لحد پر گل تر بھول گئے

رو دن کیا بیٹھ کے مین اپنے مصائب کو ریاض

اب تو رونا بھی میرے دیدۂ تر بھول گئے

جسوقت حضرت ریاض نے گورکھپور چھوڑا ہے اور لکھنؤ آئے ہین تو بڑی بڑی تمنائین ساتھ لیکر آئے تھے۔ خود ہی ایک مقطع مین اسکا یون اظہار کرتے ہین۔ ؎

ریاض تھی جو مقدر مین بازگشت شباب   جوان ہونے کو پیری مین لکھنؤ آئے

لیکن اُنھین کیا خبر تھی کہ تقدیر کسی اور گھات مین ہے؟ .. .. ۶- ہو چکی شہر شہر رسوائی سچ کہا ہے ؎

قسمت سے پیچ مٹ نہین سکتے کسی طرح

ریاض

یہ بل نکل کے آئے ہین زلف سیاہ سے

بہر تقدیر مرحوم ریاض (خدا اُنھین مدتون زندہ رکھے) آجکل "عبرت" کی مجسم تصویر بنے ہوئے ہین جیسا کہ خود بھی ایک جگہ ارشاد فرماتے ہین۔ ؎

اب مجرمانِ عشق سے باقی ہون ایک مین

اے موت رہنے دے مجھے عبرت کیواسطے

ادیب نے اگر جوان اور زندہ ریاض کو پبلک سے روشناس کرایا ہے تو اُسے مردہ دل ریاض کو بھی ایک نظر دکھا دینا چاہیے تاکہ دُنیا کی نگاہون کے سامنے عروج و زوال اور بے ثباتیٔ عالم کی صحیح و زندہ تصویر پھر جائے۔ ہائے! ؎

جھکے ہین بارِ الم سے تنے ہوئے کیسے

بگڑ گئے ہین ہزارون بنے ہوئے کیسے

شاہ دلگیر اکبرآبادی

قدیم ہندوستان کی تہذیب

(مترجمہ - اے - دی - احمد صاحب)

کسی قوم کے تمدن کی اشاعت اور اُسکی قومیت کے قیام کے لئے تاریخ کا مطالعہ جسقدر ضروری ہے وہ محتاج بیان نہین۔ کسی انگریزی مورخ کا قول ہے کہ جو قوم اپنے بزرگون کے کارنامے نہین یاد رکھتی وہ خود بھی کوئی ایسا کام نہین کریگی جو آیندہ یاد رکھے جانے کے قابل ہو لیکن محض قومیت کی عینک کو اُتار کر اگر آپ تاریخ کو فلسفی کی نگاہ سے دیکھین تب بھی آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ تمدن کا تسلسل قومی ترقی کے لئے اس اصول کو منضبط کرتا ہے کہ کسی قوم کی پچھلی تاریخ اُسکے عروج اور زوال کے اسباب اُسکی فطرتی قوتون اور اُسکے مرز بوم کے حالات - اُس قوم کی آئندہ روش پر روشنی ڈالتے ہین۔ اسی بنا پر ہم ہندوستان کی تاریخ کا مطالعہ آجکل کے نوجوانون کے لئے جنھین ہندوستانی قوم کو از سر نو خلق کرنا ہے نہایت ضروری خیال کرتے ہین۔

مسٹر دت کی تاریخ ہندوستان قدیم ہمارے ملک مین اُنیسوین صدی کی نامآور کتابون مین سے ہے۔ یہ ضرور ہے کہ جہان تک محض واقعات کی تحقیقات کا تعلق ہے۔ اس کتاب

مین بہت کچھ کمی ہے اگر یہی کتاب مسٹر دت آج لکھتے تو وہ موجودہ مستشرقین کی تحقیق اور تنقید سے ضرور فائدہ اُٹھاتے۔ اس خیال سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسٹر ونسنٹ اسمتھ (Vincent Smith) پروفیسر رائیس ڈیوس (Rhys davis) کی کتابین مسٹر دت کی تصنیف کے مقابلہ مین زیادہ معتبر ہین۔ لیکن ساتھ ہی اسکے ہمکو یہ خیال رکھنا پڑتا ہے کہ مسٹر دت نے مسٹر اسمتھ کی طرح واقعات بیان کر دینے پر اکتفا نہین کی ہے بلکہ اُنسے نتائج بھی اخذ کئے ہین اُنکی کتاب محض تاریخی روزنامچہ نہین ہے بلکہ ہندو تمدن کی داستان ہے اور چونکہ وہ خود ہندو تھے اور اس تمدن کی خوبیون اور کمزوریون سے بخوبی واقف تھے اسلئے باوجود تحقیقات کے نقائص کے جو کچھ اُنھون نے ہندو تمدن کے متعلق لکھا ہے وہ اس قابل ہے کہ توجہ سے پڑھا جاے اور غور و فکر کی کسوٹی پر کسا جاے۔

مسٹر اے۔ وی۔ احمد صاحب نے مسٹر دت کی کتاب کے پہلے دَور یعنی ویدک زمانہ کی تاریخ کا ترجمہ کیا ہے اور کتاب کے باقی حصص کا ترجمہ کرنے کا آخر مین وعدہ فرمایا ہے۔ علاوہ ترجمہ کے آپ نے کتاب کے شروع مین ایک طویل مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے جسمین قدیم داستانون کے فوائد۔ مذہب اور تمدن کے تعلق۔ تاریخی تنقید کے اصول اور اسی قسم کے دیگر مسائل پر بحث کیگئی ہے۔ زمانِ بعد وید۔ سنسکرت کا علم ادب اور فلسفہ۔ ویدانت۔ ہندوستان قدیم کے فنون نفیسہ وغیرہ کے کچھ حالات بیان کئے گئے ہین۔ اسکے بعد مسٹر دت کی سوانح عمری درج ہے۔

نئی روشنی کے دلدادہ غالباً یہ کہینگے کہ اتنا بڑا مقدمہ کسی تاریخی تصنیف کے لئے ناموزون ہے کیونکہ اسمین اکثر انھین باتون کو دُہرایا گیا ہے جنپر مسٹر دت نے اپنی کتاب مین بحث کی ہے اور جب ہمکو کتاب کا ترجمہ پڑھنا ہے تو ان باتون کے اعادہ کی مقدمہ کے شکل مین کیا حاجت تھی۔ ترجمہ مین زبان کی لطافت بہت کچھ موجود ہے لیکن کہین کہین پُرانی انشا پردازی کی جھلک بھی نظر آتی ہے۔ ذیل کے فقرے ملاحظہ ہون۔

"ابتدائی زمانے کی قدیمی روایتون اور قومی تذکرون سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمانہ بالکل اس زمانہ کی ضد واقع ہوا تھا اسمین نہ تہذیب تھی نہ شایستگی تھی نہ تمدن کی ترقی تھی نہ تعیش کا وفور تھا نہ ایسے اسباب راحت موجود تھے نہ ایسے سامان فرحت مہیا تھے نہ اسطرح کی معاشرت تھی نہ اس نہج کی منافرت تھی نہ یہ حرفت وصنعت کی گرم بازاری تھی نہ یہ زراعت وتجارت کی بھرمار تھی نہ کوئی نظام درست تھا نہ کوئی اسلوب صحیح تھا نہ کہین ایسی منتظم بادشاہت تھی نہ کہین ایسی باقاعدہ حکومت تھی نہ ایسے دستور رائج تھے نہ ایسے اصول قائم تھے نہ کسی قسم کا قانون نافذ تھا نہ کسی نوع کا آئین شائع تھا نہ یہ خلش تھی نہ یہ روش تھی نہ ایسا تکلف تھا نہ ایسا تصنع تھا نہ اسطرح کا علم ادب دیکھنے مین آتا تھا نہ اس قطع کا فلسفہ پایا جاتا تھا نہ کسی ذات کی قید تھی نہ کسی رسم کی پابندی تھی نہ اس حیثیت کی آرائش تھی نہ اس کیفیت کی نمائش تھی نہ یہ آفتاب آفتاب سمجھکر پوجا جاتا تھا نہ یہ ماہتاب ماہتاب جانکر مانا جاتا تھا غرضکہ نہ یہ زمین زمین تھی نہ یہ آسمان آسمان تھا" +++

"جب ہمارا تصور ہمکو ابتدائی دنیا کی سیر کراتا ہے تو ہم دیکھتے ہین کہ کہین کہین خدا کی سادگی پسند مخلوق آباد ہے جسمین نہ حد سے بڑھا ہوا تعصب ہے نہ مقدار سے زیادہ تشخص ہے نہ افراط ہے نہ تفریط ہے نہ تعمیم ہے نہ تخصیص ہے...... نہ بیکار غلو ہے نہ فضول علو ہے نہ تساہل ہے نہ تغافل ہے نہ اندوہ ہے نہ یاس ہے نہ جسارت ہے نہ ہراس نہ بیوجہ عداوت ہے نہ بےسبب نفرت ہے نہ حقارت ہے نہ شماتت ہے نہ کراہت ہے

نہ اہانت ہے نہ کہین بڑھی ہوئی حاجتمندی ہے نہ کہین گھٹی ہوئی حوصلہ مندی ہے ...."

اس کتاب کی ریویو مین ہم ایک امر کا ذکر کرنا نہایت ضروری سمجھتے ہین اور وہ یہ کہ ہندوؤن کی قدیم تمدن کا داستان کا ایک مسلمان مترجم کے ہاتھون اس زمانہ مین ترجمہ ہونا جبکہ ایک طرف مسلم لیگ کا دور دورہ ہے اور دوسری طرف ہندو کانفرنس کی اشاعت ہو رہی ہے - ایک مسرت انگیز اور تعجب خیز واقعہ ہے - ہم مترجم صاحب کو انکی علمی کوشش اور انکی بے تعصبی پر مبارکباد دیتے ہین اور جس عزت کے ساتھ اُنھون نے ہندو بزرگون کا نام لیا ہے اور جس طریق پر اُنھون نے ہندو مذہب اور ہندو فلسفہ کے خوبیون کی قدردانی کی ہے اُسکو ہر مذہب اور ملت کے لوگون کے لئے قابل تقلید سمجھتے ہین - یہ کتاب محمد فدا علیخان صاحب سکریٹری ٹرانسلیٹنگ کمیٹی گھاٹ دروازہ جےپور سے مل سکتی ہے -

منوہر لال زتشی

تاج سخن پر ایک نظر

زبان اُردو کو خدا نظر بد سے بچائے ایسے بابرکت زمانہ مین پیدا ہوئی اور ایسی متبرک گودون مین پلی کہ انقلاب السنہ کے ہر دور مین قدرتی طور پر کچھ ایسی صورتین پیدا ہوتی گئین کہ اسکا مٹنا تو درکنار کم و بیش فروغ ہی ہوتا گیا - زبان اُردو کے مربیون نے باوجود اس زبان کی بے بضاعتی و کم مایگی کے اس زبان مین ایسی ایسی جادو طرازیان و گلفشانیان کین کہ اسکی کم مایگی محسوس نہ ہونے پائی - یون تو اُردو نثر مین بھی غالب و آزاد جیسے باکمالون کی بدولت عروس نظر آتی ہے - مگر نظم مین اسپر کچھ ایسی سبیل اُتری کہ بڑے بڑے زبان آور اپنی لسانیان و معجز بیانیان نظم ہی مین نمایان کرتے رہے اور حق یہ ہے کہ اگر اُردو کے حصہ نظم سے قطع نظر کر لی جائے تو یہ طے کرنا مشکل ہوگا کہ اردو کو بھی "زبان" کہے جانیکا حق ہے - مسلمانون کی بدقسمتی جسطرح دیگر اصناف کمالات مین یہ رنگ دکھلا رہی ہے کہ ایک باکمال جب اُٹھ جاتا ہے تو اُسکا بدل نہین ملتا شاعری مین بھی کم و بیش حصہ لئے ہوئے ہے - بافیض و نیک نیت شعرا اگر بخل کمال پوشی کی رسم قدیم سے کام لیتے تو ایشیا مین اُردو شاعری کا مرثیہ پڑھے ہوئے مدت گذر چکی ہوتی مگر خدا جنت نصیب کرے اُن پاکیزہ و مقدس حضرات کو جنھون نے نہایت کشادہ دلی سے شاگردون کو سخنور بنانے مین اپنی ہمت صرف کی ورنہ قرون اولی سے قطع نظر کر کے اس آخری دور مین جناب امیر مینائی و مرزا داغ مرحوم کے بعد بھی شمع شاعری کے گل ہونے مین کوئی بات باقی نہین رہی تھی - مگر ان حضرات کے مقدس ارادے اُردو کو بقاء دوام کا خلعت پہنانے پر مائل تھے کہ جناب جلیل و ریاض وغیرہم جیسے باکمال نظر آتے ہین - انکے دم سے شاعری کو فروغ اور اُردو کی بہت سی امیدین وابستہ ہین شعراء ہندوستان مین جناب امیر مرحوم کا جو مرتبہ ہے اُسکا ذکر تحصیل حاصل ہے - اُنکے کلام کا جو دلنشین رنگ مقبول ہو چکا ہے اُسکا ذکر بھی بے سود ہے - مرحوم کے انتقال کے بعد لذت چشیدۂ کلام امیر اس رنگ

کے لطف مکرر کے لئے ترس رہے تھے طبیعتین بے چین تھین کہ پھر وہی جادو طرازیان انجمن آرا ہون - شکر ہے کہ اس عام تشنگی کو حضرت جلیل نے محسوس کیا اور اپنا کلام بصورت دیوان شائع کرا دیا - حق تو یہ ہے کہ اس دیوان کی اشاعت سے کلام امیر کے پیاسون کی بہت کچھ تشنگی کم ہو گئی - حضرت جلیل اُستاد کی ہمرنگی مین جس مرتبے پر پہونچے ہین اُسکی بدیہی دلیل یہ ہے کہ جانشین امیر تسلیم کئے جا چکے ہین - قطع نظر اسکے وقتاً فوقتاً جو اُنکا کلام اشاعت پا چکا ہے اُسکے دیکھنے سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہی شراب مینائی ہے جو نئے ساغرون مین بھری ہے -

اسوقت میرے سامنے تاج سخن دیوان نو مطبوع حضرت جلیل رکھا ہوا ہے - اسکا ہر شعر امیر مرحوم کو یاد دلاتا ہے - وہی زبان وہی متانت پختگی و شان کہنہ مشقی نے کلام مین عجب آن بان پیدا کر دی ہے - جو غزل جس رنگ مین ہے اُس رنگ کا حق ادا کر رہی ہے - آغاز دیوان مین شکریۂ سرفرازی کے عنوان سے قصیدہ کے موضوع مین ایک نظم ہے جسکے مخاطب حضور نظام ایداللہ منصرہٗ ہین - حضور پُر نور نے "جلیل القدر" کا خطاب بھی علاوہ خلعت اُستادی کے حضرت جلیل کو مرحمت فرمایا ہے - اسی کے شکریہ مین یہ نظم ہے - اسکا رنگ اسکا ہر ایک شعر تمہید حسن کلام ما لعد ہے - اب ہم چاہتے ہین کہ دیوان مین سے چند منتخب اشعار ہدیۂ ناظرین کرین جس سے حضرت جلیل کا خداداد زور سخن ظاہر ہو جائیگا -

نظم شکریۂ سرفرازی مین سے چند شعر

جو دن پھرتے ہین تو سامان پیدا ہو ہی جاتا ہے ۱ شب غم لاکھ طولانی ہو سحر کا ہو ہی جاتا ہے

کسی کا درد دل ہو بے اثر یہ غیر ممکن ہے ۱۰ مریضون پر کرم فرما مسیحا ہو ہی جاتا ہے

مسیحا جب کرم فرما ہوا پھر پوچھنا کیا ہے ۱۱ دوا ہو یا نہ ہو بیمار اچھا ہو ہی جاتا ہے

زمین اچھا نہ ہو سب شور جیسے بات آتی ہے ۱۲ جسے اچھا کہین سرکار اچھا ہو ہی جاتا ہے

عتاب شاہ بھی خالی نہین شان ترحم سے ہوا جو بر طرف اُسکا وظیفہ ہو ہی جاتا ہے

آخری شعر مین حضرت جلیل نے بندگان عالی کی طبیعت و رحیمانہ پالیسی کی سچی تصویر کھینچی ہے - اس مدحیہ نظم مین ایک عجب خوبی ہے جو کمتر مداح شعرا کے قصائد مین پائی جاتی ہے یعنے جسقدر تعریف اور جتنی تعریف ممدوح کی کی ہے وہ سچی اور مسلمہ واقعات پر مبنی ہے - یا یون کہئے کہ ممدوح ہی ایسا ہے جو اوصاف دوسرون کے بارہ مین مبالغہ سمجھے جا سکتے ہین وہ یہان عین واقعات و حالات ہین -

قیامت ہے اُنکا اُدھر دیکھ لینا کہ رنگیے یون ہی دل مین گھر دیکھ لینا

یہ رنگ گلاب کی کلی کا نقشہ ہے کسی کی کمسنی کا

بلبل کی بہار مین نہ پوچھو منہ چومتی ہے کلی کلی کا

چپ رہون مین تو سب کھٹکتے ہین بے زبانی زبان ہے گویا

...

کچھ تو ہے زاہد جو چرچا ہے بتون کے حسن کا ورنہ سودائی ہے کیا سارا جہان میری طرح

...

قتل کے بعد میرے چہرے پہ رنگت کیسی پھوٹ نکلی ہے وفا خون تمنا ہو کر

...

اور بگڑ بیگا اب آشفتہ مزاجون کا مزاج آج نکلا ہے مرا گیسوؤن والا بنکر

...

بڑھاپا چرخ کا تیری جوانی دونون قاتل ہین ستمگر تو بنا ہے تیر ہو کر وہ کمان ہو کر

...

اُچھالا گیسوؤن نے نام کیا پاکے عارض کو زمین حسن پر چھائے ہوئے ہین آسمان ہو کر

...

آخر کف مجنون نے لیا دامن لیلا در بار جنون مین ادب آداب کہان تک

...

چھپا کے منہ کو وہ خوش ہین خبر نہین اُنکی نقاب پر بھی ہے جوبن نقاب کے قابل

...

دعا یہ ہے کہ تو دن دن بڑھے اے کاکل مشکین غریبون کے ہزارون دل ترے سایہ مین پلتے ہین

...

مین اپنے آپ کو بے اختیار ہی کردون خدا گواہ ہے اتنا بھی اختیار نہین

...

سمان وہ میکدہ کا آج تک آنکھون مین پھرتا ہے کہ ساقی بیچ مین چارون طرف میخوار بیٹھے ہین

...

یون ہی تھے شوخ اور بھی بے چین ہو گئے رہ رہ کے آپ میرے دل بیقرار مین

...

وہ تیر اُنکا لگاتا جانکر بیچا نکر مجھکو کٹا تا ہاے پھر کہکر بڑا دھوکا ہوا تم ہو

...

کوئی ایسی بھی ہے صورت ترے صدقے ساقی ... رکھ لون مین دل مین اُٹھا کر ترے میخانے کو

بات ساقی کی نہ ٹالی جائے گی ... کرکے توبہ توڑ ڈالی جائے گی

دیکھتے ہین غور سے میری شبیہ ... شاید اُسمین جان ڈالی جائے گی

کئی مہینے ہوئے کہ کسی ماہوار پرچہ مین غالباً غنچۂ جاوید تھا اسیطرح ردیف وقافیہ مین مین نے کسی کی غزل دیکھی تھی مطلع اور ایک شعر یاد ہے ارباب ذوق طرب اندوز ہون۔

فصل گل اب کے نہ خالی جائیگی ... پاؤن مین زنجیر ڈالی جائیگی

اُنکے آنکھون سے اگر نیند اُڑ گئی ... تجھسے اے آہ رسا لیجائیگی

اُڑا نہوگا میرا دل بغیر سازش کے ... ضرور تیری نظر سے نظر ملی ہوگی

نقاب کہتی ہے مین پردۂ قیامت ہون ... اگر یقین نہ ہو دیکھ لو اُٹھا کے مجھے

بلند نام نہوگا ستم شعاری سے ... تم آسمان نہو جاؤگے ستا کے مجھے

سُنا کرتے ہین دل سے شکوۂ جانان کے افسانے ... کیا کرتا ہے باتین رات بھر اک بے زبان ہمسے

لُطف صحبت ہے معشوق سے دن رات رہے ... سالہا سال الٰہی یون ہی برسات رہے

حاصل عمر ہے دم بھر ہوا اگر دل یکسو ... ہائے وہ دل جو تری یاد مین دن رات رہے

کہون کیا اضطراب دل زبان سے ... رہے جاتے ہین سب پہلو بیان سے

اُنھین جھمکا رہا ہون چاند کہکر ... عوض لینا ہے مجھکو آسمان سے

ادا اک یہ بھی ہے دل مانگنے کی ... وہ کچھ کہتے نہین اپنی زبان سے

دل وجگر کے دھڑکنے مین نہ تسکین ہو ... لگے ہین سینے مین پنکھے ہوا نہین آتی

آنکھین ساقی کی جب سے دیکھی ہین ... ہم سے دو گھونٹ پی نہین جاتی

سُن لیا جان نے یہ کیا دمِ نزع ... کہتی ہے مین ابھی نہین جاتی

لیکے دل کر گئے اک داغ حوالے میرے ... یارب آباد رہین لوٹنے والے میرے

اس انتخاب سے یہ نہ خیال کرنا چاہئے کہ یہ دیوان کا لب لباب ہے۔ بلکہ بلا مبالغہ سارا دیوان انتخاب ہے۔ مجھے فرصت نے جتنا موقع دیا اُتنا انتخاب کرسکا اشعار مرقوم الفوق کیا بلحاظ خوبی زبان ومعنی آفرینی اور کیا بلحاظ سلاست بیان وفصاحت لسانی قابل داد ہین جاننے والے پہچان جائینگے کہ کہنہ شراب مینائی ان ساغرون مین اپنی اصلی وقدیم رنگت جیسی دکھلا رہی ہے ویسی دوسرے شیشون مین نکھری ہوئی نظر آئیگی۔

سید امین احسن رضوی

مختار اشعار- خدائے سخن میر تقی میر کے کلام کے اکثر منتخبات شائع ہو چکے ہین جنمین اُنکے "بہتر نشتر" جو کسی پُرانے تذکرہ نویس نے منتخب کئے تھے اب تک مشہور ہین۔ لیکن جس خوبی کے ساتھ میر کے کلام کا انتخاب نواب عماد الملک بہادر بلگرامی نے فرمایا ہے اور "مختار اشعار" کے نام سے موسوم کرکے حال ہی مین شائع کرایا ہے اُسکی داد دینا آسان کام نہین ہے۔ خوش قسمتی سے ہمارے ہموطن بزرگ اور ادیب کے مایۂ ناز قلمی معاون مولانا سید علی حیدر صاحب طبا طبائی پروفیسر عربی نظام کالج حیدر آباد دکن نے بھی اس علمی کام مین حصہ لیا ہے اور اس انتخاب کو اپنی خاص نگرانی اور اہتمام سے شائع کیا ہے۔ جب ملک کے دو ایسے کامل الفن حضرات اور مایۂ ناز علما کسی علمی کام مین دلچسپی لین تو اُسکی خوبیون کا کیا پوچھنا۔ سارا انتخاب قابل داد ہے جسمین بھرتی کا ایک شعر بھی نہین ملتا لطف یہ کہ اسکی ضخامت بھی کافی ہے جسکو دیکھکر بیساختہ خیال ہوتا ہے کہ میر کے "بہتر نشتر" انتخاب کرنے والے نے میر پر سخت ظلم کیا تھا۔ ہم اُمید کرتے ہین کہ اُردو کے قدردان اس کتاب کو اپنے مذاق کے مطابق پائینگے اور اسکی خریداری مین توقف نہ کرینگے۔ خریداری کے لئے مولانا طبا طبائی موصوف الصدر سے خط وکتابت کرنا چاہئے۔

ستی

اے ستی! اے جلوہ گاہِ شعلۂ تنویرِ حسن
پاک دامانی کا نقشہ ہے تری تصویرِ حسن

یہ تنِ نازک ترا، یہ شعلہ ہائے آتشین
یہ چتا کی آتشِ سوزان، یہ جسمِ نازنین

صاعقہ ہے برق کا تیرے دلِ مضطر کی آگ
پھونکدیتی ہے تجھے سوزِ غمِ شوہر کی آگ

خاک ہو کر بھی ترے داغِ جگر بجھتے نہین
آہ! تیری راکھ کے برسون شرر بجھتے نہین

ہند کو ہے ناز تیری ہمتِ مردانہ پر
تو چراغِ کشتہ ہے خاکسترِ پروانہ پر

آگ مین ہے تو سپندِ شوق جلنے کے لئے
شمعِ ماتم ہے شبِ غم مین پگھلنے کے لئے

گرمیِ ہنگامۂ محشر تری محفل مین ہے
سرد جو ہوتی نہین، وہ آگ تیرے دل مین ہے

کب گوارا آہ! ہے سوزِ غمِ شوہر تجھے
ہے ہر اک تارِ نفس اک شعلۂ مضطر تجھے

اُف رے! شوہر کی چتا پر شعلہ افروزی تری
جیتے جی سوزِ محبت مین جگر سوزی تری

جان گدازی کی ادا یہ شمعِ محفل مین کہان
گرمیِ سوزِ وفا یہ شمعِ محفل مین کہان

وہ چتا کی آتشِ جان سوز، وہ دودِ سیاہ
شوہرِ مردہ کا سر، وہ زانوئے نازک پہ آہ

آگ کے وہ ہائے شعلے، اور وہ مکھڑا جلا
لب پہ کم کم شوخیِ برقِ تبسم کی ادا

ہلکا پھلکا جسمِ نازک پر دوپٹہ سرخ سرخ
وصلِ روحانی کی شادی سے وہ چہرہ سرخ سرخ

عالمِ دودِ سیہ وہ زلفِ عنبر فام مین
دوڑنے والے وہ شعلے حلقہ ہائے دام مین

آتشِ سوزان مین بھی وہ آہ! شوہر کا خیال
اور وہ دل مین گرمیِ ہنگامۂ شوقِ وصال

جل کے سوزِ اضطرابِ شوق مین پروانہ وار
خُلد مین شوہر سے ہونا اُف! وہ خوش خوش ہمکنار

ڈال دینا وہ گلے مین ہنس کے باہین پیار سے
دل لُبھا لینا ادا سے شیوۂ گفتار سے

ہلکی ہلکی چاندنی، کیفیتِ گلگشتِ باغ
وہ لبِ جُو آہ! حسن و عشق کے دو شب چراغ

تجھ پہ اے ناز آفرین! شوہر پرستی ختم ہے
اک شرارِ آرزو مین تیری ہستی ختم ہے

* * *

آہ! اے شمعِ محبت! مکتب آموزِ وفا
ہے جگر سوزی تری کاشانہ افروزِ وفا

آہ! اے عفت کی دیوی! اے زیارت گاہِ خلق
آہ! اے جانبازِ شوہر! اے عقیدت گاہِ خلق

دیوتا کھاتے ہین تیری پاکبازی کی قسم
پاکدامانی کی، شانِ بے نیازی کی قسم

ایک میلہ سا لگا رہتا ترے مندر مین ہے
محوِ خوابِ جان فزا تو پہلوئے شوہر مین ہے

یادگارِ سوزِ الفت ہین غمِ شوہر کے داغ
جل رہے تیرے شوالے مین ہین یاگھی کے چراغ

تیرے گنبد پر برستے آسمان سے پھول ہین
اے ستی مصئون ترے جورِ خزان سے پھول ہین

سُرور جہان آبادی

پان

شاہ اکبر ہند کا سب سے بڑا تھا تاجدار
نورتن دربار مین جسکے تھے فخرِ روزگار

اپنے اپنے علم و فن مین تھا ہر اک اہلِ خطاب
بیربر اُن سب مین تھا لیکن عجب حاضر جواب

شاہ کیوان جاہ جب کچھ اُس سے کرتے تھے سوال
بے تکلف عرض کرتا تھا جواب حسبِ حال

بذلہ سنج و نکتہ دان و خوش بیان ایسے کہان
باکمال ایسے کہان اب قدردان ایسے کہان

حسبِ دستور ایک دن دربار مین شہ نے کہا
کونسا پتا ہے جہان مین سارے پتون سے بڑا

مسکرا کر رہ گئے خاموش اہلِ انجمن
بیربر سمجھا کہ ہے میری طرف روئے سخن

بول اُٹھا برجستہ اُس پتے کا مین دیدون پتا
شاہ کے مُنہ تک جو پہونچے ہے وہی پتا بڑا

* * *

اس لطیفے مین تھا اک پُر لطف اشارہ پان کا
واقعی پتا یہی ہے اک انوکھی شان کا

یہ دسے ہین سو سو طرح کے اور ملکون مین مگر
بیل اسکی تو کہین چڑھتی نہین آتی نظر

بخت ہے سر سبز کیا کشت زارِ ہند کا
ہے یہ برگِ سبز بھی تحفہ دیارِ ہند کا

ہدیۂ منعم بھی ہے یہ تحفۂ درویش بھی
قدردان ہر بزم مین ہین خاص و عام اسکے بھی

میزبان کا بے تکلف خوانِ نعمت ہے یہی
ہند مین مہمان کی پہلی رسمِ دعوت ہے یہی

ہون گلاب و عطر آکر پیشکش یا ہار پھول
پا ہی جاتا ہے یہ برگِ سبز بھی رنگِ قبول

* * *

(۸) ستی کا نظارہ

پھول سے ہونٹوں پہ یہ پتّا نہین ہوتا ہے بار — اسکے دم سے ہے مسی مالیدہ لب کی بھی بہار
شوخ لاکھا جسکے رنگ اپنا جماتا ہے یہی — عاشقون کے قتل کا بیڑا اُٹھاتا ہے یہی
شوخیِ مضمون غضب ہے شاعرانِ ہند کی — رنگ مین ڈوبی ہوئی ہے ایشیائی شاعری
کھائے اک بیڑا اسی ملکر اگر کوئی حسین — رنگ لائے شاعرون کی طبعِ مضمون آفرین
کوئی بول اُٹھے شفق کالی گھٹا مین ہے عیان — کوئی بول اُٹھے کہ پیدا ہے تہِ آتش دھوان

——— ✲ ———

ہے یہ برگِ سبز خاصیت مین بھی اپنی عجیب — کہتے ہین اسکو مفرح بھی مُسکّن بھی طبیب
ہے یہ فرحت بخش قلبِ ناتوان کے واسطے — بخشتا ہے بوسے خوش کامِ دہان کے واسطے

——— ✲ ———

واقعی ہے اک غنیمت شہر اب تک لکھنؤ — وضع داری کی جہان اسوقت تک باقی ہے بو
اور شہرون مین نظر آئینگے کم اُس شان کے — جس تکلّف سے وہان بنتے ہین بیڑے پان کے
اک گلوری کھاکے اس پتّے کی لذّت دیکھیے — قلب مین ہوتی ہے پیدا کیا بشاشت دیکھیے

پان کے مضمون مین یہ رنگین بیانی واہ واہ!
رنگ لائی ہے شفق کی گلفشانی واہ واہ!

شفق عمادپوری

سنکیسر

نظر فریب ہے تیری بہار سنکیسر — کہ تو ہے رشکِ وہ لالہ زار سنکیسر
گلِ انار ہین تجھ پر نثار سنکیسر — جوابِ سرخیِ رخسارِ یار سنکیسر

تری بہار سے پھولون کے تن مین آگ لگی
پکارتی ہے یہ بلبل چمن مین آگ لگی

بتا بتا ہمہ تن داغدار کیون تو ہے — طپان مدام برنگِ شرار کیون تو ہے
ہمیشہ سوز مین مثلِ چنار کیون تو ہے — ہمارے دل کیطرح شعلہ بار کیون تو ہے

نہان ہے خاکِ شہیدون کی کشت مین تیری؟
ملا ہے خونِ جگر یا سرشت مین تیری؟

تجھی سے ملتا ہے خونِ گشتہ حسرتون کا پتا — نمودِ گنجِ شہیدان ہے تیری نشو و نما
ہوئی ہے آج مری چشمِ عاقبت بین وا — رُلا رہا ہے مجھے خون رنگ پھولون کا

زبانِ عاشقِ محزون پہ شور برپا ہے
کہ پتی پتی سے خونِ جگر ٹپکتا ہے

تری نمود ہے گویا نہالِ شعلہ گر — بھرے ہین خونِ تمنا مین سب گلِ احمر
پکارتے ہین تجھے دیکھکر یہ اہلِ نظر — "چڑھا ہے خون یہ سبز رنگ کے سر پر"

غضب کی شوخیان ہین ان گلونکی لالی مین!
ہمارے دل کے ہین ٹکڑے کہ پھول ڈالی مین!

مبالغہ ہو گر یہ تو رشکِ حور کہون — جو بات بھائے مرے دل کو وہ ضرور کہون
ہے تیرے پھول کو زیبا جو برقِ نور کہون — بجا ہے تجھکو اگر مین نہالِ طور کہون

ہوا سے ٹہنیان گلشن مین جب لچکتی ہین
نگاہِ شوق مین سو بجلیان چمکتی ہین

ریاضِ صنعتِ صانع کا تو بھی ہے اک گل — ہر ایک پتّی سے ہے راز منکشف بالکل
گلِ حدیقۂ قدرت کا مین بھی ہون بلبل — ہوا سے تیری نہ کیون ہو سرور بادۂ مُل

دل و جگر کو نہ کیون وقفِ مدعا دیکھون
بہارِ حُسنِ ازل کا جو تماشا دیکھون

محمد سیف الدین شباب

دارِ فانی

جن و انس و ملائک و دنیا — سب ہین فانی سوائے ذاتِ خدا
انّا للہ کا سبق یارو — ہر گھڑی اپنے دل مین یاد کرو

کچھ تو بتلا دل میں لاؤ دھیان ہے بجا کل من علیہا فان
کیسے کیسے جوان حسین نہ رہے نازک اندام و نازنین نہ رہے
کل جہاں قمریوں کا مجمع تھا آشیان آج جغد کا دیکھا
کل جہاں یاسمین کے تختے تھے آج کانٹے وہاں اُگے دیکھے
بجتے تھے کل جہاں پہ نقارے ماتمی باجے بجتے واں دیکھے
کل تھی شادی کی دھوم دھام جہاں صف ماتم بچھی ہے آج وہاں
کیسے کیسے جوان وجیہ و حسین کھا گئے اُنکو آسمان و زمین
کیسے رستم صفت جوان دلیر رعب سے جنکی کانپتے تھے شیر
بس نہ اُنکا چلا مقدر سے پنجۂ موت میں وہ جاکے پھنسے
کیسے کیسے جوان قمر طلعت دھوپ سے جنکو سخت تھی نفرت
آج میدان میں قبر اُنکی ہے دھوپ اور اوس اوسپہ پڑتی ہے
مُنہ جو ڈھک کر کبھی نہ سوتے تھے تنگ گوشے میں گور کے ہیں پڑے
کیسے نازک بدن حسین بشر رنگ مہندی کا جنکو تھا دوبھر
آج وہ گردش زمانہ سے لاکھوں من مٹی کے تلے ہیں دبے
جنکو نفرت تھی کل اندھیرے سے قبر تاریک میں ہیں آج پڑے
انبیا اوصیا ولی اللہ کھا گیا سب کو یہ فلک واللہ
جو کہ نازک مزاج ایسے تھے بات اُٹھتی نہ تھی کبھی جنسے
کیا اس آسمان نے ایسا زیر شربت مرگ سے کیا اُنھیں سیر
گالیاں بھی جو لوگ اب اُنکو دیں چُپ رہیں وہ پلٹ کے کچھ نہ کہیں
کیسے کیسے بتانِ حور لقا حسن کا جنکے دور تھا شہرا
جنکو صورت پہ اپنی غرا تھا جن پہ سارا جہان شیدا تھا
رحم کا نام جو نہ لیتے تھے جن پہ لاکھوں ہی جان دیتے تھے

. . . .

آج زیر زمین وہ سوتے ہیں قبر پر اُنکی لوگ روتے ہیں
کیسے عاشق مزاج پُر ارمان ہوئے جاجا کے زیر خاک نہان

کف افسوس اپنے ملتے ہیں قبر سے بھی دھوئیں نکلتے ہیں
کل جہاں چہچہے تھے بلبل کے آج واں بوم شور ہیں کرتے
کل جہاں تھا بہار کا جوبن آج باد خزاں کا ہے مسکن
کل جو غنچے چٹکتے کھلتے تھے آج مرجھاکے سب وہ سوکھ گئے
کل کھڑے تھے جو قصر عالیشان آج ملتا نہیں ہے اُنکا نشان
بادشہ کیسے کیسے نیک و رحیم جنکے زیر نگین تھے ہفت اقلیم
سب کو اس چرخ نے ہلاک کیا ہڈیوں تک کو اُنکی خاک کیا
ہیں سلیمان کہاں کہاں وہ حشم گئیں بلقیس بھی تو سوئے عدم
اب نہ شیریں ہے اور نہ ہے فرہاد اب نہ وہ باغ ہے نہ ہے شداد
ہے کہاں قیس اور کہاں لیلی قبر تک کا پتہ نہیں لگتا
اب ہنیبال اور نہ ہے سیپیو نام تاریخ میں فقط پڑھ لو
دن میں دو بار جو نہاتے تھے تول کے جو غذا کو کھاتے تھے
جنکو صحت کا اسقدر تھا خیال کچا پانی پئیں یہ کیا تھی مجال
ثقل سے جو غذا کی ڈرتے تھے قلیہ کھاکر بسر جو کرتے تھے
کبھی کھاتے نہ تھے جو پورا پیٹ بے دعا جو پڑھے نہ چھوتے پلیٹ
خاک میں آج مل گئے وہ بھی لاکھ تدبیر کی نہ جان بچی
اُلٹی تدبیریں ہوگئیں ساری موت جب آئی کچھ دوا نہ چلی
ایسے سوئے یہ جاکے زیر زمین اہل دُنیا کی کچھ خبر ہی نہیں
لاکھ روئیں عزیز بیگانے انکو مطلق غرض نہیں اُنسے
جان رو رو کے دے بھی دے جو کوئی انکو کچھ بھی خبر نہیں اُسکی
چین سے قبر میں وہ سوتے ہیں لوگ بیکار جان کھوتے ہیں
ڈاکٹر کیسے کیسے طبیب ہوئی آخر کو موت سب کو نصیب
کرتے تھے جو دوائیاں ایجاد جو طبابت کے فن میں تھے اُستاد
کیسا نمرود اور کہاں ہے نقا کرتے دعوی جو تھے خدائی کا
ہے فلاطون کہاں کہاں بقراط ہے ارسطو کہاں کہاں سقراط

اب وہ سائنس کے کہاں اُستاد ٭ ہکسلے ڈارون ہوئے برباد
کیسے کیسے فلاسفر عاقل ٭ سب کے دعوے بیان ہوئے باطل
گتھی سلجھی نہ یہ کسی سے بھی ٭ آگئی موت جب تو ٹل نہ سکی
موت کے آگے کیا بشر کی چلے ٭ پیرو پیغمبر اس سے جب نہ بچے

ک ع خ از لکھنؤ

عید کا دن

اے دورِ فلک گردشِ پیمانہ دکھا دے ٭ ہو جس میں نئے عیش وہ میخانہ دکھا دے
مشتاق ہیں آنکھیں رُخِ جانانہ دکھا دے ٭ ہے عید کا دن شوکتِ شاہانہ دکھا دے
ہاں آج تو انداز زمانہ کے بدل جائیں
جو پیچ مقدر میں پڑے ہیں وہ نکل جائیں

ہو عید مبارک جو نظر آئے وہ صورت ٭ ہو جائے ہلال ابروے خمدار کی رویت
نظارۂ رخسار ہو مصحف کی تلاوت ٭ ہو رُخ کی ضیا برقِ تجلّی کی زیارت
ملجائے کوئی آج یہ ضد آکے پڑی ہے
فردائے قیامت تو ابھی دور پڑی ہے

وہ مستِ شباب آج ہی ملجائے تو اچھا ٭ روزوں کا ثواب آج ہی ملجائے تو اچھا
جنّت کی شراب آج ہی ملجائے تو اچھا ٭ کچھ مجھکو جواب آج ہی ملجائے تو اچھا
خرسند زیارت سے کسیکی ہوں کہیں میں
حوروں کی جو خواہش ہو وہ زاہد تو نہیں میں

آجائے نظر آج تو وہ حُسنِ دل آرا ٭ اُس صورتِ زیبا کا میسر ہو نظارا
ہو ماہ چمک کر مری قسمت کا ستارا ٭ ہوجائے نظر مہر کی مجھپر بھی خدارا
دیکھوں جو اُسے دوڑکے سینہ سے لگاؤں
مل ملکے گلے دل کے سب ارمان نکالوں

صد شکر ملا رنگِ قبول آج دعا کو ٭ رحم آ ہی گیا بیکس و مضطر پہ خدا کو
سر سے مرے ٹالا شبِ فرقت کی بلا کو ٭ قسمت پہ مری ناز ہے اب بختِ رسا کو
آئینہ دل میں نظر آتی ہے وہ صورت
ہے صاف نہیں نام کو کچھ اسمیں کدورت

آتی تھیں نمازوں میں بھی یاد اُسکی ادائیں ٭ رنج اور بڑھاتی تھیں یہ ساون کی گھٹائیں
جل جاتی تھیں سوزِ تپِ فرقت سے دوائیں ٭ تاثیر سے رہتی تھیں بہت دور دعائیں
رشتہ نہیں کچھ آہ کو اب میرے جگر سے
سب داغ مٹے ملتے ہی اُس رشکِ قمر سے

سر سبزی رُخِ امید پر اب آئی ہوئی ہے ٭ رحمت کی گھٹا سر پہ مرے چھائی ہوئی ہے
کھلتی ہے کلی دل کی جو مرجھائی ہوئی ہے ٭ وہ خاکِ قدم سرمۂ بینائی ہوئی ہے
لو کھل گئیں آنکھیں وہ تماشا نظر آیا
بالاے زمین عرش کا جلوہ نظر آیا

ہے شان نئی آج قبائے گُلِ تر میں ٭ آیا ہے نیا رنگ دعاؤں کے اثر میں
ہے اک ورقِ مہر جو پتا ہے شجر میں ٭ اک چاند ہے جو داغ ہے لالہ کے جگر میں
سبزے سے زمیں گنبدِ مینائی ہوئی ہے
یہ عید کا دن ہے کہ بہار آئی ہوئی ہے

مسجد میں وہ ہنستے ہوئے جاتے ہیں نمازی ٭ سر شکر کے سجدے میں جھکاتے ہیں نمازی
آپس میں گلے ملتے ملاتے ہیں نمازی ٭ ہے عید کا دن کھاتے کھلاتے ہیں نمازی
کیوں خوش نہوں روزوں کا کھلا قفل دہن سے
یہ سر نہیں آج ہے تو یہ شکن سے

ظاہر سحرِ عید کے جس دم ہوئے آثار ٭ توبہ کیطرح سے یہ گرے ٹوٹ کے میخوار
دیتے ہیں دعا ساقیِ گلفام کو ہر بار ٭ ہیں الفتِ چشمانِ سیہ مست میں سرشار
کہتے ہیں کہ اک جام ہمیں اور پلادے
دیوانوں کو ہاں اور بھی دیوانہ بنادے

یہ دن تو گیا خیر سے اگلا برس آئے ٭ ہر سال اسیطرح سے اچھا برس آئے

عہ یعنی مر گئے

کیا کیا نہ برس آئینگے کیا کیا برس آئے ۔ ہون شیر و شکر ل کے سیا ایسا برس آئے

واصف یہ دعا ہے کہ سدا چین ہو گھر گھر

تا حشر شہنشاہ کا سایہ رہے سر پر

واصف اکبرآبادی

کلام ابر

برقِ جمال یار ہے مدنظر مجھے ۔ دکھلا دے اپنا عشق حقیقی اثر مجھے

پھولے پھلے بہار دکھلائے شجر مجھے ۔ ہر شاخ مین ملین گل و برگ و ثمر مجھے

پیری مین سمجھو صورتِ شمع سحر مجھے ۔ ہستی سے اب عدم کا ہے کرنا سفر مجھے

صیاد ذبح بھی تو کر اپنے اسیر کو ۔ جاتا کہان ہے چھوڑ کے بے بال و پر مجھے

جلتا ہون دل ہی دل مین جو اک بُت کے عشق مین ۔ ہر سنگ نذر دیتا ہے اپنے شرر مجھے

انجام مین ہے چشم مری باغ دہر مین ۔ آتے نظر ہین تخم مین نخل و ثمر مجھے

سیرِ چمن کا آتا ہے رہ رہ کے ولولہ ۔ کیا کیا اُبھارتی ہے نسیم سحر مجھے

راہ عدم مین کون ہے میرا رفیق حال ۔ ساتھ اپنا سایہ بھی نہین آتا نظر مجھے

دیکھا نہین ہے تجھکو پہ کرتی ہے تیری مدح ۔ آنکھون سے ہے عزیز زبانِ بشر مجھے

دوزخ وہ کون سا ہے جو دنیا سے ہے سوا ۔ کیا جانے کیون جزا و سزا کا ہے ڈر مجھے

کوچہ مین تیرے شوق شہادت جو لے چلا ۔ آیا نظر ہے دُور سے جنت کا در مجھے

بہرِ شفا خدا سے دعا مانگ اے طبیب ۔ کرتی نہین ہے کوئی دوا اب اثر مجھے

مین زار کوے زلف سے جب شام کو چلا ۔ پہونچا ہون رُخ تلک تو ہوئی ہے سحر مجھے

اُس شمع رو کو لے کے مین اُڑ جاتا بزم سے

پروانون ہی کے ملتے اگر ابر پر مجھے

رباعیات

دیکھین جو نہ اونچ نیچ اندھے وہ ہین ۔ سُنتے جو نہین کسی کی بہرے وہ ہین

جو کہتے نہین زبان سے کلمۂ خیر ۔ آیر انجمنِ دہر مین گونگے وہ ہین

ہے نفس پرستی جنکے مشرب مین مباح ۔ دی کسنے اُنھین ریفارم کرنے کی صلاح

باتون کے سوا گرہ سے کچھ خرچ نہو ۔ کیا بچون کا کھیل ہے یہ قومی اصلاح

کون آپ سے کہتا ہے ہماری سُنئے ۔ دُنیا کی زبان سے اپنی خواری سُنئے

عیسائی ہوئے قحط مین بچے جنکے ۔ اُن ماؤن کی جل کے آہ و زاری سُنئے

کیا عالم بے عمل کی عزت کیجئے ۔ خائن کے سپرد کیا امانت کیجئے

جسمین نہ ہو نام کو بھی انصاف و کرم ۔ ایسے حاکم کی کیا اطاعت کیجئے

لاکھ ابناے زمانہ کے ستم کا غم ہو ۔ طبع آزاد کی آزادی نہ ہرگز کم ہو

سیکھ لین اہل زبان شمع کی ثابت قدمی ۔ سر بھی کٹ جاے پہ گردن نہ کسی سے خم ہو

بشن نراین در

غزل

(از افکار تازہ شیخ محمد عالیجاہ صاحب فضا)

تیر کھینچا خار حسرت کا چُبھا رہنے دیا ۔ کیا نکالا دل سے تمنے اور کیا رہنے دیا

مال و زر ہوتا تو یہ راحت کہان ہوتی نصیب ۔ سو رہے اور گھر کا دروازہ کُھلا رہنے دیا

ایک بھی کانٹا نہ تلوون سے نکالا ے جنون ۔ کچھ کے تلوون مین جہان جو رہ گیا رہنے دیا

میکشی کی زاہدون نے بند کر کے خانقاہ ۔ کیون نہ در قُلِ درِ توبہ کُھلا رہنے دیا

لاغری نے میری کیا دھوکا دیا صیاد کو ۔ جا نگر تنکا نشیمن مین پڑا رہنے دیا

پارۂ دل چُنکے کیا کرتے کسی کو چین ہم ۔ جو جہان ٹکڑا پڑا دیکھا پڑا رہنے دیا

محتسب میخانہ مین آیا تو یون تعظیم کی ۔ میکشون نے شیشۂ مے کو جُھکا رہنے دیا

زاہد بدمست شب کو قابلِ صحبت نہ تھا ۔ رحم کھایا بادہ خوارون نے پڑا رہنے دیا

دیکھنا شوخی کہا اُٹھکر الگ بیٹھو فضا ۔ اور دامن بھی تہ زانو دبا رہنے دیا

کلام اکبر

دل مین قوت نہ کچھ نہ جان مین ہے — زندگی اب فقط زبان مین ہے

ساتھ یارون کے ہماری راحتِ دل اُٹھ گئی — ایک دو کا ذکر کیا محفل کی محفل اُٹھ گئی

ظلم کھلنے ہین ہمین پر وہ کئے جاتے ہین — ہم بھی ایسے ہین کہ اسیر بھی جھپکاتے ہین

شیخ کے حق مین اظہار کھا ہے کیا رندون نے — ظرف انھین کا ہے کہ سب کچھ یہ پئے جاتے ہین

پیارا ہے فقط اللہ کا نام، آرام اسی سے روح کو ہے

اور یون تو حوادث بیحد ہین، دُنیا مین بہت افسانہ ہین

شمع زندگانی

اے شمع زندگانی کیون جھلملا رہی ہے — شاید کہ یاد مرمر تجھکو بُجھا رہی ہے

ہان ہان ذرا ٹھہر جا اس محفلِ فنا مین — بزمِ جہان کی الفت مجھکو ستا رہی ہے

مجھ زار و ناتوان پر للہ اب کرم کر — کیون نخلِ آرزو پر بجلی گرا رہی ہے

دل کی بھڑاس کچھ تو مجھکو نکالنے دے — گذری ہوئی کہانی ابتک رُلا رہی ہے

کیا نا امید ہو کر بزمِ جہان سے جاؤن — کیون خاک مین ابھی سے مجھکو ملا رہی ہے

دُنیا کے یہ مناظر پیش نظر ابھی ہین — مجھکو کسی کی چاہت ابتک ستا رہی ہے

برباد ہو رہی ہے کشت مراد میری — مثلِ چنار ناحق اسکو جلا رہی ہے

ارمان و آرزو پر تجھکو نہ رحم آیا — کیون میری حسرتون کو دل سے مٹا رہی ہے

اے شمع کیون ابھی سے آنکھین ہین سب کی پرنم — کیا مرگ ناگہانی تشریف لا رہی ہے

رو لینگے بعد میرے جی بھر کے رونیوالے — کیون تو ابھی سے سب کو اتنا رُلا رہی ہے

تیری اگر خوشی ہے مرنے پہ مین ہون راضی

شمع حیات گل ہو کیون جھلملا رہی ہے

حافظ محمد یعقوب موج گیاوی

ایڈیٹوریل

سال حال کے لئے نومبر کا مہینہ نہایت پُر واقعات مہینہ ہے جسمین بہت سے قابل الذکر واقعات پیش آئے ہین خصوصاً سیاسی طبقے کے لئے اس ماہ نے بیحد دلچسپی کے سامان پیدا کر دیئے۔ سب سے پہلے سابق ویسرائے لارڈ منٹو کی جُدائی سے اہل ہند کو ایک افسوسناک کیفیت محسوس ہوئی جو انکی اعلیٰ مدبری اور ہر دلعزیزی کا بین ثبوت ہے۔ اپنے جلیل القدر عہدے سے سبکدوش ہونے سے پہلے ہز اکسیلنسی نے ہندوستان کے بڑے بڑے شہرون کا دورہ فرمایا اور ہر جگہہ آپ کی تقریرین اہل ہند کی ہمدردی سے مملو تھین۔ بعد ازان ۱۸- نومبر ۱۹۱۰ء کو نئے وائسرائے ہز اکسیلنسی لارڈ ہارڈنگ آف پنہرسٹ نے پہلے پہل ہندوستان کی تاریخی سرزمین پر قدم رکھا اور اپنی پہلی تقریر سے جو میونسپلٹی بمبئی کے پیش کردہ ایڈرس کے جواب مین تھی اہل ہند کی اُمیدون کو تازہ کر دیا ہے۔ اسی سلسلے مین لارڈ مارلے سابق وزیر ہند کی انڈیا آفس سے کنارہ کشی بھی عمل مین آئی ہے جسپر ہندوستان کے ہر طبقے مین یکسان اظہار افسوس کیا گیا ہے اور جدید وزیر ہند لارڈ کریو کی تقرری عام اطمینان اور دلجمعی سے دیکھی گئی ہے۔

اسی ماہ مین یہ مژدۂ جانفزا بھی مسموع ہوا ہے کہ آیندہ دربار دہلی کے موقع پر اعلیٰ حضرت ملک معظم حضور جارج پنجم مع علیا حضرت ملکہ معظمہ دام اقبالہما بہ نفس نفیس رونق افروز ہندوستان ہونگے جو اہل ہند کیلئے نہایت مسرت خیز اور قابل فخر و ناز مژدہ ہے۔ برٹش حکومت کی تاریخ مین یہ پہلا ہی موقع ہے کہ حضور قیصر ہند اور جنابہ ملکہ معظمہ اپنے دیدار فیض آثار سے باشندگان ہند کو شاد کام فرمائینگی جس سے حضور ممدوحین کی دلچسپی خوش نصیب ہندوستان کے ساتھ اظہر من الشمس ہے۔

سیاسی تغیرات کے ساتھ اس ماہ مین بعض ادبی سانحات بھی قابل الذکر ہین جنمین شمس العلما مولوی ذکاء اللہ صاحب دہلوی کا انتقال جو

۷۔ نومبر کو واقع ہوا ہے خاص اہمیت رکھتا ہے۔ آپ ہندوستان کے اُن چند بزرگون مین تھے جنھون نے اُردو زبان کی ترقی مین عملی کوشش کی ہے۔ آپ کی تصانیف ڈیڑھ سو کے قریب ہین اور آپ نے اپنی حیات مین ایک لاکھ صفحات سے زائد تحریر فرمائے جنمین تعلیمی اور ادبی ہر قسم کی تصنیفات اور مضامین شامل ہین۔ آپ نے تصنیف و تالیف کے کام کو روزمرہ کی ضروریات مین داخل رکھا اور آپ کی زندگی باقاعدہ علمی زندگی تھی جسکی مثال مشکل سے مل سکے گی۔ اُردو اخبارات و رسائل آپکی قلمی امداد کے خاص طور پر مشکور رہے اور آپ نے حتی الامکان کوئی ادبی فرمائش مشکل سے مسترد کی۔ اگرچہ آپ نے عمر طبیعی پائی اور ایک طولانی زمانہ دیکھا تاہم آپکی وفات اس نظر سے قابل افسوس ہے کہ بزم ادب مین اب ایسی نورانی شمعین مشکل سے روشن ہوسکین گی۔

خان بہادر سید اکبر حسین صاحب اکبر جو جنکے دریائے کمالات سے اُردو کے ادبی رسالے سیراب ہوتے رہتے ہین اور جو ادیب کے خاص محسن و سرپرست ہین حال مین اپنی اہلیہ محترمہ کے دفعۃً انتقال کا صبر آزما اور جانگداز صدمہ برداشت کرنا پڑا ہے جس سے آپ کی طمانیت خاطر کا شیرازہ درہم و برہم ہوگیا۔ مرحومہ نہایت قابل منتظم اور تعلیم یافتہ خاتون تھین جنکی موجودگی حضرت اکبر کو خانگی معاملات سے بےفکر بنائے ہوئے تھی اور جنکے انتقال سے ممدوح کی خانگی مصروفیت (جسمین اُنکے نوعمر صاحبزادے کی غور و پرداخت بھی شامل ہے) اسقدر بڑھ گئی ہے کہ اب وہ شاعرانہ فرصت مشکل سے مل سکتی ہے جسمین "بیٹھے رہین تصور جانان کئے ہوئے" ہم اس نمبر مین ممدوح کے چند نوتصنیف اشعار شائع کرتے ہین جنسے آپ کے دلی حزن و ملال کا پتہ لگتا ہے اور جنمین وہ زندہ دلی نہین پائی جاتی جو کلام اکبر کی خصوصیات مین داخل ہے آپ کے اس عمیق رنج و الم مین ہم اپنی ناچیز ہمدردی پیش کرکے امید کرتے ہین کہ دُنیائے ادب ممدوح کے اس حزن و ملال مین کافی حصہ لیگی۔

آخر مین ایک مسرت انگیز خبر درج کیجاتی ہے کہ فخر لکھنؤ پنڈت بشن نرائن صاحب در صحت یاب ہوکر ۲۹۔ نومبر کو الموڑہ سے لکھنؤ تشریف لیجائینگے اور اب آپکی صحت بعد قابل اطمینان ہے کہ کرسمس کے ہفتے مین الٰہ آباد بھی تشریف لائینگے۔ اس نمبر کا پہلا مضمون جو آپ کے زور قلم کا نمونہ ہے علالت ہی کے عالم مین تصنیف ہوا تھا جسے ممدوح اپنے قلم سے لکھ بھی نہین سکتے تھے۔ شکر ہے کہ اب یہ دقتین رفع ہوگئین اور ناظرین ادیب آپکے فیضان کمال سے جلد جلد مستفید ہوسکین گے۔

منشی رحمت اللہ صاحب رعد کی مشہور جنتری حسب معمول اس سال بھی نہایت آب و تاب سے شائع ہوئی ہے خصوصاً قسم اول کی جنتری جو مطلا ٹائٹل اور رنگین تصاویر سے مزین ہے اس قابل ہے کہ اہل مذاق کی میزوں کی زینت سمجھی جاے اسمین تمام ضروری مضامین اور سلسلہ تاریخ افغانستان کے علاوہ اعلیٰ حضرت ملک معظم کا فرمان عالی نہایت نفاست سے چھاپا گیا ہے جو غالباً کسی خاص تحریر کا آٹوگراف ہے۔ اسیطرح حضور اقدس کی تصاویر بھی نہایت نفیس اور باموقع ہین۔ قیمت قسم اول مع محصولڈاک ۱۲؍ نامی پریس کانپور سے طلب کیجئے۔

تصحیح تصاویر

۱۔ شکنتلا کی تصویر مارچ کے ادیب مین بھی شائع ہوچکی ہے لیکن وہ سادی تھی اور یہ رنگین ہے جو زیادہ دلچسپ ہوگی۔ اسکے متعلق مفصل نوٹ بھی مارچ کے پرچے مین شائع ہوچکا ہے جسکے اعادہ کی ضرورت نہین۔

۲۔ محلات فتحپور سیکری اکبر اعظم کی یادگار ہین۔ اسکے زمانہ سلطنت مین آگرہ اور فتحپور سیکری مین ایسی نفیس و نادر عمارات طیار ہوئین جو باستثناء شاہجہان کیسکے عہد مین اب تک تعمیر نہین ہوئین۔ فتحپور اکبری عمارات کا ایک بہت بڑا گنجینہ ہے اور اگرچہ اب ان عمارتون کی اصلی رونق باقی نہین رہی تاہم قابل دید ہین۔

تصاویر نمبر ۳۔۴۔۵۔۶ مسٹر جے۔ آر۔ رلے کے محققانہ مضمون "عالم ما فی العالم" سے تعلق رکھتی ہین جنکی مفصل کیفیت اس مضمون مین درج ہے۔

۷۔ میور سنٹرل کالج الٰہ آباد اس صوبے کا سب سے بڑا کالج ہے جسکے فیضان تعلیم سے سارا صوبہ متحدہ سیراب ہوتا ہے۔ اسکی نفیس عمارت خصوصاً گنبد و مینار نہایت مرتفع اور قابل دید ہین۔ اسکے بانی سر ولیم میور لفٹنٹ گورنر صوبہ ہذا تھے جنھون نے سنہ ۱۸۶۹ء مین اسکے انعقاد کی تجویز کی اور روسا اور والیان ریاست کی قابل قدر امداد سے اسکی بنیاد پڑی۔ یکم جولائی سنہ ۱۸۷۲ء کو ایک کرایہ کی عمارت مین پہلے پہل یہ کالج کھولا گیا بعد ازان سنہ ۱۸۷۳ء مین لارڈ نارتھ بروک نے اسکا سنگ بنیاد رکھا اور ۹۔ اپریل سنہ ۱۸۸۶ء کو لارڈ ڈفرن نے اسکی تعمیر کا افتتاح کیا۔ رفتہ رفتہ اسمین بہت کچھ اضافہ ہوتا گیا اور اب تک اسپر گیارہ لاکھ روپیہ صرف ہوچکے ہین۔

۸۔ ستی کا نظارہ ایک اصلی تصویر ہے جو ہندوستان کی قدیم تاریخ سے لیگئی ہے اسکے متعلق جناب سُرور جہان آبادی کی دلکش نظم قابل داد ہے جسمین ستی کے جذبات کامیابی سے دکھائے گئے ہین۔

عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ

منقول از آگرہ اخبار مطبوعہ ۷۔ جولائی سنہ ۱۹۱۱ء

ادیب !

نکلے جدھر سے وہ یہی چرچا ہوا کیا
اس طرح کا جمال ہو ایسا شباب ہو

یہ شعر جسقدر رسالہ ادیب الہ آباد کے حسب حال ہے شاید کسی اور رسالہ کے نہ ہوگا۔ اسمین ذرا شبہ نہین کہ ادیب جس حُسن وجمال اور عنوان شباب کا کرشمہ دکھاتا ہوا نکلا ہے (خدا نظر بد سے بچاتا رہے) ہماری زبان کے کسی ایک رسالہ کو نصیب نہین۔ جنوری سنہ ۱۹۱۱ء سے اسنے نکلکر بلا مبالغہ اُردو رسائل کے لئے ایک روشن باب کا اضافہ کیا ہے موقت الشیوع رسالون مین یہ ہر حیثیت سے چوٹی کا پرچہ شمار کئے جانیکے قابل ہے۔ جسکے اسوقت تک چھ نمبر نہایت آب وتاب اور بڑی دل آویز شان کے ساتھ پبلک کے ہاتھون مین پہونچ چکے ہین۔ جن لوگون نے اسکے درشن کر لئے ہین۔ اُنسے ایک حرف کہنے کی ضرورت نہین۔ وہ خود ہی جانتے ہونگے کہ کس پایہ کا رسالہ ہے؟ اور اپنی بعض خصوصیات کی وجہ سے کس درجہ عدیم النظیر ہے؟ لیکن بدقسمتی سے جن صاحبون کی نظر سے یہ ابھی تک نہین گزرا۔ اُن لوگون کی آگاہی۔ دلچسپی اور متوجہ کرنیکے لئے جون نمبر پہ ریویو کرنا کافی ہوگا۔

مضامین پر ریویو کرنے سے قبل اسکی تصاویر پر ریویو کرنا مقدم وضروری ہے۔ کیونکہ ادیب کی خصوصیت کا عنوان اولین یہی لاجواب وبے مثل تصاویر ہین۔ جو ہر ماہ اوراق کی تعداد مین التزاماً دیجاتی ہین جنمین مشہور مصورون کی صناعیون کے نمونے۔ مشاہیر حضرات کے فوٹو۔ تاریخی عمارات کے نقشے اور دیگر دلچسپ و تماشا کے مرقعے ہوتے ہین۔"

پرچہ زیر ریویو مین آٹھ عکسی تصاویر دی گئی ہین۔ پہلی تصویر جو ہمیشہ رنگین ہوتی ہے اعلیٰ حضرت شہنشاہ جارج پنجم وملکہ معظمہ میری دام اقبالہما کی ہے جسکی خوبصورتی و دلکشی بس دیکھنے ہی سے تعلق رکھتی ہے۔

دوسری تصویر مولانا اشہری مرحوم کی ہے جسکو دیکھکر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا اب مُنہ سے بولے اور اب بولے۔ وجہ یہ کہ یہ تصویر مولانا کے آخری حصہ عمر کی ہے۔ جن لوگون نے انھین مرنے سے چند سال قبل دیکھا ہے وہ اس تصویر کو دیکھکر محسوس کرینگے کہ مولانا اپنے مُنہ سے کچھ گلفشانی کیا ہی چاہتے ہین۔ صد حیف! ع

آن قدح بشکست و آن ساقی نماند

ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ادیب سے بہتر کوئی رسالہ مولانا اشہری کی تصویر نہین دے سکتا۔

تیسری تصویر مادر مشفقہ ملکہ الگزنڈرا دام ظلہا کی ہے۔ جس سے رنڈاپے کے پرسوز وگداز جذبات ٹپک رہے ہین اور جو زبان حال سے نصیحت نیوش کان مین کھڑی کہہ رہی ہے۔ عبرت کی نگاہ رکھنے والو! مجھے دیکھو۔ آہ! کل کی بات ہے۔ "مین نے شاہی کھوئی ہے۔ پھولون کی سیج یاد ہے"

چوتھی تصویر آگرہ کے تاج محل کی پچیکاری کی ہے جو سچ یہ ہے کہ بڑی صنعت وقابلیت سے تیار کیگئی ہے۔ نقل پر اصل کا دھوکا ہوتا ہے اور یہی کمال تصویر ہے۔

پانچوین تصویر رُکمانگد اور موہنی کی ہے جو مہابھارت کے ایک واقعہ سے تعلق رکھتی ہے اور جسمین مذہبی استقلال ومردانگی کا سبق آموز کرشمہ دکھایا گیا ہے۔

چھٹی تصویر اجنٹا کے غار کی ہے جو صدر سیاست سرکار نظام مین واقع ہے۔

ساتوین تصویر مین شاہ ایڈورڈ ہفتم مرحوم کا تابوت دکھایا گیا ہے جو نہایت پُرحسرت اور دلگداز نظارہ ہے اور آٹھوین تصویر کرہ مریخ کی ہے جن لوگون نے آلات رصد سے نہین دیکھا وہ اسکی ہیئت کذائی کو موجودہ تصویر مین دیکھ سکتے ہین۔

سچ تو یہ ہے کہ انڈین پریس الہ آباد کو عکسی تصاویر بنانے مین یدطولیٰ حاصل

ہے اور اس بارۂ خاص مین کوئی ہندوستانی پریس اُسکا مقابلہ نہین کرسکتا۔ اگر کہے
تو وہ تصویر کشی نہین نقالی ہے۔

سب سے پہلا مضمون "تمدن ہند" شمس العلما ڈاکٹر سید علی صاحب بلگرامی یادگار
کے زور قلم کا نمونہ ہے اور اسمین بھی وہی شان ادب نظر آرہی ہے جو تمدن عرب مین
لوگ دیکھ چکے ہین۔

"انگریزی حکومت کی برکتین" مولانا سید احمد علی صاحب اشہری مرحوم (آہ! مرحوم)
نے خوب دکھائین۔ وہ چلتے چلاتے بھی اپنی وفاداری کی ایسی یادگار چھوڑ گئے
جو ہمیشہ زندہ رہیگی۔

از یادرفتہ سلطنت "بیجا نگر" پر حکیم سید شمس اللہ صاحب قادری کا نہایت محققانہ
اور مورخانہ مضمون ہے جو فی الحقیقت بڑی محنت اور تلاش کے بعد لکھا گیا ہے اور
ہر طرح قدر کا مستحق ہے۔

"رسم بوسہ ستانی پر ایک حکیمانہ نظر" ڈالتے ہی بوسہ سے نفرت ہوجاتی ہے۔ لیکن
اسکو اگر عاشقانہ نظر سے دیکھا جائے اور دل مین کچھ بوے محبت بھی ہو تو بوسہ سے زیادہ
"لطیف الحس و شیرین کام" کوئی اور شے نہین ہوسکتی۔

. . . .

. . . . "روپیہ کی قیمت گھٹ رہی ہے"
اس عنوان سے مرزا سلطان احمد صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے خیالات پڑھنے، سمجھنے اور عمل
کرنیکے لائق ہین، مضمون ہذا مین ہندوستانیون کو نہایت مفید و کارآمد مشورے
دئے گئے ہین جنپر عمل پیرا ہونے سے ہندوستان کے دن پھر سکتے ہین اور ہندوستانیون
کی مفلسی "کلیتہً" دور ہوسکتی ہے۔

"اسلامی پردہ" پر مولوی سید محمد فاروق کا عالمانہ تبصرہ دیکھئے لطف اٹھایئے
اور خدا توفیق دے تو اُن نیک ہدایتون پر جو اس مضمون کا ماحصل ہین چلئے بھی۔

شاہ انگلستان کی وفات حسرت آیات پر خان بہادر سید علی محمد صاحب شاد
عظیم آبادی نے "مسدس غم" خوب لکھا اور جناب سید تصدق حسین صاحب واصف
اکبرآبادی نے قیصر ہند کے ماتم مین (جو) چند آنسو گرائے ہین آہ! وہ دیکھنے کے
لائق نہین بلکہ رونے کے قابل ہین۔

"کلام اکبر" ماہوار شائع کرنیکی عزت بھی ادیب ہان صرف ادیب ہی کو حاصل ہے
جسکے لئے ساری دُنیاے ادب ادیب کی شرمندۂ احسان ہے اور غالباً ہمیشہ رہیگی۔

"کونل" پر حافظ محمد یعقوب صاحب نوح گیاوی کی نظم بہت پاکیزہ اور موسم کے
لحاظ سے بڑی دلکش ہے۔ کلام چکبست مین چند شعر بہت عمدہ ہین اور
مولانا حسرت موہانی ایڈیٹر اُردوے معلی کی کل غزل نایاب و دلچسپ ہے۔

ایڈیٹوریل مین "محزون کا شکریہ"۔ حضرت نظر لکھنوی نے
ادیبانہ نگاہ اور لٹریری نقطۂ خیال سے ایسا لکھا کہ انکا حصہ ہوگیا۔

زبان پہ بارالہا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زبان کے لئے

ادیب مین جو یہ نظر فریبی و دیدہ زیبی اور دلکشی و رعنائی کے
سامان آپ دیکھ رہے ہین وہ سب حضرت نظر کی طبع نقاد کا نتیجہ ہین
جنکو بقول ایڈیٹر دلگداز "اعلیٰ ذوق لٹریچر کے ساتھ چھپائی اور مصوری
کے فنون مین بھی بہت کچھ دخل ہے"۔

. . . .

ہماری راے مین اپنی زبان اور اپنے لٹریچر کی قدر کرنے والون مین
سے کسی کی میز اس گوہر نایاب سے خالی نہ رہنی چاہئی اور یہ ممکن نہین کہ
کوئی لٹریری آدمی ادیب کو دیکھ لے اور اُسکا والہ و شیدا نہ بنجاے۔
درحقیقت اگر آپ اردو لٹریچر کی ترقی دیکھنی ہو تو اس رسالہ کو دیکھئے اسکی
موجودگی مین کوئی نہین کہہ سکتا کہ ہماری زبان مین انگریزی کا سا
ایک رسالہ بھی نہین نکلتا۔ کچھ شک نہین کہ اسکے اجرا سے بہت بڑی
کمی رفع ہوئی ہے اور یہ ہر لحاظ سے ملک کی قدردانی اور امراء کی
قدر افزائی کا مستحق ہے۔

راقم سید دلگیر اکبرآبادی

جلد ۲ — نمائش نمبر — نمبر ۶

ادیب

ادب اُردو کا باتصویر ماہوار رسالہ — ایڈیٹر نوبت راے نظر لکھنوی

فہرست تصاویر

فہرست مضامین

قیمت سالانہ چار روپیہ — فی پرچہ چھ آنہ

پنچکوڑی متر ایڈیٹر و پبلشر نے انڈین پریس الہ آباد میں چھاپکر شائع کیا

التماس

اس نمبر کے ساتھ ادیب کا پہلا سال ختم ہوگیا۔ جن معززین نے شروع سال سے خریداری فرمائی تھی یا جنوری سے ابتک کے پرچے مجموعی طور پر طلب فرمالئے تھے اُنکی عطیہ قیمتین ختم ہوگئین۔ اُمید ہے کہ وہ اپنی سرپرستی آیندہ بھی قائم رکھینگے اور اس علمی خدمت مین مہتمان رسالہ کی مالی امداد فرماکر اپنی علمی قدردانی کا ثبوت دینگے جو اسکے عظیم اخراجات کی کفالت کے لئے نہایت ضروری ہے۔ ہم اپنے معاونین کی عنایتون کا ۱۵ر جنوری ۱۹۱۱ء تک انتظار کرینگے۔ اس عرصے مین خواہ قیمتین بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائی جائین خواہ جنوری کا پرچہ جو خاص اہتمام سے شائع ہوگا ویلیو پے ایبل بھیجنے کی اجازت عطا فرمائی جائے۔ بحالت سکوت منظوری خریداری متصور ہوگی اور جنوری نمبر بذریعہ ویلیو پے ایبل ارسال خدمت کیا جائیگا۔ لہذا اگر خریداری نامنظور ہو تو میعاد معینہ کے اندر مطلع فرمادیا جائے تاکہ معاونین واپسی ویلیو کی زحمت سے اور دفتر نقصان ویلیو سے محفوظ رہے فقط

خادم۔ منیجر ادیب۔ الہ آباد

لڑکیون کا تعلیمی کورس

خوشی کا مقام ہے کہ ہندوستان مین لڑکیون کی تعلیم ترقی کررہی ہے اور ہر شہر اور ہر قصبہ اور ہر گانون مین لڑکیون کے مدرسے جاری ہورہے ہین۔ اس ترقی تعلیم کا نتیجہ جسقدر مفید ثابت ہوا ہے وہ محتاج تشریح نہین۔ تاہم عام طور پر یہ شکایت بھی سنی جاتی تھی کہ لڑکیونکی تعلیم کیلئے ابھی تک کوئی ایسا نصاب نہین تیار ہوا ہے جو انکی دماغی اور اخلاقی حالت کے مناسب حال ہو اور اُنھین خاطر خواہ فائدہ پہونچا سکے۔ اسی شکایت کی بناپر ہمنے لڑکیون کیلئے ایک ایسا نصاب بصرف کثیر تیار کرایا ہے جو ہر طرح اور ہر حیثیت سے مکمل ہے اور جسے صوبہ ہذا کی تعلیمی کمیٹی نے نہ صرف پسند کرکے بلکہ تمام دیگر ریڈرون پر ترجیح دیکر مدارس نسوان مین جاری کردیا ہے۔ ان ریڈرون کی زبان کی نسبت اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ ایڈیٹر صاحب ادیب کی اصلاح و نظرثانی سے مزین ہین انمین اخلاقی اور نصیحت آمیز کہانیون اور سبقون کے علاوہ تمیز داری۔ معاشرت۔ امور خانہ داری۔ بچون کی پرورش۔ مریضون کی تیمارداری۔ خاوند کی اطاعت شرم و حیا عفت و عصمت اور ہوشیار کارآمد باتین لکھی گئی ہین۔ علاوہ برین ریڈرون مین سیتاجی۔ دمینتی۔ سکنتلا۔ ساوتری۔ لیلاوتی۔ اہلیا بائی وغیرہ کی سوانح عمریان اور چین و جاپان کی لڑکیونکے حالات نہایت سلیس اور بچونکی سمجھ مین آنیوالی زبان مین درج ہین۔ کاغذ لکھائی چھپائی وغیرہ سب اعلیٰ درجہ کی ہین۔ جو انڈین پریس کا حصہ ہے۔ ان ریڈرون مین ۱۰۸ تصاویر بھی ہین جنمین ۳۲ تصاویر پورے صفحون پر علٰحدہ چھاپکر شامل کیگئی ہین۔ پورا نصاب حسب ذیل ہے۔

(۱) اُردو کا نیا قاعدہ . .. . قیمت ۹ پائی (۲) لوور پرایمری ریڈر (پہلی اور دوسری جماعت کا نصاب) .. ۶/

(۳) اپر پرایمری ریڈر (تیسری اور چوتھی جماعت کا نصاب) .. ۸/ (۴) لوور مڈل ریڈر (پانچوین اور چھٹی جماعت کا نصاب) .. ۸/

منیجر انڈین پریس الہ آباد

شوق دیدار

(از مشہور مصور مولا رام ساکن سرینگر گڑھوال)

الٰہ آباد پریس انڈیا

دسمبر ۱۹۱۰ء

جلد ۲ — نمبر ۶

نمائش کی ابتدا

نمائش کا لفظ جو انگریزی لفظ (Exhibition) کا ترجمہ ہے ہماری زبان مین نیا نیا داخل ہوا ہے جسے ابھی نصف صدی بھی نہین گذری - لیکن اسکا مفہوم ہندوستان مین قدیم الایام سے موجود ہے - اُس قدیم ترین زمانے مین جسکی کوئی صحیح اور مسلسل تاریخ اسوقت موجود نہین ہے یہان کے باشندے صنعت و حرفت زراعت و تجارت مین خاص نمود رکھتے تھے - یہان کی نفیس و نادر اشیا دنیا کے دور دراز مقامات تک جاتی تھین اور نہایت قدر کی نگاہون سے دیکھی جاتی تھین - سال کے کسی خاص موسم مین اکثر مقامات پر کاریگر و اہل حرفہ اپنی محنت و دستکاری کے نتائج نمایان کرتے تھے جہان خریدار اُنھین دیکھتے پسند کرتے اور خرید کر لیجاتے تھے - اس اعتبار سے دُنیا کی پہلی نمائش گاہین یہی مقامات تھے جہان مصنوعات بغرض فروخت نمایان کئے جاتے تھے -

ابتدا ئً ضروریات زندگی بہت مختصر تھین لہذا نمائش اشیا کے طریقے بھی شاذ و نادر ہی برتے جاتے تھے - مثلاً دُنیا کے ابتدائی دَور مین جسے (Bronze age) کہتے ہین اور جسمین پتھر کے آلات و اسلحہ استعمال کئے جاتے تھے - انسان کی خوراک جنگلی پھل اور مچھلیان تھین - پوشش کے لئے جانورون کی کھالین تھین مچھلیون کے بڑے بڑے کانٹون مین سوئی کیطرح تاگے بنا کے سی لیتے تھے اور رہنے کے لئے زمین مین غار کھود کر درختون کی خشک پتیان بچھا لیتے تھے جو نرم بستر کا کام دیتی تھین - اس حالت مین کوئی کسی کا دست نگر نہ تھا اور ہر شخص اپنی ضروریات آپ رفع کر لینا تھا - حالانکہ اُسوقت بھی صنعت و حرفت کا وجود تھا اور جنگلی درندون سے بچنے کے لئے پتھر کے اسلحہ اور دیگر آلات بنائے جاتے تھے جو سیکڑون صدیون کے بعد زمین سے برآمد ہوئے ہین - لیکن غالباً انکی خرید و فروخت کا کوئی طریقہ رائج نہ تھا -

بعد ازان دوسرا دور شروع ہوا جو (Iron age) کے نام

سے موسوم ہے۔ اس عہد مین انسان نے لوہے کے اسلحہ و آلات بنانا کھیتی کرنا چھپر چھانا اور کمل وغیرہ تیار کرنا سیکھ لیا تھا اور ضروریات زندگی نسبتہً زائد ہو گئے تھے۔ اسلئے ہر شخص اپنی ضروریات آپ ہی نہین مہیا کر سکتا تھا اور کاروبار کی انجام دہی کے لئے مشترکہ محنت کی ضرورت لاحق آئی۔ اب گویا کتاب تمدن کا دوسرا باب شروع ہوا جسمین مختلف گروہون اور فرقون کو ایک دوسرے سے بیچ بوہا اور تعارف و شناسائی کا موقع ملا۔ یہ باب کسیقدر طویل ہے جسکی تفصیلات اس مختصر مضمون مین نہین آسکتین۔ تاہم کاریگرون اور اہل حرفہ کی کثرت اور اہل ضرورت کی زیادتی نے ایسے طریقے ایجاد کئے کہ پہلے عارضی بازارون مین عام مصنوعات و پیداوار فروخت ہونے لگین بعد ازان ان بازارون نے مستقل حیثیت اختیار کی اور بڑی بڑی منڈیان قائم ہوگئین جہان ہر قسم کی اشیاء آسانی سے دستیاب ہونے لگین۔ رفتہ رفتہ معاشرت مین اُن تکلفات کو دخل ہونے لگا جو ترقی کرتے کرتے اس حد تک پہونچے ہین کہ آج جنکی کوئی انتہا نہین۔

محنت۔ سرمایہ۔ اور انتظام۔ ان تین چیزون کے مجموعہ کا نام تمدن ہے جنکی بنیاد قرن وسطی مین بخوبی پڑگئی تھی۔ خصوصاً ایشیا مین تمدنی ترقی کی انتہا اُسیوقت ہوگئی اور اب ایشیائی تمدن ایک حد تک زندہ نہین ہے۔ اُس عہد کے مصنوعات اسوقت عجائبات مین داخل ہین اور اُنکے بعض نمونے عام عجائب خانون اور نمائش گاہون مین بطور یادگار دکھائے جاتے ہین۔ ابتدا مین انکی نمائش کا وہی طریقہ تھا جو اوپر بیان کیا گیا۔ بعد ازان بڑے بڑے میلے اور تہوار منعقد ہونے لگے جنمین صنعت و حرفت کی سب سے بڑی نمائش ہوتی تھی۔ ہندوستان مین اُس عہد کے بعض میلے اب تک یادگار ہین جنمین زیادہ تر مذہبی رنگ غالب ہے۔

ان میلون مین جو مشہور تیرتھون اور متبرک مقامات پر ہوتے ہین زیادہ تر ملکی مصنوعات کی نمائش ہوتی ہے۔ انمین چھتر کا میلہ۔ مکن پور کا میلہ۔ میرٹھ کی نوچندی۔ جوالا مکھی کا میلہ اور بے شمار میلے ہین جہان دیسی کاریگری کے نمونے۔ مویشی اور عام پیداوار کی بہت بڑی خرید و فروخت ہوتی ہے۔ عہد مغلیہ مین مینا بازارون کا بھی انعقاد ہوا تھا جو آجکل کی نمائش گاہون سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔ لیکن چونکہ وہ شاہی محلات تک محدود رہے لہذا اُنسے نمائش گاہون کے عام فوائد مرتب نہ ہو سکے۔ شاہان اودھ کے عہد مین صنعت و حرفت کی ترقی ابتداءً اُن میلون سے ہوئی جو نواب آصف الدولہ کے عہد مین منعقد ہوتے تھے اور رفتہ رفتہ بہت کچھ ترقی کر گئے۔ لیکن صنعت و حرفت کی سب سے بڑی نمائش عشرۂ محرم کے موقع پر ہوتی تھی جب باکمال صناع اپنی اپنی کاریگری ضریحون اور تعزیون مین صرف کرتے تھے۔ غالباً صنعت کی کوئی ایسی شاخ نہ تھی جو ان مقدس مصنوعات مین فروگذاشت ہو جاتی ہو۔ خصوصاً امام باڑون کی تعمیر اور اُنکی سجاوٹ مین وہ حیرت انگیز صناعی دکھائی جاتی تھی جسے دیکھکر اہل مغرب بھی عش عش کرتے تھے۔

درحقیقت ہندوستان کی صنعتی ترقی زیادہ تر راجاؤن اور بادشاہون کی قدردانی پر منحصر تھی۔ حالانکہ عوام بھی اُنکی قدردانی مین کچھ کم حصہ نہ لیتے تھے۔ لیکن پبلک دلچسپی جو آجکل کی صنعتی ترقی کے لئے ضروری ہے اگلے زمانے کی صنعتی ترقی کا کوئی جزو نہ تھی۔ جتنے بڑے بڑے کاریگر۔ صناع اور اہل کمال گزشتہ زمانے مین ہوئے ہین وہ سب کے سب حاکم وقت کی سرپرستی کے ممنون رہے ہین بہرکیف صنعتی ترقی کی رفتار گذشتہ صدی کے وسط تک اسیطرح جاری رہی اور اسکے بعد وہ انقلاب ہوا جسکی رو صدی مذکور کے آخر زمانے تک جاری رہی اور کس میرسی کا وہ زبردست بازار

گرم رہا کہ ملکی صنعت وحرفت یکقلم برباد ہو گئی۔

اب ہم اُس زرین عہد مین ہین جو Golden age کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ دُنیا کا تیسرا دور ہے جسمین تہذیب و تمدن کے تمام مدارج طے ہو گئے ہین۔ اب ہمنے ساری دُنیا کے جنگل پہاڑ اور سمندر کھنگال ڈالے ہین اور قطبین کی سرحد تک پہونچ چکے ہین جہان اگلے انسانون کا قیاس تک نہ جاسکتا تھا۔ اب خشکی و تری کے سفر کے لئے ہمین آسان سے آسان ذرائع حاصل ہین اور سواری وبار برداری کی تمام دقتین کافور ہو گئی ہین نیز مغربی سائینس کی برکت سے ایجادات کا وہ روز افزون سلسلہ جاری ہے جنکا کوئی شمار نہین۔ صرف صنعت وحرفت کے صیغے مین جو تمدن کی ایک شاخ ہے اسقدر ترقی ہوئی ہے کہ اُن سب کے نمایان کرنے کیلئے معمولی بازار یا عجائب خانے کافی نہین ہین اور اسلئے ایسی ایسی عظیم الشان نمائش گاہین کھولی جاتی ہین جنکا رقبہ میلون تک وسیع ہے۔ ان نمائش گاہون سے اگرچہ وہی فوائد حاصل ہین جو اگلے وقت کے عارضی بازارون سے لیکر بڑے بڑے میلون تک حاصل رہے تھے یعنی صنعتی مقابلہ او صناعون کے کمال کی شہرت، تاہم چونکہ اب دُنیا کی مختلف اقوام مین روز بروز زیادہ میل جول اور ربط ضبط بڑھتا جاتا ہے اسلئے ہر ملک اور ہر قوم کی صناعیان جنکے نمونون پر اہل ہند بہت کچھ ترقی کر سکتے ہین پیش نظر ہو جاتی ہین اور صنعتی تعلیم کے لئے غیر ممالک کے سفر کی زیادہ ضرورت نہین رہتی گویا یہ نمائش گاہین تمدنی تعلیم کی سب سے بڑی درسگاہین ہین جنسے فائدہ اُٹھانے کے لئے صرف چشم بینا اور دل تربیت پذیر درکار ہے۔

متذکرہ بالا نمائش گاہون کا سب سے بہتر اور عظیم الشان نمونہ حال کی نمائش الہ آباد ہے جسکا افتتاح یکم دسمبر ۱۹۱۰ء کو ہز آنر سرجان پرسکاٹ ہیوٹ بہادر بالقابہ لفٹنٹ گورنر صوبجات متحدہ نے بعض جلیل القدر والیان ملک، حکام ذوالاقتدار اور ہر ضلع کے امرا و رؤسا اور رعایا کے قائمقامون کی موجودگی مین فرمایا تھا۔ ہز آنر نے اپنی فصیح و بلیغ اسپیچ مین نمائش کے فوائد اور اس صوبے مین صنعتی بیداری کے آثار نہایت صراحت سے بیان فرمائے اور صنعت وحرفت سے اپنی خاص دلچسپی کا اظہار فرما کے باشندگان صوبۂ ہذا کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔ آپ کی تقریر سے یہ بھی ثابت ہوا کہ صوبۂ ہذا کے بعض بڑے بڑے شہرون مین صنعتی انسٹی ٹیوشن قائم ہونیوالے ہین جنکی تعلیم وتربیت سے ان اضلاع مین بہترین کاریگر پیدا ہو سکین گے۔

نمائش گاہ پر ایک مجموعی نظر ڈالنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ موجودہ تمدن کی معراج کسقدر بلند ہے۔ ایسی نفیس عمارات - ایسی نادر اشیا - ایسے حیرت انگیز ایجادات اور ایسا عمدہ انتظام او خوش سلیقگی اسی دور کا حصہ ہے۔ نمائش گاہ کے عالیشان پھاٹک کے اندر قدم رکھتے ہی دونون پہلوؤن مین دیسی صناعون کی دوکانین اور کارخانے ہین جنمین کاریگر کام کرتے ہوئے دکھائے گئے ہین۔ یہ کاریگر محض ہاتھ اور آنکھ کے ذریعے سے کام کرتے ہین جو صنعت کا اصلی مفہوم ہے۔ انکے مقابلے پر یورپ کی بعض کلین بھی کام کرتی ہوئی دکھائی گئی ہین اور دونون کا مقابلہ کرتے ہوئے بیساختہ کہنا پڑتا ہے کہ مغربی آرٹ نے بحیثیت صناعی مشرقی صنعت پر ابھی تک فتح نہین پائی ہے۔ لیکن افسوس کہ اب ان دیسی صناعیون کا آفتاب اقبال غروب ہو گیا اور انکے قدردان دُنیا مین موجود نہین ہین۔ اب یہ دم واپسین پھر رہی ہین اور وہ زمانہ بہت قریب ہے جب یہ بالکل مفقود ہو جائینگی۔ اسلئے انکا آخری دیدار اہل ہند کے لئے نہایت غنیمت ہے۔

ان اضلاع مین لکھنؤ - بنارس اور آگرہ تین نہایت قدیم

اور تاریخی شہر ہین جنکی صنعتی عظمت صدیون سے مسلم ہے - اسلئے دیسی صناعیون مین انھین شہرون کے مصنوعات سب پر تفوق رکھتے ہین اور بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ دہلی کے سوا کسی شہر کی دیسی صناعی ان شہرون کی صناعیون کا مقابلہ نہین کرسکتی - نوخیز شہرون مین کانپور اور الہ آباد کا نام خصوصیت کے ساتھ لیا جاسکتا ہے لیکن اگر اُن مصنوعات کو جو کلون کے ذریعے سے تیار ہوتے ہین علیحدہ کردیا جائے تو دونون شہرون کی صنعت بمنزلہ صفر ہے - تقریباً کوئی ایسی صنعت ان شہرون سے خصوصیت نہین رکھتی جسے نہین کا ایجاد کہا جاسکے - پنجاب کے بعض ضلعون سے لکڑی وغیرہ کے اچھے اچھے کام آئے ہین - جنمین ہوشیار پور اور جالندھر کی چوبی اشیاء جنپر پیتل اور ہاتھی دانت کی پچیکاری کی گئی ہے نہایت نفیس ہے - لیکن درحقیقت یہ مغربی آرٹ ہے جسکی صنعتی کالجون مین تعلیم دیجاتی ہے اسلئے ان کامون کی تعریف فی الحقیقت مغربی صناعی کی تعریف ہے جسمین دیسی کاریگر کو کوئی نمونہ نہین ایجاد کرنا پڑا - اسیطرح ملک کے دور دراز حصّون سے بہت سے صنعتی نمونے آئے ہین جنمین کچھ نئے ہین اور کچھ پُرانی صنعت کی یادگار ہین اور بہ حیثیت مجموعی ہندوستان کی صنعتی عظمت ذہن نشین کرنے کو کافی ہین -

اس لاثانی نمائش مین علاوہ صنعتی دلچسپی کے بہت سے سیر و تفریح کے سامان بھی جمع کئے گئے ہین جنکی تاریخوار تفصیل درج ذیل ہے - اسطرح نمائش کو ہر پہلو سے کامیاب بنانے کی کوشش کی گئی ہے - لیکن نمائش کا اعلیٰ مقصد ملک مین صنعتی شوق پیدا کرنا ہے جو نہایت مبارک مقصد ہے اور جسکے لئے ہم اپنے صوبے کی گورنمنٹ اور بالخصوص ہز آنر لفٹنٹ گورنر بہادر کے تہ دل سے شکر گذار ہین جنکے دور حکومت مین صوبہ ہذا کی مردہ صنعت و حرفت مین بہت کچھ جان آگئی ہے - ضرورت ہے کہ ایسی نمائشین لکھنؤ بنارس اور آگرہ ایسے شہرون مین بھی منعقد کیجائین جہان نمائش کا اصلی مقصد نسبتہً زیادہ بارور ہوسکتا ہے - جہان کاریگرون اور صناعون کی کثرت ہے اور جہان کے باشندے صنعت و حرفت سے طبعی مناسبت رکھتے ہین -

پروگرام مع تاریخ

۱ - پنجشنبہ یکم دسمبر ۱۹۱۰ء ... افتتاحی رسمیات -

۲ - سہ شنبہ - پنجشنبہ و شنبہ یعنی ۶ و ۸ و ۱۰ دسمبر ۱۹۱۰ء ... گھوڑ دوڑ -

۳ - شنبہ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۰ء ... آل انڈیا پولو ٹورنامینٹ کا آخری تماشا جو کہ غالباً یوم شنبہ ۱۰ - دسمبر ۱۹۱۰ء سے شروع ہوگا -

۴ - ابتدا از دوشنبہ ۲۶ دسمبر لغایت شنبہ ۳۱ - دسمبر ۱۹۱۰ء ... ممالک متحدہ و تمام ہندوستان کے پہلوانون کی کشتی - ایام نمائش مین یکشنبہ کو کشتی کبھی نہ ہوا کریگی -

۵ - ابتدا از چہارشنبہ ۲۸ - دسمبر ۱۹۱۰ء لغایت شنبہ ۳ - جنوری ۱۹۱۱ء ... ہوائی جہاز اُڑائے جائینگے - دو ہوائی جہاز اُڑانیوالے ولایت سے بُلائے گئے ہین -

۶ - دوشنبہ ۲ - جنوری ۱۹۱۱ء ... دوسرا پولو ٹورنامینٹ شروع ہوگا - پولو ٹورنامینٹ کا آخری تماشا غالباً دوشنبہ بتاریخ ۹ - جنوری ۱۹۱۱ء کو ہوگا -

۷ - دوشنبہ ۱۶ - جنوری ۱۹۱۱ء ... نفیس ہندوستانی تماشے شروع ہونگے

۸ - من ابتدا سے دوشنبہ ۲۳ - جنوری ۱۹۱۱ء لغایت شنبہ ۲۸ - جنوری ۱۹۱۱ء ... آل انڈیا ہاکی ٹورنامینٹ - نمائش کے زمین پر ہاکی کا آخری کھیل ہوگا -

۹۔ ابتدا دوشنبہ ۶ فروری ۱۹۱۱ء
نہایت شنبہ ۱۱۔ فروری ۱۹۱۱ء ... فوجی تماشے و ٹورنامینٹ ہونگے۔
۱۰۔ دوشنبہ ۱۳۔ فروری ۱۹۱۱ء ... آل انڈیا ٹینس ٹورنامینٹ شروع ہوگا۔

تعطیل کرسمس مین انڈین نیشنل کانگرس کا اجلاس ہوگا اور میٹنگس وغیرہ بھی نمائش کے زمانے مین بمقام الٰہ آباد ہونگی۔

ایڈیٹر

نمائش کی تاریخ

پہلی نمائش جسکا معتبر اور تاریخی ذکر ملتا ہے۔ بائبل کے اُس صحیفہ مین مذکور ہے جو "استر کی کتاب" کے نام سے مشہور ہے۔ اخسویرس (یہودی نام) یا آہزسویرس (Ahasuerus) نامے فارس وما دیہ کا بادشاہ مسیح سے تقریباً سوا پانچ سو برس پیشتر گذرا ہے۔ اسکی حکومت ہندوستان سے کوش اور انتھی روپیا تک پھیلی ہوئی تھی۔ ۱۲۷ صوبے اسکے زیرنگین تھے۔ کتاب محولہ بالا کی اوّل فصل کے شروع مین لکھا ہے کہ اُسنے اپنی سلطنت کے تیسرے سال پایۂ تخت سوسن (Shushan) مین ایک عظیم الشان دربار اس غرض سے منعقد کیا کہ اپنے خراج گذارون اور اپنی رعایا کے نام آور مُقامون اور رئیسون پر اپنا پورا جاہ وجلال اور جبروت وسطوت ظاہر کرے۔ اس موقع پر بادشاہ اخسویرس کے حکم خاص سے سلطنت کے ہر حصّے اور قرب وجوار کے علاقون سے عجائبات صنعت وحرفت بھی بہم پہونچائے گئے تھے۔ ایک سواسّی روز تک جشن رہا اور ایک ہفتہ تک خاص جشن شاہی محلون مین ہوئے "وہان سفید اور سبز اور آسمانی رنگ کے کتانی پردے سنگ مرمر کے ستونوں پر ارغوانی ڈوریون اور چاندی کے حلقون مین لٹکے ہوئے تھے۔ پلنگ سونے اور روپے کے اور فرش جسپر وہ دھرے تھے سُرخ اور آسمانی اور سفید وسیاہ سنگ مرمر کا تھا۔"

اسکے علاوہ اور کسی نمائش کی کیفیت کسی قابل اعتبار تاریخ اور کتاب مین نہین ملتی۔ مگر قیاس سے کام لیکر کہا جا سکتا ہے کہ اس سے پیشتر اہل ہند۔ اہل مصر۔ اہل بابل ونینوا نے جنکا ستارۂ اقبال مسیح کی ولادت سے چھ سو برس پیشتر بنوکدنضر (بابل وخالدیہ) اور تغلت پلیسر (نینوا) کے زمانون مین ساتوین آسمان پر چمک رہا تھا۔ اپنی قومی صنعتون کو ترقّی دینے کے وسایل ضرور اختیار کئے ہونگے۔ جو قوم تمدّن اور اسکے لوازم مین اپنے ہمسایون سے بڑھی ہوئی ہو۔ وہ اپنے مصنوعات کو ترقی دینے کے ذرائع اختیار نہ کرے۔ سمجھ مین نہین آسکتا۔ ہندوستان قدیم کے تمدن اور تمدنی ترقیون کے بارہ مین مورخون مین اختلاف رائے ہو سکتا ہے مگر ایک امر پر سب متفق ہین اور انگریزی تاریخون مین اسکا ذکر جگہ جگہہ پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہندوستان سے کئی عجیب وغریب اشیا خشکی اور تری کے راستہ سے مشرق اور مغرب کو جاتی تھین۔ قدیم مصریون۔ بابلیون اور فنکیون کے ساتھ ہند وتاجرون کا لین دین تھا اور ہر سال کروڑون روپیون کی اشیا مغربی مہذب ملکون کو جایا کرتی تھین مگر اس ملک کی قدیم تاریخ مین کسی نمائش کا ذکر نہین ملتا۔ مسٹر آر۔ سی دت مرحوم بھی "ہندوتمدّن قدیم" مین، اس امر کی نسبت بالکل خاموش ہین۔

چاہیے ایسی نمائشون کا کوئی رواج نہو جیسی آجکل ہین۔ مگر قیاس
یہ چاہتا ہے کہ اسکے لگ بھگ کوئی انسٹی ٹیوشن ضرور تھا۔ اس سے
کسی کو اختلاف نہین ہوسکتا کہ بابل۔ نینوا۔ تاتار اور مصر وغیرہ کے
قدیم حکمران شہزادے۔ شہزادیان۔ بیگمات۔ رؤسا۔ شرفا وغیرہ
ہندوستان کے نہایت نفیس اور قیمتی کپڑے سوتی۔ ریشمی
اور اونی پہنا کرتے تھے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ جو قوم تمدن مین اپنے
زمانہ کی تمام قومون کی سرتاج ہو اور جسکے علوم و فنون کی ترقیون
کی رونہونے والی شہادت اسکے شاندار لٹریچر سے بہم پہونچتی ہو۔ وہ
اپنے مصنوعات کی ترقی و تحریک کے لئے نمائش ایسے کارگر وسیلے
سے کام لینے مین تساہل اور تغافل کرے؟

یورپ کی قدیم نمائش

یورپ مین بھی ہندوستان کیطرح نمائش کی ابتدا مذہبی میلون
اور جلسون کے ساتھ ہوئی۔ اٹلی اس قسم کے میلون کے لئے
قدیم الایام سے مشہور تھی۔ وہان دیوتاؤن کے تیوہارون پر بھاری
بھاری میلے ہوتے تھے۔ جیسے پریاگ کا ماگھ میلہ ہندوستان مین۔
مسیحی مذہب کی اشاعت کے بعد ان میلون نے ایک اور صورت
تو اختیار کر لی مگر بیچ بیوپار کا طریقہ انکے ساتھ وابستہ رہا۔ چھٹی
صدی مسیحی تک وہان انکا بڑا زور رہا ۶۲۹ء مین فرانس مین اسکا
رواج ہوا اور سینٹ ڈنی مین پہلا نمائشی حرفتی میلہ ہوا ۸۰۰ء
مین ایکسلا شاپل اور ترائے مین بھی اسکا اثر جا پہونچا۔ وہان سے
۸۸۶ء مین برطانیہ مین الفریڈ اعظم کے توسط سے اسکا چرچا ہوا۔
دسوین صدی کے اخیر مین شمالی یورپ مین اس قسم کے میلے
عام ہوگئے۔ جہان طرح طرح کی نمائشی اشیا کی بڑی خرید و فروخت ہوتی
تھی۔ اس سے صناعون اور تاجرون کو اچھی چیزین تیار اور بہم
پہونچانے کی بڑی تحریک ہوتی تھی۔ اب تک ہالینڈ مین اس قسم
کے سیکڑون میلے ہر سال ہوتے ہین۔ جرمنی ایسے میلون کا مرکز سمجھی
جاتی ہے۔ لیپزک کا میلہ نہایت مشہور ہے۔ جہان بارھوین صدی
مین اسکی ابتدا ہوئی تھی۔ یہ سال مین تین مرتبہ منعقد ہوتا ہے۔
پچیس تیس ہزار تاجر غیر ملکون سے وہان جاتے ہین۔ نجنی نووگورڈ
(واقع روس) مین جولائی اور اگست مین اسی قسم کا عظیم الشان میلہ ہوتا
ہے۔ جہان کرورہا روپیہ کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔

جس زمانے مین وینس کا ستارۂ عروج نصف النہار پر چمک
رہا تھا۔ تو وہان ۱۲۶۸ء مین لارنسو۔ ڈی پولو کے عہد مین ایک بڑی
نمائش منعقد ہوئی۔ اہل حرفہ کا ایک عظیم جلوس شہر کے آبی بازارون
سے گذرا۔ پانی مین چراغان ہوا۔ اور سینٹ مارک کے چوک مین
جہان مصنوعات قرینہ سے خانہ بخانہ آراستہ تھین۔ ہمدردان وطن
کا ایک بڑا بھاری جلسہ ہوا۔ جہان صنعتی ترقیون کے وسائل پر
کئی زبردست تقریرین کی گئین۔ منتظم کمیٹی کی درخواست پر حکمران
نے عجائبات صنعت کو نمائش گاہ کے اندر ملاحظہ کیا۔ وینس
ازمنۂ وسطی مین تجارت و صنعت ہی کی بدولت اسقدر متمول
اور مقتدر تھا۔ اسواسطے وہان کسی نمائش کا انعقاد تعجبات اور
ناممکنات سے نہ تھا۔ ۱۶۹۹ء مین ولندیزون نے بھی لیڈن مین
اپنی اقبالمندی کے دنون مین ایک بڑی نمائش منعقد کی تھی جسکی
غرض قومی و ملکی صنعت و حرفت کی ترقی و تحریک تھی۔

زمانۂ حال کی نمائشین

زمانۂ وسطی یا اس سے قبل جو نمائشی میلے ہوتے تھے۔ انکی
بڑی غرض خرید و فروخت تھی مگر حال کی نمائشون کا بڑا مقصد یہ
ہے کہ اہل حرفہ کی ہنرمندی ظاہر ہو۔ جس سے صنعت کو تحریک ہوتی
ہے۔ زمانۂ حال کی اوّل نمائش ۱۷۵۶ء مین انجمن فنون (سوسائٹی
آف آرٹس) کی کوشش سے لندن مین منعقد ہوئی تھی۔ اسنے

[1] ماخوذ از "نیو انٹرنیشنل انسائیکلو پیڈیا" جلد نمبر ۷ صفحہ ۳۶۳

قالین بافی - ظروف چینی کی ساخت کی خوبی - دیوارون پر لٹکانیکے زیبائشی پردون کے واسطے عمدہ انعامات دینے کا بھی اعلان کیا تھا - پانچ سال بعد اسی انجمن کی سرپرستی مین ایک اور نمائش ہوئی جسمین صرف آلات کشاورزی نمایان کئے گئے تھے ۱۷۹۷ء مین فرانس کے کارخانجات صنعت کیطرف سے ایک نمائش محل سان کلاد، پیرس مین ہوئی - پھر دوسرے سال بھی اسی قسم کی ایک اور نمائش ہوئی اسمین اسقدر کامیابی ہوئی کہ اسی سال کے آخری تین دنون مین سرکار کی طرف سے ایک حرفتی نمائش شام دی مارس مین ہوئی جہان کاریگرون کو مقابلہ کرنے کا موقع دیا گیا ۱۸۰۱ء مین نپولین اعظم کے حسب فرمائش ایک عظیم نمائش فرانسیسی مصنوعات کی عالیشان محل لوائر کے احاطہ مین ہوئی - اشیاے کی خوبیون کے مشاہدے کیواسطے ماہرون کی ایک خاص کمیٹی مقرر ہوئی - جسنے چند کاریگرون کو سونے چاندی کے تمغے دیئے جانیکی سفارش کی - نپولین نے حوصلہ اور عزت افزائی کے خیال سے تمغہ پانیوالون کو اپنے دسترخوان پر مدعو کیا - کمیٹی نے اپنی رپورٹ مین یہ لکھا تھا - "کوئی مخترع اور صناع ایسا نہین ہے جسکی ہنرمندی کا اعتراف عام ہوا ہو اور اسکی صنعت گری کی مانگ نہ بڑھی ہو" - اس نمائشگاہ مین ۵۴۰ کاریگرون اور تاجرون نے اشیا بھیجی تھین - انمین بیلون کا مخترع اور بلند پرواز مون گو فیئے (Montgolfier) بھی تھا - ۱۸۰۶ء مین پھر چوتھی نمائش ہوئی جسمین ۱۴۲۲ کاریگرون اور تاجرون نے چیزین بھیجی تھین - پھر لوئس ہشتم دہم کے زمانے مین ۱۸۱۹ء مین ایک اور نمائش ہوئی جسمین ۱۶۲۲ شخصون کی اشیا نمایان کی گئی تھین - اسکے بعد بھی وقتاً فوقتاً کئی نمائشین ہوئین - ۱۸۴۹ء کی نمائش مین ساڑھے چار ہزار آدمیون کیطرف سے چیزین دکھائی گئی تھین - اسی اثنا مین یورپ کے دیگر بڑے بڑے ملکون مین بھی قومی نمائشین ہونے لگین - چنانچہ ۱۸۲۹ء مین ڈبلن (آئرلینڈ) مین ایک نمائش ہوئی جسمین اس صوبہ کے تمام اضلاع کی مصنوعات نمایان ہوئی تھین - پھر وہان ہر تیسرے چوتھے سال ہونے لگی جسمین رفتہ رفتہ غیر ملکون کی دستکاریان نمایان ہونے کی بھی اجازت ہوگئی - یہ شاہی انجمن ڈبلن کی زیر نگرانی ہوتی تھی - اسکی دیکھا دیکھی برمنگھم - مانچسٹر - لورپول اور دیگر بڑے بڑے شہرون مین نمائشین ہونے لگین - انکا رواج جرمنی - آسٹریا - پولینڈ - روس - سویڈن - ہالینڈ - بیلجیم - سوئٹزرلینڈ - اٹلی ہسپانیہ اور پرتگال مین بھی ہوا - ۱۸۴۴ء مین برلن (جرمنی) مین جو نمائش ہوئی تھی اسمین ۳۰۴۰ آدمیون کی اشیا نمایان ہوئی تھین ۱۸۴۵ء مین لندن مین برطانی حسن فنون کا ایک مینا بازار (فری ٹریڈ بازار) آراستہ کیا گیا جو عام دلکشی کا موجب ہوا تھا - صوبجات متحدہ (امریکہ) مین ۱۸۲۸ء مین نیویارک مین ایک صنعتی میلے کا رواج ہوا جسمین صرف دستکارون اور موجدون کو اپنی اپنی دستکاریان دکھانیکی اجازت تھی - رفتہ رفتہ اس نو آباد اور وسیع ملک کے دوسرے شہرون مین بھی نمائشین اور میلے ہونے لگے -

بین الاقوام نمائشین

قومی نمائشون کی ذیل مین جن نمائشون کا ذکر ہوا وہ بہت محدود تھین - انمین تمام ملک یا کسی صوبہ کی مصنوعات نمایان کیجاتی تھین - غیر ملکون کی اشیا انسے خارج رکھی جاتی تھین - جسکی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ اقتصادات (Economics) کا مطالعہ اس تندہی اور دماغ سوزی کے ساتھ شروع نہ ہوا تھا جسقدر اب ہوتا ہے - لوگ عام طور پر تجارت و صنعت کے کاروبار کے بڑے بڑے اصول سے ناواقف تھے جسکی وجہ سے انکا خیال یہ تھا کہ غیر ملکون کی چیزون کو اپنے یہان نمایان کرنا گویا اپنی قومی

---

[5] ماخوذ از "انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا" جلد نمبر ۲۰ صفحہ ۳۴۹

حسرفتون کی جڑون کو اپنے ہاتھ سے کاٹتا ہے - گو اسکے اور اسباب مثلاً خودغرضی - تنگ دلی - قومی تعصبات - تاجری و صنعتی اصول مانگ اور بہم رسانی کی لاعلمی وغیرہ بھی تھی - اُنیسوین صدی مین کئی عجیب و غریب اختراعات اور ایجادات معرض وجود مین آنے مثلاً متحرک انجن ریلوے کا اجرا - تار برقی - دخانی جہازرانی وغیرہ جسکا مہذب قومون کے خیالات اور طرز معاشرت پر نہایت حیرت انگیز اثر ہوا - کاروبار اور صنعت و تجارت کو عظیم تحریک پہونچی - قومون کا باہمی ربط و ضبط اور راہ و رسم بہت وسیع ہو گیا - سیر و سیاحت مین بڑی سہولیتین پیدا ہو گئین - جس سے انسان کی عقلی اُفق توسیع پکڑتی ہے - انجام یہ ہوا کہ قومون کو جو ایک دوسرے سے نفرت تھی وہ دُور ہو گئی اور تمام غلط فہمیان رفع ہو گئین - افراد کے خیالات بہت وسیع ہو گئے - جسکا بین الاقوام تعلقات پر بہت پسندیدہ اور نہایت نیک اثر پڑا - علم کی دیگر لطیف اور پاکیزہ شاخون مین جو معتدبہ اضافہ ہوا تھا - اُس سے قومون کے آپس کے رشتہ پر خوشگوار اثر ہوا - لوگ یہ سمجھنے لگے کہ اپنے ہمسایون سے صلح و آشتی کا برتاؤ روا رکھنے ہی مین اپنا فائدہ ہے - اسی حیرت مین ڈالنے والے انقلاب کا ثمرہ "بین الاقوام نمائشین" ہین جنکا رواج اُنیسوین صدی کے دوسرے حصے مین ہوا - انجمن فنون لندن نے اس باب مین ۱۸۴۹ع مین پیشقدمی کی جیسا اسنے چھیانوے برس پیشتر زمانۂ حال کی قومی نمائش کے بارے مین کی تھی اور ۱۸۵۱ع مین ہائڈ پارک لندن مین پرنس آلبرٹ کی زیر صدارت ایک عظیم الشان بین الاقوام نمائش منعقد ہوئی دنیا کی تمام قومون کو اسکی شرکت کی دعوت دی گئی تھی - ۱۹۳۱۶۸ پونڈ کی لاگت سے بیس ایکڑ اراضی پر ایک شاندار عمارت بنائی گئی - یہ نمائش ساڑھے پانچ ماہ تک کیلئے کھلی رہی تمام مدون سے پانچ لاکھ پونڈ سے زائد آمدنی ہوئی اور تمام اخراجات منہا کرنے کے بعد ایک لاکھ چھیاسی ہزار پونڈ خالص بچت ہوئی - ساٹھ لاکھ اُنتالیس ہزار آدمی نمائش گاہ کے احاطہ مین داخل ہوتے - انکے ٹکٹون سے سوا چار لاکھ پونڈ وصول ہوئے -

۱۳۹۳۷ آدمیون کی چیزین نمایان کی گئی تھین جنمین ۶۸۶۱ برطانیہ خاص، ۵۲۰ اسکی نوآبادیون سے اور باقی دُنیا کے دوسرے ملکون سے تھین - اسکے بعد نیویارک اور ڈبلن مین ۱۸۵۳ع مین بلبتورن اور میونک مین ۱۸۵۴ع مین اور پیرس مین ۱۸۵۵ع مین بین الاقوام نمائشین منعقد ہوئین - عظیم الشان عالمگیر نمائش ۱۸۶۲ع مین لندن مین پھر ہوئی - مگر پرنس البرٹ کے انتقال کے سبب سے ایسی شاندار ثابت نہوئی جیسی توقع کی گئی تھی - لوئس نپولین ثالث کے حسب ارشاد ۱۸۶۷ع مین پیرس مین عظیم پیمانہ پر ایک نمائش ہوئی جسکی عمارات اکتالیس ایکڑ رقبہ پر پھیلی ہوئی تھین - بیرونی احاطہ مین آلات اور کلین تھین انسان کے تمدنی ارتقا کے تمام مرحلے، قرن الحجر (Stone age) سے لیکر زمانہ موجودہ تک اندرونی احاطہ مین نمایان کئے گئے تھے - پارک مین ہر قسم کے مشہور فنون عمارت کے نمونے تھے - اڑسٹھ لاکھ سے زائد آدمی نمائش گاہ مین داخل ہوتے اور جنکی مختلف صنعتین نمایان ہوئی تھین - انکا شمار ۴۳ ہزار سے کچھ اوپر تھا - ۱۸۷۳ع مین وائنا - پایۂ تخت آسٹریا مین ایک بڑی نمائش ہوئی - مگر ہیضہ پھوٹ نکلنے سے ایسی کامیاب نہ رہی - جیسی شروع مین امید کی گئی تھی - تماشائیون کا شمار سترسٹھ لاکھ چالیس ہزار اور نمایان کرنیوالون کا ۲۵۰۷۰ بیان کیا گیا ہے -

۱۸۷۶ع مین شہر فلیڈلفیا (صوبجات متحدہ - امریکہ) مین "اعلان آزادی امریکہ" کی صد سالہ سالگرہ کی یادگار مین ایک عظیم الشان نمائش ہوئی تھی جسمین دُنیا کی تمام مہذب و نیم مہذب قومون سے

نمائشگاہ کا عام منظر

نمائشگاہ کا عام منظر

انڈین پریس'' الہ آباد

شرکت کی درخواست کی گئی تھی۔ اخراجات۔ چندہ اور سرکاری امداد سے ادا ہوئے تھے۔ اس نمائش کے انتظام مین کئی نئے طریقے بھی اختیار کئے گئے تھے۔ ازانجملہ ایک یہ تھا کہ رات اور اتوار کے دن نمائشگاہ کے دروازے بند رہتے تھے۔ حالانکہ یورپ مین اسکے برعکس مروج تھا۔ صرف برنجی تمغے دئے گئے۔ چاندی اور سونے سے قطع نظر کی گئی۔ کئی باتون مین برطانیہ کی تقلید کی گئی۔ ۹۰ لاکھ بانوے ہزار آدمی نمائشگاہ کے اندر داخل ہوئے تھے۔ ایک خاص دن دو لاکھ چوہتر ہزار آدمی داخل ہوئے تھے۔ تمام وسائل سے ساڑھے سات لاکھ پونڈ سے زائد آمدنی ہوئی۔ اسکے دو سال بعد ۱۸۵۵ء مین پیرس مین ایک اور نہایت مہتم بالشان نمائش منعقد ہوئی۔ نمائشگاہ کی عمارات کے واسطے چھیاسٹھ ایکڑ آراضی مخصوص ہوئی تھی۔ یہ اپنی شان اور وسعت کے لحاظ سے تمام سابقہ نمائشون پر فائق تھی۔ ہندوستان کے تاجرون اور کاریگرون نے بھی بہت سی چیزین بھیجی تھین۔ دُنیا کی سب قومین سوائے جرمنی کے شریک ہوئی تھین۔ تمدن اور ضروریات کی کوئی چیز اور کوئی شعبہ انسانی معاشرت کا نظرانداز نہین ہوا تھا۔ ایک کرور تیس لاکھ تماشائی احاطہ نمائشگاہ مین داخل ہوئے۔ گورنمنٹ نے ڈیڑھ کرور روپیہ خرچ کیا تھا۔ اس نمائشگاہ سے فرانس کے مصنوعات کو عظیم تحریک پہونچنے کے علاوہ سرکاری خزانہ اور میونسپل کارپوریشن شہر پیرس کے محصول وغیرہ سے ساڑھے چار کرور روپیہ آمدنی ہوئی تھی۔

۱۸۷۹ء مین سڈنی مین اور ۱۸۸۰ء مین ملبورن واقع آسٹریلیا مین دو بڑی نمائشین منعقد ہوئین جنمین ہندوستان اور برطانیہ کی اشیا سب سے بڑھکر تھین۔ انکا اثر جرمنی۔ فرانس۔ بلجیم اور امریکہ کی تجارت پر بہت ہی عمدہ پڑا کیونکہ اُس حصہ دُنیا مین ان ملکون کے مصنوعات کی مانگ بہت وسیع ہو گئی۔ مارسیلز (فرانس) بریمن (جرمنی) سے ملبورن کو تجارتی جہاز بکثرت آنے لگے اور فرانسیسی ساہوکارون نے اپنے بنک لین دین کے لئے وہان جاری کر دئے۔ ۱۸۸۰ء مین ٹیورن (اٹلی) اور برسلز (بلجیم) مین دو نمائشین ہوئین اور کئی چھوٹی چھوٹی نمائشین ۱۸۸۱-۱۸۸۲ء مین نیوکیسل (انگلستان) میلان (اٹلی) لاہور۔ ایڈیلیڈ۔ پرتھ (اسٹریلیا) ماسکو گینٹ (بلجیم) لیل (فرانس) مین منعقد ہوئین۔ ۱۸۸۳ء مین امسٹرڈم (ہالینڈ) مین ایک بڑی بھاری نمائش ہوئی جسمین اور ملکون کے علاوہ ہندوستان کی چیزین بھی نمایان کی گئی تھین۔ ۱۸۸۴ء مین کلکتہ مین بھی اس قسم کی ایک نمائش ہوئی تھی مگر وہ یورپ[سلہ] کی نمائشون کے سامنے بہت حقیقت نہین رکھتی۔

۱۸۸۹ء مین پیرس مین ایک عالمگیر نمائش انقلاب فرانس کی صد سالہ سالگرہ کی تقریب مین منعقد ہوئی۔ پونے دو کرور فرینک (دس آنے کا سکہ) گورنمنٹ فرانس نے اور اسی لاکھ میونسپل کارپوریشن پیرس نے دئے۔ نمائشگاہ کے اندر تین کرور ساڑھے تیس لاکھ آدمی داخل ہوئے تھے۔ دو کرور تیس لاکھ فرینک اسٹالون کے کرایہ اور دیگر دوکاندارون سے وصول ہوئے۔ کل خرچ چار کرور چالیس لاکھ فرینک ہوا۔ جسے ادا کرنے کے بعد کچھ بچت بھی ہوئی۔ نمائشگاہ کی عمارتون کے واسطے ۲۰ ایکڑ آراضی درکار ہوئی تھی۔ نمائشگاہ کے عجائبات مین ہزار فٹ بلند منیار ایفل Eiffel Tower اور قاہرہ کے ایک بازار کی ہوبہو نقل تھی۔ مکانات۔ دوکانین۔ اشیار تجارت وغیرہ وغیرہ سب مصری تھین۔ جس سے اصل اور نقل کا امتیاز مٹ گیا تھا جرمنی۔ سویڈن۔ ٹرکی اور مانٹی نگرو نے اسکی شرکت سے اس بنا پر معذرت کی تھی کہ نمائش "انقلاب فرانس" کی یادگار مین تھی اشیا نمایان

سلہ ماخوذ از "انسائیکلوپیڈیا برٹانکا" جلد نمبر ۲۸ صفحہ ۱۵۱-۳۔

کرنیوالون کی تعداد (۲۲۰۷۱۶) تھی۔ نمائش گاہ کے ضمن مین ستر کانگریسین اور کانفرنسین بھی منعقد ہوئی تھین۔ جنمین قومون کے قائمقام شریک ہوئے۔ سنہ ۱۸۹۰ء مین لندن مین معدنی نمائش قصر بلورین مین اور فوجی نمائش شفاخانہ چلسی (لندن) مین۔ سنہ ۱۸۹۱ء مین بحری نمائش شفاخانہ موخرالذکر مین اور بین الاقوام نمائش جمیکا (واقع جزائر غرب الہند) مین ہوئی تھی۔

اسکے بعد قابل ذکر عالمگیر نمائش شکاگو ہے۔ جو ۱۸۹۳ء مین دریافت امریکہ کی چہار صد سالہ سالگرہ کی یادگار مین تھی۔ گورنمنٹ صوبجات متحدہ نے اڑتالیس لاکھ روپیہ منظور کیا تھا۔ اسکے سوا ۷۵ لاکھ روپیہ خاص قسم کے سکہ کا تھا جو خلاف معمول زیادہ قیمت پر فروخت ہوا تھا۔ دو کرور پونے پندرہ لاکھ آدمی نمائشگاہ مین داخل ہوئے۔ ٹکٹون کی فروخت سے اکیس لاکھ بیس ہزار پونڈ خاص رعائتون سے ساڑھے سات لاکھ پونڈ۔ متفرقات سے ایک لاکھ اڑسٹھ ہزار پونڈ۔ کل تیس لاکھ اُنیس ہزار پونڈ آمدنی ہوئی۔ کل خرچ باون لاکھ بائیس ہزار پونڈ ہوا تھا اور جملہ خراجات ساٹھ لاکھ پونڈ یعنی نو کرور روپیہ ہوئے۔ جسمین سے ڈیڑھ کرور سرکار نے دیا تھا۔ خیال کرنا چاہیے کہ یورپ اور امریکہ کی سلطنتین صنعتی ترقیون کے واسطے کتنا روپیہ بیدریغ اٹھاتی ہین۔ نمائشگاہ کی تمام عمارتون نے دوسو ایکڑ اراضی گھیر رکھی تھی۔ اس نمائش مین اٹھارہ ہندوستانی تاجر بھی گئے تھے۔ نمائشگاہ مین انسان کی طرز معاشرت۔ ضروریات وغیرہ جنگلی اور وحشی قومون سے لیکر مہذب اور متمدن قومون کے تمام شعبے دکھائے گئے تھے۔ یہانتک کہ مذہب سے بھی چشم پوشی نہین کی گئی۔ کیونکہ مذاہب عالم کی ایک نہایت شاندار پارلیمنٹ ڈاکٹر بیروز[۵۱] کی زیر صدارت منعقد ہوئی جہان سب مذہبون کے قائم مقام نے اپنے اپنے معتقدات کی خوبیان بیان کین۔

ہندوستان سے بھی سوامی وویکانند ایسے عالم شریک ہوئے تھے۔ اور رواداری اور اخوت عالم کے اصول کو عملی صورت دی گئی سنہ ۱۹۰۰ء مین پیرس مین نہایت شاندار عالمگیر نمائش پھر ہوئی جو یورپ کی تمام پہلی نمائشون پر ہر طرح غالب اور فائق تھی۔ اسکی عمارات ۳۳۶ ایکڑ زمین پر پھیلی ہوئی تھین۔ اُنکے سوا کھیلون کا میدان بھی اسیکے متعلق تھا۔ دریائے سین کے دونون کنارون پر ایک سلسلہ عمارات تھا جو انواع واقسام کے مصنوعات کے لئے وقف تھا۔ تمام دُنیا کی قومین اسمین شریک ہوئی تھین۔ انسانی معاشرت کے تمام قدیم وجدید پہلو نمایان تھے۔ تمام انتظامات نہایت شاندار پیمانہ پر تھے تمام متمدن ممالک کے شائقین نمائشگاہ دیکھنے کو ہر حصۂ عالم سے گئے تھے۔ سات ماہ تک کھلی رہی پانچ کرور آدمی احاطہ مین داخل ہوئے اور تمام حصون کی سیر کی۔ گو تخمینہ ۶ کرور تماشائیون کا تھا۔ آمدنی ۴۵۰۸۲۴۹ پونڈ اور خرچ ۴۶۶۰۰۰۰ پونڈ ہوا تھا۔ غیر ملکون کے کاریگرون اور تاجرون کو ساٹھ لاکھ پونڈ خرچ برداشت کرنا پڑا تھا۔ ۷۶۰۱۲ اشیا نمائشگاہ مین نمائش کے لئے داخل ہوئی تھین۔ ہندوستان اور برطانیہ کی اشیا کیواسطے دو علیحدہ احاطے تھے جو انکی گورنمنٹون کی طرف سے بنائے گئے تھے۔ اختتام کے قریب بین الاقوام کانگریسین اور کانفرنسین بھی منعقد ہوئین۔ جنمین مختلف اہم انٹرنیشنل[۵۲] مسائل پر غور اور بحث ہوئی۔

سنہ ۱۹۰۴ء مین سینٹ لوئس (صوبجات متحدہ۔ امریکہ) مین ایک اور عالمگیر نمائش ہوئی۔ تمام پہلی نمائشون مین شائد یہ سب سے بڑی تھی۔ ہارمس ورتھ کی انسائیکلوپیڈیا[۵۳] مین لکھا ہے کہ نمائش گاہ ۱۲۴۰ ایکڑون پر پھیلی ہوئی تھی اسکے واسطے ساڑھے سات کرور روپیہ علیحدہ (ڈیڑھ کرور روپیہ) کیا تھا۔ اسکا ایک حصہ ہنڈیون کی فروخت سے وصول ہوا جو منتظم کمیٹی کی طرف سے بیچی گئی تھین۔ ایک جزو شہر سینٹ لوئس

---

۵۱ یہ وہی بزرگوار تھے جو ہاسکل ییروز لکچرشپ کے متعلق سنہ ۹۷-۱۸۹۶ء مین ہندوستان کو آئے اور چھ لکچر مسیحی دین کی عالمگیری کے متعلق دئے تھے۔ ۵۲ ماخوذ از انسائکلوپیڈیا برٹانکا جلد نمبر ۲۰ صفحہ ۳۵۱-۳۵۲۔ ۵۳ ملاحظہ ہو مضمون "ایگزیبیشن" (نمائش) ای "E" کی ردیف مین۔

کی مینوسپل کمیٹی نے ایک معتدبہ رقم ریاست لوزیانہ نے اور ایک معقول رقم صوبجات متحدہ کی گورنمنٹ نے دی تھی - یہ نمائش علاقہ لوزیانہ کی خرید کی صدسالہ سالگرہ کی تقریب پر ہوئی تھی ۱۸۰۳ء مین نپولین آعظم نے اس علاقہ کو جسکا رقبہ دس لاکھ مربع میل تھا - ملکی مشکلات کے سبب سے امریکہ کے ہاتھ فروخت کیا تھا - اس نمائش مین دُنیا کی تمام قومون کے مصنوعات نمایان کرنیکے لئے بھیجے گئے تھے - صنعت و حرفت - تجارت و زراعت اور معاشرت انسانی کے متعلق کوئی شے نہ تھی جو نمایان ہونے سے رہ گئی ہو - ہر ایک حرفہ اور پیشہ کے لئے جداگانہ صیغے اور عمارات تھین - سوشیالوجی اور انتھروپالوجی کے متعلق تمام چیزین بہم پہونچائی گئی تھین اور تمدن کے تمام منازل ابتدا سے لیکر بیسوین صدی تک نمایان کئے گئے تھے - نمائش کے دوران مین کئی بین الاقوام کانفرنسین اور کانگرسین منعقد ہوئی تھین جنمین ورلڈ پریس کانگرس (وقائع نگارون کی عالمگیر کانگرس) اور لیگل کانگرس (وکیلون کی عالمگیر مجلس) بہت مشہور تھین -

دو تین سال ہوئے جاپان نے ٹوکیو مین ۱۹۱۲ء مین عالمگیر نمائش منعقد کرنے کا اعلان کیا تھا مگر کسی وجہ سے اسی سال کے دوران مین اُسکے التوا کا اشتہار نافذ ہوا - سال روان مین برسلز کی نمائش بین الاقوام ہونے کی مدعی ہوئی مگر بدقسمتی سے جولائی مین نمائش گاہ مین آگ لگی اور چند شعبے جنمین برطانیہ کا صیغہ بھی تھا جلکر خاک ہو گئے - دوسری نمائش اینگلو جاپان لندن مین منعقد ہوئی تھی جو ہر پہلو سے کامیاب سمجھی جاتی ہے - اسمین جاپان اور برطانیہ ہی کے مصنوعات نمایان ہوئے تھے -

نمائشون کی کثرت

نمائشون کی اب اسقدر بھر مار ہے کہ قریہ قریہ اور قصبہ قصبہ مین آئے دن کسی نہ کسی کی نمائش ہوتی ہے یورپ اور امریکہ مین اسکا ولع جنون کے درجہ تک پہونچ گیا ہے - صنعت و حرفت - زراعت و تجارت وغیرہ کو چھوڑکر حیوانون اور انسانون تک نوبت پہونچ گئی ہے - مویشیون گھوڑون بھینسون - بیلون - گایون - بھیڑون - بکریون وغیرہ کی نمائشین عرصے سے ہمارے ملک مین دسہرہ - دیوالی وغیرہ کے موقعون پر ہوتی ہین - انگریزیت کے رواج کے ساتھ کتون وغیرہ کی نمائشین بھی منعقد ہونے لگی ہین - علوم و فنون کے کسی نہ کسی خاص شعبہ کی نمائشین یورپ اور امریکہ مین عام ہو گئی ہین مگر اس عمومیت کے ساتھ انسان کو بھی داخل کر دیا گیا ہے - مثلاً بچون کی نمائشین جنمین ڈیڑھ دو سال سے لیکر ۵-۶ برس کے بچے نمایان کئے جاتے ہین - خوب پلے ہوتے توانا اور خوبصورت بچون کی ماؤن کو انعام ملتے ہین - فرانس - جرمنی اور امریکہ کے بعض حصون مین اسکا بڑا رواج ہے - نوعمر عورتون کی نمائش بھی ہوتی ہے جہان صرف حُسن کی نمود ہوتی ہے - یہ آسٹریا - جرمنی - بلجیم - فرانس وغیرہ مین بہت منعقد کیجاتی ہین - اسیطرح جوان مردون اور بیوہ عورتون وغیرہ کی نمائشین بھی منعقد ہوتی ہین یا گاہے گاہے جرمنی اور بلجیم وغیرہ مین ایسی نمائشین ہوتی ہین - جہان صرف لمبے بال والی عورتون کو تمغے دئے جاتے ہین - عورتون کے لباس کی نمائش علیحدہ ہوتی ہے - انگلستان - فرانس - جرمنی وغیرہ مین تقریباً ہر سال ایسی نمائشین ہوتی ہین جہان سب سے عمدہ اور خوبصورت لباس والی لیڈیون کو انعام ملتے ہین - یورپ اور امریکہ مین ہر چیز ہر مذاق اور ہر خبط کی جداگانہ نمائشین منعقد کیجاتی ہین جنکے ذکر سے ولایتی اخبارات کے کالم پُر نظر آتے ہین مگر ہندوستان مین ان فضولیات کو کچھ عرصہ تک ولع نصیب نہین ہوگا - کیونکہ یہ باتین قدامت پسند ہندوستانیون کو بالخصوص مشرقیون کے آبائی مذاق کے بر اسر منافی ہین مگر اسقدر اُمید لگانا بے سود نہ ہوگا کہ حرفتی زرعی اور حیوانی نمائشین ہر سال ہر پرگنہ ہر ضلع اور ہر صوبہ مین منعقد ہوتی رہینگی جنسے صنعت و حرفت اور تجارت کو تحریک عظیم پہنچیگی -

جے - آر - رائے

قطب نما

قطب نما کو عربی مین "ابرۃ القبلہ" یا "ابرۃ الملاحین اور انگریزی مین (Compass) کہتے ہین۔ یہ ایک آلہ ہے جو ایک دائرہ اور ایک سوئی پر مشتمل ہے۔ دائرہ کے مرکز مین سوئی اُفقی ہیئت پر ایک کیل مین جمی ہوتی ہے جو نیچے اوپر تو نہین ہٹ سکتی البتہ چارون طرف گھوم سکتی ہے۔ دائرہ کو عموماً چار خط کے ذریعے سے چار حصون پر تقسیم کرکے چار سمتین ظاہر کیجاتی ہین۔ انگریزی ساخت کے "قطب نما" مین مغرب کے لئے (W) مشرق کیلئے (E) جنوب کیلئے (S) شمال کیلئے (N) استعمال کیا جاتا ہے۔ بعض قطب نما اور خاصکر جہازی کپاس مین چار حصون کے علاوہ دائرہ مین درجون کے نشان بھی پائے جاتے ہین اور شمال کے لئے ایک پھول ہوتا ہے۔

دیکھنے کو تو یہ ایک چھوٹا سا آلہ ہے لیکن اصل مین بری و بحری مسافرین کا رہبر اور رہ گم کردگون کے لئے خضر رہنما ہے۔ لق و دق بیابانون اور صحراؤن مین یہ ہاتف غیب کا کام دیتا ہے۔ گھنے جنگلون اور پیچ در پیچ دریاؤن کی صحیح سمتون کا معلوم کرنا اکثر اسی آلہ پر منحصر ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو شاید آج دُنیا بھر کے مکمل نقشے اس سہولت سے مرتب نہ ہو سکتے، زمین کے اندر ہی اندر سُرنگین لگانا زیادہ تر اسی پر موقوف ہے کیونکہ سطح زمین پر ستارون یا دیگر علامات و نشانات سے قطب نما کے بغیر سمتون کے معلوم کرنے مین شاید کچھ کام چل جائے لیکن زمین کے اندر جہان کوئی ستارہ نظر آسکتا ہے نہ کوئی علامت کام دیتی ہے صحیح سمت اکثر قطب نما ہی سے معلوم ہو سکتی ہے اور جب تک سمت معلوم نہو سُرنگ کا خاطر خواہ تیار ہونا محال ہے۔ وقّار سمندرون میں جہان فقط نیچے پانی اور اوپر آسمان نظر آتا ہے سمتین دریافت کرنے مین بڑی مشکلات پیش آتی تھین۔ اسی لئے اس آلہ کی ایجاد سے قبل جہازران ساحل سے قریب ہی قریب منڈلاتے پھرتے تھے اور دُور دراز نکل جانے سے جھجکتے تھے۔ بعض اوقات جب مطلع صاف ہوتا تو رات کے وقت سمتین دریافت کرنے مین ستارون سے مدد لی جاتی تھی لیکن ابر اور کہرہ وغیرہ کی حالتون مین اس مقصد کے لئے وہ بھی بالکل معذور تھے۔ جب انسان پر مقناطیس کی خاصیت کا راز منکشف ہوگیا اور "قطب نما" کے ذریعے سے ایک سمت معلوم ہوگئی تو دوسری سمتون کا معلوم کرنا آسان ہوگیا۔ اس لئے ملّاحون کو خشکی سے دور دراز نکل جانے پر بھی بھٹکنے کا مطلق اندیشہ نہین رہا۔ وہ بڑے بڑے دھاوے مارنے کی جرأت کرنے لگے۔ منچلے ملّاح مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق کو پہونچنے مین اسی کی بدولت کامیاب ہوئے کلمبس نے اسی کے بھروسے پر اسقدر بڑے اور اہم سفر کے لئے کمر ہمت باندھی اور نئی دُنیا کی دریافت مین کامیاب ہوا۔ اسکے علاوہ آج تک جتنے بڑے بڑے سفر اور نمایان تحقیقاتین ہوئین وہ سب اسی آلہ کی بدولت ہوئین۔ آج دُنیا بھر کے جہازات وغیرہ جو سمندرون مین پھیلے پڑے ہین وہ سب اسی کی بدولت ہین۔ گویا قطب نما کی ایجاد نے فن جہازرانی مین جان ڈالدی اور انسان کو ناپیدا کنار سمندرون کا مالک بنا دیا۔ چونکہ قطب نما کو جسقدر خاص تعلق زمانۂ قدیم سے فن جہازرانی سے رہا ہے اتنا دوسرے امور سے نہین رہا اسلئے

عربی مین اسکو "ابرۃ الملاحین" کہتے ہین اسکی وجہ تسمیہ یہی ہو سکتی ہے۔
"قطب نما" کی اصل صرف اسکی سوئی ہے جو ہمیشہ قطبین یعنی شمال و جنوب کو بتاتی رہتی ہے۔ اگر اسکو کسی اور طرف پھیر دو تو پھر سکتی ہے مگر مانع زائل ہوتے ہی وہ ہی اپنی اصلی سمت کی طرف پلٹ جائیگی۔
سوئی مین یہ خاص میلان پیدا کرنے والی چیز مقناطیسی یا برقی قوت ہے۔ یہ قدرت کا ایک کرشمہ ہے کہ اصلی یا مصنوعی مقناطیس معلق ہوتے ہی اسکا رُخ قطبین کو ہو جاتا ہے۔ چاہو تو اسکا یون تجربہ کرسکتے ہو کہ اگر اصلی مقناطیس نہ ملے تو مصنوعی مقناطیس ہی لو جو ہمارے یہان بازارون مین مل سکتا ہے۔ یہ ایک نعل کی شکل کا فولاد ہے جسمین برقی باٹری کے ذریعے سے برقی قوت بھر دیجاتی ہے۔ چونکہ یہ قاعدے کی بات ہے کہ جب کچے لوہے کو برقی باٹری سے متصل کرتے ہین تو اسمین برقی یا مقناطیسی قوت سرایت کرجاتی ہے اور وہ لوہے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑون یا لوہ چون کو اپنی طرف کھینچنے لگتا ہے لیکن جب باٹری سے جُدا کرلیتے ہین تو پھر اسکا وہ اثر باقی نہین رہتا اور اگر پکے لوہے یعنی فولاد مین برقی اثر سرایت کرجاسے تو اسمین باٹری سے جُدا کرنیکے بعد بھی وہی اثر باقی رہتا ہے اور اپنی قوت کے موافق لوہے کی کیلون یا سوئیون وغیرہ کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اس مصنوعی مقناطیس پر کوئی فولادی چیز رگڑ دیجاسے تو اسمین بھی وہی اثر پیدا ہوسکتا ہے مثلاً ایک فولادی معمولی سوئی لو اور اُسکو اس مقناطیس پر ذرا سا گھس دو تو کچھ عرصے کے لئے اسمین برقی یا مقناطیسی اثر سرایت کرجائیگا۔ اس سوئی کو ریشم مین باندھکر لٹکا دو یا کارک یا کسی اور ہلکی پانی پر تیرنیوالی چیز کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے مین چبھو کر پانی کی سطح پر چھوڑ دو تو وہ سوئی تیرتے ہوئے برابر قطبین کو بتائیگی۔ گویا قطب نما کا کام دیگی۔
اس تجربہ سے یہ ثابت ہوا کہ مقناطیسی سوئی کا رُخ

قطبین کی جانب رہتا ہے۔ مگر یہان ایک اور بات قابل لحاظ ہے کہ سوئی کا ہر ایک سرا ایک ایک قطب سے خاص رہیگا یعنی جو سرا شمال کی جانب ہے وہ جنوب کی طرف اور جنوبی سرا شمال کیطرف کبھی نہین ہوسکتا اسکی وجہ یہ ہے کہ برقی یا مقناطیسی قوت کی دو قسمین ہین ایک "موجبہ" دوسری "سالبہ" جس سوئی کو مقناطیس پر گھسکر مقناطیسی اثر اُسمین پیدا کیا گیا ہے اُسمین بھی دونون قسم کی قوتین موجود ہوتی ہین جو ایک دوسرے کی ضد ہوتی ہین اسکے ایک سرے مین موجبہ قوت ہوگی اور دوسرے مین سالبہ اور انکا نقطۂ اتصال سوئی کے بیچون بیچ مین ہوگا پس موجبہ کا رُخ ہمیشہ قطب شمالی کیجانب اور سالبہ کا قطب جنوبی کیطرف رہیگا۔ یا یون کہو کہ جو سرا قطب شمالی کی جانب ہے اسکو "موجبہ" کہینگے اور جنوبی سمت والے سرے کو "سالبہ"۔ اسکا تجربہ کرنا ہو تو اسی پانی پر تیرتی یا ریشم مین لٹکتی ہوئی مقناطیسی سوئی کا جو سرا شمال کی جانب ہے اسکو پھیر کر جنوب کیجانب کردو تو وہ پھر تو جائیگا لیکن چھوڑتے ہی پھر اپنی اصلی سمت کیطرف فوراً پلٹ جائیگا۔
قوت برقی یا مقناطیسی کی ان متضاد قوتون مین اس بین فرق کے علاوہ ایک اور بڑا فرق یہ ہے کہ جن چیزون مین صرف "موجبہ" یا "سالبہ" ایک ہی قسم کی برقی قوت ہوگی وہ ایک دوسرے سے دور ہٹ جائینگی اور جو ایک مین موجبہ اور دوسرے مین سالبہ برقی قوت بھری ہو تو وہ ایک دوسرے کو کھینچتی رہین گی۔ تجربہ کے لئے ایک اور سوئی لو اور مقناطیس پر رگڑکے اسمین مقناطیسی اثر پیدا کرو (لیکن شرط یہ ہے کہ مقناطیس پر ٹھیک پہلی سوئی کی طرح رکھکر رگڑو) اسکے بعد پہلے کیطرح اس سوئی کو بھی پانی کی سطح پر چھوڑ دو تو وہ بھی قطبین کو بتانے لگے گی۔ اوپر کے بیان کے موافق اسکا جو سرا شمال کی طرف ہوگا اُسمین "موجبہ" اور جنوبی سرے مین "سالبہ" قوت ہوگی۔

فرض کرو کہ ان دونون سوئیون کے سوراخ والے حصے جنوب
کیطرف اور نوکدار رُخ شمال جانب ہین تو یہ ثابت ہوا کہ اول الذکر
حصے مین سالبہ اور ثانی الذکر مین موجبہ قوت موجود ہے پس ایک
سوئی کو پانی سے نکالکر دونون کی نوکین نزدیک کرو تو تیرنے والی
سوئی خود بخود پیچھے کو ہٹتی جائیگی۔ اسیطرح اگر دونون کے سوراخ
والے حصون کو ملانا چاہو تو بھی یہی نتیجہ برآمد ہوگا اور جو ایک کا
سوراخ اور دوسرے کی نوک ملانا چاہو تو تیرنے والی سوئی فوراً خود بخود
اسکی طرف کھینچ آئیگی۔ یہی وہ خاصہ ہے جس سے آج عموماً برقی آلات
و اوزار۔ الیکٹریکل انجنون۔ مشینون۔ کلون مین کام لیا جاتا ہے
اور بیشمار فوائد حاصل کئے جارہے ہین۔ چونکہ یہ بحث خاص برقی
قوت سے متعلق ہے جو اسوقت ہمارا موضوع بحث نہین ہے
لہذا ہم اسی پر اکتفا کرتے ہین۔

مقناطیسی سوئی مین ایک اور خاصیت یہ ہے کہ جب اُسپر
سے کوئی برقی رَو جاری ہو تو اُسکی قوت و قربت کے موافق اسکا
رُخ بدل جائیگا۔ چنانچہ ایک مقناطیسی سوئی کو دوسری کے
اوپر تھامے ہوئے قریب لاتے جاؤ تو فوراً اسکا رُخ قطبین کی
سمت سے بدلتے بدلتے ٹھیک شرقاً و غرباً ہوجائیگا۔ شاید
ایسی ہی بعض طبعی اسباب سے اکثر مقامات پر قطب نما کی سوئی اپنی
سمت سے کئی کئی درجے منحرف پائی گئی ہے۔ چونکہ یہ بحث کہ کن کن
صورتون اور کن کن موقعون پر کتنے درجے انحراف ہوتا ہے چندان
عام فہم نہین ہے اسلئے اسکی تفصیلی بحث کی اس موقع پر ضرورت
نہین معلوم ہوتی۔

ہمارے عنوان کا تعلق خاص طور پر اصلی یا مصنوعی
مقناطیس سے ہے لیکن مصنوعی مقناطیس برقی قوت پر منحصر
ہے۔ اسلئے یہ بتانا دلچسپی سے خالی نہوگا کہ یہ قوت کب اور کسطرح
دریافت ہوئی اور اسکی تحقیقات مین انسان نے ترقی کرتے
کرتے اس سے مصنوعی مقناطیس بنانا کسطرح معلوم کیا لہذا ہم
اسکے کچھ ابتدائی تاریخی حالات مختصر طور پر بیان کرنا مناسب
سمجھتے ہین۔

برقی قوت کو کہربائی قوت بھی کہتے ہین جسکی وجہ تسمیہ یہ
ہے کہ سب سے پہلے اس کا تجربہ کہربا پر کیا گیا تھا۔ سنہ ہجری
سے تقریباً بارہ سو اور آج سے تخمیناً ڈھائی ہزار سال قبل
"حکیم تالیس مسلطی" نے یہ دریافت کیا کہ کہربا کو رگڑنے سے اسمین
ایک نئی کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ وہ تنکون اور ریزون کو جو اسکے
قریب ہون اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ یہ دیکھکر وہ سخت حیران
رہ گیا اور یہ خیال کیا کہ کہربا بھی کوئی ذی روح شے ہے۔

حکیم "افلاطون" جو سنہ ہجری سے تقریباً ایک ہزار سال
قبل ہوا ہے اُسکے شاگرد "تیمیہ" کا یہ قول تھا کہ کہربا مین ایک
لطیف روح ہے جو کہربا سے نکلکر دوسرے اجسام کو اپنی طرف
کھینچ لیتی ہے۔ اسکے بعد اہل یونان اور دوسرے حکماے مابعد
اپنی اپنی تالیفات مین اس تحقیق کو تالیس مسلطی کیجانب منسوب
کرنے پر اکتفا اور اُسیقدر تجربہ پر انحصار کرتے رہے جو اُسنے
سب سے پہلے کیا تھا اسطرح قوت کہربائی کی تحقیق کا مسئلہ
صدیون تک ایسا طاق نسیان پر رکھا رہا کہ دسوین صدی ہجری
سے پہلے تک اسکے متعلق کوئی مزید تحقیقات کا پتہ نہین چلتا۔

دسوین صدی ہجری مین ایک انگریز ڈاکٹر "گلبرٹ" نے
اپنی موت سے چالیس سال قبل گویا تالیس ملطی سے بیس بائیس
سو برس بعد جب ایک دفعہ کہربا کا وہی اگلا تجربہ کیا تو اُسکو یہ خیال
پیدا ہوا کہ دیکھین یہی قوت دوسری چیزون مین بھی پائی جاتی ہے
یا نہین۔ اسنے لاکھ۔ شیشہ۔ گندھک اور بعض قیمتی پتھرون پر تجربہ کیا

تو ثابت ہوا کہ ان سب چیزون مین بالکل یہی خاصیت پوری پوری
پائی جاتی ہے اور یہ بھی رگڑنے پر کہربا کیطرح قریب قریب کے
باریک تنکون اور پُرزون کو اپنی جانب کھینچ لیتی ہین - اسکے اس
تجربہ کی بہت شہرت ہوگئی اور لوگون کے خیالات اس جانب
متوجہ ہوگئے - گویا برقی یا کہربائی قوت کی جملہ تحقیقات مابعد کا یہی
تجربہ سنگ بنیاد تھا - اسوقت گلبرٹ نے بہت کچھ غور کیا لیکن
اسکی کوئی وجہ اُسکے ذہن مین نہین آئی کہ یہ تنکے وغیرہ تھوڑی دیر
بعد پھر کیون گر پڑتے ہین -

سنہ ۱۰۱۱ ہجری مین ایک اسٹرین شخص "کیونیس" نے کہربائی
قوت کے متعلق کچھ تحقیقات کی اور شاید اسی نے سب سے پہلے
اپنے جسم پر برقی اثر پہونچایا -

"گرے" اور "ویلر" نے بہت سے تجربات کے بعد تحقیقات
کی کہ کل اجسام کہربائی یا برقی قوت قبول کرنے اور اُسکا اثر پہونچانے
مین یکسان نہین ہین بلکہ انہین سے بعض کامل موصل برق ہین
جنکے ایک حصہ سے کل حصہ مین یا اُسنے دوسری شے مین یہ اثر
منتقل ہوسکتا ہے جیسے لوہا تانبا وغیرہ معدنیات اور بعض ناقص
موصل ہین جنہین برقی اثر سرایت تو کر جاتا ہے لیکن اُنہین سے نہ
دوسرے مین منتقل ہوسکتا ہے نہ خود اُنھین مین پھیل سکتا ہے
جیسے چینی - شیشہ - ریشم وغیرہ -

"ناسیو ڈوفے" نے بعض تجربات کرکے برقی قوت کی دو
قسمین موجبہ و سالبہ قرار دین اور دونون کی خاصتین بتائین -

"مشنبرگ" نے برقی باٹری ایجاد کی اور برقی رو پیدا کرنیکے
کچھ ابتدائی ذرائع معلوم کئے -

پروفیسر ساوری نے بہت سے تجربات کے بعد یہ ثابت
کیا کہ بعض معدنیات مین کہربائی یا برقی قوت سرایت کرنے سے
مقناطیس کی خاصیت پیدا ہوجاتی ہے اور گو یہ مصنوعی مقناطیس
ہے لیکن اسمین تقریباً مقناطیس کی کل خاصتین مثلاً لوہے کو اپنی
طرف کھینچ لینا - قطبین کا بتانا وغیرہ موجود ہوتی ہین - یہی وہ تجربہ
تھا جسنے "قطب نما" کی ساخت کو اصلی مقناطیس کے احسان سے
سبکدوش کردیا اور اس کمیاب شے کی تلاش و جستجو کی زحمتون سے
نجات دیکر اسمین بہت سی سہولتین پیدا کردین

اب ہم برقی قوت یا ایلکٹرسٹی کے متعلق صرف اسیقدر بیان
پر جو ہمارے مقصد کے لئے کافی بھی ہے اکتفا کرکے خاص قطب نما
کے مختصر تاریخی حالات ہدیۂ ناظرین کرتے ہین - گو اس امر کا صحیح
صحیح پتہ نہین چل سکتا کہ مقناطیس کی یہ خاصیت (قطبین کا بتانا)
انسان پر کب اور کسطرح منکشف ہوئی اور یہ قدرتی راز اسپر کیسے کھلا
لیکن اتنا ضرور ثابت ہے کہ آج سے تقریباً تین ہزار برس پہلے
دُنیا مین قطب نما موجود تھا چونکہ یہ عام قاعدہ ہے کہ کسی طبعی مادے
کی کسی خاص خاصیت کا معلوم رہنا اسکے استعمال کے لئے کافی ہے -
عام اس سے کہ اُسکے متعلقہ قوانین کا پورا پورا علم حاصل ہو یا نہو مثلاً
آگ کی صرف بعض خاصیتین معلوم رہنے سے لاکھون کروڑون آدمی
اس سے ہزارون برس سے کام لیتے آئے اور لے رہے ہین
حالانکہ اُنھین اسکا مطلق علم نہین کہ آگ اصل مین ہے کیا شے ؟ اور
وہ کسطرح اور کیون جلاتی اور حرارت دیتی ہے ؟ اسکے ظاہر ہونے
اور بجھنے کے اصلی اسباب کیا ہین ؟ اسیطرح قدیم زمانے مین جب پہلے پہل
مقناطیس کی اس خاصیت کا علم انسان کو ہوا اگرچہ وہ اُسوقت
اسکے اصلی سبب اور مقناطیس کے متعلق جملہ امور سے یقیناً نابلد
تھا تاہم اُسنے اسکی اصلی علت جانے بغیر اُس سے سمت دریافت
کرنے کا کام لینا شروع کردیا -

یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ چکی ہے کہ اہل چین مین سنہ ہجری سے

پندرہ سو سال گویا آج سے دو ہزار آٹھ سو سال قبل قطب نما کا استعمال رائج تھا۔ چونکہ اس سے پہلے کسی قوم کے نزدیک اسکا استعمال یقینی طور پر نہین پایا جاتا اسلئے یہ کہنا بالکل قرین انصاف ہے کہ سب سے پہلے چینیون ہی نے مقناطیس کی یہ خاصیت معلوم کی اور وہی اس سے "قطب نما" کا کام لینے مین کل اقوام سے آگے ہین۔

اگرچہ ہندوستان کی تاریخ کا یہ تاریک زمانہ ہے جسکی وجہ سے یہ صحیح پتہ نہین چل سکتا کہ ہندوستان مین "قطب نما" کب سے موجود ہے۔ لیکن اس قسم کے تاریک زمانون کا تاریخی مسالہ جن آثار و علامات سے فراہم ہوسکتا اور دنیا بھر مین ہوتا چلا آیا ہے اسی قسم کے بہت سے ایسے قدیم آثار و علامات جنکا وجود دو دو ہزار برس یا اسکے قبل سے ہند مین موجود ہے۔ ہمین یہ قیاس کرنیکی اجازت دیتے ہین کہ قدیم زمانہ مین ہند مین بھی "قطب نما" کامیابی کے ساتھ رائج ہوگا۔ چنانچہ جسطرح "جیالوجی" "تاریخ مین پتھر کے کوئلے مین نباتی آثار و علامات سے اسکے نباتات سے بننے اور آج سے سیکڑون ہزارون برس قبل طبعی اسباب سے انکے زیر خاک دب جانے پر استدلال کیا جاتا ہے اور بعض قطعۂ زمین پر پتھرون وغیرہ مین دریائی جانورون مثلاً سیپ وغیرہ کے بقیہ اجزا یا نشانات پائے جاتے ہیں سے اگلے زمانے مین وہان سمندرون کا ہونا ثابت کیا گیا ہے یا تمدنی تاریخ مین قدیم عظیم الشان عمارتون مین ایسے ایسے بڑے اور سنگین پتھر دیکھکر جنکا اٹھانا انسانی قوت و طاقت سے خارج ہے یہ بات تسلیم کرلی جاتی ہے کہ قدیم زمانے مین جر ثقیل کا علم و عمل دونون موجود تھے۔ اسیطرح آج بہت سے قدیم کارنامے ایسے نظر آتے ہین جنسے "قطب نما" کے وجود پر استدلال ہوسکتا ہے۔ مثلاً اگلے زمانے مین جہان سنگتراشی وغیرہ فنون کمال کو پہونچے ہوئے تھے اور جنکے آثار آج بکثرت نظر آتے ہین۔ اسیطرح زمانہ قدیم مین ضروریات زمانہ کے اعتبار سے زیر زمین تہ خانے اور ایک جگہہ سے دوسری جگہہ نکل جانے کے لئے چور راستے اور زمین کے نیچے سرنگین بنانے کا عام رواج تھا جنکے مٹے مٹے آثار اب بھی ہند کے متعدد مقامات پر موجود ہین۔ اگرچہ ہندیون کو اس زمانہ مین ریاضی و ہندسہ مین وہ کمال حاصل تھا جسکو تمام دنیا تسلیم کرتی ہے اور ان علوم سے اس قسم کے اعمال مین خاطر خواہ مدد مل سکتی ہے تاہم جن لوگون کے نظر سے قدیم تاریخون کی اکثر کتابین یا بہت سے آثار قدیمہ گزرے ہین وہ کہہ سکتے ہین کہ انمین بعض ایسے پیچ در پیچ اور بعض اسقدر طول طویل سرنگین ہین کہ انکی تکمیل مین "قطب نما" نے بھی ضرور حصہ لیا ہوگا اور یہہ کچھ بعید نہین۔

اکثر مورخین کا اتفاق ہے کہ چھٹی صدی عیسوی سے پہلے عربون مین "قطب نما" کا رواج ہو چلا تھا اور اس صدی کے اوائل مین تو اسکا استعمال انمین بالکل عام ہوگیا تھا۔ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ یورپ اور مغربی ایشیا کی کسی قوم کے پاس بھی "قطب نما" کا پتہ نہ تھا بلکہ وہ اس سے محض ناواقف تھے۔ چونکہ اسوقت عربون مین اس استعمال کے قطعی و یقینی ثبوت کے ساتھ ہی اہل چین سے انکے "قطب نما" کو اخذ کرنیکا کوئی ثبوت نہین ملتا اسلئے اکثر مورخین نے عربون ہی کو "قطب نما" کا موجد مانا ہے۔ لیکن بعض مورخین اسکی یہ توجیہ کرتے ہین کہ جہازات مین "قطب نما" کا استعمال عربون کا ایجاد ہے کیونکہ چین مین گو اسکا وجود اس سے بہت زمانہ پہلے موجود تھا لیکن چینیون نے کبھی کوئی بڑے سفر نہین کئے اور نہ دوسرے ممالک مین انھون نے تجارتی اغراض سے آمد و رفت کا سلسلہ قائم کیا برخلاف اسکے عربون نے اس زمانے مین چین سے مستقل طور پر سلسلہ آمد و رفت قائم کردیا تھا چین و

نمائشی اشیا رکھنے والوں اور تماشائیوں کے خیمے

صدر دروازۂ نمائشگاہ

عرب کے مابین وہ بُعدالمشرقین اور نامعلوم راستون کی نامحدود صعوبتون کے باوجود کامیابی کے ساتھ سفر طے ہونا "قطب نما" کے استعمال کا بیّن ثبوت ہے۔ خواہ عربون نے "قطب نما" کو اہل چین سے لیا ہو یا اسکے موجد خود ہی ہون بہرحال اسمین کوئی شبہ نہین کہ دوسری قومون اور خاصکر یورپین اقوام نے تو اس ضروری چیز کو مسلمانون ہی سے اخذ کیا ہے۔ اس لحاظ سے یورپ نے جتنی مفید مفید چیزین مسلمانون سے لی ہین انکی فہرست مین "قطب نما" نہایت مہتم بالشان ہے کیونکہ یہی آلہ یورپ کی کل بحری طاقت بیرونی آمدورفت تجارتی گرم بازاری اور اکثر تحقیقات بلکہ تقریباً جملہ ترقی کی کنجی ہے۔

یورپین اقوام مین سب سے پہلے فرانسیسیون اور پرتگالیون مین "قطب نما" کے استعمال کا پتہ ملتا ہے۔ ایک عرصہ تک ان اقوام نے بھی راز کی طرح اسکو چھپائے رکھا جو دوسری اقوام بلکہ خود اپنی قوم کے عام افراد سے چھپایا جاتا تھا لیکن رفتہ رفتہ دوسری قومون نے بھی اسکو اُڑا لیا۔ ڈاکٹر گلبرٹ کا قول ہے کہ مارکو پولو کے ذریعے سے سب سے پہلے سنہ ۱۲۹۵ء مین چین سے اٹلی مین قطب نما لایا گیا ہے لیکن یہ صحیح نہین کیونکہ اہل یورپ نے راست طور پر چین سے "قطب نما" کا استعمال نہین سیکھا بلکہ مسلمانون سے انھون نے اسکو حاصل کیا ہے (دیکھو دائرۃ المعارف مطبوعہ مصر و تمدن عرب وغیرہ) اسکے علاوہ شاید یہ صحیح بھی ہو کہ سنہ مذکور مین خاص چین سے بھی "قطب نما" لایا گیا ہو لیکن اوّلیت تو کسیطرح اسکو نصیب نہین ہوسکتی کیونکہ بہت سے ثبوت اسکے مل سکتے ہین کہ سوریا، مصر وغیرہ مین سنہ ۱۲۶۶ء سے پہلے "قطب نما" کا رواج موجود تھا بلکہ فرانس مین تو سنہ ۱۲۴۵ء مین قطب نما سے کام لیا جانا پایۂ ثبوت کو پہونچ گیا ہے یہ عادتی بات ہے کہ جب کوئی غیر ملک یا غیر قوم کی ایجاد کردہ یا ساختہ چیز کا کسی ملک مین رواج ہوتا ہے تو اوّل اوّل وہین کی بنی بنائی چیز مستعمل ہوتی ہے اور بعد مین خود اُسی ملک مین وہ تیار ہونے لگتی ہے۔ اوّل اوّل "قطب نما" کی بھی یہی حالت رہی اہل یورپ ایک عرصہ تک مسلمانون یا چینیون کے تیار کردہ "قطب نما" استعمال کرتے رہے اور بعد مین خود بھی بنانے لگے اسکا استعمال یورپ مین چھٹی صدی ہجری سے ثابت ہوتا ہے اور آٹھوین صدی ہجری کے اوائل مین یہ آلہ خود یہین تیار ہوا چنانچہ سب سے پہلے نابلی (نیپلز) کے ایک باشندے فلاقیو جائے سنہ ۱۳۰۲ء مین قطب نما کی سوئی تیار کی جسکو یورپ مین "قطب نما" کا موجد و مخترع مانا جاتا ہے۔ اسکے بعد کئی شخصون نے "قطب نما" تیار کیا مگر اسوقت تک اسکی ساخت اور صناعی کا دائرہ ایک حد تک محدود رہا جبتک کہربائی یا برقی قوت کی تحقیقات نے خاطر خواہ ترقی نہین پائی اور مصنوعی مقناطیس بنانے کا گر انسان کے ہاتھ نہ لگ گیا اسکے بعد سے "قطب نما" کا بنانا اور استعمال کرنا روز بروز اسقدر عام ہوتا گیا کہ آج ایک معمولی آدمی بھی اپنی گھڑی کے ساتھ اسکو زیب صدر کئے رہتا ہے۔

سید شہاب الدین مہدوی

ثمرۂ حیات

اُت تین کوئی نہ آئیا جاسے پوچھون دھاے
اِت تین سب کوئی جات ہین بھار لدائے لدائے

उततें कोइ न आइया, जासों पूछूँ धाय
इततें सब कोइ जात हैं, भार लदाय लदाय

اُت کا ست گرو بھید دین جنکی مت بدھ دھیر
بھو ساگر کے جیو کو کاڑھ لگاوین تیر

उत का सतगुरु भेद दें, जिनकी मति बुधि धीर
भवसागर के जीव को, काढ़ि लगावें तीर

جاؤ پُتر اُس دیس کو جہان بارہ ماس بسنت
کمد کھلے بکسے کنول کھگ مرگ کیل کرنت

जाव पुत्र उस देश को, जहँ बारह मास बसंत
कुमुद खिले बिकसे कमल, खग मृग केल करन्त

جاؤ پُتر اُس دیس کو جہان نہ پون اکاس
پریم روپ بن پریم مین نس دن کرو نواس

जाव पुत्र उस देश को, जहाँ न पवन प्रकास
प्रेमरूप बनि प्रेम में, निशि दिन करो निवास

جاہ نہ بُدھ چت لکھ سکے من اندرن سون پار
جاؤ پُتر اُس دیس کو لہو انند اپار

जाहि न बुधि चित लख सके, मन इन्द्रिन सों पार
जाव पुत्र उस देश को लहो अनन्द अपार

(مینا وتی گوپی چند سے)

مقصد حیات پر اس سے پہلے جو مضمون شائع ہو چکا ہے اُسمین اس سے بحث کیگئی ہے کہ ہماری حیات کا کیا مقصود ہونا چاہئے اور گو اُس مضمون مین یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ مقصود دراصل یہی ہونا چاہئے کہ ہم اپنی حقیقت کو پہچانین اما ہم بلحاظ مدارج روحانیت حقِ معبود وحقِ عباد کے متعلق اپنے فرائض کو صحیح طور پر پہچاننا بھی ہماری زندگی کا ایک اعلیٰ مقصد ہو سکتا ہے۔ لیکن کوئی مقصد کیون نہو ان تمام مقاصد کا یہ ثمرہ ہونا چاہئے کہ ہم تمام اقسام کی قید حیات سے جسکے دوسرے معنی دُکھ ہین رہائی پائین جسکو اصطلاح مین مکتی یعنی نجات کہتے ہین - ہندون مین نجات سے کیا مراد لی گئی ہے اوّل اُسکا ذکر کیا جائے گا اور پھر یہ دکھایا جائیگا کہ یہ نجات جو عین ثمرۂ حیات ہے کسطرح حاصل ہو سکتی ہے۔

ہندون مین نجات کے متعلق بلحاظ مختلف عقائد مختلف مسائل ہین۔ البتہ یہ کل عقائد اس بات پر متفق ہین کہ جبتک ہم تعینات کے اندر ہین یہ عذاب و ثواب ہمارے ساتھ لگے ہوئے ہین اور عذاب کی سزا مین نرک یعنی دوزخ اور ثواب کی جزا مین سورگ یعنی بہشت ہمارے لئے ہے مگر یہ دوزخ اور بہشت کچھ دائمی نہین ہین۔ انکی بھی اسوجہ سے انتہا ہے کہ جن عذابون یا ثوابون کی سزا یا جزا مین لوگ وہان جائین گے وہ کچھ غیر محدود نہین ہوتے اور یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ کسی محدود علت کا معلول بھی محدود ہی ہوگا۔ غیر محدود نہین ہو سکتا۔ بہشت یا دوزخ کی مدت ختم ہونے کے بعد اُنکو پھر دُنیا مین اپنے حسب اعمال قالب انسانی یا حیوانی مین پیدا ہونا پڑتا ہے۔ مگر جو لوگ عذاب و ثواب دونون کے خیال سے

پاک ہوگئے ہین اُنکے لئے ایک اور اعلیٰ مقام ہے۔ وہ جو دویت
یعنی دوئی کے قائل ہین جسکے یہ معنی ہین کہ روح اور خدا دو نون
کے علٰحدہ علٰحدہ وجود کو مانتے ہین اُنکے لئے یہ اعلیٰ مقام بیکنٹھ
یا کیلاس ہے جو صرف شخصی خدا کی عبادت سے حاصل ہوسکتا ہے۔
یعنی یہ کہ بیکنٹھ یا کیلاس مین شخصی خدا کا قرب حاصل ہونا اُنکے لئے
عین نجات ہے۔ انمین سے جو خالص دوبت کے قائل ہین اُنکا
یہ عقیدہ ہے کہ وہ وہان بھی عابد و معبود کے امتیاز کے ساتھ رہینگے۔
لیکن جو طریقۂ وششٹ ادویت پر چلتے ہین اُنکا یہ قول ہے کہ اگرچہ
عابد و معبود کا امتیاز وہان بھی باقی رہیگا مگر وہ تدروپ یعنی ہمشکل خدا
ہوکر رہینگے اور یہ حالت اُنکی دائمی رہیگی۔ اسمین کوئی زوال نہ ہوگا۔
غرضکہ ہندؤن مین گناہ سے پاک ہونا ہی نجات نہین ہے بلکہ عذاب
و ثواب دونون سے پاک ہونے پر نجات حاصل ہوتی ہے برخلاف
دیگر مذاہب کے جنمین صرف گناہ سے پاک ہونا نجات کے معنی
رکھتا ہے اور کسی خاص شخص پر ایمان لانے یا کسی کی شفاعت پر
ہندؤن مین نجات کا انحصار نہین ہے مثلاً عیسائیون کا یہ عقیدہ
ہے کہ آدمی بہ نتیجۂ گناہ حضرت آدم ازلی گنہگار ہے اور وہ ابد تک
اس ازلی گناہ کی سزا سے نجات نہین پاسکتا تاوقتیکہ وہ اسپر ایمان
نہ لائے کہ حضرت عیسیٰ نے مصلوب ہوکر اُس ازلی گناہ کا کفارہ
اپنے خون سے کردیا۔ جسوقت کوئی بچہ شکم مادر سے پیدا ہوتا ہے
یا کوئی غیر عیسائی۔ عیسائی ہوتا ہے اور اُسکے بپتسمہ کی رسم ادا ہوتی
ہے تو اُسوقت اُسکی اس ازلی گناہ سے گویا بخشایش ہوجاتی ہے
اور اس زندگی کے کئے ہوئے اعمال کی جزا یا سزا بہ لحاظ اسکے
کہ نیک اعمال زیادہ ہین یا بد اُسکو دائمی بہشت یا دوزخ ملتی ہے۔

جنکا عقیدہ خالص ادویت یعنی وحدت الوجود کا ہے وہ
یہ کہتے ہین کہ قبل از گیان یعنی عرفان شخصی خدا کا انکار بندھن کا باعث
یعنی قیود ذات ہے اور بعد از گیان اپنے سے جُدا شخصی خُدا یا غیر شخصی خدا
کے وجود کا انکار باعث مکتی یعنی نجات ہے غرض کہ جس حالت مین
دوسرے عقائد مین شخصی خدا کی عبادت اور پرستش ہی باعث نجات
سمجھی گئی ہے اور وجود خدا سے انکار تو علٰحدہ رہا شرک بھی ایک گناہ
کبیرہ ہے جو ہمیشہ کے لئے مقہور کردیتا ہے اس عقیدہ مین
اپنے سے علٰحدہ شخصی خدا یا غیر شخصی خدا کے وجود سے انکار کرنا
عین باعث موکش یعنی نجات ہے البتہ قبل از عرفان شخصی خدا کی
عبادت اور پرستش عرفان مین مدد دیتی ہے۔ اس عقیدہ مین اگر
کوئی ازلی گناہ ہے تو وہ اگیان ہے جسکا پردہ اصل حقیقت کے
پہچاننے مین حائل ہو رہا ہے اور اس اگیان کے مٹنے ہی پر نجات
موقوف ہے۔ جسکے یہ معنی ہین کہ ہم یہ پہچانین کہ ہم ہی عین حقیقت
ہین جو سارے عالم کی حقیقت ہے۔ اس اگیان کے مٹنے پر ہر ایک
کے لئے نجات ہے اسمین کسی کی تخصیص نہین۔ البتہ یہ شاید ہو جیسا
کہ مسز اینی بیسنٹ کا قول ہے کہ جس جامہ مین یہ اگیان مٹے گا یعنی
یہ کہ عرفان کا نور چمکے گا وہ جامہ وید مارگ پر چلنے والے ایک ہندو ہی
کا ہوگا۔

گناہ سے پاک ہونا نجات کا باعث اسلئے صحیح نہین ہوسکتا
کہ لفظ گناہ کی کوئی تعریف حقیقی یا مطلق معنی مین نہین کیجاسکتی۔
سوامی ویکانند کا یہ قول ہے کہ عذاب و ثواب یا نیکی و بدی
مین نوعیت کا کوئی فرق نہین ہے۔ فرق ہے تو صرف درجہ کا
ہے۔ مثلاً آگ جب اُس سے کھانا پکایا جاتا ہے ایک اچھی شے
ہے اور جب وہ گھر کو جلا دیتی ہے تو وہ بُری شے ہے۔ اسیطرح
اگر کسی ایک قوم مین چچازاد بہن سے شادی کرنا عین ثواب ہے
تو بخلاف اسکے کسی دوسری قوم مین وہ ایک گناہ کبیرہ ہے۔ لہذا
یہ ثواب و عذاب یہ نیکی و بدی محض اعتباری ہین۔ ہمنے جو کچھ تعین

کر لیا ہے اُسکے اندر ہی یہ نیکی و بدی ثواب و عذاب ہین۔ تعینات کے باہر نیکی و بدی گناہ و ثواب کا کوئی خیال نہین ہے اور جب یہ حال ہے تو صرف گناہ سے پاک ہونا نجات نہین ہو سکتا اور اسلئے ان دونون سے جو پاک ہوگا اُسی کی نجات ہے کیونکہ ہر فعل کا خواہ وہ نیک ہو یا بد جبتک کہ وہ کسی عرض یا خواہش کے ساتھ کیا جائیگا پھل لازمی ہے اور چونکہ ہر نیک یا بد فعل کے نتیجے مین بلحاظ اسکے کہ وہ فعل محدود ہی ہے کوئی غیر محدود پھل نہین مل سکتا اسلئے جبتک ہمارے اعمال کے نتائج خواہ وہ اچھے ہون یا بُرے ظاہر ہوتے رہینگے مُکتی یعنی نجات کا ملنا ممکن نہین ہے۔

یہان یہ بھی کہدینا چاہئے کہ جو لوگ ادویت یعنی وحدت الوجود کے قائل ہین اُنکے نزدیک نجات ہمیشہ ہی حاصل ہے۔ جس سے یہ مراد ہے کہ ہم بلحاظ اپنی ذات کے ہمیشہ ہی آزاد ہین۔ ہم کبھی مقیّد نہ تھے نہ ہین اور نہ ہونگے۔ کیونکہ جس ذات مطلق کے ہم ظہور ہین اُسکو تینون زمانون ماضی و حال و مستقبل مین کبھی کوئی قید نہین۔ یہ صرف ہمارا دھوکا تھا یا ہے کہ ہمنے اپنے کو مقید سمجھ لیا تھا یا سمجھ لیا ہے اور جب بہ نتیجۂ عرفان ہمارا یہ دھوکا مٹ گیا اور ہمنے اپنی حقیقت کو پہچان لیا تو یہ نہین ہے کہ جزو کُل مین مل گیا یا تمثیلاً قطرہ دریا مین جا ملا جیسا کہ عام خیال ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم جو فی الاصل ذات مطلق بحیثیت کُل ہین وہی ہم ہمیشہ ہین گو ہمکو دھوکا ہو گیا ہو جس سے ہمنے اپنے کو اُس سے الگ کچھ اور سمجھ لیا ہے اور اس دھوکے کے مٹنے کے بعد ہم جو در اصل ذات مطلق ہین وہی ہین چونکہ یہ ذات مطلق ایا تما وبھو विभु ہے جسکے یہ معنی ہین کہ وہ سب جگہ موجود ہے اور جہان وہ نہین ایسا کوئی مقام نہین اسلئے بعد عرفان گیانی یعنی عارف نہ کہین جاتا ہے اور نہ کہین آتا ہے۔ یہ آنا جانا صرف تعینات کے اندر ہے۔ یہ تعینات یہ دھوکا یعنی مایا کیا ہے اسپر اگر اسوقت بحث کی جاوے تو مضمون بہت بڑھ جائیگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ اسکے متعلق پھر کبھی لکھا جائیگا۔

اب اسکے متعلق کچھ لکھا جاتا ہے کہ نجات کے لئے جس گیان یعنی عرفان کی ضرورت ہے وہ کیسے حاصل ہو۔ وہ گیان یہ ہے کہ مین جواتبک آپ کو کرتا कर्ता اور بھوگتا भोक्ता یعنی فاعل اور افعال کے نتائج کا محسوس کرنے والا سمجھتا تھا وہ کرتا بھوگتا مین فی الحقیقت نہین ہون نہ کبھی تھا اور نہ کبھی ہونگا کیونکہ مین برہم ब्रह्म یعنی ذات مطلق ہی ہون جو نہ کرتا ہے اور نہ بھوگتا لیکن سوال یہ ہے کہ کرتا بھوگتا کا یہ خیال کیسے دُور ہو۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جو کام آدمی کرتا ہے اُسکی نسبت وہ یہی سمجھتا ہے کہ مین نے اس کام کو کیا اور جب اُسنے ایسا خیال کیا تو اُسکا پھل بھی اُسکو ملنا لازمی ہے۔ اسلئے جبتک یہ خیال کرتا بھوگتا کا باقی رہیگا تب تک کامون کے نتائج کو بھوگنے کے لئے اُسکا بار بار پیدا ہونا اور مرنا چلا جائیگا اور اس سنسار سے رہائی کبھی ممکن نہین ہے۔ تاوقتیکہ وہ گیان نہ پیدا ہو جسکا ذکر اوپر ہوا۔ اس گیان کے لئے پہلے نفس کُشی یا یکسوئی نفس چاہئے جو ان چار طریقون سے حاصل ہو سکتی ہے۔ (۱) نش کام کرمون یعنی بغیر کسی خواہش کے کامون کے کرنے سے۔ (۲) اپنے سب کامون کو ایشور ارپن یعنی نذر خدا کرنے سے۔ (۳) ایشور کی ایسی بھگتی کرنے سے یعنی ایسے عشق حقیقی سے جس سے ایشور اور اپنے مین جُدائی کا خیال باقی نہ رہے۔ (۴) مختلف سادھنون یعنی ریاضتون سے جنکا ذکر ویدانت شاستر مین آیا ہے۔

دُنیا مین دو طرح کے آدمی دیکھے جاتے ہین ایک وہ جو کمزور طبیعت کے ہین اور دوسرے وہ جو بڑی مضبوط طبیعت رکھتے ہین۔ کمزور طبیعت والے ہمیشہ اپنے آپ کو گنہگار ہی سمجھتے رہتے ہین اور اسلئے اپنے گناہون کی بخشائش کے لئے

وہ بارگاہ الٰہی مین مغفرت کے واسطے مناجات کرتے رہتے ہین اور ساتھ ہی ساتھ وہ تمام جائز خواہشات کو بھی ترک نہین کرسکتے یعنی دُنیادار بنا رہنا چاہتے ہین - یہ لوگ مغفرت کے لئے رحمت الٰہی کے خواستگار ہوتے ہین اور اُنکے بھجن یعنی ستائشین پُرجوش ہوتی ہین جنمین گناہون کا اعتراف اور اُسکی بخشائش کی قدرت کا ذکر ہوتا ہے کیونکہ یہ لوگ اپنی نجات کا حصر صرف رحمت الٰہی پر رکھتے ہین - یہ لوگ اپنے گناہون کے معافی کے لئے پہلے طرح طرح کی پرستش کے طریقے اختیار کرکے خدا کو خوش کرنا چاہتے ہین اور پھر اُسکو اپنے دھیان مین لانے کی کوشش کرتے ہین جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب خدا ہی کا ہمیشہ دھیان رہا تو پھر من کو گندہ کرنے والی اور باتون کا دخل نہین ہوتا ہے جسکی وجہ سے نفس بالکل پاک ہوجاتا ہے اور پھر گناہ کا امکان باقی نہین رہتا - لیکن سدھانت مت کے بموجب محض ایسی آہ وزاری سے جب تک گیان کے ذریعہ سے دوئی کا خیال نہ مٹے نجات حاصل نہین ہوسکتی -

اسکے برخلاف وہ لوگ جو زوردار طبیعت رکھتے ہین اسکے قائل ہین کہ ہم جب حقیقت مین عین خدا یا ذات مطلق ہین تو پھر ہم مین گناہ کیسا اور اُسکی بخشائش کیسی - ہم ہرگز گنہگار نہین - اگر کوئی گناہ ہے تو وہ اگیان ہے جس سے ہمنے اپنی اصل حقیقت کو نہ پہچان کر اپنے کو کچھ کا کچھ سمجھ لیا ہے اور اگر یہ اگیان بذریعۂ عرفان مٹ گیا تو جو عین حقیقت ہم ہمیشہ سے ہین وہی ہین -

غرض کہ کوئی دھیان اور کوئی گیان کے ذریعہ سے مُکتی چاہتا ہے - جسکو دھیان یعنی تصور مقبول ہے اُسکو حاجت تصویر کی ہوتی ہے اور تصویر تب ہی ہوگی جب کوئی روپ ہوگا - جاننا چاہئے کہ ایشور - جیو اور جگت یعنی خدا روح اور عالم ان تینون کی تعریف دو طرح سے کی گئی ہے - ایک لکشیارتھ लक्ष्यार्थ یعنی معنی حقیقی اور ایک واچیارتھ वाच्यार्थ یعنی معنی مجازی - واچیارتھ نام اور روپ ہے اور اس نام اور روپ کی جو اصل ستا یعنی حقیقت ہے اُسکو لکشیارتھ کہتے ہین - بعض لوگ واچیارتھ یعنی نام اور روپ کے قائل نہین اور یہ لوگ خدا کے اسمار کا وِرد کرکے یا اُسکی ظاہری اشکال کی پرستش کرکے یا اُن اشکال کا تصور کرکے خدا کی عبادت کا حق ادا کرتے ہین اور اسی ذریعہ سے وہ نجات کے طالب ہوتے - یہ طریقہ بھگتون کا ہے اور بعض لوگ تمام چیزون کی (کیا خدا کیا روح اور کیا عالم کی) اصل حقیقت کیطرف جاتے ہین اور وہ اُسی ایک حقیقت مین اپنے کو فنا کرکے نجات حاصل کرنا چاہتے ہین - یہ طریقہ گیانیون یعنی عارفون کا ہے - پہلا طریقہ آسان ہے اور اُسمین کئی جُدا جُدا اور طریقے ہین - جو نام کی مہما یعنی برکت کے قائل ہین وہ صرف نام ہی کے وِرد پر اکتفا کرتے ہین - اسکی مثال کبیر داس اور تلسی داس ہین - چنانچہ تلسی داس کا یہ ایک شعر ہے -

سکل انگ پد وِمکھ ناتھ مُکھ نام کی اوٹ لئی ہے

सकल अंग पद विमुख नाथ मुख नाम की ओट लई है

ہے تُلسی ہی پرتیت ایک پربھو مورت کرپا مئی ہے

है तुलसी हो प्रतीत एक प्रभु मूरति कृपा मई है

یعنی یہ کہ جتنے سادھن یعنی ریاضتین ہین وہ مین نے کچھ نہین کی ہین اور آپ کے قدمون سے بھی دُور ہون - مُنہ سے کبھی اتفاقاً آپ کا نام جو نکل گیا ہے اُسی کا سہارا مین نے لیا ہے - تُلسی کو اسلئے بھروسہ ہے کہ آپ رحم مجسم ہین -

اور وہ جو روپ کے دلدادہ ہین اُنکو ہمیشہ کا نظارہ ہی پسند ہوتا ہے اور اسلئے وہ یہ چاہتے ہین کہ اُسکو ہمیشہ ایشور کے

درشن ہوتے رہین - یہ دو طرح سے ہے ایک یہ کہ اپنے اِشٹ کے مطابق کسی خارجی مورت کا وہ درشن کرتے ہین اور اُسکی پرستش بھی کرتے ہین اور دوسری یہ کہ وہ اپنے معبود کی ایک من بھاونی مورت کو اپنے تصوّر مین رکھکر اُسکا دھیان کرتے رہتے ہین لیکن اس طریقہ مین مُکتی یعنی نجات تب ہی حاصل ہوسکتی ہے جبکہ ظاہری مورت اوّل دل مین سما جاے اور عابد اُسمین اسقدر محو ہو جاے کہ اُس ظاہری مورت کی پھر کوئی ضرورت اُسکو باقی نہ رہے جسکے بعد ممکن ہے کہ اُسکی محویت اس درجہ کو پہونچ جاے کہ اُسکو خود اپنے سُروپ کا گیان ہو جاے جسکی نسبت اُسکو یہ انوبھو یعنی علم الیقین ہونے لگے کہ وہ اُس مورت سے جسکا وہ دھیان کرتا ہے جُدا نہین ہے - بلکہ دو نون ایک ہی ہین یعنی طالب و مطلوب جُدا جُدا نہین ہین - ایسی حالت مین البتہ اس طریقہ مین سچے عرفان کا حاصل ہونا ممکن ہے - مورتی پوجا یعنی بُت پرستی کا یہی رہس ہے جسنے اس رہس کو سمجھ لیا اُسکے لئے مورتی پوجا کوئی عیب نہین بلکہ عین صواب ہے - "بقول شخصے" ؎

اگر کافر زبت آگاہ گشتے — یکے از واصلان راہ گشتے
مسلمان گر بدانستے کہ بُت چیست — بدانستے کہ دین در بُت پرستیست

جو لوگ مورتی پوجا کے دلدادہ ہین اُنکے متعلق سوامی ویویکانند نے اپنے ایک لکچر مین جو اُنھون نے امریکہ مین دیا تھا حسب ذیل فرمایا ہے - -

"اب بھگتون پریمی جنون یعنی عُشاق الٰہی کے لئے بھگتی یوگ ہے - ایشور کا جو سچّا عاشق ہے وہ ایشور کے ساتھ صرف محبت کا تعلق رکھنا چاہتا ہے - وہ تمام اقسام کی پرستش کے طریقون کو پسند کرتا ہے - اُسکو پوجا کے لئے پھول چاہئین - پان چاہئین خوبصورت وعالیشان مکان اور اچھی اچھی مورتین چاہئین - شاید آپ کا یہ خیال ہوگا کہ یہ لوگ غلطی پر ہین - ایک بات مین آپ سے کہتا ہون جسکو اس ملک مین خاص طور سے آپ کو یاد رکھنا چاہئے اور وہ یہ ہے کہ بڑے بڑے اور اعلیٰ روحانی خیالات کے لوگ صرف اُنھین مذاہب مین پیدا ہوئے ہین جنمین قسم قسم کے پرستش کے طریقے جاری ہین - جن مذاہب کے لوگون نے ایشور کو بغیر کسی رسم یا دھان کے پوجنا چاہا ہے اُنھون نے ہر چیز کو جو خوبصورت اور عالیشان تھی نہایت بیرحمی سے کچل ڈالا ہے جسکی تصدیق تاریخ دُنیا سے ہوتی ہے - پس آپ لوگ ان رسمیات اور پرستش کے اُن طریقون کو بُرا نہ کہین اور نہ اُنکی تضحیک کرین اور یہ بھی نہ کہین کہ یہ لوگ بیوقوف ہین انکے پاس یہ رسمیات رہنے دیجئے - مین نے اپنی زندگی مین جو اعلیٰ روحانی حالات کے آدمی دیکھے ہین وہ سب انھین رسمیات کے پابند لوگون مین ظاہر ہوئے ہین - مین خود اپنے آپ کو اُنکے قدمون مین کھڑے ہونے کے قابل نہین سمجھتا ہون - نہ میری طاقت ہے کہ مین اُنکی نسبت کچھ کہون - میرے گرو عارف کامل پرم ہنس رام کرشن جی بھی انھین مین سے تھے اور اُنکا یہ حال تھا کہ جب پریم کی کوئی تھاہ نہین رہتی تھی اور وہ اپنے معبود کے دھیان مین مستغرق ہو جاتے تھے تو وہ بجاے اسکے کہ ہار وغیرہ پوجا کی چیزون کو کالی دیوی پر چڑھاتے اُن ہارون کو خود اپنے ہی گلے مین ڈال لیا کرتے تھے - پس آپ لوگون کو یہ جاننا چاہئے کہ یہ جوش بھرے آدمی آپ کی تعریف کی پروا نہین کرتے - اُنکی نگاہ مین ایشور کوئی ایسی چیز ہے جسکو وہ چھو سکتے ہین اور وہ ایک ہی چیز ہے جو سچی ہے اور اُس چیز کو وہ دیکھتے ہین - محسوس کرتے ہین اور پیار کرتے ہین"

غرضکہ در اصل دو طریقے ہین ایک پرورتی مارگ प्रवृत्ति یعنی

طریقۂ دُنیاداران اور دوسرا نورِتی مارگ निवृत्ति یعنی طریقۂ ترکِ علائق

پھر پرورتی مارگ دو حصّون مین منقسم ہے ایک کرم کانڈ یعنی شریعت

اور دوسرا بھکتی مارگ یعنی طریقت۔ اسیطرح نورتی مارگ کی بھی دو

شاخین ہین ایک یوگ ابھیاس یعنی ریاضت اور دوسری

تتوگیان तत्वज्ञान یعنی معرفتِ حق۔ لیکن بھگتی کی وہ حالت

جسکا نام پرابھگتی ہے نورتی مارگ ہی مین شامل ہے۔ کیونکہ

جب طالب و مطلوب کی جُدائی کا خیال بالکل مٹ جاتا ہے اور

دونون مین بالکل فرق باقی نہین رہتا ہے تو دُنیا سے پورا

قطع تعلق ہی ہوجاتا ہے۔ یہ چارون طریقے صحیح ہین۔ یہ درجہ

بدرجہ روحانی ترقی کے زینے ہین ایک کو دوسرے کی مذمت نکرنی

چاہیئے۔ اگر کوئی نورتی مارگ والا پرورتی مارگ والے کے پاس

جاکر اور اُسکو مورتی پوجا وغیرہ مین مصروف دیکھکر اُس سے پُوچھے

کہ تو نے اپنی زندگی کو بیفائدہ رائگان کیا کیونکہ تتوگیان یعنی

معرفتِ حق کے لئے تو کوئی تدبیر نہین کرتا ہے تو اگر وہ سچا

عاشق خدا ہے تو یہی جواب دیگا کہ جناب آپ اپنی گیان کی پوٹلی

کو باندھکر طاق پر رکھ دیجئے جسکو ہم پوج رہے ہین وہ ہمارا معبود

ہے ہم اُس سے نہ کچھ مانگتے ہین اور نہ اسکی تمنا رکھتے ہین کہ

وہ ہمسے خوش ہوکر ہمین کچھ دیگا۔ ہم صرف اُسکے پریم یعنی عشق

مین ڈوبے رہنا چاہتے ہین۔ بقول کبیرداس۔

کبیر پیالہ پریم کا انتر (اندر) لیا لگاسے

कबीर पियाला प्रेम का अन्तर लिया लगाय

روم روم مین رم رہا اور امل کیا کھاسے

रोम रोम में रम रहा और अमल क्या खाय

پریم پریم سب کوئی کہے پریم نہ جانے کو سے

प्रेम प्रेम सब कोइ कहे प्रेम न जाने कोय

آٹھ پہر بھینا رہے پریم کہاوے سوے

आठ पहर भीना रहै प्रेम कहावै सोय

اور یا وہ یہ جواب دیگا کہ اس راستے پر صرف وہی چل

سکتا ہے جسنے اپنے سرکو نثار کردیا ہو۔ بقول کبیرداس۔

کبیر بھٹی پریم کی بہتک (بہت سے لوگ) بیٹھے آسے

कबीर भाठी प्रेम की बहुतक बैठे आय

سر سونپین سو پئین گے ناتر (نہین تو) پیا نجا سے

सिर सौंपे सो पियेगी नातर पिया न जाय

پریم بھگتی ات کٹھن ہے جون کھانڈے کی دھار

प्रेमभक्ति अति कठिन है, ज्यों खाँडे की धार

بنا سانچ پہونچے نہین مہا کٹھن بیوہار

बिना साँच पहुँचै नहीं महा कठिन व्योहार

بھگتی دوہیلی (دشمن) بیر کی نہین کایر کا کام

भक्ति दुहेली बीर की नहि कायर का काम

سیس اُتارے ہاتھ سون وہ لیسی (لیگا) ست نام

सीस उतारे हाथ सों वह लेसी सत नाम

نیہہ نباہے ہی بنے سوچے بنے نہ آن

नेह निबाहे ही बने, सोचे बने न आन

تن دے من دے سیس دے نیہہ ندیجے جان

तन दें मन दे सीस दे, नेह न दीजे जान

تیر تُپک سے جو لڑے سو تو بیر نہو سے

तीर तुपक से जो लड़े, सो तो बीर न होय

مایا تج بھگتی کرے بیر کہاوے سوے

माया तजि भक्ति करे, बीर कहावें सोय

یا جیسا کہ کسی فارسی شاعر نے کہا ہے۔ ؎

تاشانہ صفت سر نہ نہی ورجۂ آرہ ہرگز بہ سر زلف نگارے نرسی

تاخاک تراکوزہ نسازند کلالان ہرگز بہ لب و لعل نگارے نرسی

تاہمچو حنا سودہ نگردی تہ سنگ ہرگز بہ کف پاے نگارے نرسی

بندرابن کارمنک استھان ہے۔ سری جمناجی کاکنارہ ہے۔ کرشن کے وِرہ (ہجر) مین گوپیون کاحال بحال ہے جب سے کرشن مدھوپری (متھرا) کو سدھارے ہین ساراتن من اُدھر ہی ہے۔ پریتم پیارے کے پریم بھرے سندیسون کا انتظار ہے کہ اتنے مین کسی نے آکر اُنسے کہاکہ لوآئے مادھوجی کے پٹھائے اودھوجی۔ وہ کوئی پریم کا سندیسہ لائے ہین۔ یہ سُنکر گوپیان بیچین ہوکر دوڑین اور اودھوجی کے جا درشن کئے لیکن دیکھتی کیاہین کہ پریم کے سندیسے کی جگہہ اودھوجی کچھ اور ہی سندیسہ لائے ہین اور وہ سندیسہ یہ ہے۔

ہون تُمپہ برج ناتھ پٹھایو
(مجھکو)

हों तुम पै ब्रजनाथ पठायो

آتم گیان سکھاون آیو
(معرفت حق)

आतमज्ञान सिखावन आयो

آپ ہی گوال آپ ہی گائی

आपुहिं ग्वाल आपुहीं गाई

آپ ہی آپ چراون جائی

आपुहिं आप चरावन जाई

آپ ہی بھنور آپ ہی پھول

आपुहिं भँवर आपुहीं फूल

آتم گیان بنا جگ بھول

आतमज्ञान बिना जग भूल

یہ پرکار جاکو من لاگے
(اسطرح)

यह प्रकार जाको मन लागे

جرا مَرن جیتے بھرم بھاگے
(بوڑھاپا اورموت)

जरा मरण जीते भ्रम भागे

اور پھر اسکے بعد وہ یہ کہتے ہین

روپ ریکھ جاکے کچھو ناہین

रूप रेख जाके कछु नाहीं

نین موند چتوہو چیت ماہین

नैन मूंद चितवहु चित माहीं

یعنی جسکا نہ کوئی روپ ہے اور نہ جسکے کوئی خط وخال ہین اُسکا دھیان دل سے آنکھ بند کرکے کرو۔

یہ جگرخراش سندیسہ سُنکر گوپیان پیچ وتاب کھاکر یہ جواب دیتی ہین۔

جات پیر بنجھا نہین جانے

जात पीर बांझा नहिं जाने

بن دیکھے کیسے رُچ مانے

बिन देखे कैसे रुचि माने

یعنی جیسے کوئی بانجھ عورت دردزہ کی تکلیف کونہین جانتی ہے ویسے ہی تم بھی پریم کی اُن چوٹون کو کیا سمجھ سکتے ہو جو ہم پریمیون کو پریتم کی جُدائی مین سہنی پڑ رہی ہین اور جو تمنے جوگ کی بات کہی تو اُسکی نسبت سنو۔

جوگی سمادھ جوت چت لاوے
(مراقبہ) (نورتجلی)

योगि समाधि ज्योति चित लावे

پرمانند پرم پد پاوے

परमानंद परम पद पावे

عمارت فنون لطیفہ وغیرہ و عام منظر

عام دستکاریوں کی عمارتیں

نوکشور کو جب ہین نہارے
(نوجوان کرشن — دیکھے)

नव किशोर को जबहिं निहारे

کوٹ جوت وا چھب پے وارے
(کرورون — نثار کرے)

कोटि ज्योति या छबि पै वारे

وہ چھب وہ صورت کیسی ہے کہ جیسا پانی بھرے بادل کا رنگ ہوتا ہے ویسا تو رنگ ہے۔ سر پہ چوٹی ہے کانون مین کُنڈل اور گلے مین جنگل کے پھولون کی مالا اور اس سے زیادہ کیا کہین کہ

مرگ مد تلک الک گھنگرارے

मृगमदतिलक अलक घुँघरारे

اون موہن من ہرے ہمارے

उन मोहन मन हरे हमारे

یعنی پیشانی پر سہانا ٹیکہ ہے اور گھونگر والی زلفین ہین۔ ایسی موہن مورت نے ہمارے من کو ہر لیا ہے اور جو تم ہماری بھلائی چاہتے ہو تو۔

جو تم ہِت کی بات سُناوَہو

जो तुम हित की बात सुनावहु

مدن گوپال ہی کیون نہ ملاؤہو

मदनगुपालहिं क्यों न मिलावहु

بھگتی اور گیان کے اس جھگڑے یا اس مسئلہ کا تصفیہ کہ صرف گیان ہی یا بھگتی اور کرم ہی ذریعۂ موکش یا نجات ہین سوامی وویکانند نے اپنے ایک لکچر مین حسب ذیل کہا ہے۔

"ہم اس دُنیا مین مختلف طبائع کے آدمیون کو دیکھتے ہین۔ کوئی یہ کہتا ہے کہ ہمکو اچھے کام کرنا چاہئین جس سے ہمارے ہمجنسون کو فایدہ پہونچے۔ شفاخانے بنائے جائین بیت المساکین قائم کئے جائین بیواؤن اور یتیمون کی پرورش کی جاے۔ کچھ ایسے ہین جو پُرجوش طبائع رکھتے ہین اور بدرجۂ غایت خوبصورتی اور شوکت کے نظارون پر مرتے ہین۔ وہ قدرت کے شاندار نظّارون پر نظر ڈالنا چاہتے ہین اور ایشور بھی اُنکا محبت کا بھرا ہوا ہے اور وہ صرف محبت اور عشق کے پیاسے ہین۔ کوئی ایسا ہے جو حواس خمسہ اور نفس پر قابو حاصل کرکے اندرونی وروحانی قوتون کی تنقیح کرنا چاہتا ہے۔ کوئی فلاسفر ہے جو ہر چیز کو تولنا چاہتا ہے۔ غرضکہ مختلف طبائع کے آدمیون سے ہمین کام ہے اور اسلئے ہمین کوئی ایسا مذہب سوچنا چاہئے جس سے ہر طبیعت کے آدمی کی تشفی ہو۔ یہ تمام خوبیان اودیت مذہب مین ہین جنمین فلاسفی بھی اُسیقدر ہے جسقدر کہ پریم و بھگتی ہے لوگ جنمین کامون کے لئے بھی دروازہ کُھلا ہوا ہے۔ اگر کوئی فلاسفر آئے تو ہم اُس سے یہ کہہ سکتے ہین کہ آپ اس فلاسفی پر فدا غور کیجئے جو یہ سکھاتی ہے کہ اس تمام عالم کی ایک ہی حقیقت ہے۔ جو کچھ ہے وہی ایک حقیقت ہے اور اس سے الگ کسی دوسری چیز کا اصلی وجود نہین۔ اگر کوئی پریمی جن آوے تو اُس سے یہ کہہ سکتے ہین کہ آیئے بیٹھئے۔ ہم تم بھگوان کا نام لے لے کر خوب رولین اور اُسکے پریم کا پیالہ پیکر مست ہوجائین اور اگر کوئی کامون کی تعریف کرنے والا آئے تو اُس سے یہ کہین کہ ہم تمہارے ساتھ جہانتک ہماری قدرت ہے کام کرنے کے لئے تیار ہین۔ مگر شرط یہ ہے کہ وہ کام بلا کسی ذاتی غرض یا خیال شہرت کے کئے جائین۔ کاش دُنیا مین بہت آدمی ایسے ہوتے جو ان سب باتون کو پسند کرتے ہوتے یا اگر انمین سے صرف ایک یا دو باتون کو پسند کرتے ہوتے تو باقی دوسری باتون کی مذمت تو نکرتے ہوتے

جب کوئی آدمی انہین سے ایک یا دو باتون کو پسند کرتا ہے اور باقی کو ناپسند تو کہا جائیگا کہ وہ یکطرفہ ہے۔ وہ صرف ایک ہی سڑک پر چلنا چاہتا ہے باقی سڑکون کو خطرناک سمجھتا ہے۔ مین نے جس عام مذہب کا ذکر کیا ہے اُسکا نام یوگ ہے۔ یوگ کسی دو چیزون کو ملا دینے کو کہتے ہین۔ اگر کرم یوگ ہے تو وہ افراد کو کل بنی نوع انسان سے ملاتا ہے۔ اگر بھگتی یوگ ہے تو وہ بھگت کو پریم بھرے ایشور سے ملاتا ہے اور اگر گیان یوگ ہے تو گیانی کا برہم سے وصال کرا دیتا ہے۔"

اسکے بعد آخر مین سوامی ویویکانند یہ فرماتے ہین کہ ان سب باتون کو جاننے کے بعد لوگ میرے اس مسئلہ کے ساتھ ضرور اتفاق فرمائینگے کہ کسی چیز کو توڑو مت، مٹاؤ مت، جو لوگ مٹا کر نئے سرے سے بنانے کی فکر رکھتے ہین اور مصلح ہونے کا دعویٰ کرتے ہین وہ دُنیا کو کوئی فائدہ نہین پہونچاتے کسی آدمی کے عقیدہ کی نسبت بُرا مت کہو۔ جب تک وہ راسخ الاعتقادی کے ساتھ اُسکا معتقد ہے۔ اگر ہو سکے تو اسقدر مدد کرو کہ وہ آدمی جس حالت مین ہے اُس سے بڑھکر روحانی حالت پر پہونچ جائے ورنہ خاموش الگ کھڑے رہو۔

پرورتی اور نورتی مارگ کے متعلق بھگوان سری کرشن نے گیتا مین جو فیصلہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ "عبادت خدا یا خدمت خلق مین مصروف رہو مگر بے تعلقی کے ساتھ یا اسطرح کہ اُسمین تمہاری کسی ذاتی غرض یا خواہش کو دخل نہ ہونے پائے۔ دُنیا کو ترک مت کرو بلکہ دُنیا مین رہو اور اُسکے کل اثرات اپنے اوپر ہونے دو۔ لیکن اگر تم اپنی ہی خوشی یا حظ کے لئے یہ اثر ہونے دیتے ہو تو بہتر ہے کہ کام کرنا چھوڑ دو۔ جسکو حظ نفس کہتے ہین وہ تمہارا مقصود نہونا چاہئے۔ بلکہ تم اپنی خودی کو جیتو اور پھر تمام دُنیا کو اپنی ذات سمجھ لو۔ ایسی ہی صورت مین تمہارا کامون مین مصروف رہنا تمکو البتہ زیب دیگا اور تم بندھن یعنی قیود دُنیا سے بھی بچے رہوگے۔ اگر تمنے اپنی زندگی کا یہ اعلیٰ معیار اپنے سامنے رکھا تو کہا جائیگا کہ تمنے اپنی حیات کا سب سے اعلیٰ ثمرہ حاصل کیا۔ لیکن دُنیا کے لذائذ بھی بڑے لُبھانے والے ہوتے ہین اور جسقدر اُس سے نفرت ہوتی ہے اُسیقدر وہ اپنی طرف کو کھینچتی ہے بقول شخصے۔؎

بھاگتی پھرتی تھی دنیا جب طلب کرتے تھے ہم　　اب کہ جب نفرت ہوئی وہ بیقرار آنے کو ہے

پرم ہنس رام کرشن جی کا بار بار یہی قول تھا کہ ہماری نجات کی سدراہ ایک کامنی یعنی زن اور ایک کنچن یعنی زر ہے۔ اور کبیر داس کا بھی یہی قول ہے۔

چلو چلو سب کوئی کہین ورلا (شاذ) پہونچے کوے

चलो चलो सब कोइ कहै, बिरला पहुँचे कोय।

ایک کنک (زر) اور کامنی (زن) دُرگم (دشوار گزار) گھاٹی دوے

एक कनक अरु कामिनी दुर्गम घाटी दोय॥

ناری (عورت) ندی اتھاہ جل ڈوب مرا سنسار

नारी नदी अथाह जल, डूब मरा संसार।

ایسا سادھو نا ملا جا سنگ اُتروں پار

ऐसा साधू ना मिला जा संग उतरूँ पार॥

لیکن گیتا مین بھگوان کرشن کے ارشاد پر نظر کرتے ہوئے آدمی زن و زر کے ساتھ جائز تعلق رکھکر بھی نفس پر فتح پاکے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ یہ دروازہ بالکل بند نہین ہے۔

غرض افضل ثمرۂ حیات یہی ہے کہ اپنی حقیقت کو پہچانکر ہم قید حیات سے نجات پائین لیکن اگر خدمت خلق یا عبادت خدا یا عشق الٰہی ہمارا مقصود ہو تو ہمکو یہ خدمت یا یہ عبادت اس طریق پر کرنی چاہئے کہ ہم اُسمین اپنی کسی ذاتی غرض کو دخل نہ دین اور اُس

خیال کو بھی ترک کرین کہ ہماری ایسی خدمت سے کوئی خوش ہوگا یا یہ کہ ہماری ذات سے کسی کو فائدہ پہونچ رہا ہے یا ہماری عبادت یا ہمارے عشق حقیقی سے خدا کی رضا جوئی ہوتی ہے بس یہی ایک اعلیٰ مقصد ہماری زندگی کا ہوسکتا ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ ہمارے کام اور ہماری عبادت بالکل نشکام ہونی چاہئے۔ یعنی اسمین ہماری کسی خواہش کو دخل نہ ہونا چاہئے۔ اگر ہمنے اسپر عمل کیا تو سمجھنا چاہئے کہ ہمنے اپنی زندگی کا سچا ثمرہ حاصل کیا۔

جن لوگون نے سوامی وویکانند کے لکچرون اور تصانیف کو پڑھا ہے وہ خوب اسکا اندازہ کرسکتے ہین کہ جس حالت مین کہ اُنیسوین صدی کے اوائل اور وسط مین راجہ رام موہن رائے وغیرہ کے تلقینات کا یہ اثر ہوا تھا کہ ہندو مذہب کی ظاہری اور سطحی حالت پر ایک سرسری نظر ڈالکر بہت سے لوگ اُس سے متنفر ہوکر بھٹک گئے تھے اب اُسی صدی کے آخر مین پرم ہنس رام کرشن اور سوامی وویکانند کے تلقینات کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ بھٹکے ہوئے لوگ ہندو مذہب کی باطنی اور اصلی باتون پر جو بمنزلہ جواہرات کے ہین ازسرنو غور کرکے پھر اپنے اصلی گھر کو واپس آرہے ہین اور ہماری بھی یہی دل سے دعا ہے کہ خدا سب بھولے بھٹکون کو ایسی ہی توفیق عطا کرے۔

پربھو لال

علامۂ فیضی

فیضی ایک قدیم اور بزرگ خاندان کا نونہال تھا۔ اسکے آبا و اجداد یمن کے رہنے والے تھے۔ دسوین صدی ہجری مین ہندوستان آئے اور آگرہ مین سکونت اختیار کی۔ اسکا باپ شیخ مبارک صوفی منش اور بڑا عالم تھا۔ فیضی کا بھائی ابوالفضل لکھتا ہے کہ زیادہ تر ہم دونون بھائیون نے اپنے باپ ہی سے علوم مین استفادہ حاصل کیا۔ بعض مورخون نے فیضی کو شیعہ لکھا ہے مگر ابوالفضل کا قول ہے کہ ہمارا خاندان حنفی تھا۔ ۹۵۴ھ ہجری مطابق ۱۵۴۷ء مین فیضی پیدا ہوا اور ابوالفضل ۶۔ محرم ۹۵۸ھ مطابق ۱۵۵۱ء مین۔ دونون بیٹون کی تعلیم و تربیت مین شیخ مبارک نے نہایت کوشش کی۔ آوارہ لڑکون اور بری صحبتون سے ہمیشہ بچاتے رہے چنانچہ ایک جگہ ابوالفضل لکھتا ہے۔ ؎

زابتدا بر ما یک دو بایک نیاز دیدم چو طفل زانکہ ما یک ہم رقیبم بود و ہم بابائی من

باپ کی غور و پرداخت اور باقاعدہ تعلیم کے سبب سے فیضی ۱۹ برس اور ابوالفضل ۱۵ برس کی عمر مین فارغ التحصیل ہوگئے یا یون کہو کہ اس زمانہ کے دونون بھائی اُس چھوٹی سی عمر مین ایم۔ اے۔ تھے۔ لیاقت کی خبر اکبری دربار مین بھی پہونچی وہان سے طلبی کا حکم ہوا۔ دشمنون نے شیخ مبارک کو اُسکے اُلٹے معنی سمجھا دیئے۔ کہا کہ فیضی کی جان کی خیر نہین۔ اکبری حکم ملک الموت کا تازیانہ ہے۔ غرض یہ قصہ بڑا طویل ہے۔ آخر فیضی کسی نہ کسی طرح دربار مین جا پہونچے۔ دشمن یہان بھی کب چین لینے دیتے تھے۔

کمان کھڑا کیا جس جگہ شہنشاہ جلوہ افروز تھا اُسکے گرد جالی کا کٹہرا تھا۔ وہان جگہ دی۔ اُنھین خیال تھا کہ یہان سے کیا کلام کان مین آئیگا۔ مگر قدرتی معاملات کی خبر نہ تھی۔ قضا و قدر کا قلم مہربانی کی روشنائی سے قسمت مین قدردانی لکھ چکا تھا۔ اُسیوقت فیضی نے یہ قطعہ پڑھا۔ ؎

بادشاہا برون پنجرہ ام　　از سر لطف خود مرا جادہ
زانکہ من طوطئے شکر خایم　　جائے طوطے درون پنجرہ بہ

اکبر اس کلام سے بہت خوش ہوا اور اندر آنیکی اجازت دی۔ جو قصیدہ اول ہی پڑھا تھا اُسکا مطلع یہ ہے ؎

سحر نوید رسان قاصد سلیمانی　　رسید ہم چو سعادت کشادہ پیشانی

آگے چلکر دشمنون کو جوڑ توڑ۔ اپنی پریشانی اور بیقدری کی نسبت لکھتا ہے۔ ؎

ازان زمان چہ نویسم کہ بود بے آرام　　سفینۂ دلم از موج خیز طوفانی
گہے چو وہم سراسیمہ کز کدام دلیل　　برم ظنون و شکوک از علوم ایقانی
چرا بود متخالف رسوم اسلامی　　چرا بود متشابہ حروف فرقانی
زبان کشیدہ بدلالقضائے عجب دریا　　شہود کذب ز دعوی گران ایمانی
اگر حقیقت اسلام در جہان این ست　　ہزار خندہ کفر ست بر مسلمانی

۹۷۵ہجری مطابق ۱۵۶۷ء مین شہنشاہ اکبر اعظم نے فیضی کو دربار مین داخل کیا۔ اسنے لٹریچر اور شاعری اور انتظام مملکت مین جو اصلاحین کین اُنھون نے اکبر کے دل پر اسکا سکہ بٹھا دیا اور علاوہ کار منصبی کے یہ بھی عزت حاصل ہوئی کہ جو شاہزادہ قابل تعلیم ہوتا وہ فیضی کے سپرد کیا جاتا۔ چنانچہ شاہزادہ سلیم۔ شاہزادہ مراد۔ شاہزادہ دانیال سب اسکے شاگرد تھے۔ اسکے کتب خانہ مین (۴۶۰۰) چھیالیس ہزار جلدین تھین۔ اُس زمانے مین جبکہ چھاپہ کا نام و نشان بھی نہ تھا اسقدر کتابون کا فراہم کرلینا بڑا مشکل کام تھا۔

یہ کتابین چار قسم کے کتب خانون مین تھین۔

۱۔ تاریخ علم اللسان۔ طب۔ انشا۔ علم ادب۔
۲۔ نظم۔ موسیقی۔ علم الاخلاق۔
۳۔ فلسفہ۔ تصوف۔ ریاضی۔ نجوم۔
۴۔ تفسیر۔ فقہ۔ حدیث۔ اصول۔

سلاطین مغلیہ کی بارگاہ سے اسوقت تک کسی کو ملک الشعرا کا خطاب نہین ملا تھا۔ اکبر نے یہ عزت فیضی کو دی۔ اکبر نامہ مین ابوالفضل لکھتا ہے کہ ۹۹۶ھ مین یہ خطاب دیا گیا۔ شہنشاہ کے حسب الارشاد راجہ علی خان حاکم خاندیس کے پاس سفیر ہوکر گئے اور ایک برس کے قریب رہکر سب کام ٹھیک کر دیا۔ ۱۰۰۳ھ مین طبیعت بہت خراب ہوئی۔ مرض ضیق النفس تنگ کرنے لگا۔ اُسی حالت مین یہ رباعی لکھی۔ ؎

دیدی کہ فلک بمن چہ نیرنگی کرد　　مرغ دلم از قفس بد آہنگی کرد
آن سینہ کہ عالمے درو می گنجید　　تا نیم نفس بر آورم تنگی کرد

یکے بعد دیگرے کئی مرض جمع ہوگئے۔ طبیعت بے انتہا پریشان ہوئی۔ اکبر خود مزاج پُرسی کو آئے۔ اُسوقت حالت بہت ردی تھی۔ پکارا۔ آنکھ تو کھولی لیکن بولا نہ گیا۔ افسوس۔ کیا ہو سکتا تھا۔ مشیت ایزدی کے سامنے نہ کسی کا زور چل سکتا ہے اور نہ حکم۔ علم و لیاقت کا نیر تابان ۱۰۔ صفر ۱۰۰۴ھ کو غروب ہوگیا۔ بیماری کی حالت مین یہ شعر ورد زبان رہا کرتا تھا۔ ؎

گر ہمہ عالم بہم آید بہ جنگ　　بہ نشود پائے یکے مور لنگ

اب مین شیخ کی تصانیف کی فہرست سلسلہ وار لکھتا ہون

دیوان۔ اپنے آپ مرتب کیا۔ اُسکا نام تباشیر الصبح ہے۔ سبحان اللہ کیا پاکیزہ کلام ہے۔ نہایت سلیس و شستہ زبان ہے۔ آب کوثر سے دھوئی ہوئی۔ چند غزلین درج کیجاتی ہین۔ ناظرین

انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمائین۔

بادہ صاف ست محتسب تا صاف — دُردکش ما کہ می دہد انصاف
بلکہ گویم کہ پیر و ساقی — پردۂ عاکفان ستر عفاف
عقل از کعف سپر بیند ازو — عشق ہر کجا کشد کمان مصاف
آہوئے مست من اگر این ست — شیر نر بر زمین گذارد ناف
گفتم از حسن دیدہ بر بندم — چہ کنم با نگاہ دیدہ شگاف
ہر سر چار سوئے رسوائی — گوہر عشق را منم صراف
فیضی از حرف عشق لب بربند
پیشگاہ ادب رسید ملاف

دیگر

بادہ در جوش ست و رندان منتظر — ساقیا خذ ما صفا دع ما کدر
در خرابات مغان بگذر کہ ہست — ہر صراحی چشمہ۔ ہر ساقی خضر
بندۂ ساقی شوم کز یک قدح — منکران عشق را سازد مقر
اے رفیق از من مشو غافل کہ ہست — عشق در فرہاد و مجنون مختصر
گر دلم بشکست خوش حالم کہ دوست — مطمین شد عند قلب منکسر
عشق نتوانست پوشیدن ز غیر — شد از ان مجنون بعالم مشتہر
جام می خواہی بگو فیضی مدام
ہم چو حافظ ایہا الساقی ادر

دیگر

ساقی جان خیز کہ شد صبح عید — صبحک اللہ بصبح جدید
رقص کنان کعبہ بہ پہلوے من — از چہ کنم بیہدہ منزل بعید
جان من و سلسلۂ زلف تو — عقلت الروح بحبل الورید
چشم تو بس کردہ ز خونریز خلق — غمزہ بفریاد کہ ہل من مزید
گر تو نداری سر قربان من — می کنم از دست تو خود را شہید
بر دم تیغ تو قضا کردہ نقش — انت حدید لک باس شدید

فیضی آزادہ اسیر تو شد
اسعدک اللہ لعبد سعید

خمسہ فیضی۔ ۹۹۳ھ مین شہنشاہ اکبر کا حکم ہوا کہ جسطرح مولانا نظامی گنجوی رح نے خمسہ لکھا ہے۔ تم بھی ویسا ہی لکھو۔

مخزن اسرار کے مقابل مین **مرکز ادوار** اسمین تین ہزار ابیات ہین موجود ہے۔ ناظرین دیکھ سکتے ہین۔

خسرو شیرین کے مقابل مین **سلیمان و بلقیس**۔ یہ چار ہزار بیتون کی مثنوی ہے۔ متفرق اشعار ملتے ہین۔

لیلی مجنون کے مقابل **نلدمن**۔ ہندوستان کا پرانا قصہ ہے۔ چار ہزار اشعار مین ہے۔ ہر جگہہ دستیاب ہوتا ہے۔

ہفت پیکر کے مقابل مین **ہفت کشور**۔ پانچ ہزار اشعار ہین۔ زمانہ کے بیرحم ہاتھون نے نشان مٹا دیا۔

سکندر نامہ کے مقابل مین **اکبر نامہ**۔ اُسیقدر اشعار ہین جتنے سکندر نامہ کے۔

فیضی نے نلدمن کالیداس کی مصنفہ نلدمن سے جو سنسکرت مین ہے فارسی نظم مین ترجمہ کی تھی۔ اسکی سنسکرت دانی کی نسبت روز گارڈن آف پرشیا مین ایک عجیب قصہ لکھا ہے جسکی صحت مین شک ہوتا ہے۔ یعنی برہمن کا بھیس بدلکر ایک فاضل پنڈت سے کاشی جی مین سنسکرت تحصیل کی تھی۔ کچھ عرصہ بعد یہ دھوکا کھل گیا۔ تب تو اُسکے اُستاد نے غم و غصہ سے خودکشی کا ارادہ کیا۔ فیضی نے بہ مشکل برہمن کو باز رکھا۔ مگر فاضل اُستاد نے شاگرد سے قسم لے لی کہ سوائے ہندؤن کے وید مقدس کے اور سب سنسکرت کتابون کا جی چاہے تو فارسی مین ترجمہ کر دے۔ یہ قصہ چاہے سچ نہو مگر فیضی سنسکرت ضرور جانتا تھا البتہ یہ تحقیق نہین ہوتا کہ کسطرح اسنے اس زبان کو تحصیل کیا۔ کسی تاریخ مین اسکی بابت مفصل ذکر نہین

بعض مورخین لکھتے ہین کہ فیضی سے پہلے مسلمانون مین کوئی شخص سنسکرت کا عالم نہین گذرا مگر مسٹر ایبٹ اپنی کتاب مورخین ہند جلد ۶ ضمیمہ ۲ مین لکھتے ہین کہ فیضی سے پہلے بھی مسلمان سنسکرت جانتے تھے۔ خیر۔ اس سے پہلے اگر سنسکرت جانتے تھے تو اُنھون نے کوئی نمود کی تصنیف نہین چھوڑی۔

لیلاوتی۔ سنسکرت سے ترجمہ کی۔ فارسی نظم مین مہابھارت بادشاہ کے حکم سے درست کرنا شروع کی اور جابجا نظم کے بھی پھول کھلائے۔ صرف دو پرب ہی لکھتے تھے کہ اور کامون سے فرصت نہین ملی[۱]

بھاگوت۔ سنسکرت سے ترجمہ کی۔

انشاے فیضی۔ ۱۰۳۵ھ ہجری مین نور الدین محمد عبد اللہ خلف حکیم عین الملک نے مرتب کی۔ یہ کتاب دیکھنے کی چیز ہے۔ باب اول مین عرائض ہین جو اکثر دکن سے بادشاہ کے حضور مین بھیجی تھین۔ رموز سلطنت کی چھوٹی چھوٹی باتون سے بڑے بڑے نکتے حاصل ہوتے ہین باقی رقعے۔

تفسیر سواطع الالہام۔ ۱۰۰۲ھ مین یہ تفسیر لکھی تھی۔ ۳۰ پارون کی عربی زبان مین تفسیر اور بے نقط دیکھکر حیرت کا دریا آنکھون کے سامنے امنڈتا ہے اور خیال ہوتا ہے کہ فیضی کا علم کس پایہ کا تھا۔ ۷۵ جزو مین ہے۔ منشی نولکشور پریس لکھنؤ مین طبع ہوگئی ہے۔

موارد الکلام۔ نصیحت کی باتین ہین۔

مقصد الشعرا۔ افسوس یہ کتاب ناپید ہے۔

شاہ عباس صفوی کی طرف سے ایران کے جید عالم ملا طاہر وحید نے شہنشاہ اکبر کی خدمت مین ایک رباعی بھیجی۔ ملا صاحب کو اس رباعی کے صلہ مین شاہ نے بڑا انعام دیا تھا مگر تیسرا مصرع اکبر پر چوٹ کرتا ہوا تھا۔ وہ رباعی یہ ہے۔

زنگی بہ سپاہ و خیل و لشکر نازد　　رومی بہ سنان و تیغ و خنجر نازد

اکبر بہ خزینۂ پُر از زر نازد　　عباس بہ ذو الفقار حیدر نازد

فیضی نے فی البدیہہ یہ رباعی تصنیف کر کے قاصد کے ہاتھ ایران بھیجدی۔

فردوس بہ سلسبیل و کوثر نازد　　دریا بہ گہر فلک بہ اختر نازد

عباس بہ ذو الفقار حیدر نازد　　کونین بذات پاک اکبر نازد

اکبر بہت خوش ہوا اور ہفت ہزاری منصب پر سرفراز کردیا۔ فیضی کی اکثر تصانیف کا انگریزی مین بھی ترجمہ ہوگیا ہے۔ مثنوی سلیمان و بلقیس جو خسرو شیرین کے مقابلہ مین لکھی ہے اُسکا مقدمہ (مقتبس) یہان لکھا جاتا ہے۔ کیا زور کا کلام ہے۔

الٰہی پردۂ تقدیس بکشاے　　سلیمانِ مرا بلقیس بکشاے

درین بت خانۂ ناقوس جویان　　زبانے دہ مرا قدوس گویان

حصارِ قدس را کنگر بلندست　　بہر کنگر چہ سرہا در کمندست

ہمہ ذرات در تقدیس و تہلیل　　مرا لب پر ز افسون عزازیل

چہ سازم با بتان پیوند دارم　　پری در شہر و دل در بند دارم

بلاے ہست من کین جان من نیست　　کہ دیو نفس در فرمانِ من نیست

بتان ہند تسلیم گسستند　　بہر مویم دو صد زُنار بستند

درین مشہد بہ غفلت ہر کہ تن داد　　نگین دل بدست اہرمن داد　(الخ)

انتخاب از دیوان

GAZEL.

To-day is given to pleasure,
It is the feast of spring;
And earth has not a treasure
Our fortune shall not bring.
Fair moon! the bride of heaven confest,
Whose light has dimmed each star,
Show not thy bright face in the East,
My love's outshines it afar.
Why sighs the lovely nightingale,
Ere day's first beams appear?

---

[۱] مگر یہ کتاب نولکشور پریس مین طبع ہوگئی ہے اور مکمل پرب معلوم ہوتے ہین۔

She murmurs forth her plaintive tale,
For coming spring to hear.
Oh, ye severely wise,
To-day your counsels spare ;
Your frown in vain denies
The wine-cup and the fair.
Within our hands of bliss,
The derwish may be seen,
Whose seat, till days like this,
Within the mosque has been.
I care not but the truth declare,
That Hafiz falls again :
His eyes are on his charming fair,
His lips the wine-cup drain.

محمد شفیع الدین خان مرادآبادی

ہندوستان کے بچّون کی تعلیم

(مسٹر عبداللہ یوسف علی۔ آئی۔ سی۔ ایس۔ کے مضمون مطبوعہ انڈین ریویو کا ترجمہ)

بنی نوع انسان کے اصلی مطالعہ کی چیز خود انسان ہے۔
اس اصول کے درست ہونے مین کوئی شک نہین۔ ہم سب لوگ اسکی اصلیت اور سچائی کو مانتے ہین مگر انسان کے لئے مطالعہ کی اتنی بہت سی شاخین ہین کہ انمین سے بعض باوجود خاص اہمیت رکھنے کے کافی طور پر زور نہ دیتے جانے کے باعث نظرانداز ہوجاتی ہین۔

بچّون ہی کے مطالعہ کو لیا جائے۔ کیا ہم انکی جسمانی قابلیت کا مطالعہ کرتے ہین جسکی بدولت ہم انکی ایسی پرورش اور نگہداشت کرسکین کہ وہ صحیح سالم اور تندرست مرد اور عورت بن سکین؟ کیا ہمکو انکے نمو کے قوانین معلوم ہین جسکے باعث ہم انکے ننھے دلون اور جسمون کو امکان سے زیادہ محنت کراکر تھکا ڈالنے سے باز رہ سکین؟ کیا ہم انکے جذبات اور محسوسات سے آگاہ ہونے کی کوشش کرتے ہین جس سے ہم انھین راہ راست پر لگا سکین اور انکے جذبات کو انکی اخلاقی ترقی کا زینہ بنا سکین؟ کیا ہم کافی طور پر اس بات سے واقف ہوتے ہین کہ کس بات سے انھین مسرت ہوتی ہے اور کس بات سے تکلیف پہونچتی ہے تاکہ ہم انکے عادات و اطوار اور انکی توجہ کو بلاکسی قوائی نقصان کے باقاعدہ بنا سکین اور انکی تمام فطری قوتون کو ضائع ہونے سے بچا کر کام پر لگا سکین؟ کیا ہم اسکو محسوس کرتے ہین کہ اُنکے کھلونے اُن ہی کے شوق۔ مذاق اور خیالات کے مطابق مہیا کئے جائین اور اُنکی اوقات کو اُنکی ضروریات کے موافق منضبط کیا جائے؟ کیا ہم اسکی واقفیت حاصل کرتے ہین کہ اُنکی عمر کے مختلف زمانون مین کونسی غذائین اُنکے لئے مفید اور بہترین ہین؟ کیا ہم اس بات کی احتیاط کرتے ہین کہ وہ ہمیشہ ہوادار کمرون مین جہان کافی روشنی پہونچتی ہو اپنے سبق پڑھا کرین اور انکا لباس ایسا ہو کہ اُنکے اعضا نہایت آزادی کے ساتھ بلاکسی رکاوٹ کے حرکت کرسکین؟
انمین سے اکثر سوالون کا جواب نفی مین ہوگا۔ مگر یہ

ضرور کہا جائیگا کہ مرد اور عورتین خود اپنی ذات کے لئے بھی ان چیزون پر توجہ نہین کرتے - پھر بھلا انسے اپنے بچون کے متعلق اس امر کی کہان امید کیجا سکتی ہے ؟

ہم مین سے اکثر لوگ بعض اوقات اس بات پر افسوس کیا کرتے ہین کہ انکی ابتدائی پرورش مین فلان فلان باتین چھوٹ گئی تھین لیکن اس سے تو ہم مین اسطرح کا ایک جوش پیدا ہوجانا چاہئے تھا کہ ہمارے بچون کی طبیعت و پرورش مین وہ تمام خامیان دُور ہوجائین اور کوئی ایسی فروگذاشت نہ ہونے پاتے۔

ہر تعلیم یافتہ شخص کا یہ عین فرض ہے کہ وہ اپنے عالم طفولیت کے تجربہ سے کام لے - جو جو خامیان خود اُسکی پرورش و پرداخت مین واقع ہوئی ہون انکو پیش نظر رکھے اور اپنے بچون کی پرورش مین انکے انسداد کی بلیغ کوشش کرے - جو شخص اپنے بچون اور نیز اُن بچون کی تعلیم و تربیت مین جو اسکے زیر اثر ہون ان خود بیتی خامیون کے رفع کرنے مین ایک ذرہ بھر کوتاہی کرے وہ حقیقت مین والدین کے مقدس اور متبرک فرائض کی بہت بڑی توہین و تذلیل کرتا ہے اور سخت مجرم و خطاوار ہے -

ہندوستان کی تعلیم یافتہ آبادی بہت تھوڑی ہے اور جو کچھ ہے اسکا ملک پر کچھ زیادہ اثر نہین مگر تاہم رفتہ رفتہ ضرور اسمین ترقی ہوگی - ہمین اس بات کا حق نہین ہے کہ کسی مہذب ملک کے والدین سے زیادہ ہندوستانی والدین سے کسی بات کی اُمید رکھین - لوگ رسم و رواج کے جھگڑون اور اپنے پُرانے توہمات کے جنجال مین کچھ ایسے پھنسے کہ اُنھون نے اس قدیم خیال کو بھلا دیا کہ اعلیٰ ترین نیکی اولاد کی ایسی تربیت کرنے مین ہے جس سے وہ ملک کا قابل قدر جانشین ثابت ہو سکے مگر کسی قسم کا کوئی عذر اُستادون کو بری الذمہ نہین کر سکتا - جب انکا یہ پیشہ ہے اور وہ تربیت کے ذمہ دار ہین تو انکے لئے لازم ہے کہ وہ بچون کی فطرت اور طبیعت کی ہر حالت کا بہت غور و خوض کے ساتھ مطالعہ کرین تاکہ وہ ننھی جانون کی تمام قوتون کو سیدھے راستہ پر لگا سکین اور انکی زندگی کو با اصول بنا سکین -

یہ ایک بہت پرانی کہاوت ہے کہ کبھی اس شخص کو جہاز کی افسری نہین سپرد کر دیجاتی جو فن ملاحی مین کامل دستگاہ نہ رکھتا ہو اور اسیطرح کبھی گھوڑا سدھانے کی غرض سے ایسے شخص کے حوالے نہین کیا جاتا جو شہسواری مین طاق نہو - مگر افسوس ہے کہ ہم لوگ اس بات کا ذرا بھی خیال نہین کرتے کہ ہم اپنی پیاری اولاد تربیت کی غرض اور تعلیم کی نیت سے جس شخص کی تفویض کر رہے ہین آیا اسمین اسکی قابلیت بھی ہے اور وہ اسکا اہل بھی ہے یا نہین - اسکی حقیقت مین ہمارے یہان مطلقاً پروا نہین کیجاتی - اپنی اولاد کے دماغ - عادات اور خیالات کے امین و محافظ انتخاب کرنے مین جس غور و فکر جس توجہ اور جس جانچ اور تمیز کی ضرورت ہے اسکی اہمیت جسوقت ہماری سمجھ مین آجائیگی اور ہم اس پر کاربند ہونے لگین گے ہماری تعلیمی ترقی کی اُمیدین دوبالا ہوجائین گی اور تعلیم کے خاطر خواہ نتائج بھی مترتب ہونے لگین گے۔ دُنیا کے پیچیدہ تعلقات مین جن جن آدمیون سے ہمکو سابقہ پڑتا ہے اُنمین سب سے زیادہ جس شخص کی تلاش و انتخاب مین احتیاط کی ضرورت ہے وہ اولاد کا معلّم ہے -

اُستادون کو خصوصیت کے ساتھ مخاطب کر کے مین یہ کہنا چاہتا ہون کہ :-

جو عمدہ مواقع آپ صاحبون کو حاصل ہین اُنکی قدر کیجیے - اُنسے فائدہ اُٹھانے پر آمادہ ہو جائیے - اپنے پیشہ کے متعلق تازہ معلومات ہر جگہ سے حاصل کیجیے اور انپر عمل پیرا ہوجیے -

اپنے فرائض کے متعلق اورون سے گفتگو کیجئے - آپ نے تعلیم
وتربیت کے جو اصول اور جو طریقے پسند کئے ہین اُنپر اپنے کامیاب
ہم پیشہ حضرات کی راے طلب کیجئے اور اسپر بحث و مباحثہ
کیجئے - ان لوگون نے جو اصول اور جو طریقے اختیار کر رکھے ہین
اُنپر غور کیجئے - کتب خانون مین جایئے اور تعلیم وتربیت کے
اصول جہانتک معلوم ہوسکین معلوم کیجئے - بچّون کی فطرت اور طبیعت
کے مطالعہ کو ازبس ضروری تصور کیجئے - اپنے خاص فن کے متعلق
خود اپنے پاس بھی ایک مخصوص کتب خانہ ہونا چاہئے - مک مری کی ایلی منٹس آف جنرل میتھڈ
(McMurry's Elements of General Method) وارنرس اسٹڈی
آف چلڈرن (Warner's Study of Children) روز فزیکل نیچر
آف دی چائلڈ (Rowe's Physical Nature of the Child)
وغیرہ اسی قسم کی جو صدہا کتابین موجود ہین اُنکی ایک فہرست مرتب
کرکے اپنے پاس رکھئے اور اُنکو خوب پڑھئے اور اُنپر غور و فکر کرکے
اُنکے مضامین پر عبور حاصل کیجئے - ان کتابون مین جو کچھ لکھا ہو اُسکو
وحی من اللہ سمجھکر اُسپر ایمان لانے کی ضرورت نہین بلکہ اُسکی مدد
سے اپنے خیالات اور تصوّرات مین تحریک پیدا کرکے خود اپنے
ذاتی مشاہدہ سے کام لینا چاہئے - ہندوستان کے لڑکون کی
خصوصیات کا لحاظ اور اُنکے طبعی حالات کا اندازہ کرکے اپنے
خود اصول بنانے چاہئین اور اُنپر کاربند ہونا چاہئے - یہ کوئی ضرور
نہین کہ جو اصول انگلستان یا امریکہ مین مفید ثابت ہوئے
ہون وہ سب کے سب ہندوستان کے لئے بھی کارآمد ہوسکین -
تمام ممالک مین جو اصول اور جو قواعد مروج ہین اُنسے اچھی طرح
واقفیت حاصل کرنے کے بعد اُنمین سے ایسے اصول انتخاب
کر لیجئے جو ہر جگہ بنہ کے لئے یکسان فائدہ مند اور کارآمد ہون - ان
منتخبہ اصول پر اپنے ذاتی تجربہ اور مقامی ضروریات کا اضافہ
کرکے استقلال و ثابت قدمی کے ساتھ اُنسے کام لیجئے - اس پیشہ
کے متعلق دُنیا کے پاس معلومات کا جو کچھ ذخیرہ موجود ہے اُسکو
آپ اپنی تازہ معلومات اور ذاتی مشاہدات سے مالامال کر دیجئے - بعض
لوگ اس پیشہ کے میدان عمل کو بہت محدود خیال کرتے ہین مگر
آپ کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسا ہرگز نہین ہے - بلکہ وہ نونہال بچّون
کی ساری فطرت اور طبیعت پر حاوی ہے -

اُستاد لوگ عموماً بچون کی دماغی تربیت ہی کو اپنا فرض سمجھتے
ہین اور اُنکی جسمانی حالت پر بالکل توجہ نہین کرتے - کوئی غلطی اس سے
بڑھکر خطرناک اور مہلک نہین ہوسکتی - اگر کسی کا نہایت زبردست
حافظہ ہو مگر خیالات کو یکجا کرنے کی قوت نہ ہو یا نہایت مکمل قوائے
دماغی موجود ہون مگر اُنکی تربیت نہ کی گئی ہو یا اُنکو باقاعدہ نہ بنایا
گیا ہو تو پھر ساری زندگی کا منشار و مقصد ہی بگڑ جاتا ہے - انگلستان
کی تعلیمی مجلس نے حال مین نظرثانی کے بعد جو دستور العمل شائع
کیا ہے اُسکے اخیر کی یادداشت اس بارہ مین اسقدر معنی خیز ہے
کہ اُسمین سے ایک مختصر اقتباس کا یہان درج کرنا بے موقع
نہ ہوگا - وہو ہذا -

"جسمانی تربیت کا تعلیم پر بہت بڑا اثر یہ ہوتا ہے کہ بچّے جائز اطاعت و
فرمانبرداری - ادب قاعدہ اور تہذیب و تمیز کی عادتین اپنی طبیعتون مین
راسخ کر سکتے ہین - قوت حافظہ کو اس سے بہت بڑی مدد ملتی اور اُسمین
ترقی ہوتی ہے - جیسے جیسے جسمانی تربیت مین ترقی ہوتی جاتی ہے
ویسے ویسے ادراک - امتیاز و استقرار کی قوتون - ضبط و استقلال -
تحمّل و بردباری اور قوت ارادی مین بھی ترقی ہوتی ہے - تربیت جسمانی
مین اپنی طبیعت کو قابو مین رکھنے، اصول کی پابندی کرنے اور متفقہ
و مشترکہ طور پر کاروبار انجام دینے کے مواقع حاصل ہوتے رہتے ہے
آیندہ زندگی کے خوشگوار اور کارآمد بنانے مین بڑی مدد ملتی ہے -

بلند ہمتی، عامہ خلائق کی خیر خواہی اور قومی خدمت کا جوش و ولولہ پیدا ہوتا ہے۔ جسمانی ورزش کی باقاعدہ تعلیم سے جذبات کو دبانا اور حسب ضرورت تہذیب و تمیز کے ساتھ انکو ظاہر کرنا آتا ہے۔ اپنے خیالات اپنے جذبات اور اپنے محسوسات کو جسمانی حرکتون کے ذریعہ سے ظاہر کرنیکی قدرتی قوت میں اس سے مدد ملتی ہے۔ قدیم زمانے مین اس قوت کی مذہبی طور پر بڑی احتیاط و خبر داری کے ساتھ پرداخت ہوتی تھی لیکن اب موجودہ زمانے مین یہ قوت صفحۂ ہستی سے ناپید ہو رہی ہے۔"

اس یادداشت مین نہایت مختصر الفاظ کے ذریعہ سے تربیت جسمانی، موسیقی، فنون لطیفہ اور تعلیم کا تمام فلسفہ بیان کردیا گیا ہے۔

کاش ہمارے یہان کے اُستاد اپنے بزرگ اور شریف پیشہ کی اہمیت اور عظمت سے واقف ہون اور فرض و انسانیت کے بہترین اصول کو پیش نظر رکھ کے ہماری اولاد کو اس اعلیٰ ترین روحانی فضا مین معلوم یا نامعلوم طور پر پہونچانے اور بلند کرنے کی خلوص دل اور سچے جوش کے ساتھ کوشش کرین جہان نہ خباثت و شرارت کا وجود ہے نہ الزام و اتہام کا پتہ۔ نہ حقارت و نفرت ہے نہ تعصب و ہٹ دھرمی نہ خود غرضی و نفس پرستی ہے نہ ذلیل مصیبت و آفت۔ بلکہ جہان کی ہر چیز محبت کے مقدس اور متبرک نور سے شفاف و منور ہو کر جگمگا رہی ہے۔

سیّد خورشید علی

معرکۂ مذہب و سائنس۔ ڈاکٹر ولیم ڈریپر نے چند معرکہ آرا کتابین لکھی ہین اور فن تاریخ مین یگانۂ آفاق تسلیم کیا گیا ہے۔ اُسکی سب سے عمدہ تصنیف "تاریخ معرکۂ مذہب و سائنس" ہے۔ (History of conflict between Religion and Science) جسکا ترجمہ مشہور انشاپرداز مولوی ظفر علیخان صاحب بی۔ اے۔ نے بامحاورہ اُردو مین کیا ہے اور حق یہ ہے کہ ترجمے کی مشکلات پر اُنھون نے فاتحانہ کامیابی حاصل کی ہے۔ شروع مین ایک بسیط مقدمہ مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے۔ سکریٹری انجمن اُردو حیدر آباد دکن نے تحریر فرمایا ہے جسمین مذہب اسلام کی خوبیان واضح کی گئی ہین۔ ڈریپر کی تصنیف اُن معرکہ آرائیون کی تاریخ ہے جو مذہب اور فلسفۂ عقلی کے درمیان صدیون تک جاری رہین لہذا کتاب ہذا کا نام صرف "معرکۂ مذہب و سائنس" کسیقدر اصلیت کے خلاف ہے۔ یون بھی ڈریپر کی تصنیف سے اسلام کو کوئی خاص تقویت نہین پہونچتی کیونکہ وہ اسلام کو ایک عیسائی راہب کی تلقین کا نتیجہ ثابت کرتا ہے، جسکی تردید کے لئے فاضل مترجم کو تردیدی نوٹون کی ضرورت لاحق آئی۔ تاہم ڈریپر نے اُن فلاسفۂ عرب کی نہایت تعریف کی ہے جنھون نے مغرب مین جاکر علم و عقل کی روشنی پھیلائی اور اُس نے اس بارۂ خاص مین جس کشادہ دلی سے کام لیا ہے وہ غیر معمولی ہے۔ مصنف موصوف اپنے دیباچہ مین ایک جگہہ لکھتا ہے:۔ "کشورکشایان اسلام نے جو عقل و ادراک مین بسرعت تمام ترقی کر رہے تھے ماہیت ذات باری کے اُن تجسیمی خیالات کو جو اُنکے عامیانہ عقائد مین ملے ہوئے چلے آتے تھے ترک کردیا اور اُنکے بجاے اس قسم کے حکیمانہ و فلسفیانہ عقائد اختیار کرلئے جنکا ظہور مدتون پہلے **ہندوستان** مین ہوچکا تھا" اس سے ڈیپر کی وسیع النظری کا کسیقدر اندازہ ہوسکتا ہے۔ بحیثیت مجموعی کتاب پڑھنے، غور کرنے اور فن ترجمہ مین دستگاہ بہم پہونچانے کے قابل ہے۔ حالانکہ اصطلاحات وضع کرنے کے لئے عربی ہی سے مدد لینا پڑی ہے لیکن انسے زبان مین ایک خاص طاقت محسوس ہوتی ہے۔ قیمت چار روپیہ۔ دفتر اخبار زمیندار کرم آباد پنجاب سے طلب کیجائے۔

نمائش ممالک متحدہ

عجب دلچسپ نقشہ عالم ایجاد رکھتا ہے
جو آنکھیں دیکھ لیتی ہین اُسے دل یاد رکھتا ہے

حال مین جو نمائش الہ آباد مین ہوئی ہے وہ اس سال کا ایک نہایت ہی اہم واقعہ ہے۔ اس صوبہ مین سنہ ۱۸۶۸ء کے بعد سے کوئی نمائش نہین ہوئی تھی۔ چونکہ فی الحال ملکی صنعت و حرفت مین بہت ترقی ہوئی ہے لہذا ضرورت محسوس ہورہی تھی کہ اعلیٰ پیمانہ پر ایک نمائش کیجاے۔ چنانچہ ۳۱۔ جولائی سنہ ۱۹۰۹ء کو ایک عام جلسہ الہ آباد مین منعقد ہوا تھا۔ اس جلسہ کے صدر نشین عالیجناب سر جان ہیوٹ صاحب بہادر۔ کے۔ سی۔ ایس۔ آئی تھے جنھون نے نواب ویسراے کی کونسل مین صنعت و حرفت اور تجارت کے پہلے ممبر ہونے کی حیثیت سے ہندوستان کی صنعت و تجارت کی ترقی مین بہت کوشش کی ہے۔ اس جلسہ مین ہر فرقہ کے سر برآوردہ لوگ شامل تھے اور باتفاق راے یہ قرار پایا تھا کہ نمائش الہ آباد مین ہو اور نمائش کا عام انتظام ایک کونسل اور ایک انتظامیہ کمیٹی کے سپرد کیا گیا تھا۔

ممالک متحدہ کے دوسرے شہر بھی انصافاً یہ دعوی کر سکتے تھے کہ نمائش ہمارے یہان ہو۔ لیکن اغراض نمائش کے لئے الہ آباد نہایت بہترین موقع پر واقع ہے اور چونکہ الہ آباد گنگا اور جمنا کے مقام اتصال پر واقع ہے اسوجہ سے اہل ہنود کی نظر مین یہ سب سے متبرک مقام ہے اور یون بھی کلکتہ بمبئی اور دیگر بڑے بڑے شہرون کے عین وسط مین ہے۔ نمائش کا زمانہ بھی ایسا مقرر کیا گیا ہے کہ اسوقت ہر حصۂ ملک سے لاکھون آدمی الہ آباد مین تیرتھ کی غرض سے آئین گے اور اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ اشیاے نمائش کا چرچا تمام ملک مین پھیل جاے گا۔

مقام نمائش قلعہ و شہر کے درمیان یعنی دریاے جمنا کے کنارے پر واقع ہے اور اسکا رقبہ تقریباً گیارہ سو ایکڑ ہے۔ تخمینہ کیا گیا ہے کہ نمائش کا کل خرچ تقریباً پندرہ لاکھ روپیہ ہوگا۔ زمانہ نمائش یکم دسمبر سنہ ۱۹۱۰ء لغایت ۲۸۔ فروری سنہ ۱۹۱۱ء مقرر کیا گیا ہے۔ چنانچہ یکم دسمبر کو اس نمائش کا افتتاح نہایت تزک و احتشام کے ساتھ کیا گیا۔ صبح سے احاطۂ نمائش گاہ مین وہ چہل پہل تھی جو کسی اعلیٰ دربار مین نظر آیا کرتی ہے۔ گیارہ بجے سے جلسے کا مقام حاضرین سے پُر ہونے لگا۔ صوبہ کے رؤسا اور امرا کے علاوہ بعض والیان ملک نے بھی اپنی تشریف آوری سے جلسے کو رونق بخشی۔ جب حضور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر تشریف لاکر اپنی جگہ پر متمکن ہوئے تو آنریبل جسٹس مسٹر رچرڈ نے ایڈرس پیش کیا اور حاضرین نے جابجا نعرہ ہاے خوشی بلند کئے۔ اس ایڈرس مین بیان کیا گیا تھا کہ:۔

> "سنہ ۱۸۵۱ء مین جبکہ ایک عظیم الشان نمائش کا خیال پیدا ہوا تھا تو اسوقت بیان کیا گیا تھا کہ جملہ اقوام باہمی ربط و ضبط مین صرف دو الفاظ کو جانتی ہین یعنی جنگ اور تجارت کو۔ خوش قسمت ہے وہ رعایا جسکا فرمانروا انکی سرگرمی کو جنگ کی بجاے تجارت کی جانب رجوع کرتا ہے۔ اگرچہ وہ زمانہ ہنوز بعید ہے کہ جنگ و جدل کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے تاہم وہ زمانہ قریب ہے جبکہ عالمگیر امن و امان کا دَور قائم ہو۔ اور یہ مبارک وقت موجودہ نمائش

کے ایسے ذرائع سے ممکن ہے۔"

یہ ایڈرس نہایت قابلیت سے لکھا گیا تھا اور اس اظہار امید پر کہ مشرق و مغرب کے معیار مین اتحاد قلبی پیدا ہو بہت زور سے نعرہ ہائے خوشی بلند ہوئے۔ ایڈرس کے جواب مین ہز آنر نے جو تقریر فرمائی وہ نہایت توجہ سے سُنی گئی۔ حضور بالقابہ نے اپنی تقریر مین اس صوبہ کی حرفتی ترقی کی پالیسی اور نمائشگاہ کے مختلف انتظامات اور بعض دیگر امور کا بھی تفصیل تذکرہ فرمایا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُس حصۂ تقریر کو اس جگہہ اختصار کے ساتھ درج کیا جائے جس سے نمائش کے حالات پر روشنی پڑنے کے علاوہ ان کوششون سے بھی واقفیت ہو سکتی ہے جو ہمارے صوبہ کی گورنمنٹ کی طرف سے عام صنعتی ترقی کے متعلق کیجا رہی ہین۔

"عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ ان صوبجات مین کئی سال سے بہت چند خاص پیش قدمیان کی ہین۔ سب سے پہلے دستکاریون کی جانچ شروع کی گئی۔ مسٹر چیٹرجی نے اس کام کو نہایت خوبی کے ساتھ انجام دیا ہے۔ اُنکی رپورٹ مین تمام دستکاریون کے واقعات و حالات وضاحت کے ساتھ درج ہین۔ بعد ازان صنعتی کانفرنس منعقد ہوئی جسمین اُن لوگون کی طرف سے ڈیلیگیٹ شریک ہوئے جو ہمارے صوبہ مین ایسے معاملات سے دلچسپی لیتے ہین۔ دیگر صوبجات سے بھی چیدہ چیدہ اصحاب شریک ہوئے تھے۔ ایک ثلث صدی سے میرا قیام ہندوستان مین ہے اور مجھے بہت سی کانفرنسون مین شریک ہونے کا اتفاق ہوا ہے لیکن کسی کانفرنس مین اسقدر قلیل عرصہ کے اندر ایسا عملی کام انجام نہین دیا گیا۔ کانفرنس نے اپنی رپورٹ تین ہفتے کے اندر مکمل کرکے لوکل گورنمنٹ کی خدمت مین پیش کی اور لوکل گورنمنٹ نے صنعتی و حرفتی تعلیم کے آغاز کے لئے ایک عملی اسکیم تیار کرکے گورنمنٹ ہند کی خدمت مین ارسال کی۔ ہماری اسکیم یہ تھی کہ ۱۴ لاکھ روپیہ یکمشت اور ساڑھے چار لاکھ روپیہ سالانہ برابر صرف ہوتا رہے۔ کانفرنس کی راے یہ تھی کہ صنعتی ترقی کیواسطے سب سے پہلے صنعتی درسگاہین کھولی جائین جنمین صنعتی تحقیقات کیجاے اور دیگر کامون کی تعلیم دیجاے۔ اُسوقت یہ قرار پایا تھا کہ انجینیری کے تمام کاروبار کا مرکز رُڑکی کو قرار دیا جاے یعنی اس کام کے لئے رُڑکی کے طامسن کالج کو بڑھایا جائے نیز کانپور کو صنعتی مرکز قرار دیا جاے۔ لکھنؤ مین ڈرائنگ اسکول بہت جلد کھلنے والا ہے۔ بنارس مین نوربافی اور بریلی مین نجاری کے اسکول بھی بہت جلد جاری ہونگے۔ لکھنؤ کے صنعتی اسکول کی بہت توسیع کی گئی ہے اور گورکھپور مین بھی ایک اسکول کھلنے والا ہے اور اسیطرح رُڑکی کے طامسن کالج کو بہت ترقی دیگئی ہے۔ لیکن کانپور کے متعلق گورنمنٹ ہند کی منظوری ہنوز نہین آئی ہے۔ ہمنے اسکیم مین یہ درج کیا تھا کہ درسگاہ کی عمارت مین ۸ لاکھ روپیہ صرف کیا جاے اور ڈھائی لاکھ روپیہ سالانہ اسمین صرف ہوتا رہے۔ مگر اس خرچ کو بہت زیادہ خیال کیا گیا ہے۔ بنابریہ گزشتہ مئی مین اُس اسکیم مین بہت سی تبدیلیان کرکے خرچ کو کم کردیا گیا ہے اور اُمید ہے کہ اب بہت جلد اسکی منظوری بھی آجائیگی۔

تیسری کوشش یہ تھی کہ بہت بڑے پیمانہ پر زراعتی و صنعتی نمائش کھولی جاے۔ اس صوبہ کے والیان ملک اور دیگر اہل دول نے اس غرض کی تکمیل کے لئے پونے چار لاکھ روپیہ چندہ دیا۔ تجربہ سے پایا گیا ہے کہ نمائش مین آنے والے تماشائی تعلیم کے ساتھ دلچسپی کا سامان بھی پسند کرتے ہین۔ جن کھیل تماشون کا اس نمائش مین انتظام کیا گیا ہے وہ خاص مقصد نمائش کا ضمیمہ ہین۔ نمائش کا اصلی مقصد یہ ہے کہ ان صوبجات مین صنعت و حرفت و زراعت کو فروغ حاصل ہو۔"

آخر مین آپ نے یہ فرمایا کہ

"اس نمائش کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ لوگون کو یہ معلوم ہوجائے کہ

انھیں کس کاروبار مین اپنا روپیہ لگانا چاہیئے جسمین نفع کی اُمید ہو۔ اگر اس نمائش سے صحیح طور پر سبق لیا گیا تو اس امر مین کسی قسم کے شک و شبہ کو گنجائش نہین کہ اس سے ہمارے صوبہ کو بے انتہا فائدہ حاصل ہوگا اور اس قوی امید کے ساتھ کہ ضرور فائدہ ہوگا مین اس نمائش کا افتتاح کرتا ہون"۔

نمائش کے افتتاح کے بعد بے شمار تماشائیون نے نمائش کی سیر شروع کی۔ ایک طبقہ (کورٹ) سے دوسرے طبقہ مین پہونچنے مین تین چار گھنٹے سے زیادہ وقت صرف ہوتا ہے اور اس لحاظ سے ہر شخص کئی روز مین نمائش کی سیر کر سکتا ہے۔

نمائش کا صدر دروازہ نہایت شاندار اور ایشیائی وضع کا ہے۔ درمیان مین راستہ اور بغل مین صحنچیان ہین جنمین فروخت ٹکٹ کا انتظام کیا گیا ہے۔ دروازے کے اندر داخل ہوتے ہی سامنے ایک کھلا ہوا میدان ہے جسکے تین طرف دوکانات ہین جنمین ہندوستانی کاریگر بیٹھے ہوئے کام کرتے ہین۔ بڑی روش کے دونون طرف متعدد خوبصورت ایشیائی وضع کی عمارتین ہین جو مختلف طبقات کیلئے مخصوص ہین۔

سب سے آخر مین طبقۂ تعلیم و طبقۂ خواتین ہین۔ اسی روش کے وسط مین ایک وسیع چوک ہے جہان بجلی کی روشنی ہوتی ہے اور جسکی وجہ سے منظر اور بھی زیادہ خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ روش کے اختتام پر ایک خوبصورت عمارت مین "ویلکم کلب" ہے جسکے چبوترے سے دریائے جمنا کا دلکش منظر دکھائی دیتا ہے۔ "ویلکم کلب" مین معزز اصحاب ایک دوسرے سے ملاقی ہوتے ہین۔ یہ ایک نہایت ہی خوبصورت عمارت مین واقع ہے۔ عمارت کے وسط مین ایک بڑا کمرہ رکھا گیا ہے اور ہر مذہب و ملت کے اصحاب کے لئے علیحدہ کمرے بھی تیار کرائے گئے ہین۔ عمارت کے چارون طرف ایک برآمدہ بھی ہے۔ اسی کلب کے قریب لیڈیز انیکس کی عمارت ہے۔ یہ بھی دریائے جمنا کے کنارے پر ایسے مقام پر بنائی گئی ہے جہان سے دریا کا بے نظیر اور دلفریب نظارہ خوب دکھائی دیتا ہے۔ اسی عمارت کے قریب وہ جگہ ہے جہان روزانہ انگریزی باجہ بجتا رہتا ہے۔ ویلکم کلب اور لیڈیز انیکس دن کے گیارہ بجے سے رات کے ایک بجے تک کھلے رہتے ہین۔

ویلکم کلب کے بائین جانب کھیل تماشون کا انتظام کیا گیا ہے اور داہنی جانب کی اراضی مختلف کمپنیون اور کارخانہ دارون کو کرایہ پر دیگئی ہے۔ اسی اراضی پر اعلیٰ قسم کی جرمنی ساخت کی اشیاء فراہم کی گئی ہین اور نیز جرمنی سائینس و صنعت کے نمونے بھی دکھائے گئے ہین۔ ہندوستان کے بڑے بڑے اور مشہور کارخانہ دارون نے بھی اپنے کارخانون کی شاخین اس جگہ قائم کی ہین جنمین ہر قسم کے نمونون کے علاوہ مختلف قسم کی کلین بھی فراہم کی ہین۔ اپنے اپنے مکانات کی تعمیر مین ہر کارخانہ دار نے بڑی جدت صرف کی ہے اور زیادہ تر یہی کوشش کی ہے کہ عمارت کو ایسا بنایا جائے کہ ہر شخص کی نگاہ اُسی پر پڑے۔ چنانچہ لپٹن کمپنی نے ایک چبوترہ مع سنگی گمٹی کے ایسا اعلیٰ درجے کا تیار کیا ہے کہ سات آٹھ ہزار روپیہ سے کم لاگت نہ آئی ہوگی۔ یہ محض اس غرض سے ہے کہ انکی چاء کو شہرت ہو۔ سنگر کمپنی نے بھی ایک خوبصورت مکان تعمیر کیا ہے۔ جابجا انگریزی کارخانون کے ایجنٹ سرگرمی سے کام کر رہے ہین۔ مگر کوئی ہندوستانی کارخانہ نظر نہین آتا جس سے اُنکے حوصلہ کا پتہ چل سکتا۔

طبقات مین طبقۂ زراعت کے لئے سب سے بڑا رقبہ ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ممالک متحدہ مین زراعت کسقدر قابل قدر چیز ہے۔ اس طبقہ کی ترتیب مین سب سے زیادہ اسی امر کا لحاظ رکھا

گیا ہے کہ صنعتی ترکیبون اور اُسکی پیداوار کا ساتھ ساتھ انتظام کیا جا۔
اس طبقے کے کل اخراجات گورنمنٹ ممالک متحدہ نے مہیا کئے ہین
جسکی تعداد ایک لاکھ روپیہ ہے - طبقۂ زراعت کے چار بڑے بڑے
شعبے ہین یعنی (۱) آلات کشاورزی - (۲) پیداوار اور اُنکا استعمال -
(۳) آبپاشی (۴) مویشیان - نقشۂ نمائش سے معلوم ہوسکتا ہے
کہ طبقۂ انجنیئری مین پُل کی جانب سے داخل ہونے پہ جھیل کے گرد
ایک مُدوّر سڑک ملتی ہے جہان پانی کھینچنے کے آلات اور آبپاشی
کے پمپ بحالتِ عمل دکھائے گئے ہین - جھیل کے قریب ہی چند
کھیت بھی علیحدہ کئے گئے ہین جہان یہ دکھایا جاتا ہے کہ کسی مقررہ
وقت کے اندر کسقدر آراضی کی آبپاشی کیجاسکتی ہے - شعبۂ آبپاشی
مین وہ تمام چیزین دکھائی گئی ہین جو اس محکمے مین استعمال کیجاتی ہین -
نمائش مین جو تعمیرات آبپاشی کے نمونے قائم کئے گئے ہین وہ بہت
دلچسپ ہین - مثلاً اُس مقام کی تعمیرات جہان سے نہر نکلتی ہے،
نہر کو پہاڑی نالون اور دریا سے پار لیجانے کی تعمیرات، تالابون
کے بند، تالابون اور نہرون سے آبپاشی کی مختلف چیزین
اور اُنکے طریقے اُن خاص خاص قسم کے پھاٹکون کے نمونے جو پانی
کی مقدار مین کمی بیشی کرنے کے لئے استعمال کئے جاتے ہین، اور
نیز اُن مختلف قسم کی عمارتون کے نمونے جو پانی کو قابو مین رکھنے کیلئے
کام مین لائی جاتی ہین - غرض یہ سب چیزین نہایت عمدگی وصفائی
سے دکھائی گئی ہین - جھیل کے درمیان مین صیغۂ زراعت کی عمارت
ہے - جھیل کے اُس پار دودھ اور مکھن کا کارخانہ (ڈائیری) ہے
جہان ہر قسم کے دودھ دینے والے مویشی رکھے گئے ہین جھیل کی
دوسری جانب مختلف قسم کی شکر کے کارخانے بحالتِ عمل دکھائے
گئے ہین - جھیل سے جمنا کی طرف تین بڑی سڑکین نکالی گئی ہین بائین
جانب کی سڑک پہ زراعتی کالون کے متعلق شعبہ ہے اور ریلوے اسٹیشن
کے قریب وہ عمارات ہین جہان زراعت کے متعلق ہر قسم کی کلین دکھائی
گئی ہین - اس سے آگے بڑھکر وہ مقام ہے جہان پودون کی پرورش
کا طریقہ بتایا جاتا ہے - اس سے اور آگے بڑھکر ریشم کے کیڑون
کی پرورش، ریشم کاتنے اور بٹنے کا طریقہ بہت عمدگی اور صفائی سے
دکھایا گیا ہے -

ایک وہ زمانہ تھا کہ ہندوستان کا ریشم تمام دُنیا مین مشہور
تھا مگر اب اسکی تجارت چین وجاپان کے ہاتھ مین چلی گئی اور انھین
ملکون سے تمام دُنیا کے ریشم کی مانگ پوری کیجاتی ہے - اب یہ حالت
ہے کہ ہندوستانی ساخت کا ریشم بمشکل مقابلہ پر ٹھہر سکتا ہے - مگر
شکر کی بات ہے کہ حال مین اس دستکاری کو از سر نو زندہ کرنیکی
خاص طور پر کوشش کی گئی ہے - اس طبقہ مین شہتوت کے ریشم
کا ایک نمونہ رکھا گیا ہے جو بنگلور کے ٹاٹا انسٹی ٹیوٹ مین تیار ہوا ہے -
یہ ریشم نہایت نفیس اور چمکیلا ہے - ریشم کی دیگر اقسام کے نمونے بھی
رکھے گئے ہین مگر وہ معمولی قسم کے ہین - اختر محمد خان صاحب نے
یہ دکھایا ہے کہ ریشم کے کیڑون کی کیونکر پرورش کیجاتی ہے - ریشم کی
دستکاری اُن لوگون کی آمدنی کا ایک ضمیمہ ہوسکتی ہے جو دستی
کرگھون پر کپڑا بُنتے ہین - اگر منجملہ دیگر دستکاریون کے ریشم کے
کیڑے پالنے کا ہنر بھی دیہات مین عام ہوجائے تو اس سے
ہندوستان کے تمدنی مسائل بہت کچھ خود بخود حل ہوجائین گے -
مگر اسکے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ ایسے آدمیون کی حوصلہ افزائی
کیجائے جو اس کام کو ہاتھ مین لینے کے لئے تیار ہون -

اسکے بعد دوسری بڑی عمارت ہے جہان خصوصاً مختلف قسم کے
غلون کے نمونے رکھے گئے ہین، یہان گیہون، چنا، اور چاول کی
بہت سی قسمین دکھائی گئی ہین - تجربات کے میدان سے گزر کر
مرغ خانہ ہے - اسمین اعلیٰ قسم کی مُرغیان، بط، سیمرغ مناسب حالت

محکمۂ زراعت

محکمۂ جنگلات

مین رکھے گئے ہین یعنی انڈا سینے کی کلین - چوزون اور بچون کی پرورش کرنے والی مصنوعی کلین بھی دکھائی گئی ہین - اس سے آگے بڑھکر مویشی خانہ ہے جہان مویشیون کو حفظانِ صحت کے اصول کے مطابق رکھا گیا ہے -

طبقۂ مذکور کے متعلق صیغۂ وٹرنری (علاج مویشیان) بھی ہے - اس جگہہ مویشیون کے علاج کے متعلق ایک مختصر مگر مکمل شفاخانہ دکھایا گیا ہے - اس سے آگے بڑھکر صیغۂ جنگلات کی حد تک تجربات کا بڑا میدان ہے جسکا رقبہ ۱۱۰ ایکڑ ہے - یہان ہر قسم کے آلات کشاورزی اور غلّہ صاف کرنے کی کلین بحالت عمل دکھائی جاتی ہین ۔ امید ہے کہ طبقۂ زراعت کے ذریعہ سے نہ صرف زراعت پیشہ اشخاص کو اپنے پُرانے طریقون مین اصلاح کرنیکا موقع ملیگا بلکہ نمائش کرنے والے سوداگران سے اُنکے روابط بھی پیدا ہو جائینگے -

طبقۂ جنگلات بالکل طبقۂ زراعت سے ملا ہوا ہے - اس طبقہ کے سات بڑے بڑے شعبے ہین - شعبہ اول مین لکڑی اور لکڑی کی دستکاریان دکھائی گئی ہین - ممالک متحدہ کے جنگلات کی تقریباً دو سَو قسم کی تجارتی لکڑی، درختون کے پتے اور شاخ وغیرہ کے نمونے اور اُنکی تصاویر دکھائی گئی ہین - ان نمونون کے ساتھ عمدہ عمدہ بنی ہوئی چیزین بھی رکھی گئی ہین تاکہ کاریگر لکڑی کو مناسب طور پر کام مین لانے کا ڈھنگ معلوم کر سکین - شعبۂ دوم مین جنگل کی دیگر قسم کی پیداوار اور اُسکے متعلق حرفتین دکھائی گئی ہین - اسکی ترتیب بھی شعبۂ اول کی طرح ہے - شعبۂ سوم مین پیداوار جنگل کو کاٹنے اور اُنکو کارآمد شکل مین تبدیل کرنے اور اُنسے گوند اور لاکھ وغیرہ نکالنے کے طریقے دکھائے گئے ہین - شعبۂ چہارم مین نخلبندی اور طریقۂ محافظت کی نمائش کی گئی ہے نخلبندی کی ترکیبین زیادہ تر تصاویر کے ذریعہ سے دکھائی گئی ہین اور محافظت کی تحت مین یہ دکھایا گیا ہے کہ کن کن وجوہ سے درختون کو نقصانات پہونچتے ہین - اس شعبہ سے وہ تمام دقّتین واضح طور پر عیان ہوتی ہین جنسے محکمۂ جنگلات کو دوچار ہونا پڑتا ہے - شعبۂ پنجم مین نقشہ جات اور جنگل کے متعلق تالیفات و تصنیفات کی نمائش کی گئی ہے - اس شعبہ مین بہت سی مفید کتابین رکھی گئی ہین جو اس قابل ہین کہ ہندوستانی زبانون مین ترجمہ کر کے شائع کیجائین تاکہ عوام بھی اُنسے فائدہ حاصل کر سکین - شعبۂ ششم مین خصوصاً ممالک متحدہ کے شکار کئے ہوئے جانورون کے نمونے رکھے گئے ہین - مختلف قسم کے پھندے - قدیم و جدید قسم کے ہتھیار، مچھلی کے شکار کا سامان وغیرہ بھی دکھایا گیا ہے - شعبۂ ہفتم مین محکمۂ جنگلات کے متعلق کلین رکھی گئی ہین - اس شعبہ مین کلکتہ کی ایک کمپنی نے فارسٹ ٹرمیوے بھی مہیا کی ہے جو چیزون کو ایک جگہہ سے دوسری جگہہ لے جانے مین بہت عمدہ کام کرتی ہے - طبقۂ جنگلات مین مختلف قسم کی لکڑیون اور جنگل کی دیگر پیداوار کا بہت اچھا مجموعہ ہے - جنگلات مین مختلف قسم کی لکڑیون کی بہت بڑی تعداد موجود ہے جنکی عموماً مانگ نہین ہوتی - لیکن اسکی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ سڑ جاتی ہین یا اُنکو دیمک کھا جاتی ہے - مگر اس طبقہ مین ایسی لکڑیون کی حفاظت کے طریقے نہایت عمدگی سے دکھائے گئے ہین جنسے لکڑیان بآسانی دیرپا ہو سکتی ہین - جنگلات کی پیداوار مین لکڑی کا بُرادہ نہایت ہی اہم چیز ہے - اس بات سے بہت کم لوگ واقف ہین کہ آٹھ فیصدی سے زیادہ قسم کا کاغذ صرف لکڑی کے بُرادہ سے بنایا جاتا ہے - دُنیا مین تخمیناً سنی لاکھ ٹن کاغذ سالانہ بنتا ہے اور اُسمین سے ساڑھے چھ لاکھ ٹن صرف لکڑی کے بُرادہ سے بنتا ہے - ہندوستان مین بُرادہ کو مطلق کام مین نہین لایا جاتا - طبقۂ جنگلات مین جو لیبورٹری تعمیر کی گئی ہے وہ خاص

اسی مقصد کے لئے ہے کہ عملاً یہ دکھایا جاے کہ مختلف قسم کی لکڑیون
کا برادہ جسکی ہنوز کوئی مانگ نہین کسطرح کام مین لایا جاسکتا ہے۔
طبقہ ٹیکسٹائل یعنی ریشمی، اونی اور سوتی اشیاء کا صیغہ بہت
عمدہ ہے۔ ایک خاص بات قابل ذکر یہ ہے کہ ہر قسم کا کپڑا تیار
کرنے کی ترکیبین بحالتِ عمل دکھائی گئی ہین۔ خیمے اور قالین بھی
اس طبقہ مین رکھے گئے ہین۔ کانپور کی ایلگن ملز نے اپنے
یہان کی وہ کلین اس طبقہ مین رکھی ہین جنسے زمانہ حال کی ترقی
ظاہر ہوسکتی ہے۔ کانپور کاٹن ملز نے روئی کا تننا اور بننا سب
ایک ہی سلسلہ مین دکھایا ہے یعنی خام اشیاء سے لیکر کپڑے
کی شکل مین تبدیل ہوجانے تک کی ہر منزل کی کیفیت نہایت
عمدگی کے ساتھ دکھائی گئی ہے۔ کانپور وولن ملز اور
نیو ایجرٹن ملز دھاریوال نے اپنے یہان کے مکمل نمونے رکھے
ہین۔ بنارس، ناگپور، بھاگل پور، احمد آباد وغیرہ مقامات کے
ریشمی اور سوتی کپڑون کے نمونے بہت عمدہ ہین۔
فی الحقیقت یہ طبقہ دلچسپی سے پُر ہے۔ ہندوستان مین زراعت
کے بعد دیہات مین یہی ایک ذریعۂ معاش ہے۔ بلاد یورپ
مین بھی ابتک دستی کرگھے استعمال کئے جاتے ہین، کوئی وجہ
نہین کہ کیون ہندوستانی کاریگر کھڈیون کے بجاے دستی کرگھے
استعمال نہ کرین۔ بارہ بنکی ہیوسٹ اسکول کے نمونے بھی بہت
عمدہ ہین۔

طبقہ انجینیری مین اسقدر کلین بحالتِ عمل دکھائی گئی ہین
کہ اس سے پیشتر ہندوستان کی کسی نمائش مین نہین دکھائی گئین
ممالک متحدہ مین آجکل برقی سامان اور کلون کی مانگ بہت بڑھ
رہی ہے۔ کارخانہ دار اپنی ضروریات کی چیزون کو نمائش مین
دیکھکر اپنی مانگ کو پورا کرسکتے ہین۔ اس طبقہ کی ایک خصوصیت
یہ بھی ہے کہ حفظانِ صحت، شہر کی صفائی اور دیگر انتظام کے متعلق
بھی آلات پیش کئے گئے ہین۔ طبقۂ انجینیری کی تمام کلین زیادہ تر
یورپ سے آئی ہین۔ کچھ کلین ہندوستان کے انگریزی کارخانون
نے بھی بھیجی ہین اور یہ سب کلین بحالتِ عمل دکھائی جاتی ہین۔ زیادہ تر
قابل ذکر بات یہ ہے کہ یہ تمام کلین برقی قوت سے چلتی ہین۔ اس
طبقہ مین ہر قسم کی موٹر کار اور اُنکے لوازمات، موٹر کشتیان بائیسکلین،
گاڑیان اور سواری کی دیگر چیزین بھی دکھائی گئی ہین۔ جو ترقی ہمارے
صوبہ کی تعلیم انجینیری مین ہوتی ہے اُسکے دکھانے کے لئے
علیحدہ ایک عمارت ہے جو جامسن کالج کورٹ کے نام سے
موسوم ہے۔ اسمین ریلوے۔ آبپاشی، سول و میکینکل انجینیری،
صنعت وحرفت کی تعلیم، اور قوت برقی کی تعلیم کے متعلق ہر قسم
کے نمونے وآلات دکھائے گئے ہین۔

طبقہ فنون لطیفہ وآرایشی فنون صنعت مین زمانہ قدیم
کی سنگتراشی کے نمونے یا اُنکی تصاویر رکھی گئی ہین۔ فنِ مصوری
کے نمونون کا ایک عمدہ مجموعہ الگ بھی ہے جسمین جدید ہندوستانی
فنِ تصویر کے نمونے بھی شامل ہین۔ زمانہ قدیم کے فنِ تصویر
کے نمونے الگ تو بہت کم ہین مگر مختلف طبقات مین کچھ قلمی کتابین
رکھی گئی ہین جنمین نہایت عمدہ عمدہ زرنگار تصاویر ہین رامائن اور
بھاگوت کے واقعات کے متعلق ایسی تصاویر کی تعداد بہت زیادہ
ہے زمانہ حال مین جو ہندوستانی فنِ تصویر نے ترقی کی ہے
اُسکے ثبوت کے لئے تصاویر کی تعداد بہت معقول ہے۔ چند
بنگالی مصورون نے اسمین بہت کمال پیدا کیا ہے۔ شعبۂ فوٹوگرافی
مین بہت اچھے اچھے نمونے پیش کئے گئے ہین۔ بعض انلارجمنٹ
(فوٹو کی بڑی تصویرین) ایسی دلکشی لئے ہوئے ہین کہ اُنکے
دیکھنے سے آنکھین سیر نہین ہوتین۔ نقاشی کے بھی اچھے اچھے
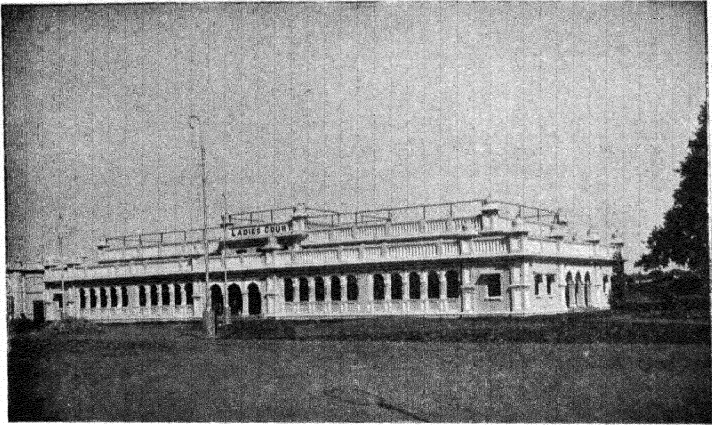
زنانہ دستکاریوں کی عمارت

محکمۂ تعلیم

انڈین پریس الہ آباد
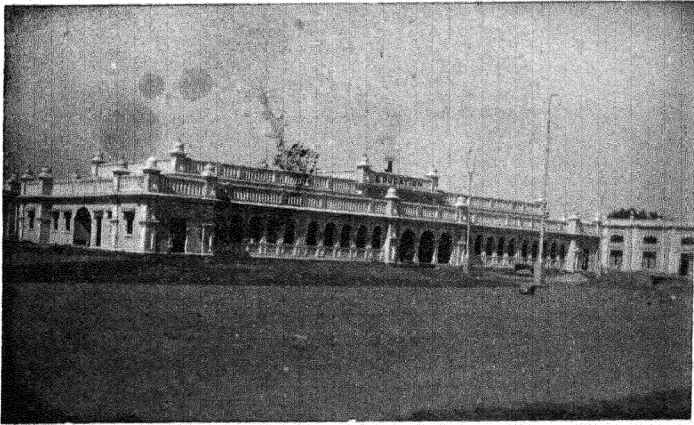
نمونے رکھے گئے ہین۔
تعلیمی طبقہ بہت دلچسپ اور بے نظیر ہے تعلیم کے متعلق
ہر قسم کی چیزین بہت وسیع پیمانہ پر فراہم کی گئی ہین۔ ہر حصّہ ملک سے
اس طبقہ کے لئے اشیا بھیجی گئی ہین۔ برطانیہ کلان کے بعض بڑے
بڑے مدارس کے مختلف درجے کے کورس، طلبا کی خوشنویسی،
ڈرائینگ، نقشہ کشی وغیرہ کے نمونے بھی بغرض موازنہ رکھے گئے
ہین۔ ایک شعبہ تعلیم نسوان اور کنڈر گارٹن کی تعلیم کے متعلق بھی ہے۔
اس صوبہ کی انسپکٹرس صاحبہ مدارس نسوان نے زنانہ اسکولون
کی نمائشی اشیا جمع کی ہین۔ بمبئی کے اسکول آف آرٹس کی چیزین
قابل تعریف ہین۔ مشرقی بنگال و آسام کی گورنمنٹ نے بھی بہت
عمدہ مجموعہ ارسال کیا ہے۔ ہندوستان اور آئرلینڈ کے مسیحی مشنرون
نے حرفتی تعلیم کے متعلق بہت عمدہ چیزین ارسال کی ہین۔ آگرہ کالج
کے ارسال کردہ نقشے بھی قابل ذکر ہین۔ ہندوستان کے ریفارمیٹری
اسکولون سے جو چیزین آئی ہین وہ بار بار دیکھنے کے قابل ہین۔
انمین بھی خصوصیت کے ساتھ لکڑی اور بانس کی چیزین قابل ذکر ہین۔

طبقہ خواتین مین وہ سب چیزین دکھائی گئی ہین جو
مستورات ہند بناتی ہین۔ لیس، گوٹہ، کارچوب، سوزن کاری،
گڑیان، پٹاریان، پوت کی چیزین، تصویرین الغرض ہر قسم کی
چیزین اس طبقہ مین موجود ہین۔ کانونٹ اسکولون مشن اسکولون
اور یورپین اسکولون کی طرف سے بھی بہت سی عمدہ عمدہ چیزین
بھیجی گئی ہین۔ اس طبقہ مین چند نایاب قلمی تصویرین بھی ہین جو
مستورات کی کھینچی ہوئی ہین۔ ہاتھ کے کام مین بنگالی اور مسیحی
لڑکیون نے بہت ترقی کی ہے مشن اسکولون سے لیس اور
سینے پرونے کے بھی عمدہ نمونے آئے ہین جو غیر مسیحی لڑکیون
کے تیار کردہ ہین۔ عمارت کے اندر "پردہ کلب" ہے اور اسی
طبقہ کی چھت پر پردہ کا انتظام کیا گیا ہے جہان سے مستورات
ہر قسم کے تفریحی تماشے ملاحظہ فرما سکین گی۔

لکڑی پتھر اور دھات کی چیزون کے متعلق جو طبقہ ہے
اسمین بنارس۔ جے پور اور مرادآباد کے پیتل اور تانبے کے برتن
کئی ہندوستانی اور انگریزی کارخانون کے ٹرنک اور مدراس
کے ایلومنیم کے برتن بہت عمدہ ہین۔ وینس کے شیشے کے
کام کے نمونے ایسے عمدہ ہین کہ اُنکے دیکھنے سے طبیعت
سیر نہین ہوتی۔ مرزاپور، چُنار اور آگرہ، بھرت پور وغیرہ مقامات
سے پتھر کے کام کے اچھے اچھے نمونے آئے ہین۔ جے پور اور نگینہ
کا لکڑی کا کام بہت اچھا ہے۔ میز، کرسیان و دیگر چوبی سامان
جو اس طبقہ مین رکھا گیا ہے وڈن کیبنٹ کمپنی ناگپور، و میرج کمپنی
بمبئی، اور محمد یعقوب اینڈ سنز بریلی کا تیار کردہ قابل ذکر ہے۔
ناگپور کی متذکرہ کمپنی نے ایک میز نما الماری رکھی ہے جسپر بہت
باریک اور نفیس کام کیا گیا ہے۔ سیالکوٹ کے بنے ہوئے
آلات جراحی، چاقو، چھریان وغیرہ بہت نفیس ہین۔

عام صنعت و حرفت کے طبقہ مین مدراس اور کانپور
کا چمڑا بہت عمدہ ہے۔ سانپ، اژدہے اور گھڑیال کی کھالون
کو کماکر بہت عمدہ اور ملائم بنایا گیا ہے۔ چرمی اسباب کئی جگہہ سے
آیا ہے مگر نفاست مین کانپور، مدراس، بنگلور، اور مُرار کا
سامان قابل ذکر ہے۔ بھیرہ اور وزیرآباد کی چھڑیان عمدہ ہین۔
ملتان کا مینا کار اور مٹی کا کام بھی قابل ذکر ہے۔ بنگال
کے سودیشی نب نسبتہً اچھے ہین۔ لکھنؤ کی چکن، عطر، اور
اور مٹی کے کھلونے جو تمام دُنیا مین شہرت حاصل کرچکے ہین اس
طبقہ مین بھی موجود ہین۔ سودیشی صابون، خوشبوئیات اور
ادویات بہت نفیس اور قابل ذکر ہین۔ کرکٹ اور فٹ بال کا

سامان سیالکوٹ سے بہت عمدہ آیا ہے۔

طبقۂ زیورات مین دہلی اور کلکتہ کے جوہریون نے عمدہ عمدہ قیمتی زیورات، چاندی کے نفیس برتن، فیروزے، موتیون کے ہار وغیرہ بہم پہونچائے ہین۔ اس طبقہ مین مختلف ممالک کے سکّون کا بھی ایک اچھا ذخیرہ رکھا گیا ہے۔

جاپانی فنونِ لطیفہ کے طبقہ مین اہل جاپان کے مختلف فنون کے بہترین نمونے دکھاتے گئے ہین۔ اسی طبقہ مین اودھ ہال کے نام سے بھی ایک کمرہ مخصوص کیا گیا ہے جہان لکھنؤ کے کاریگرون کی دستکاریون کے نمونے رکھے گئے ہین۔ راجپوتانہ کی اُن باجگذار ریاستون کی ساختہ اشیا بھی بہم پہونچائی گئی ہین جو ممالک متحدہ کی سرحد پر واقع ہین۔ انکے دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ ان ریاستون کی دستکاری اور صنعت وحرفت کی کیا حالت ہے۔ کئی شعبے خاص خاص ریاستون کے لئے مخصوص ہین جبین اُنھین ریاستون کی دستکاریون اور کاریگرون کے نمونے پیش کئے گئے ہین۔ انمین گوالیار کورٹ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے۔ ریاست گوالیار مین صنعتی کاروبار مین بہت ترقی ہورہی ہے اور اسکی شہادت اُن چیزون سے ملسکتی ہے جو گوالیار کورٹ مین رکھی گئی ہین۔

محکمۂ ڈاکخانہ اور تارگھر کی نمائش بھی ایک خاص دلچسپی لئے ہوتے ہے۔ کلکتہ کے جنرل پوسٹ آفس کی عمارت کی نقل بہت عمدہ ہے۔ ریل کی مختلف کمپنیون نے بھی اپنے یہان کی چیزین رکھی ہین جو قابل دید ہین۔

ہم شروع مین بیان کرچکے ہین کہ صدر دروازہ سے داخل ہوتے ہی ایک کھُلا ہوا میدان ملتا ہے جسکے تین طرف دوکانات ہین جنمین ہندوستانی کاریگر بیٹھے ہوئے کام کرتے ہین۔ نمائش کا نہایت دلچسپ حصہ یہی دوکانات ہین۔ اگرچہ اُنکے اوزار زیادہ تر قدیم زمانہ کے ہین مگر اُنکی کاریگری مین نفاست گویا موروثی ہے۔ اُنکی انواع واقسام کی کاریگریان دیکھکر حیرت ہوتی ہے۔ یہ درست ہے کہ بہت سی چیزین ناقص ہین یا ایسی ہین جنمین کوئی خاص جدّت نظر نہین آتی مگر اسکا الزام کاریگرون پر عاید نہین ہوسکتا بلکہ اسکے جوابدہ زیادہ تر اہل مغرب ہین جنھون نے ہندوستانی صنعت کی نقلین اُتار اُتار کر سستے دامون پر بیچنا شروع کیا اور ایسی حالت مین یہ ناممکن ہے کہ کاریگر اپنے کام مین کوئی خاص جدّت پیدا کرسکین۔ سب سے بڑی خرابی یہ ہوئی کہ اب نقلی چیزون کے آگے اصلی چیزون کی مانگ بہت کم ہوگئی ہے۔ اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ کسی صنعت مین جدّت پیدا نہین ہوسکتی تاوقتیکہ کاریگر اور صنّاع کو اسکی محنت کا کافی صلہ نہ ملے۔ جبتک پبلک کے مذاق کی اصلاح نہ ہوگی اُسوقت تک یہ اُمید سراسر بے سود ہے کہ معیار صنعت مین ترقی ہو۔ ان مذکرہ دوکانون مین مختلف قسم کی چیزین بنتی ہین۔ چکن اور زردوزی کے عمدہ عمدہ نمونے یہان موجود ہین۔ ایک چکن دوز نہایت کاریگری کے ساتھ چکن مین اشعار وعبارت بُنتا ہے۔ جالندھر کے کئی کاریگر لکڑی کا کام عمدہ بناتے ہین۔

بہرکیف یہ نمائش مبصّرون کی نگاہ مین واقفیت عامہ کو بڑھانے کا ایک عمدہ ذریعہ ہے۔ اگرچہ بادی النظر مین یہ ایک تفریح طبع کا سامان ہے لیکن اگر اسکے نتایج اور فوائد کی طرف غور کیا جائے تو یہ مُلک کی ترقی وعروج کے لئے ایک کارگر ذریعہ ثابت ہوگی۔ اسکا اثر ملکی تجارت، صنعت وحرفت اور وسائل پیداوار پر قومی اور سریع پڑیگا۔ ہر ملک کی اشیا کے نمونے نظر کے سامنے رکھے گئے ہین جنکی پیروی کرنے کی اہل خر

محکمۂ جنگلات

شعبۂ ڈاکخانہ
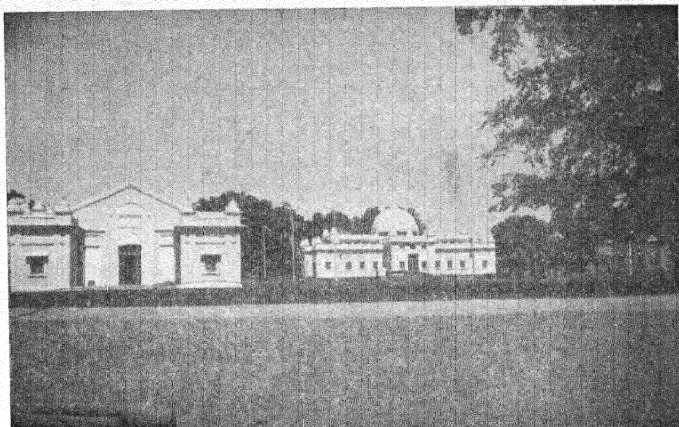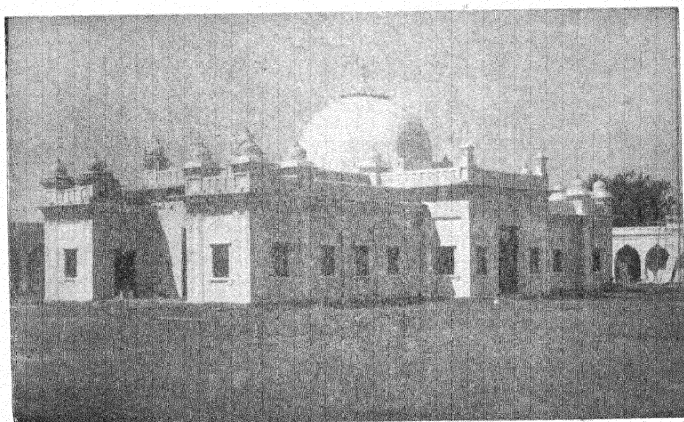
اور صناعون کو ترغیب ہوگی - سیر و تماشا کا انتظام بھی بہت کچھ کیا گیا ہے جنسے صرف متموّل لوگ ہی حظ اُٹھا سکتے ہین - مگر امید ہے کہ طبقۂ تعلیم سے عوام پورا پورا فائدہ حاصل کرین گے - صیغۂ زراعت و جنگلات سے کاشتکار ایسی واقفیت پیدا کر سکتے ہین جو اُنکے روزمرّہ کے کاروبار مین ممد ثابت ہوگی طبقۂ صنعت و حرفت مین طرح طرح کے نمونے موجود ہین مگر ولایتی صنعت کے مقابلہ مین وہ گویا بالکل ہیچ ہین - مگر اسکی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہماری حیثیت تجارتی نہین ہے کہ اپنی اشیا کو نمائش مین بھیجین یا یہ کہ ہماری اشیا بہت ہی کم درجہ کی ہین - اسپر بھی ہم اپنے آپ کو قابل فخر سمجھتے ہین کہ اس گئے گزرے زمانہ مین بھی جو صنعت ہندوستان مین دستبرد زمانہ سے بچ رہی ہے وہ اپنا ثانی نہین رکھتی - خدا کرے کہ ایک دفعہ پھر ہمارا ملک "تجارتی ملک" کہلانے کا مستحق ہو -

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُس تمغہ کا بھی کچھ ذکر کر دیا جائے جو نمائش کرنے والون کو کمیٹی کیطرف سے دیا جائیگا - انتظامیہ کمیٹی کیطرف سے اس مضمون کا ایک اشتہار دیا گیا تھا کہ اُس شخص کو ایک سَو روپیہ انعام دیا جائیگا جو ایک نفیس تمغہ کا نمونہ تیار کریگا اور کمیٹی جسکے نمونے کو سب سے اعلیٰ تصوّر کرے گی - اس انعام کے مستحق مسٹر - ایچ - وی - دھرندھر صاحب ثابت ہوئے ہین جو بمبئی کے ایک مشہور و معروف مصوّر ہین - مسٹر دھرندھر نے تمغہ کے خاکہ مین نہایت خوبی کے ساتھ دو عورتون کی شکلین بنائی ہین جنسے گنگا اور جمنا مراد ہین اور جو الٰہ آباد کے مقدس مقام سنگم پر آپسمین مل رہی ہین - گنگا کے مقابل مین نمائش ممالک متحدہ ایک ہندوستانی بچہ کی شکل مین کھڑی ہے جسکو گنگا ایک جام آبِ مین نذر کر رہی ہے - انکے پیچھے دونون دریا موجزن ہین تمغہ کے دوسری جانب ہندوستان کا مشہور پھول کنول انگریزی گلاب کے ساتھ ہم آغوش ہے جس سے ہر دو اقوام کا رشتۂ اتحاد ظاہر ہوتا ہے -

شاکر میرٹھی

مہتاب داغ - یہ حضرت داغ دہلوی کا تیسرا دیوان ہے جسکا بیشتر حصہ حیدرآباد دکن مین تصنیف ہوا تھا اور وہین چھپا بھی تھا جسکی قیمت معمولی حیثیت پر پانچ روپیہ رکھی گئی تھی - حال مین اُردو کے مشہور محسن لالہ سری رام صاحب - ایم - اے - دہلوی نے ورثار حضرت داغ سے اسکا کاپی رائٹ لیکر نہایت خوشخط اور بہت دبیز کاغذ پر چھپوایا ہے اور قیمت صرف تین روپیہ رکھی ہے جو شائقین کلام داغ کے لئے مسرت کا باعث ہے - لالہ صاحب موصوف، سڑک جدید شہر دہلی سے طلب کرنا چاہئے -

---

تسخیر شوہر - اس نام کی ایک مفید کتاب مسز منشی سید احمد صاحب دہلوی مؤلف فرہنگ آصفیہ وغیرہ نے حال ہی مین تصنیف فرمائی ہے جو مستورات ہند کے لئے چراغ ہدایت کا کام دے سکتی ہے - اسمین بیبیون کو شوہر کی خوشنودی کے نہایت مفید طریقے بتائے گئے ہین جو تعلیمات زنانہ شوہر کے لئے نہایت ضروری ہین - چھوٹی تقطیع پر قیمت ۸ر کسیقدر گران معلوم ہوتی ہے - ملنے کا پتہ کوچہ پنڈت دہلی -

---

سرور مبرور

یہ خبر نہایت رنج و قلق کے ساتھ سُنی جائیگی کہ ۳؍ دسمبر سنہ حال کو اُردو کا وہ خوش نوا شاعر جسکی دلکش شاعری نے نظم اُردو مین ایک نئے باب کا اضافہ کیا تھا جسکے درد بھرے اشعار مین سوز و گداز کی روح کھنچ گئی تھی اور جسکی نازک خیالی، نغز گوئی اور حاضر طبعی کے افسانے بالکل تازہ ہین ۳۷ سال کی عمر مین دفعتہً اُس دارالسرور کیطرف روانہ ہو گیا جہان دُنیوی رنج و راحت اور عیش و مصیبت کی کشمکش سے ہمیشہ کے لئے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ منشی درگا سہاے صاحب سُرور جہان آبادی کی جوانمرگی کا روح فرسا سانحہ ہے جو دُنیاے ادب کے لئے کوئی معمولی سانحہ نہین ہے۔ مرحوم قصبۂ جہان آباد ضلع پیلی بھیت کے ایک مقتدر خاندان کے ہونہار رُکن تھے اور اپنی تھوڑی سی عمر مین شہرت و ناموری کے آسمان پر اسقدر بلند ہو کر چمکے کہ ساری دنیاے شاعری جگمگا اُٹھی۔ مرحوم کو شاعری کے علاوہ فن حکمت مین بھی دستگاہ حاصل تھی اور یہ اُنکا آبائی پیشہ تھا۔ لیکن سب سے زیادہ اُنکے خلقی اوصاف تھے جنمین نیک نفسی، منکسر مزاجی اور راستبازی کو مرحوم کی طبیعت مین حیرت انگیز درجے تک دخل تھا۔ مرحوم کی نہایت زبردست آرزو اپنے مجموعۂ کلام کی اشاعت تھی جو افسوس کہ موت نے ایسے وقت مین معدوم کر دی جبکہ اُسکے برآنے مین صرف چند ہفتے باقی رہگئے تھے۔ اُنھون نے نہایت شوق سے اپنا مجموعۂ کلام باخذ حق تصنیف انڈین پریس کو دیا تھا جو قریب قریب تیار ہے اور جسکے پروف دیکھنے کے شوق مین مرحوم الہ آباد آ رہے تھے کہ دفعتہً سلسلۂ حیات منقطع ہو گیا۔ مرتے مرتے وہ اُسکی اشاعت کا پیام ہمین دے گئے ہین اور ہم اُنکی وصیت کو اسی ماہ مین پورا کر دینگے۔ کلیات سرور کا اشتہار بہت جلد شائقین کے ہاتھون تک پہونچنے والا ہے جسمین مرحوم کی تمام نظمون کے علاوہ سوانحی حالات اور تنقید کلام بھی شامل ہین۔ مرحوم کو ادیب کے ساتھ جو خاص الفت تھی وہ اُنکی رباعیات مطبوعہ فروری نمبر اور دیگر نظمون سے واضح ہے۔ افسوس کہ آج سے ادیب اُنکے دلکش کلام سے محروم ہوتا ہے اور یہ ایسا سخت ماتم ہے جسمین ہمارے ساتھ ناظرین ادیب بھی شریک ہونگے ایسے نغز گو شاعر کے سوگ مین صفحات سیاہ پوش ہین چشم دوات اشک بھر لائی ہے اور قلم نے سرنگون ہو کر آنسوؤن کا تار باندھ دیا ہے۔ ہم مرحوم کے لئے دعاے مغفرت کرتے ہین اور اس مصرع پر اس ماتم کو ختم کرتے ہین۔

دے اے خدا سُرور کو دارالسرور خُلد

خداے عز و جل مرحوم کے ضعیف والد نوجوان بھائیون اور دیگر اعزا و احباب کے ساتھ اس سانحۂ درد انگیز مین ہمین بھی صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

انّا للہ و انّا الیہ راجعون

ایڈیٹر

ترانۂ وحدت

(سرور مرحوم کی آخری یادگار)

دل میں آنکھوں میں ترے حسن کی ہے جلوہ گری | یہ وہ شیشے ہیں کہ جنمیں مئے وحدت ہے بھری
تو وہ خود بین و خود آرا کہ پس پردۂ ناز | محو آئینۂ تمکین ہے تری عشوہ گری
ہیں وہ سر گرم تحیر کہ دمِ آرائش | تک رہی ہے ترا منہ میری پریشان نظری
دین و دنیا کا رہا ہوش نہ میخواروں کو | تیری آنکھوں نے پلا دی وہ مئے بیخبری
تجھکو سینے سے میں کیونکر نہ لگائے رکھوں | اسکے کوچے کی ہوا آتی ہے چاکِ جگری
محفلِ یار میں دل اور کوئی دم جلتا | ساتھ تو نے نہ دیا آہ! چراغِ سحری
او خود آرا! تجھے انداز تغافل کی قسم | تو نے دیکھی ہے کبھی میری پریشان نظری
اشک کہتے ہیں کہ پھیکا ہے ابھی رنگ وفا | المدد! المدد! اے لختِ خونِ جگری
اسکے کوچے میں مری خاک کو کرنا برباد | آخری تجھسے وصیت ہے نسیم سحری
دمِ نظارہ چھپا جاتا ہے آنکھوں سے کوئی | حسرتا! اے مجمعِ اندوہ پریشان نظری
دلِ بیتاب ہے جولانگہ صد برق تپش | رخصت! اے قافلۂ صبر و شکیب جگری
حسن پنہاں ہے چراغِ تہِ داماں تیرا | برق بے پردہ ہے پردے میں تری جلوہ گری
چشمِ تر نے یہ کیا خون خرابہ دل کا | نوک مژگاں پہ ہے اک قطرۂ خون جگری
دل ہے افسوں کدۂ عالمِ نیرنگ وفا | اسی شیشے میں ترے حسن کی ہے بند پری
دیکھے جاتے نہیں سوزن سے مرے زخم جگر | شق کلیجہ ہوا جاتا ہے دمِ بخیہ گری
یادگار اپنی تجھے کنجِ قفس میں دمِ مرگ | چھوڑے جاتے ہیں ہم اے حسرتِ بے بال و پری
تیرے دیوانے کے چھپتے نہیں اندازِ جنوں | صاف سینے سے نظر آتا ہے چاکِ جگری
اُف! مری حسرتِ دیدار ہر آئینے میں | نگہِ دیدۂ جوہر ہے پریشان نظری
بس یہی دو ہیں نشانِ عشق کے بیماروں کے | کبھی لب خشک، کبھی آنکھوں میں اشکوں کی تری
کنجِ تاریک لحد ہے ترے دم سے روشن | رکھے اللہ سلامت! تجھے داغِ جگری
شعبدے ہوتے تھے برپا نہ جہاں میں ہر روز | تیری آنکھوں میں یہ پہلے تو نہ تھی فتنہ گری
تیری محفل میں مئے ناب ملے غیروں کو | میرے حصے میں جو آیا بھی تو خونِ جگری
اُٹھ گیا دامنِ صحرا سے ترا دیوانہ | سر پٹکتی ہوئی اب پھرتی ہے شوریدہ سری
بزمِ ہستی سے سفر ہم بھی ہیں کرنے والے | ہم بھی لینے کو سنبھالا ہیں چراغِ سحری
خشک آنسو مرے اے ضبطِ غمِ عشق نہ کر | انھیں چھینٹوں سے مری کشتِ تمنا ہے ہری
کوئی دن اور ہے اُڑنے کی تمنا صیاد | خاک اُڑائیگی کبھی حسرتِ بے بال و پری
میری جانب سے دمِ سرد یہ بھر کر کہنا | ق اُسکے کوچے میں گزر ہو جو نسیمِ سحری
اُلٹی سانسیں ترا بیمار وفا لیتا ہے | تیری فرقت میں نہیں تابِ شکیب جگری
شدتِ ضعف سے ہے گریۂ پیہم دشوار | نام کو بھی نہیں آنکھوں میں اب اشکوں کی تری
نہ وہ فریاد کی طاقت ہے نہ یارائے فغاں | اب نہ وہ نالۂ شبگیر نہ آہِ سحری
نقشِ حسرت ہے سرِ بسترِ اندوہ وفا | اور ہے بالیں پہ قضا وقفِ غمِ نوحہ گری
تکتی ہے تیرے تصور میں دمِ بازپسیں | ہائے کس یاس سے منہ سب کا پریشان نظری
اپنے بیمارِ محبت کی خبر لے اب تو | کہ ہے مہمان کوئی دم کا یہ چراغِ سحری

سرور

افادات نمائش

حسبِ ایمائے جناب مسٹر ہلٹن صاحب ایجنٹ پرانڈیا بنک لمیٹڈ الہ آباد

نمبر ۱

محنت و صنعت انسان کا چمن ہے تو یہ ہے | علم اور عقل کا گر اگز ہبیشن ہے تو یہ ہے
ذہن سے حضرت ہیوٹ کے یہ نقشا نکلا | اک جہان آپ کی تجویز کا شیدا نکلا
مرکزِ چشمِ تماشائے جہان ہے یہ مقام | ہر جگہ آج کے دن وردِ زبان ہے یہ مقام
پر کتیں عہدِ پرنش کی نمایاں ہیں یہاں | راحتِ زیست کے ہر طرح کے سامان ہیں یہاں
جتنے صناع ہیں سب کیلئے اک جانچ ہے یہ | گرم بازاری دُنیا کے لئے آنچ ہے یہ
اسکے ہیں سکریٹری شہرۂ آفاق مرے | اُنکی محنت کی کماحقہ کوئی تعریف کرے

اکبر

توصیف نمائش

(حسب فرمائش جناب مسٹر جی۔ جے۔ ایم ہملٹن صاحب ایجنٹ بنیک آف اپر انڈیا لمیٹڈ (الہ آباد)

نمبر ۲

دیکھنے اہل نظر اسکا نصیبا اچھا | یہی میدان پر آشوب ہے کیسا اچھا
پایا لفٹنٹ گورنر کا سہارا اچھا | پڑگیا حضرت ہیوٹ کا جو سایا اچھا

ہند والو انھین ہمدرد خلائق جانو
یہی نواب ہمارے ہین تم احسان مانو

خشک اشجار کو یہ وہ ہین جو کرتے ہین ہرے | ہے دعا حق سے ہماری یہی کہ سر سبز رہے
ایسی کوشش تو کرے پاؤن جماکر تو دھرے | خفظم جیسے نمائش کے ہین جی۔ آر۔ مرے

انکی محنت کا نتیجہ ہے جسے دیکھتے ہو
یہی کوشش کا بھی ثمرہ ہے جسے دیکھتے ہو

گرم بازاری ہے دنیا کے دکھانے کیلئے | خرچ کرنے کے لئے شوق دلانیکے لئے
عقل اور صنعت و حرفت کے سکھانیکے لئے | یہ نمائش ہوئی تکلیف مٹانے کے لئے

دن بھی اچھا ہے یہان رات ہے سب سے اچھی
آپ کہدینگے اسے چودھوین شب سے اچھی

قیاس دہلوی

رانڈ کا چرخہ

یون تو ہم تو سی ہون مین اک کاٹھ سے پرزون کی گل | کارگاہِ دہر مین لیکن اک اعجوبہ ہون مین
میرے اجزا کی ہے ترکیب پریشان بے بدل | رانڈ کا چرخہ ہون مین چلتا ہوا پرزہ ہون مین

***

بارِ خاطر ہون کسی پر وہ گران قیمت نہین | بس یہی دو چار آنے کی ہون مین ناچیز گل

زر کی کچھ میری مرمت کے لیے حاجت نہین | یعنی جوتی سے نکلتا ہے مرے تیکلے کا بل

***

میری قیمت پر نہ جانا، ہون مین جنس بے بہا | گو ہون کم قیمت، مگر ارزان بہ علت مین نہین
فرض میرا ہے فقط ننگون کا پردہ ڈھانکنا | قصبہ و دیہات مین کس گھر کی زینت مین نہین

***

رزق پہونچاتا ہون گھر بیٹھے مین رانڈون کیلئے | بیکسی مین انکی جینے کا سہارا مین ہی ہون
اور دکھ مین ہے تسلی مجھ سے دکھیون کیلئے | انکی آنکھون کا ہون تارا، انکا پیارا مین ہی ہون

***

وقت پیرین ہین سمجھتی وہ مجھی کو مغتنم | پالتی ہین پیٹ اپنا سوت رانڈین کات کر
اور سمجھتی ہین مجھی کو باعثِ تسکینِ غم | جھونپڑون مین زیست کے دن کرتی ہین خوش خوش بسر

***

مین نہ ہوتا تو برہنہ سیکڑون رہتے بشر | لوگ چیتھڑے گودڑ سے کرتے جسم عریان ڈھانکتے
مین نہوتا تو نہوتا برف و باران سے مفر | کسطرح جاڑے مین جسم زار انسان ڈھانکتے

***

ہون وہ دلکش یادگارِ صنعتِ عہدِ کہن | جسکی صنعت پر ہین یورپ کی کلین اب بھی نثار
میرے پرزون مین ہے اب بھی دلفریبی کی پھبن | میری بھونڈی شکل پر صنعت ہے یورپ کی نثار

***

پگڑیان اب بھی چندیری کی گران ہین کسقدر | اب بھی بھاگلپور کی کتنی ٹسر ہے خوشنما
ہلکی پھلکی ہے جو یہ ڈھاکہ کی ململ زیب بر | ایک ادنی سا کرشمہ ہے یہ میرے سوت کا

***

یہ گران قیمت جو ہین اونی دوشالے زیب دوش | جامدانی مین جو ہے یہ جامہ زیبی کی پھبن
مرہونِ صنعت ہیں ان دونون مین ہے جلوہ فروش | میرے سوت اور اون مین ہے دلفریبی کی پھبن

***

دلربائی سر بسر ہے اون مین میرے بھری | یہ نفاست نقلی و رنگی دوشالون مین کہان؟

نمبر ۱ و نمبر ۲ کی نظمین مسٹر جی۔ جے۔ ایم۔ ہملٹن صاحب نے اپنے وسیع اخلاق اور قدردانی علم و ہنر کی بنا پر ادیب کے نمائش نمبر کیلیے عنایت فرمائی ہین جنکا دلی شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ ایڈیٹر

محکمۂ زراعت

محکمۂ زراعت

انڈین پریس الہ آباد

دید کے قابل مری شالون کی ہے منتگری ہون مین ارزان، پر مری قیمت کا پلہ ہے گران

زندگی کے کرتی ہے میرے سہارے دن بسر اس گئے گزرے زمانے مین بھی ہر گو کیسا غریب

پڑ رہی ہے بیکسی پر میری، لوگون کی نظر کیا عجب ہے جاگ اُٹھین پھر تیند مین میرے نصیب

شاکر

آنکھ کی پتلی

کوئی بتائے ہو روشن ضمیر یا دانا کہ نور کسکا ہے مرکوز دیدۂ بینا؟

شعاعِ مشعلِ خورشید سے یہ روشن ہے؟ مگر چراغِ قمر اسمین جلوہ افگن ہے؟

ضیائے نجم سحر اسمین کام کرتی ہے؟ مگر عروس ثریا قیام کرتی ہے؟

چمک نہین ہے کواکب کی مستتر اسمین

ہے نورِ حسن ازل ایک جلوہ گر اسمین

اس انکساریِ حسنِ قدیم پہ ہو نگاہ ذراسی جا کو بنا ئے ہے اپنی منزلگاہ

نہین یہ مردمک چشم مین سویدا ہے کسی نگار کے مہتاب رُخ کا سایہ ہے

یون ہی نگاہ کا کب خانہ جلمگاتا ہے یہ شمع عرشِ معلےٰ سے نور آتا ہے

یہ بطن ماہی مین یونس رسول یزدان ہے گرا ہوا چہ ظلمت مین ماہ کنعان ہے

نثار تیرے ہین، او جاگزین پردۂ چشم!

مدام رہ یون ہی عزلت نشین پردۂ چشم

جلیل و قادر و قیوم و قاہر و قہار! قوی و مقتدر و حیّ و قائم و جبار!

بااینہمہ، ترا مٹی کے گھر مین ڈیرا ہے گھر خراب مین گویا ذلیل و رسوا ہے

جہان کی جان! مین اس انکسار کے قربان کہ شہریار ہے مہمان خانۂ دہقان

سدا مین آنکھ کے تل مین تجھے بٹھاؤنگا

ترے بغیر کسی سے نہ لو لگاؤن گا

طور

بستر بیمار

یون تو ہو جاتا ہے مایوسی مین ہر دل بیقرار ہے مریض غم کا لیکن سخت ابتر حال زار

ضعف سے بیکار سب اعضا سراسر ہو گئے لاغری سے ہے تن محزون کی رگ رگ آشکار

جسم مین اب فرط غم سے خون آتا بھی نہین جسکو کردے قلب مضطر نذر چشم اشکبار

منظر عالم سے ساری خوبیان جاتی رہین اب کہان لطف ہوا لئے باغ و سیر کوہسار

بار ہے آنکھون کو پلکون کا اُٹھانا اُف رے ضعف ایک دفتر ہے نگاہ لاغر بیمار زار

اب کہان ہین آرزوے دل کی وہ بیباکیان اب کہان ہے شوق کا وہ جذبۂ بے اختیار

جسم لاغر اور تن محزون کا جب یہ حال ہو کیا بیان ہو کیا رقم ہو اُسکے دل کا اضطرار

ایک محشر ہے بپا اُسکی تخیل مین مگر کشمکش مین ہے مریض مضطرب کی جان زار

اک طرف مستغنیِ عالم ہے جان دردمند اک طرف دامن کشان تجوین کا اخلاص اور پیار

اک طرف مایوسیِ دل مقتضائے ترک حرص اک طرف ہے خوف بربادیِ جملہ کاروبار

اک طرف ہے بند غم سے رستگاری کی امید اک طرف دل مین خیال مہ جبین غمگسار

جان بیمار حزین کو چین آئے کسطرح مبتلا ہے سخت حیرانی مین عقل سادہ کار

رفتہ رفتہ پھر تخیل اس سے جاتا ہے گزر دل پہ چھا جاتا ہے یاد عمر رفتہ کا غبار

پھرتا ہے نظرون مین اُسکی پھر لڑکپن کا سمان پھرتی ہے آنکھون مین اُسکے پھر جوانی کی بہار

دیکھتا ہے ہر طرف حسرت بھرے انداز سے یاد آتے ہین اُسے سب ہمنشین و غمگسار

یاد آتے ہین اُسے پھر اپنے اعمال قبیح دل ہی دل مین اپنے ہوتا ہے نہایت شرمسار

غور کرتا ہے کہ کرے اُنکی تلافی کچھ مگر یہ خیال آتا ہے آخر ہے حیات مستعار

دل ہی دل مین ہوتا ہے اپنے پشیمان وہ مریض بازگشت عمر کی کرتا ہے خواہش باربار

پھر اسی حالت مین ہو جاتا ہے غالب ضعف قلب

آہ ہو جاتا ہے آنکھون مین جہان تاریک و تار

روان

کلام ابر

(از افکار تازہ پنڈت بشن نرائن صاحب ابر)

خصلتِ جود و کرم جب اہل دولت مین نہین — جو مزہ دولت کا ہے وہ اُسکی قسمت مین نہین

ہاتھ پھیلانا بشر کے آگے عادت مین نہین — کیا ہے جو اللہ تیرے دست قدرت مین نہین

ملتا ہے خوانِ توکل سے مجھے اکلِ حلال — جو مزہ اسمین ہے وہ دُنیا کی نعمت مین نہین

کچھ نہ کچھ دونون مین ہے اللہ کی کچھ مصلحت — درحقیقت فرق کوئی رنج و راحت مین نہین

گر نہین لطف و عنایت ہے عداوت ہی سہی — ہاے اتنا بھی اثر میری محبت مین نہین

سایۂ دامان رحمت جب ہے پھر کیا خوف ہے — اسقدر گرمی تو خورشید قیامت مین نہین

خوف دوزخ کا ہے یا امید جنت کی تمہین — کچھ ثواب اے زاہد ایسی عبادت مین نہین

جو سیہ سے نامۂ اعمال کو کردے سفید — اسقدر بھی کیا اثر اشک ندامت مین نہین

منعمون کے آگے کیون پھیلاؤن مین دستِ سوال — کون سی نعمت ہے جو خوانِ قناعت مین نہین

یا الٰہی کیا زمانے سے محبت اُڑ گئی — دوست کا بھی پاس اب چشمِ مروت مین نہین

وحدت و کثرت ہے ایک اہل نظر کی آنکھ مین — کون سی بات انجمن مین ہے جو خلوت مین نہین

دوستی کے نام سے نا آشنا ہین اہل بزم — اُٹھ گئے اس صحبت سے کچھ لطف ایسی صحبت مین نہین

عیش دُنیا مین نہین جسکو خیال آخرت — اُس سے بڑھکر کوئی بھی یان خواب غفلت مین نہین

کون ساعت عمر کی ہے جسکو ہے دم بھر قرار — موت کے آثار کس انسان کی صورت مین نہین

اک تجلی کا بھی کبھی بھولے سے آتا اس طرف — روشنی اتنی بھی میری شمع تربت مین نہین

عشق بازی کے لئے حسنِ عقیدت چاہیے — شان قدرت ورنہ یان کس بُت کی صورت مین نہین

ہم غریبون کا خدا ہی ہے یہان مہمان نواز — کوئی نخل سایہ دار اس دشت غربت مین نہین

نفس امّارہ کی جو گردن مروڑے آبرو — کوئی ایسا مرد میدانِ شجاعت مین نہین

دیگر

کہین آثار بربادی ہون یان صدمہ گزرتا ہے — مین روتا ہون اگر دیوار مین پانی بھی مرتا ہے

سہارا ہے خدا کے رحم کا مظلوم بندے کو — بڑا محسن وہ میرا ہے جو مجھپر ظلم کرتا ہے

کچھ ایسی درد مین لذت ملی چھوڑا نہین جاتا — مین خود نشتر لگاتا ہون جو کوئی زخم بھرتا ہے

بہار آتی ہے پھر ہنگامِ نوشا نوش ہے ساقی — مئے گلگون سے پھر ساقی ہمارا جام بھرتا ہے

بُرے کو سب بُرا اچھے کو سب اچھا ہے دنیا مین — اس آئینے مین جو جیسا ہے ویسا عکس اُترتا ہے

بُرا ہو ہے وہ کرتا ہے خوشامد اہل دُنیا کی — خدا کا ڈر نہین جسکو وہی بندے سے ڈرتا ہے

خدا حامی ہے کار خیر مین مردانِ ہمت کا — زمانہ کچھ کہے بندہ تو اپنا کام کرتا ہے

لگا رہتا ہے میلا سا عدم کی راہ مین ہر دم — یہ وہ رستہ ہے جس رستے سے اک عالم گذرتا ہے

ہے قاصد کرکا یہ پیکِ اجل تعظیم کو جسکی — شہنشاہ زمان بھی تخت سے اپنے اُترتا ہے

سدا راحت اسیکو ہے وہی مقبول بندہ ہے — جو ہر حالت مین ابر اپنے خدا کا شکر کرتا ہے

ابر

غزل فارسی

کے بود تا بہ رخت محوِ تماشا باشم — ناظرِ روشنیِ مہر چو حربا باشم

گرچہ بگسستہ زمن سلسلۂ راز و نیاز — باز دیوانۂ آن زُلفِ چلیپا باشم

الفتِ دخترِ رز ہست نہانم بسرشت — ترک مَے نوشی و رندی نکنم تا باشم

شربتِ وصل چشیدم دلم از وصل گرفت — فرصتم باد کہ از سر بہ تمنّا باشم

غرق اشکم شود این گنبدِ مینائے فلک — بے رُخِ یار چو با ساغر و مینا باشم

ہم کنم گریہ و ہم آہِ جگر سوز زنم — خود شوم ابر و خودم برق شرر زا باشم

ز آتش آہ بسوزم فلکِ بد بین را — از نم چشم بجوشش آمدہ دریا باشم

چون ندانم کہ بامروز تو فردا چہ بود — ہر نفس منتظرِ وعدۂ فردا باشم

عسکری باز ہر آنم کہ بطرفِ گلشن — گیرمش در بر و با ساغر و مینا باشم

سید حسن عسکری ایم اے

ویلکم کلب

پارچہ بافی کا شعبہ

ماتمِ سُرور (جہان آبادی)

اے سُرور نکتہ سنج اے ملک کے صاحب کمال اے مرے نادیدہ دوست اے شاعرِ نازک خیال

موت سے ناخواندہ مہمان پر فدا کی تونے جان در حقیقت خُلق اسکو کہتے ہین اے خوش خصال

رونیوالے تیرے غم مین رو رہے ہین اشکِ خون سونے والے دیکھ اُٹھکر دوستون کا اپنے حال

ہین رسالون مین جہانتک نیچرل نظمین تری تازہ رکھین گی جہان مین مدتون تیرا ملال

اور ادیبِ نکتہ پرور او مددگار ادیب حشر تازہ ہوگیا بیوقت تیرا انتقال

کیا چلا ہے تو زمانے کی روش کے ساتھ ساتھ ہوگیا خود بھی تمام آخر قریبِ ختم سال

یہ چمک تھی دردِ الفت کی کہ وات لحم تھا آگیا جس سے کہ مہرِ زندگانی پر زوال

مرنے والے تیرے اوصافِ حمیدہ کیا کہون حُسنِ سیرت اکطرف اور اکطرف حُسنِ مقال

بھول جائین دوست تیرے تجھکو ممکن ہی نہین یاد جب آئے تری تجھکو نہ روئین کیا مجال

ختم کر محشر بس اتنا کہکے نظم تعزیت

اب ملیگی مشکلون سے مرنیوالے کی مثال

محشر

تاریخ وفات منشی درگا سہایصاحب سُرور

(از مسٹر ای۔ بر ذن اشرف۔ ڈراماٹسٹ پارسی تھیٹریکل کمپنی بمبئی)

صد افسوس ہیہات درگا سہاے در آغوش پیکِ اجل چون نخفت

ندا آمدا اشرف بگو سالِ فوت سُرور از جہان رفت قاصد بگفت

۱۹ ۱۰

ایڈیٹوریل

اس نمبر کے ساتھ **ادیب** کی عمر کا پہلا سال ختم ہوتا ہے۔ اس ابتدائی منزل کے طے ہونیکی خوشی مین یقیناً ہمارے ناظرین بھی ہمارا ساتھ دینگے۔

گزشتہ سال جس امید وبیم کی حالت مین ادیب کے اجرا کا بندوبست کیا گیا تھا وہ بہت دیر نہین قائم رہی تھی۔ ادیب کا اشتہار شائع ہوتے ہی اسکی خریداری کے لئے دستِ شوق دراز ہونے لگے تھے اور اہل قلم حضرات نے استدعاے مضامین پر ہمین اپنی عنایتون سے مالامال کر دیا تھا۔ شائقین اور اہل قلم دونون طبقون کے اُس حُسنِ ظن نے جو اُنھین ہماری ناچیز ذات سے تھا ہماری ذمہ داریون کو بہت کچھ بڑھا دیا تھا۔ اُنھین ہمسے ایک ایسے رسالے کی امید تھی جو اُردو کے تمام رسالون پر فائق ہو اور غالباً ادیب کے اشتہار کا بھی یہی مفہوم تھا۔ انڈین پریس کے وسیع سامان کے دیکھتے ہین بھی ایک گونہ اطمینان تھا اور مضامین کے کافی ذخیرے کیوجہ سے جو معزز اہل قلم کی عنایات سے قبل از اشاعت مہیا ہوگیا تھا ہم بیفکری کے ساتھ اسکی اشاعت مین سرگرم ہوگئے۔ پریس نے بھی مستعدی دکھائی اور اسطرح ناچیز ادیب معرض وجود مین آیا۔ اسکا پہلا ہی نمبر شائع ہونے پر مقتدر معاصرین اور اہل نظر حضرات نے جس کشادہ دلی سے اسکا خیر مقدم کیا اُسکی شکرگزاری سے ہم کبھی سبکدوش نہین ہوسکتے۔ یہ سلسلہ سال بھر قائم رہا اور ہر طبقے کے اخبارات نے اسے نہ صرف پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا بلکہ اس سے اُردو علم ادب مین وسعت ہونے کی راے قائم کی جو نہایت ہی حوصلہ افزا راے تھی۔

اہل قلم حضرات نے نہ صرف اپنی عنایات کا سلسلہ جاری رکھا بلکہ ادیب کو دلچسپ بنانے مین زورِ قلم سے بھی کام لیا جو ادیب کی فوری کامیابی کا سب سے بڑا راز ہے۔ خصوصاً راے پربھو لال صاحب۔ بی۔ اے۔ کا سلسلہ مضامین جسمین ہندو فلسفہ کی وضاحت ایک لطیف پیرائے مین

کی گئی ہے - ہر طبقے مین پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا - خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب کے بہترین مضامین جنکا فلسفیانہ استدلال ضرب المثل ہے ادیب کیلئے مایۂ ناز ہین - کلامِ اکبر کی خوبیان بھی اظہر من الشمس ہین جو ادیب مین التزاماً شائع ہوا ہے - مولانا سید علی حیدر صاحب طباطبائی جنکی ذات گرامی سے لکھنؤ کی علمی عظمت وابستہ ہے - ادیب کے خاص محسنون مین ہین - اُردو کی روحِ روان حضرت شاد عظیم آبادی نے بھی ادیب کیطرف خاص توجہ فرمائی - شمس العلما ڈاکٹر سید علی صاحب بلگرامی - ایم - اے - ایل - ایل - ڈی - نے بھی اپنے مایۂ ناز ترجمۂ تمدن ہند کے نمونے کے لئے ادیب ہی کے صفحات پسند فرمائے - اسیطرح پنڈت بشن نرائن صاحب درؔ نے بھی جنکی ذات والاصفات پر لکھنؤ کو فخر ہے باوجود علالت اپنے چشمۂ فیض سے ادیب کے صفحات کی آبیاری فرمانے مین دلچسپی کا اظہار کیا ہے - حکیم سید شمس اللہ صاحب قادری بھی ایک گرانمایہ اہل قلم ہین جنکے محققانہ مضامین سے ادیب کی زینت ہو رہی ہے - مولوی محمد عزیز مرزا صاحب - بی - اے - آنریری سکریٹری مسلم لیگ نے بھی باوجود سخت عدیم الفرصتی ادیب کو اپنی نوازش سے محروم نہین رکھا - اسیطرح مولوی سید احمد صاحب مؤلف فرہنگ آصفیہ کے فیضانِ ادب سے ادیب کو حصہ مل چکا ہے - بابو گنیشی لال صاحب - بی - اے - منشی فاضل ہیڈ ماسٹر کالیستھ پاٹشالا بھی خاص قابلیت کے اہل قلم ہین جنھون نے ادیب کو شکرگزاری کا موقع دیا - مولوی سید خورشید علی صاحب کی عنایتین بھی بے پایان ہین - علاوہ علمی امداد کے ادیب کا عربی نام بھی آپ ہی کا عطیہ ہے - حال مین انجمن عثمانیہ حیدر آباد کے بعض فاضل ممبرون نے بھی ادیب کیطرف توجہ فرمائی ہے - پنڈت منوہر لال صاحب زتشی - ایم - اے - پنڈت برج نرائن صاحب چکبست - بی - اے - وہ حضرات ہین جنکے بھروسے پر ادیب کی اشاعت ہوئی ہے - سید راحت حسین صاحب - بی - اے کی عنایتین بھی غیر معمولی ہین - منشی محمد یحییٰ صاحب تنہا کے دلچسپ ترجمے بھی ادیب مین خاص دلچسپی سے دیکھے گئے - مسٹر علی محمود صاحب کی غائبانہ نوازشات بھی ادیب کے لئے باعث فخر ہین - منشی نادر علیخان صاحب نادر - مرزا کاظم حسین صاحب محشر مرزا محمد ہادی صاحب عزیز ہمارے عزیز دوست اور کرمفرما ہین جنھون نے ادیب کی دلچسپی مین خاص زور قلم سے کام لیا ہے - اسیطرح منشی درگا سہائے صاحب سرور نے بھی ادیب کو دلچسپ بنانے مین خاص سرگرمی ظاہر کی تھی جو افسوس کہ موت کے ہاتھون قائم نہ رہنے پائی اور اسی ماہ مین وہ ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے - مولانا اشہری مرحوم بھی ہمارے نہایت قدیم اور خاص کرمفرما تھے جنھین موت نے ہم سے زبردستی چھین لیا اور جنکے بعض مضامین ابتک ہمارے پاس موجود ہین جو خاص موقعون پر شائع ہونگے - مولوی سید محمد فاروق صاحب بھی ادیب کے اوّلین محسنون مین ہین جنکی قلمی اعانت کے وعدے سے ہمکو خاص تقویت حاصل ہوئی تھی - جناب ارشد تھانوی کی خوشگوئی بھی محتاج تصریح نہین اور خوش قسمتی سے وہ بھی ادیب سے غیر معمولی دلچسپی رکھتے ہین - اسیطرح بہت سے حضرات ہین جو ادیب سے خاص دلچسپی رکھتے ہین اور شکر ہے کہ اہل قلم نے بہترین مضامین کی اشاعت کے لئے ادیب ہی کے صفحات کو ترجیح دیجاتی ہے۔

اہل قلم حضرات کے علاوہ عام شائقین کی عنایات بھی خاص شکرگزاری کی مستحق ہین جنکی بدولت ادیب ایسے کثیر المصارف پرچے کی اشاعت جاری رہی - اگرچہ یہ کہنا مشکل ہے کہ ملک نے ان خدمات کی کماحقہٗ قدردانی کی ہے اور ادیب کو مالی مشکلات سے بیفکر کر دیا ہے تاہم جہانتک تجربہ شاہد ہے ادیب کو اس بارۂ خاص مین اپنے معاصرین سے نسبتہً زیادہ کامیابی ہوئی ہے - شائقین کے علاوہ اسے بعض ایسے ہمدرد بھی ملے ہین جو اسکی توسیع اشاعت مین سرگرم ہین جیمین بابو شو بہارام صاحب سب انسکٹر اور مولوی سیف الدین صاحب شباب کے نام نامی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہین - امید ہے کہ سال آیندہ مین پریس مزید نقصان سے محفوظ رہیگا اور ہمارے ناظرین اپنے فرائض محسوس کرتے ہوئے ادیب کی توسیع اشاعت کا خاص خیال رکھین گے -

انتظامی معاملات کے متعلق ہمین افسوس ہے کہ ادیب کے لئے

جو تاریخ اشاعت مقرر کی گئی تھی اُسکی تمام تر پابندی نہ ہو سکی۔ لیکن پہلے سال کے لئے ہم اسکو بھی ایک بڑی کامیابی سمجھتے ہین کہ ہر ماہ کا رسالہ اُسی ماہ کے اندر نکلتا رہا جو خاص اہتمام سے چھپنے والے رسالون کو ابتک ممکن نہین ہو سکا۔ جن مقاصد کا ہمنے شروع سال مین اعلان کیا تھا وہ اگرچہ کلیتہً نہین پورے ہوئے لیکن ایک بڑی حد تک پورے ہو گئے۔ ہمارا سب سے بڑا مقصد ایک ایسا مشترکہ لٹریچر پیدا کرنا ہے جسے مرد و عورت یکسان دلچسپی کے ساتھ پڑھ سکین۔ لیکن نظم اُردو کی شان نزول کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ بغیر اخلاق سوز و مذاق کی چاشنی کے وہ بے مزہ سمجھی جاتی ہے۔ تاہم ادیب کے صفحات مین حتی الامکان اس مذاق سے احتراز کرنیکی کوشش کی گئی ہے اور آیندہ اس سے زیادہ کوشش کیجائیگی۔ تصاویر کے متعلق بھی خاص کوشش کی گئی ہے اور ان صفحات پر زیادہ تر دیسی صنّاعی کے نمونے دکھائے گئے ہین جنمین بیشتر خاص ادیب کے لئے بصرف کثیر حاصل کئے گئے تھے۔ آیندہ اس صیغے کو زیادہ وسعت دیجائیگی جسکا انتظام ہو رہا ہے۔

ادیب کی سب سے بڑی کامیابی وہ چہل پہل ہے جو امسال اُردو رسالون کی دنیا مین خاص طور پر دیکھی گئی۔ بعض رسالون نے اپنی پرانی حیثیت درست کرنیکی کوشش کی۔ بعض نے ادیب کی تقلید کو اپنے لئے ذریعۂ کامیابی خیال کیا اور بعض عنقریب بالکل ادیب کا مثنیٰ بننے والے ہین۔ کئی نئے پرچے جاری ہوئے جنمین بعض کا قبل از وقت بند ہو جانا افسوسناک ہے۔ آخر مین ہم اُن معترضین سے معافی خواہ ہین جنھون نے ادیب کے لٹریچر کی وسعت پر غور نہ فرماکے بعض متروک تراکیب کو غلط کہدیا اور ساتھ ہی ہماری نسبت بھی حُسن ظن ظاہر فرمایا جو ذاتیات کی حد سے متجاوز تھا۔ ایسے حضرات کا کوئی جواب کبھی ہمارے پاس نہ ہوگا جو اساتذہ کے کلام پر عبور نہ رکھتے ہون۔ نیز اُن حضرات سے بھی عذر خواہی کیجاتی ہے جنھون نے ادیب پر اپنی توجہ مبذول فرماتے ہوئے ان صفحات مین کوئی بات قابل الذکر نہین پائی۔ اُنھین ادیب مین کچھ نظر نہین آیا اور غالباً کبھی کچھ نظر نہ آئیگا۔

ادیب کی سالانہ کارگزاری پر ریویو کرنا معاصرین کا کام ہے اور انھین کی عنایت پر چھوڑا جاتا ہے ہمین خیال ہے کہ سال حال مین ہمین جسقدر قابل عمل مشورے دیے گئے ہین اُنپر ہمنے بعض مجبوریون کے باوصف بھی عمل پیرا ہونے کی کوشش کی ہے اور معاونین ادیب کی کوئی خواہش ایسی نہ تھی جسکی تعمیل مین دریغ کیا گیا ہو۔ انھین وجوہ سے پریس کو غیر معمولی اخراجات برداشت کرنا پڑے جنکی تلافی اُنھین حضرات پر فرض ہے جنکی خاطر بعض خاص خاص کوششین کیگئی ہین علم طور پر بھی ادیب سے دلچسپی لینے والے حضرات کو اسکی توسیع اشاعت کی کوشش مین حتی الامکان دریغ نہ فرمانا چاہئے کیونکہ ادیب کی کامیابی سے اُنکی دلچسپی وابستہ ہے۔

انڈین نیشنل کانگریس

انڈین نیشنل کانگریس کا پچیسوان اجلاس - ۲۶ - ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ ماہ حال کو احاطہ نمائش کے اندر ایک وسیع میدان مین منعقد ہوا۔ کانگرس کا پنڈال سفید کپڑے سے منڈھا ہوا تھا اور اندرونی جانب رنگین کپڑون کی تہری جھالر بھی لگائی گئی تھی۔ ستونون مین نامور لیڈران کانگریس کی تصویرین آویزان کی گئی تھین جو گذشتہ اجلاسون مین کانگریس کے پریسیڈنٹ ہو چکے تھے۔ ۲۵ - دسمبر سر ولیم ویڈربرن پریسیڈنٹ کانگریس کے داخلے کی تاریخ تھی اور علی الصباح ہی سے لوگ اسٹیشن الآباد پر جمع ہونے لگے تھے۔ استقبال نہایت شاندار تھا اور خلقت کے انبوہ کثیر سے وہ منت پذیری ظاہر تھی جو سر ولیم ایسے محب ہند اور بانی کانگریس کے اس پیرانہ سالی مین اس دور دراز سفر کے لئے ہر دل مین موجزن تھی۔ اس معمر بزرگ کی نورانی صورت نمودار ہوتے ہی ہر طرف خوش آمدید کے نعرے گونجنے لگے اور جوش مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔

دوسرے روز بارہ بجے اجلاس شروع ہوا۔ اس روز اگرچہ مجمع

کم تھا تاہم پریسیڈنٹ کی آمد پر غیر معمولی مسرت کا اظہار ہوا اور نعرہ ہائے خوشی
دیر تک گونجتے رہے۔ سر ولیم ایک زرّین کرسی پر متمکن ہوئے۔ انکے داہنے
جانب مشہور فصیح بنگال بابو سریندر ناتھ بنرجی اور بائین طرف آنریبل
مسٹر گوکھلے اور مسٹر واچا جلوہ افروز تھے۔ اسٹیج سارا پلیٹ فارم مشہور
لیڈران کانگریس سے بھرا ہوا تھا۔ پلیٹ کے بائین جانب زنانہ درجہ
تھا جسمین پردہ نشین وغیر پردہ نشین لیڈیون کی نشست کا انتظام کیا
گیا تھا۔ پنڈال کی ساخت مدوّر تھی اور گرداگرد مختلف درجے تھے۔
بیچ مین مختلف ممالک کے ڈیلیگیٹون کی نشست کا انتظام کیا گیا تھا
جو دور دراز مقامات سے شرکت کانگریس کے لئے آئے تھے۔

سب سے پہلے آنریبل پنڈت سندر لال۔ سی۔ آئی۔ ای۔
چیرمین ریسپشن کمیٹی نے اپنی رپورٹ پڑھی۔ بعد ازان انتخاب پریسیڈنٹ
کا مسئلہ پیش ہوا اور بابو سریندر ناتھ بنرجی نے اپنی فصاحت و
خوش بیانی کے پھول سر ولیم کی تعریف اور اُنکی مسلسل خدمات کانگریس
کے اعتراف مین نچھاور کئے۔ انتخاب پریسیڈنٹ کا مسئلہ اگرچہ مہینون
پیشتر طے ہوجاتا ہے تاہم اس ترتیبی کارروائی سے پریسیڈنٹ کے
اوصاف پر تفصیلی روشنی پڑجاتی ہے۔ بہرکیف مسٹر بنرجی کی تجویز کی تائید
مین آنریبل راؤ بہادر۔ آر۔ این۔ مدھولکر (امراوتی) آنریبل مسٹر۔ این۔
سُبّاراؤ (مدراس) لالہ ہرکشن لال (لاہور) اور آنریبل پنڈت مدن موہن
مالوی (الآباد) نے تقریرین کین۔ مؤخرالذکر کے سوا سب کی تقریرین
نہایت مختصر تھین۔ مسٹر مالوی نے اپنی تقریر ان الفاظ سے شروع کی
کہ مجھسے ہندی زبان مین اسپیچ کی فرمائش کیگئی ہے۔ لیکن درحقیقت اُنکی
اسپیچ مین فیصدی نوّے الفاظ اُردو یا فارسی تھے۔ ان ابتدائی مراسم
کے بعد پریسیڈنٹ کا ایڈریس شروع ہوا جسکے چند ابتدائی پیراگراف
خود سر ولیم نے باوجود ضعف و نقاہت خود بیان کئے۔ بعد ازان
اپنا ایڈریس آنریبل مسٹر گوکھلے کو دیدیا جنھون نے نہایت فصاحت
سے مگر کسیقدر عجلت کے ساتھ اُسے ختم کیا۔ اس ایڈریس مین کانگریس
کے تمام مقاصد کا اعادہ کیا گیا تھا اور اہل ہند کو ادب و استقلال کے
ساتھ گورنمنٹ سے حقوق طلبی کی ہدایت کی گئی تھی اسکے بعد ایک
کمیٹی نے مضامین بحث طلب کا انتخاب کیا اور اجلاس تقریباً ۲½ بجے
برخاست ہوگیا۔ پہلا اجلاس اسقدر مختصر ہونے کیوجہ تقریرون کا اختصار
تھا جو عام طور پر جلد ختم کی گئین۔

دوسرے روز بھی بارہ بجے سے اجلاس شروع ہوا۔ آج
روز مجمع کثیر تھا اور سارے پنڈال مین تل رکھنے کو جگہہ باقی نہ تھی۔ اس
روز تقریرین بھی زیادہ ہوئین اور اکثر مقررون نے داد خوش بیانی
دی۔ پہلا رزولیوشن شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کی وفات پر اظہار افسوس
اور ہز مجسٹی کے عہد مین ہندوستانیون کو اعلیٰ عہدے ملنے کی شکرگزاری
سے تعلق رکھتا تھا۔

دوسرا رزولیوشن ملک معظم شہنشاہ جارج پنجم کی تخت نشینی
کی مبارکباد اور تخت انگلستان سے کانگریس کی وفاداری کے اظہار
مین پیش کیا گیا۔ اسمین حضور اقدس و اعلیٰ اور علیا حضرت ملکہ معظمہ
کی تشریف آوری ہندوستان کی خوشخبری پر اظہار مسرت بھی کیا گیا۔

تیسرا رزولیوشن جدید ویسرائے کے خیر مقدم اور ہز اکسیلنسی
کی خدمت مین ایڈریس اور ڈپوٹیشن کے متعلق تھا جو پریسیڈنٹ
کانگریس کی سرکردگی مین پیش ہوگا اور جسمین مع پریسیڈنٹ تمام منتخب
اصحاب ہونگے۔

چوتھا رزولیوشن کونسل رفارم کے قوانین سے تعلق رکھتا جو
ڈاکٹر ستیش چندر بنرجی (الآباد) نے پیش کیا اور راؤ بہادر۔ ایم۔ ادی نرائن ایہ
(مدراس) نے تائید کی اور جسکی تائید مزید مین آنریبل مسٹر برہم چند لے (کراچی)
نواب صادق علیخان (شیش محل لکھنؤ) اور شیخ فیاض علی (ہردوئی) نے
تقریرین کین۔

پانچون رزولیوشن لائبری سے متعلق تھا جسمین چاہا گیا کہ ویسرائے کی ایگزیکیٹو کونسل مین بیرسٹرون کے علاوہ ہائی کورٹ کے ایڈوکیٹ اور وکیل بھی لائبری کے عہدے پر مقرر کئے جائین - یہ رزولیوشن آنریبل مسٹر سچدانند سنہا (بانکی پور) نے پیش کیا اور راؤ بہادر - بی - این - سرما (وزیانگرم) نے تائید کی۔

چھٹا رزولیوشن صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ مین ایگزیکیوٹو کونسل قائم ہونے کے متعلق تھا جسے پنڈت گوکرن ناتھ مسر (لکھنؤ) نے پیش کیا اور مسٹر راجپال (امرتسر) نے تائید کی۔

ساتوان رزولیوشن ٹرانسوال کے ہندوستانیوں سے تعلق رکھتا تھا جنپر ٹرانسوال کی گورنمنٹ سخت تشدد کر رہی ہے جسے مسٹر جی - اے - نٹیسن (مدراس) نے پیش کیا اور جسکی تائید ڈاکٹر منی لال (مارشیس) نے اور تائید مزید مسٹر رگھونندن پرشاد (دہلی) نے کی۔

آٹھوان رزولیوشن سودیشی تحریک سے تعلق رکھتا تھا جسے مسٹر چنتامنی (الہ آباد) نے پیش کیا اور مسٹر جتیندر لال بنرجی نے تائید اور بابو دوارکا ناتھ (مظفرپور) مسٹر کرشن راؤ (راجمندری) سچندر پرشاد باسو (کلکتہ) اور مسٹر لوکامل (کراچی) نے تائید مزید کی۔

نوان رزولیوشن جوڈیشل ریفارم کے متعلق تھا جسے بابو جوگیندر ناتھ مکرجی (کلکتہ) نے پیش کیا اور آنریبل بابو برج کشور پرشاد (دربھنگہ) نے تائید - مسٹر رام سوامی آئر (مدراس) اور بابو بنارسی چندر داس (بریسال) نے تائید مزید مین تقریرین کین۔

دسوان رزولیوشن لوکل سلف گورنمنٹ کے متعلق تھا جسے ڈاکٹر - ایچ - ایس - گوڑ (رائے پور) نے پیش کیا اور آنریبل مسٹر گھورلو (دہرمپور) نے تائید - مسٹر سری نواس شاستری (مدراس) اور منشی سنکٹا پرشاد (بنارس) نے تائید مزید کی۔

گیارھوان رزولیوشن تقسیم بنگال سے تعلق رکھتا تھا جسے بابو امبکا چرن موزمدار نے نہایت زوردار تقریر کے ساتھ پیش کیا اور دیوان بہادر کرنگلامینن (مدراس) نے تائید مزید کی۔

مندرجہ بالا رزولیوشن جس ترتیب سے پروگرام مین درج تھے اُس ترتیب سے پیش نہین ہوئے بلکہ انہین سے اکثر مقدم و موخر ہوگئے - نیز دوسرے روز کے پروگرام کے سب رزولیوشن اُس روز پیش بھی نہین ہو سکے - چنانچہ لوکل سلف گورنمنٹ اور تقسیم بنگال کے مسئلے تیسرے اجلاس مین پیش ہوئے - اس روز کے پہلے اجلاس مین پریسیڈنٹ کسی ضرورت سے چلے گئے تھے اور بابو سریندر ناتھ بنرجی اُنکے بجائے کانگریس کی کارروائی انجام دیتے رہے - اسمین ہندوستانیون کو میڈیکل سروس مین داخل کرنیکے متعلق بھی ایک رزولیوشن پیش ہوا جسے سر بھالچندر کرشنا (بمبئی) نے پیش کیا اور ڈاکٹر - ڈی - آر - رنجیت سنگھ (الہ آباد) نے تائید اور ڈاکٹر ہری دت پنت (لکھنؤ) نے تائید مزید کی۔

اسکے بعد باغیانہ جلسون اور پریس ایکٹ کے متعلق رزولیوشن مسٹر - جے - چودھری (کلکتہ) نے پیش کیا اور مسٹر کرشنا راؤ (نیلور) نے تائید اور مسٹر دوارکا ناتھ (بانکی پور) نے تائید مزید مین تقریرین کین - اسیطرح تمام پولیٹیکل مسائل کے متعلق رزولیوشن پیش ہوتے رہے اور مختلف اضلاع کے اسپیکر تقریرین کرتے رہے - دو بجے اجلاس عارضی طور پر برخاست ہوا اور چند گھنٹے بعد پھر شروع ہوا - اسمین بھی حسب دستور پولیٹیکل اصلاحات کے مسئلے پیش ہوتے رہے لیکن وقت کی تنگی کیوجہ سے بہت سے اسپیکرون کو تقریر کا موقع نہین ملا - تیسرے روز کے پہلے اجلاس مین مجمع بہت کم تھا لیکن دوسرے اجلاس مین تمام پنڈال بھرا ہوا تھا اور تقریرین بھی زور شور سے

ہوتی رہین - ہر طبقے اور ہر ملت کے سربرآوردہ اشخاص کانگریس مین
شریک تھے جو ہندوستان کے مختلف حصّون سے آئے تھے اور مجموعی
حیثیت سے الہ آباد کا اجلاس کانگریس کامیاب کہا جا سکتا ہے - لیکن
لکھنؤ - بنارس اور کلکتہ کے اجلاسون کے مقابل مین نہایت پھیکا
تھا - اس کانگریس مین ہندو مسلمانون کی موجودہ نااتفاقی پر بھی بحث
کی گئی اور ان اسباب کو دُور کرنے کی صلاح دی گئی جو ملک کی دو بڑی
قومون مین عناد کا باعث ہین - انکے لئے عملی کارروائی کی بھی تجویز پیش
ہوئی اور جابجا اتحادی جلسے کرنے پر زور دیا گیا - لیکن درحقیقت اتحاد
محض دلی صفائی پر مبنی ہے - اسکے لئے ہمین صرف اب سے نصف صدی پیشتر
کے طرز عمل پر غور کرنیکی ضرورت ہے جب ہندو مسلمان شیر و شکر
ہو رہے تھے اور قومی تفریق کا نام ونشان تک باقی نہ تھا - موجودہ حالت مین
جب قومی احساس اور پولیٹیکل خودغرضی کے سمندر ہلکورے لے رہے ہین ایسے
اتحادی جلسے جنکی کارروائیان محض کاغذ تک محدود رہتی ہین زیادہ نتیجہ خیز نہین معلوم ہوتے

کانگریس کی بقیہ کارروائی کیلئے چوتھے روز بھی اجلاس ہوا اور یہ اجلاس نسبتۃً
سب اجلاسون سے زیادہ بارونق تھا - اسپیچین بھی زیادہ زوردار ہوئین - اور
پریسیڈنٹ کے شکریہ پر کانگریس برخاست ہوئی -

اسی روز سوشیل کانفرنس بھی منعقد ہوئی جسکے پریسیڈنٹ راجہ رام پال سنگھ
بالقابہ تھے - حاضرین کی تعداد اور جلسہ کی کارروائی قابل تعریف تھی -

ٹمپرنس کانفرنس بھی اسی روز ایک دوسرے خیمے مین منعقد ہوئی جسکے
پریسیڈنٹ پادری فریڈچی صاحب تھے اور عام مذاہب کی کانفرنس بھی جسکے
پریسیڈنٹ جسٹس کرشنا سوامی آئر تھے -

انڈین انڈسٹریل کانفرنس ۳۰ دسمبر کو کانگریس کے پنڈال مین زیر
صدارت مسٹر آر - این - مکرجی منعقد ہوئی جسمین ایک اعلی درجے کے ٹکنیکل کالج کے
انعقاد پر زور دیا گیا -